انڈرسٹینڈنگ
محمد

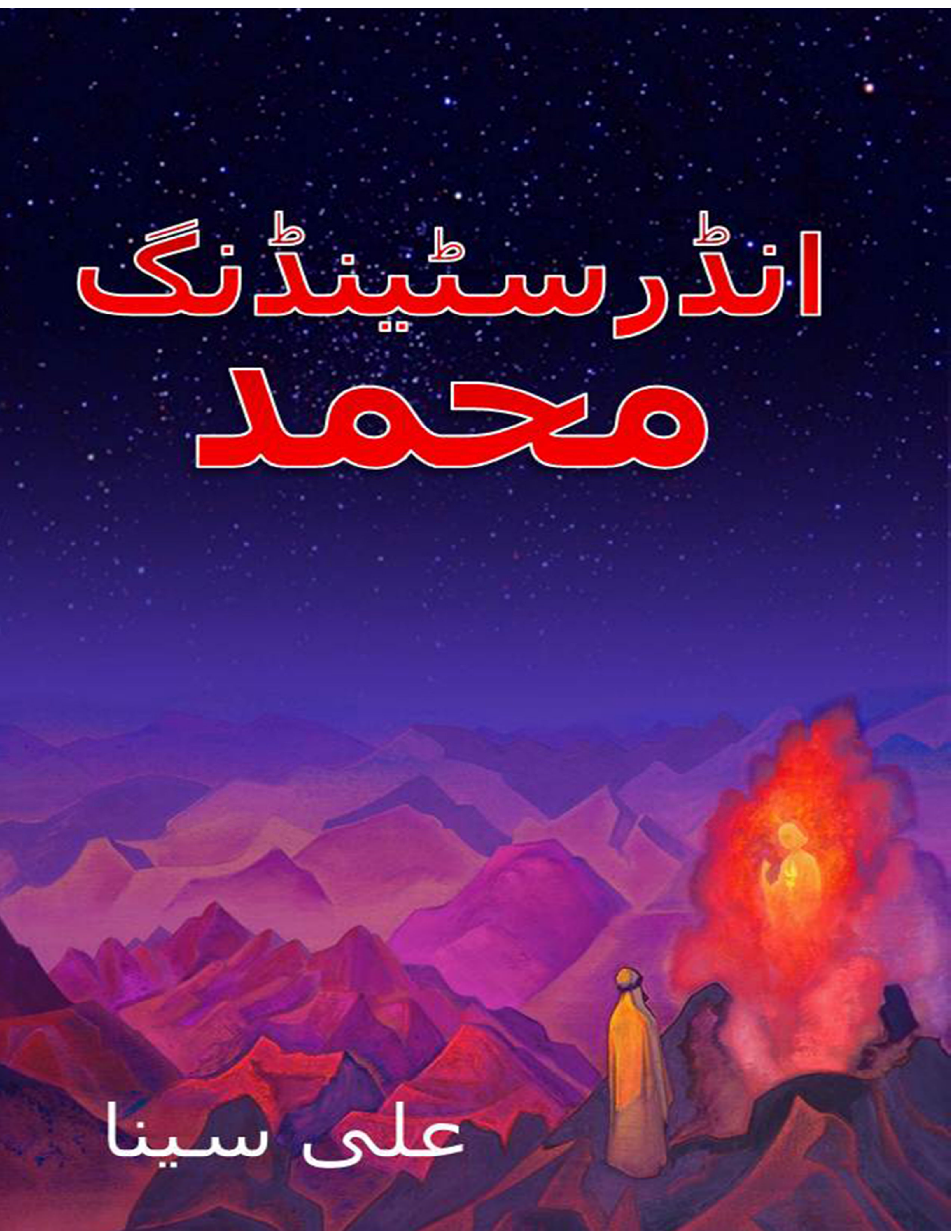

علی سینا

(اردو ترجمہ)

انڈرسٹینڈنگ محمد

مصنّف کے بارے میں

میں ایران کے ایک مسلم والدین کے ہاں پیدا ہؤا۔ اسلامی انقلاب سے قبل ایرانی مذہب پرست نہیں تھے۔ تاہم، تین دہائیوں کے دوران اسلام کے ساتھ معاملہ آرائی کے بعد ان میں سے اکثریت نے اپنے عقیدے پر سوال اٹھانے شروع کر دیئے۔ آج بھی ایران میں عوام کی اکثریت خود کو مسلمان نہیں سمجھتی۔

بچپن سے ہی مجھے ظلم سے نفرت تھی۔ بہت سارے لوگ نا انصافی کا شکار ہوئے۔ کچھ لوگوں نے تشدّد کا مقابلہ بھرپور تشدّد سے کیا، اسطرح انہوں نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ میری دعا تھی کہ میں امن کا آلہ کار بن جاؤں۔ زندگی میں میرے دو شدید جذبے تھے: حصول علم کی جستجو اور انسانوں سے محبت۔

میں سوچا کرتا تھا برآئی کی جڑ لالچ ہے۔ جب میں نے قرآن پڑھا تو مجھے احساس ہؤا کہ اس دنیا میں بہت سی برائیاں برے اعتقاد کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں۔ لالچی لوگ لوگوں کیلئے کم مضر ہوتے ہیں جتنے کہ اہل ایمان۔ اچھے لوگ، جب ایک برے عقیدے کے زیر اثر ہوتے ہیں، وہ بڑی مسرّت کے ساتھ برآئیاں کرتے ہیں۔

اسلامی صحیفوں کے مطالعہ کے بعد، جو کہ بہت سارے مسلمان اپنی پوری زندگی میں نہیں کرتے، مجھے معلوم ہؤا کہ اسلام سراسر برائی ہے۔ یہ برائی اسلامی صحیفوں کی غلط توضیع سے نہیں بلکہ اسکی مکمل سوجھ بوجھ اور اس پر عمل پیرا ہونے سے ظہور میں آتی ہے۔ مسلمان اسی درجہ برائی کرتے ہیں جتنا کہ وہ اسلام پر عمل پیرا ہوتے اور اپنے نبی کی سنّت کی پیروی کرتے ہیں۔

یہی وہ وقت تھا کہ میں نے سوچا کہ میرے پاس موقع ہے کہ میں اپنے بچپن کی خواہشوں کو پورا کروں ۔ دنیا میں نفرت اور تشدّد کے سب سے بڑے منمبے کو نیست و نابود کروں اور اسطرح سے امن عالم کا آلہ کار بنوں۔

لیکن کیسے؟ کیسے کوئی ایک شخص اتنے طاقتور مذہب کو شکست دے سکتا ہے، جس کے پر جوش عقیدتمند عمل پیرا ؤں کی تعداد ایک ارب سے بھی زیادہ ہو؟ لگتا تھا کہ جرآتمندی انتہائی خطرناک اور ناممکنات میں سے ہے۔ میرے نزدیک اس مسئلے کا ایک سادہ سا حل ہے۔ جیسے کہ ایک چھوٹا سا شعلہ عمیق اندھیروں میں روشنی کرسکتا ہے، مجھے یقین تھا کہ سچ سب سے بڑے جھوٹ کو مٹا سکتا ہے۔ میں نے اسلام کے بارے میں حقائق اسلامی ذرآئع کے اندر سے ہی کھوج نکالے اور انکو پوری دنیا کے سامنے آشکار کر دیا۔ فوری دستیاب ہو جانے والے یہ حقائق لوگوں کی نظروں سے اوجھل تھے۔ لوگ سکتے میں آ گئے اور میرے blog سے منسلک ہو گئے۔ بہت تھوڑے عرصے میں ہی ایک چھوٹی سے لہر نے ایک طوفان کا روپ دھار لیا۔ لاکھوں لوگوں نے اسلام کے بارے میں ایسے حقائق کو پہلی مرتبہ جانا اور ایک انقلاب برپا ہو گیا۔ اسلام مخالف ویب سائیٹس کے شگوفے پھوٹ پڑے اور سچ جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیا۔

Faithfreedom.org نے بیشمار لوگوں کو تلاش حق میں انکی مدد کی۔ ہزاروں لوگوں نے میرے مضامین کے مطالعے کے نتجے میں

اسلام کو ترک کر دیا۔ ان میں سے بہت سارے لوگ دوسروں کی مدد کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس خاکسار کے لئے یہ فخر کا مقام ہے کہ وفا سلطان جوکہ بے باک اور لاثانی نامی گرامی ناقدین اسلام میں سے ایک ہے اور اس نے مجھے بتایا کھ اس نے میرے مضامین کے مطالعے کی مدد سے ان نکات کو حل کیا جو اسے پریشان کئے ہوئے تھے اور آخرکار وہ اس حقیقت سے روشناس ہؤا کہ اسلام میں کیا کیا برآئیاں ہیں۔ کئی مسلمانوں کو اپنے عقیدے کے بارے میں اتنا تو پتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے ۔ لیکن وہ اس کی نشاندھی سے قاصر ہیں۔ میں نے انکو بتایا ہے اصل میں اسلام میں کونسا عیب ہے۔ یہ محمد ہے۔ اسلام کا بانی ایک ذھنی مریض تھا۔ یہ درخت اپنی جڑ سے ہی زہریلا ہے۔ یہ کتاب آپکو اس بات پر قائل کر لیگی۔

میں نے بہت سے لوگوں کو اپنا دشمن بنا لیا ہے۔ المسطقیم پبلیکیشنز کے بانی نے مجھے " دجّال اور اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہونے کا اعزاز بخشا ہے۔ اس نے لکھا ہے، " علی سینا ہمارے دور کا فرعون اور ابو جہل ہے، اس صدی کا اسلام کا بدّترین مخالف، یہی نہیں بلکہ گذشتہ ایک ہزار سال سے کسی نے ہمیں چھؤا تک نہیں تھا اور اسنے تو ہمارے ساتھ دشمنی کی انتہا کر دی۔"

جب میں قرآن کا مطالعہ کرتا ہوں تو مجھے یہی سمجھ آتی ہے کہ اسلام ناقابل اصلاح ہے اور اگر ہمیں اسلامی دہشتگردی سے نجات حاصل کرنا ہے تو ہمیں اسلام سے ہی جان چھڑوانا پڑیگی۔ دہشتگردی کے خلاف جنگ تو محض اس کے سائے کے ساتھ مکے بازی ہے۔ اصل دشمن تو اسلام ہے۔

1998 میں جب میں نے بذریعہ انٹرنیٹ اسلام کے خلاف اپنی جدوجہد شروع کی تو بظاہر ایسا لگتا تھا کہ میرا یہ اقدام انتہا پسندانہ، ناممکن اور حماقت کی حد تک دلیرانہ ہے۔ آج کا ذی شعور شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ اقدام انتہائی حقیقت پسندانہ ہے۔

میرا پیغام بالکل صاف اور سیدھا ہے – کسی بھی سیاسی مصلحت سے پاک، بلکہ سچ پر مبنی سیدھی مطلب کی بات۔ یہ مسلمانوں کیلئے تکلیف دہ ہے، کیونکہ یہ انکے جھوٹے عقیدے کے تانے بانے کو ادھیڑ کر رکھ دیتا ہے۔

لیکن جو لوگ اس جھٹکے کو سہہ لیں اور مطالعہ جاری رکھیں تو ذہنی آزادی حاصل کر لیں گے۔

علی سین

پانچویں ایڈیشن کا افتتاحیّہ

2008 میں جب سے انڈرسٹینڈنگ محد کا پہلا ایڈیشن شائع ہؤا اس کتاب می بہت سی تبدیلیاں ہوئیں۔ اس ایڈیشن میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا گیا ہے اور بہت ساری تبدیلیوں کی مدد سے اس کی تکمیل کی گئی ہے جو کہ پہلے نہیں تھیں۔۔
اس ایماء پر کہ کوئی بھی خواستگار اس کتاب کو ری پروڈیوس نہیں کریگا میں نے اس کتاب کے پچھلے ایڈیشن کی ایک ڈجّیٹل کاپی جس کسی نے بھی مانگی اسے دیدی۔ میری درخواست پر دھیان نہیں دیا گیا اور بہت ساری ڈاؤن لوڈ سائٹس نے اسے فری ڈآؤن لوڈ کے لئے پیش کر دیا۔ اسطرح کی صرف ایک ہی ویب سائٹ سے 100000 کاپیاں ڈاؤن لوڈ کی گئیں۔ اگرچہ میں اس بات پر خوش ہوں کہ اس کتاب کو اتنی پذیرآئی ملی مگر اس کی سیل بری طرح متاثر ہوئی، کوئی چیز مفت مل رہی ہو تو بھلا کیوں کوئی اسے خریدے گا۔
میں نے تمام مفت ڈاؤن لوڈ کرنے والی سائٹس کو بتایا کہ اس کتاب کے جملہ حقوق محفوظ ہیں، قانونی سا ئٹس نے تو اس کو اپنے ڈیٹا بیس سے ہٹا دیا مگر چوری کرنے والی سائٹس پیسہ بنا رہی ہیں اور انکے مالکان رابطہ کرنے کی بھی زحمت گوارہ نہیں کرتے۔
میں نے سینکڑوں مضامین اور کتابیں لکھیں ہیں۔ وہ سب بلا معاوضہ ہیں۔ لیکن یہ کتاب نہیں۔ مجھے کہیں سے بھی کوئی مالی امداد نہیں ملتی۔ کوئی شخص صرف روٹی پر ہی تو زندہ نہیں رہ سکتا، لیکن اس کے بغیر تو کوئی زندہ بھی نہیں رہ سکتا۔ میری درخواست ہے کہ کاپی رائٹ پر عمل کیا جائے تاکہ میں اپنی جدوجہد جاری رکھ سکوں۔

یہ پانچواں ایڈیشن کافی ساری نئی اور معنی خیز معلومات کا حامل ہے۔ اس کی ڈجّیٹل کاپی کسی کو بھی مہیّا نہیں کی جائے گی۔ جو لوگ اس کتاب کو پڑھنا چاہتے ہیں وہ اسے خرید کر پڑھیں۔ تاہم اگر آپ کسی اسلامی ملک میں رہتے ہیں اور اسے خریدنے کی سکت نہیں رکھتے تو مجھے لکھیں میں بڑی خوشی کے ساتھ اس کے پچھلے ایڈیشن کی PDF کاپی آپکو فری میں ارسال کر دونگا۔

مخلص

علی سینا

شکرگزاری

میں بہت سے لوگوں کا شکرگزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کولکھنے میں میری مدد کی۔ انہوں نے ایک صحتمند تنقید کے ساتھ میری انگریزی درست کی۔ بدقسمتی سے میں ان کا نام نہیں لے سکتا۔ ایسا کرنے سے ان کی زندگیوں کو خطرہ ہے۔ اور میں ان کے اصلی نام جانتا بھی نہیں، وہ گمنام ہی رہے۔ میں تہہ دل سے ان کا مشکور ہوں۔

میں ان شاندار دوستوں کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے رضاکارانہ طور پر وقت نکالا اور faithfreedom.org کا بطور سائٹ ایڈمنسٹریٹر، ایڈیٹراور فورم موڈریٹر انتظام سمبھالا اورمجھے کتاب پر کام کرنے کا وقت فراہم کیا۔

اسلامی دہشتگردی کے خلاف یہ جنگ گمنام بہادروں نے لڑی۔ انہوں نے اپنا وقت دیا، اسلامی خطرے کے خلاف بیداری میں اپنی لیاقت استعمال کی۔ اس کے عوض انہوں نے کچھ نہیں مانگا اور گمنام ہی رہے۔

علی سینا

اپریل2008ء

دیباچہ

ابن ورّاق

ڈاکٹرعلی سینا ایران میں پیدا ہوئے۔اس کے چند رشتہ داروں کا تعلق آیت اللہ سے تھا۔ دیگر تعلیم یافتہ ایرانیوں کی طرح اس کا ایمان تھا کہ اسلام انسانیتّ پر مبنیّ مذہب ہےاور انسانی حقوق کی قدر کرتا ہے۔ ڈاکٹر سینا کو ایک متجسّس دماغ ودّیت ہوا تھا؛ ایک معقول روح جس نے استفسار کیا، چھان بین کی اور بلا ہچکچاہٹ شہادتوں کا جائزہ لیا۔ رفتہ رفتہ اس پر اسلام کی اصل حقیقت آشکار ہوئی جس نے اسے اخلاقی اور عقلی اعتبار سے جنجھلا کر رکھ دیا۔ گیارہ ستمبر2001ء کےواقعےسے بہت پہلےہی اسے احساس ہوا کہ اس کے مذہب کے بارے میں جس میں وہ پیدا ہوا کوئی آوازحق بلند کرے، وگرنہ صرف مغرب ہی نہیں بلکہ تمام انسانی تہذیب عقل اور مذہب کے مابین محاذآرائی کا سامنا کرے گی اور تباہ ہو جائے گی۔

روحانی بصیرت کے اسی لمحےجب اس پر اس کے مذہب کی غیر انسانی فطرّت آشکار ہوئی، ڈاکٹر سینا نے اپنی مشہور زمانہ ویب سائٹ Faith freedom International کےذریعےاسلام کے ناقابل قبول پہلؤوں کواجاگر کرنے کیلئےبحث وتمحیث اورتنقیدی مہم کے لئےاپنی تمام زندگی وقف کر دی۔

مغربی طاقتیں تارک اسلام ڈاکٹر سینا کا بھی وہی فائدہ اٹھا سکتیں جو انہوں نے سابقہ کیمونسٹوں کو کیمونزم کے خلاف استعمال کر کے اٹھایا۔ جیسا کہ میں نے 'Leaving Islam میں لکھّا؛ اسلام اور کیمونزم میں کئی مشابتیں ہیں۔ جیسا کہ میکسائم روڈیسن اور برٹنڈرسّل نے

1930کی دھائی کے کیمونسٹوں اور1990کی دھائی اور اکیسویں صدی کے اوائل کے اسلام پسندوں کے مابین ذھنی ہم آہنگی ہونے کی نشاندھی کی ہے۔ جیسا کہ رسل نے کہا، " مذاہب کے مابین، کیمونزم نے اسلام سے حساب چکتا کیا نا کہ عیسائیت اور بدھ ازم سے۔ عیسائیت اور بدھ ازم بنیادی طور پر شخصی مذاہب ہیں۔ ان کی بنیاد صوفیانہ نظریات اور متفکرانہ سوچ سے محبت ہے۔ 'محمڈن ازم' غیرروحانی، سماجی، اور دنیاوی ہے۔ اس کا مقصد دنیا پر سلطنت کا قیام ہے۔" لہٰذا رواں صورتحال اور اس کے مساوی 1930 کی دھائی کے مغربی دانشوروں کا کیمونزم سے واسطہ دلچسپی کا حا مل ہے۔ جیسا کہ کوسٹلر نے کہا۔" تم ہماری چیخ وپکار سے نفرت کرتے ہو! اور بطور اتحادی ہم سے خفا ہو! یہ سب کچھ ہونے کے بعد ہم سابقہ کیمونسٹ ہی وہ لوگ ہیں جو تمہارے ساتھ ہیں۔ اور تمام حقیقت سے واقف ہیں۔" جیسا کہ کراسمین نے تعارف میں لکھا، " سلؤن (ایک سابقہ کیمونسٹ) نے از راہ مذاق ٹوگلیئٹی سے کہا کہ آخری معرکہ موجودہ اور سابقہ کیمونسٹوں کے د رمیان ہی ہو گا، لیکن کوئ بھی ایسا شخص نہیں جس نے کیمونزم بطور ایک فلسفہ اور کیمونسٹ بطور سیاسی حریف کے مابین زورآزمائی نہ کی ہو وہ مغربی جمہوریت کی اقدار کو جان سکے۔ شیطان ایک دفعہ جنت میں رہا۔ وہ لوگ جنہوں نے اسے جنت میں نہیں دیکھا وہ اگر کسی فرشتے کو بھی دیکھیں تو اسے پہچان نہیں سکیں گے۔"

سر دست کیمونزم تو شکست کھا چکی ہے۔ اسلام نے شکست نہیں کھائی۔ اور شاید آخری معرکہ اسلام اور مغربی جمہوریّت کے درمیان ہوگا۔ اور یہ تارکین اسلام ، بطور کسٹلر کی صدآئے بازگشت، مغربی

جمہوریّت کی صف میں شامل ہیں، اور یہ ہی سب کچھ جانتے ہیں۔ ہم انکی آہ و بکا کو احسن طریقے سے سنیں۔

ہم لوگ جو آزاد مغرب میں قیام پذیر ہیں، آزادی فکر اور سائنسی استسفار سے لطف اندوز ہو رہے ہیں، ہمیں چاہیئے کہ اسلام کی حقیقت کو جاننے کی جستجواور قرآن پر تنقید کی حوصلہ افزائی کریں۔ صرف قرآن کے تنقیدی جائزے سے مسلمانوں کو اپنے مقدّس صحیفوں کی اصل جانکاری ہو گی اور نوجوان مسلمان بھی قرآن میں موجود کم برداشت والی آیات کے سحر سے پہلو تہی کریں گے۔ مغربی دنیا میں بسنے والوں کا یہ مدنی فریضہ ہے کہ وہ اسلام کی حقیقی آگہی حاصل کریں۔ لیکن اگر وہ بڑے بڑے سٹوروں پر موجود اشاعتوں سے رہنمائی حاصل کریں گے تو اس میں زیادہ تر اسلام کیلئے حیلہ جوئی ہی ملے گی۔ آپ ڈاکٹرسینا اور اس کے ساتھی لکھاریوں کی بدولت اس کی ویب سائٹ پر انتہائی محتاط اور بے گناہی سے دئیے گئے دلائل کی روشنی میں اسلام کی صیح جانچ کر سکتے ہیں۔ بلکہ اب ہمارے پاس ڈاکٹر سینا کی کتاب موجود ہے۔ تمام ذمہ دار شہری جن کی تنقیدی لیاقت الجھاؤاور بدمستی کی خوابیدگی سے محفوظ ہواور بار بار دھرائے گئے اس نعرے سے کہ اسلام ایک امن پسند مذہب سے متاثر نہ ہوں ان کیلئے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ ہم ڈاکٹر سینا جیسے عالم کی جرّائتمندانہ اور آزادانہ کوششوں کے مشکور ہیں۔ اب ایک ایسا مذہب جسکو آپ نے پروان چڑھایا اور اس قابل جانا کہ اسکا دفاع کیا جائے اور جو آپکو نیست و نابود کر دیگا اس سے بے بہرہ رہنے کا کوئی جواز نہیں۔

ابن ورّاق **ترک اسلام، قرآن د ر حقیقت کیا ہے، محمد کی تاریخی کھوج، قرآن کی بنیاد اور میں کیوں مسلمان نہیں ہوں** کامصنف ہے۔ یہ ایسی کتاب جس نے بہت سارے مسلمانوں کو تحریک بخشی اوربیدار کیا وہ اپنے اس مذہب جس سے وہ بہت پیار کرتے ہیں کے بارے میں سوال کریں۔

خاکہ

گیا رہ ستمبر 2001 سے لیکرابتک 16000 دہشتگردی کے حملوں کے نتیجے میں دنیا بھرمیں ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ ہلاک یا زخمی ہوئے۔ ان حملوں کے پیچھے کوئی جّناتی مخلوق نہیں بلکہ مسلمان ہیں جوکہ اس فعل کواپنے دین کے عین مطابق سمجھتے ہیںـ مزید لاکھوں مسلمانوں کا بھی یہی طرزفکرہے اور ایسا ہی کرنے کو تیاربیٹھے ہیں۔

اگرآپ یھ سمجھتے ہیں کھ اسلامی دہشتگردی کوئی نیا واقعہ ہے تو آپ دوبارہ سوچیں ـ اسلام کی کامیابی دہشتگردی کی مرہون منت ہے۔ جس دن سے محمد نے مدینے میں قدم جمائے تب سے ہی یہ دہشتگردی کی مہم شروع ہوئی ـ اوراس کے پیروکار اسی وقت سے یہی کچھ کررہے ہیں ـ

مسلمان؛ عدم برداشت، بیجا جوانمردی، اینٹھے خانی، اور تشدّدپسندی کا مظہرہیں ـ یہ بہت نازک مزاج ہیں ـ ذرا سا اختلاف رائےاور غیرترجیہی سلوک ان کوآگبگولا کر دیتا ہے اور یہ پھٹ پڑتے ہیں ـ اور ان کا اپنا روّیہ یہ ہے کہ دیگرعقائد کے لوگوں کوگالی دینااوران پرحملہ آورہونا جائزسمجھتے ہیں ـ

مسلمانوں کوسمجھنے کیلئے ان کے پیغمبرکوسمجھناضروری ہے۔ مسلمان محمدکوپوجھتے ہیں ،اور ویساہی روپ دھارنے کی کوشش کرتےھیں ـ اسلام **'محمڈ ن ازم'** ہے ـ محمد کوسمجھنے کے بعد ہی ہم یھ جان سکتے ہیں کہ کون سی چابی انھیں گھماتی ہے ـ

"انڈرسٹینڈنگ محمد"اللہ کے پیغمبر کی نفسیاتی سوانعمری ہے ، یہ اس شخص کی پراسرآرّیت سے پردہ اٹھانے کی کوشش ہے ۔ تاریخدان بتاتے ہیں کھ محمد اپنے خیالوں میں گم ایک غا ر میں بسیرا کرتاتھا، اسےگنٹھیاں سنائی دیتی تھیں اورجّنات وغیرہ نظرآتے محسوس ہوتےتھے ۔ وہ ا سی خیال میں تھا کہ اس پر جّنات کا سایہ ہے ، جبتک کہ اس کی بیوی نے یہ یقین نہیں دلا دیا کہ وہ اللہ کا پیغمبرہے ۔

اپنےاس مرتبے کا یقین ہونے کے بعد کسی کو اس کا منکر ہونا اس کی برداشت سے باہرتھا، اپنے ناقدین کو قتل کردیا، آبادیوں پرہلہ بولدیا، لوٹ مار اورقتل عام کیا، ہزاروں کو غلام بنایا، ساتھیوں سمیت جنگ میں ہاتھ آنے والی عورتوں کولونڈی بنایا اور ان کے ساتھھ جنسی تعلقات استوار کئے، یہ سب کچھ ضمیر کے مطابق ایک جائزحق کے طور پر کیا گیا ۔

جن لوگوں نے اس کی تعریف کی ان کواعلی ظرفی سے نوازا گیا اور دوسروں کے خلاف انتقامی کا روائی کی گئی ۔

اس کا خیال تھا کہ وہ کائنات کی اعلی ترین، بےعیب ہستی ہے، اورتخلیق کائنات کااصل محرک ہے ۔ محمدایک عام انسان نہیں بلکہ ایک انتہائ خودپسند شخص تھا۔

" انڈرسٹینڈنگ محمد" داستانوں سے بالاتر ایک جستجو ہے، مرکزنگاہ 'کیا' نہیں بلکہ'کیوں' ہے ۔ یہ تاریخ کی ایک انتہائی باا‌ثر اور د قیّق شخصّیت کی دلفریب پراسرآریّت سے پردہ اٹھاتی ہے ۔

محمد اپنے مقصد کا دھنی تھا، اس کواپنےفریب تصّور یا واہمے پر یقین کامل تھااور وہ ہرکسی سے اس پر ایسا ہی یقین رکھنے کی توقع

رکھتا تھا ۔ اللہ، جو کہ محض اسی کا ہمزاد تھا، بڑا غضبناک ہوکرکہتا ہے " کیا تم اس (محمد) سے اس پر جگھڑتے ہو کہجوکچھ اس نے دیکھا" (قرآن 53:12) یہ ایک زبردست ہیجانی کیفیّت ہے ۔ دوسرےاس پرکیوں یقین کریں کہ اس نے کیا دیکھا؟ کیا یہ اس کی ذمہ داری نہیں کہ جو اس نے دیکھا اس کوحقیقی ثابت کرے؟ یہ کہ دوسرےلوگ بغیرثبوت کے اس کی بات کا یقین کریں، ایسا صرف ایک انتہائی خودپسند شخص ہی کر سکتا ہے ۔

محمد ایک یتیم تھا، اس کی ماں نے شیرخواری ہی میں اسے ٹھوکرمارکرایک بدّوجوڑےکےحوالےکردیا تھا۔ اسکا بچپنا محبت سے خالی تھا۔ بعدازآں وہ اپنے چچا اور دادا کی کفالت میں آگیا جنہوں نے اس پر ترس کھایا اوراسے بگاڑدیا۔ بچپن کے بےلوث پیار اور نظم وضبط کی تربیّت سے محرومی نے اسے ایک خود پسند غیر متوازن شخصیّت بنا دیا؛ یہ خصّلت بے ضمیری اوراحساس برتری کا شکار ہونے کا سبّب بنی۔ وہ ایک غیرمحدود طاقت کے حصول کے مضحکہ خیز تصّور میں الجھ گیا،حمدوستائش کامتمّنی ہوگیا، اسے یقین ہو گیا کہ وہ خاص الخاص ہے، اس نے دوسروں سے بھی یہی توقع کرنا شروع کر دی کہ وہ اس کے خیالات اور منصوبوں میں اس کا ساتھ دیں۔ اس نے دوسروں کا فائدہ اٹھایا۔ وہ خود حاسد تھا اور دوسروں کو حاسد سمجھتا تھا۔ ٹھکرآئے جانے پر شدّید مجّروع ہوجاتا اور ایسا کرنے والوں کو قتل کر دیتا، دروغ گوئی اور دھوکہ دہی کو جائز تصوّرکرتا تھا۔ یہ خوّائص خودپسندی کی شکار ایک بگڑی ہوئی شخصیّت کا طرّہ امتیاز ہے۔

ایک ذہنی بیماری ،(Temporal Lobe Epilepsy) ایک خاص قسم کی مرگی کے بھی ہم مشکور ہیں! پیغمبراسلام اس واضع فریب اور چؤک کوصوفیّانہ الہامی رابطوں کے طورپر بیان کرتا تھا! یہ غلط بیانی نہیں تھی کہ اس نے غیبی آوازیں سنیں، فرشتوں اور جناّتی ہستیوں کو دیکھا، بلکہ یہ کہ وہ خام خیالی اور حقیقت میں تفریق کرنے سے قاصرتھا۔

محمد دماغ پر چھا جانے والی اضطراری ابترّی کا بھی شکار تھا؛ اس کا ذہن کچھ ہندسوں، مذہبی رسموں، اور جابر اصولوں میں جکڑا ہوا تھا۔ اس سے یہ امر واضع ہوتا ہے کہ کیوں اس نے انتہائی پابند زندگی گزاری اور اس کا مذہب کیوں اتنے نامعقول اصولوں سے بھراپڑاہے۔

بعد کے سالوں میں محمد ایک بیماری(Acromegaly) کے زیراثر آ گیا، یہ بیماری ہارمون کی وافرپیدآئش اور افزآئش کے سبّب ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں ہڈیوں میں بڑھوتری؛ ٹھنڈے اوربھدّے ہاتھ پاؤں؛ چہرے کے خدّوخال یعنی ہونٹ، زبان، اور ناک کھردّرے ہو جاتے ہیں۔ یہ مرض تقریباً چالیس برس کی عمر میں لاگو ہوتاہےاورپچیس سال سے کم عرصے میں مریض کا انتقال ہو جاتا ہے۔ مزید برآں یہ مرض جنسی نامردی(Erectile Dysfunction))کا سبّب بھی بنتی ہے۔ دوسری جانب مرگی کی شدّ ت (Temporal Lobe Hyper Activism) جنسی ہیجان (Libido)میں اضافہ کردیتی ہے۔ یہ امر آخری عمرمیں محمد کی جنسی آوارگی کے اسباب کی وضاحت کرتا ہے اور بتاتاہےکہ وہ کیوں ایک ناقابل تسکین جنسی ضرورت کا شدّ ت سے خواہشمند رہا۔ وہ ایک ہی رات میں اپنی 9 بیویوں سے جنسی تعلقّ کیلئے رجوع کرتا اور یہ تعلق صرف سہلانے پچکارنے تک تھا اورحقیقی جنسی تسکین

سے عاری تھا۔ اس کی نامردگی اس کے عدم تحفظ ،دماغی خلل، اور بیویوں سے حسّد کی کیفیّت کو واضع کرتی ہے۔ اس نے اپنی بیویوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو ڈھانپ کر رکھیں، ایسا نہ ہو کہ دوسرے مرد ان کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھیں۔ محمد کی نامردگی کے سببّ ہی دنیا کی نصف ارب عورتیں پردہ کرتی ہیں۔ محمد کی بیماریاں ہی اسلام کے متعدّ د پراسرار معاملات کی تشریح کرتی ہیں۔

ذہنی اورنفسیاتی بے ترتیب ابتریوں اوربے قائدہ علم قیافہ شناسی نے باہم ملکرمحمد کوعام انسانوں سے الگ تھلگ عنصربنا دیا تھا۔ اس کے کم علم پیروکاروں نے اس تفاوّت کورسالت کی علامت کے طور پرتسلیم کر لیا۔ نہ صرف یہ بلکہ انہوں نے دوسرے دینی علوم کے جانثاروں کی طرح اپنی تمام تر کوششیں وقف کر کے محمد کے مقصد کو ایک عالی مقام پرپہنچا دیا، موت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے انہوں نے دوسروں کوذبح کیا اور اسلام کودنیا کا دوسرا بڑا مذہب بنا دیا۔ اور اب یہ امن عالم اور انسانی تہذیب کی بقاء کیلئے ایک عظیم خطرہ ہے۔

محمد کی شخصیت کا مکمل ادراک کیوں اتنا ضروری ہے؟ اسلئےکہ ایک ارب سے زیادہ لوگ اس جیسا بننا چاہتے ہیں اور ویسا ہی کرنا چاہتےہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص کی دیوانگی اس کے پیروکاروں کیلئے وصّیت بن گئی۔ ان کو سمجھنے کہ بعد ہی ہم ان کے اند رجھانک سکتے ہیں اور پیش گوئی کرسکتے ہیں کہ وہ کیا انہونی کرنے والے ہیں۔

ہم ایک خطرناک دور سےگزر رہے ہیں، عوام الناس کا پانچواں حصّہ ایک ذہنی مریض کی پرستش کر رہا ہے، خود کش حملوں کا مّدح خواں ہے، اور یہ سمجھتا ہے کہ لوگوں کو مارکر شہادّت کا رتبہ پائے گا اور

آخرت سنوار لے گا۔ ایسی صورتحال میں دنیاایک خطرناک مقام بن جاتی ہے۔ اور اگر یہ لوگ جوہری صلاحیّت حاصل کر لیتے ہیں تو دنیا راکھ کا ڈھیر بن جائیگی۔

اسلام ایک نظام پرستش ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ ملکر زندگی بسر کرنا اب ممکن نہیں رہا۔ جبتک مسلمان محمد پر یقین رکھتے ہیں وہ اپنے لئے اور دوسروں کیلئے خطرہ ہیں۔
مسلمانوں کو اسلام چھوڑنا ہو گا اور نفرت پہ مبنی کلچر ختم کرنا ہو گا، بنی نوع انسان سے ملجل کر رہنا ہو گا، بصورت دیگر غیر مسلم اقوام کو ان سے علیحدہ ہونا ہو گا، اسلام اور مسلمانوں کی امیّگریشن پر پابندی لگا نا ہو گی اور مسلمانوں کو واپس ان کے ملکوں میں بھیجھنا ہو گا کیونکہ یہ اکٹھے رہنے اور جمہوریّت کے خلاف منصوبہ بندی کرتے ہیں۔
اسلام جمہورّیت سے مّتضاد ہے۔ یہ ایک جنگجوآنہ مسلک ہے اور جمہورّت کو ختم کر کے دنیا بھر میں اپنا آمرانہ نظام نافذ کرنا چاہتا ہے۔ د نیا کوتباہی سےبچانے، وحشت و بربرّیت اور تہذیب کےمابین تصادم کا رخ موڑنےکا واحد طریقہ یہ ہے کہ اسلام کےمغالطے اوردھوکے کو سب پر عیّاں کر کے اس کے سحر کو ختم کیاجائے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ انسانیّت کی بقاء کی خاطر اسلام کو چھوڑ دیں۔

محمد کے بارے مکمل ادراک مسلمانوں اور دوسروں پرلازم ہے۔ یہ کتاب اس کام کو آسان بنا دے گی۔

اس کتاب کے مطالعے کے بعد ہزاروں مسلمانوں نے اسلام ترک کردیا ہے ۔ اس کتاب میں جو آگہی فراہم کی گئی ہے وہ ہر چیز پر بھاری ہے اور اس سے پہلو تہی ناممکن ہے۔

تعارف

11ستمبر کے امریکہ پر حملے کے بعد ایک خوفزدّہ امریکن ماں نے مجھے بتایا کہ اس کا 23 سالہ بیٹا 14 سال کی عمر میں مسلمان ہو گیا تھا اور اس نے اپنے مسلمان امام کی پسندکردہ عورت سے جسکو اس نے پہلے کبھی دیکھا بھی نہیں تھا شادی کر لی۔ اب اس کا ایک بچہ بھی ہےاور وہ افغانستان جا کر طالبّان جو کہ امریکی فوجیوں کو مار رہے ہیں سے ملکرلڑنا چاہتا ہے اور شہید ہونا چاہتا ہے۔ اس عورت نے مزید کہا کہ چند سال پہلے اس کے بیٹے نے بتایا تھا کہ بس ایک دفعہ اسلام امریکہ پر غالب آ جائے تب اگر اسکو حکم ملا کہ کافروں کوقتل کر دو تو وہ اپنی ماں کا سر قلم کرنے سے نہیں ہچکچائے گا۔

*****

ایک ہونہار اور اعلی تعلیم یافتہ 25 سالہ پاکستانی نژّاد برطانوی لڑکی سمیرا نذیر کو خنجر سے قتل کر دیا گیا۔ اسکے 30سالہ بھائی اور 17سالہ کزّن نے اس کے والدین کے گھر میں ہی اس کی گردن اڑا دی۔ اس نےایک افغان جس کا تعّلق نچلی ذات سے تھا سے محبت کر کے اور اپنے ہم مرتبہ پاکستانی امیدواروں کو ٹھکرا کر اپنے گھر والوں کے وقار کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ اپریل 2005 میں اس کو آبائی گھر بلا کرگھات میں بیٹھے ہوئےرشتہ داروں نے مار دیا۔ ایک پڑوسی نے دیکھا جب وہ جان بچا کر بھاگنے کی کوشش کررہی تھی تو اس کے والد نے بالوں سے پکڑ کر اندر گھسیٹا اور زور سے دروازہ بند کر لیا۔

اس کی چینخیں سنائی دیں "آج سے تم میری ماں نہیں ہو" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی ماں بھی اس سردمہری کے قتل میں ملوّث تھی۔ پڑوسیوں نے اس کی دو سالہ اور چار سالہ بھتیجیوں کی چینخیں بھی سنیں جو سب کچھ دیکھ رہیں تھیں۔ بچوں پہ گرے ہوئے خون کی مقدار بتا رہی تھی کہ وہ وقوعہ سے چند فٹ کے فاصلے پر تھیں۔ یہ ایک پڑھا لکھا صاحب حیثیت گھرآنہ تھا۔

******

امریکہ میں مقیم، ایک کڑوڑوں پتی سعودی، کے 23 سالہ بیٹے محمد علی العّیاد نے اگست2003 کی ایک شام اپنے ایک پرانے مراکش کے رہنے والے یہودی دوست سلیوک کو کچھ وقت اکٹھے گذارنے کی تجویز دی۔ نصف شب انہوں نے العّیاد کے اپارٹمنٹ میں آنے سے پہلے شراب نوشی کی۔ وہاں اس نے خنجر نکال کر اپنے دوست کا سر تن سے جدا کر دیا۔ العّیاد کے کمرے میں رہنے والے ساتھی نے پولیس کو بتایا کہ اس سے پہلے دونوں "کوئی بحث نہیں کررہے تھے" جب العیّاد نے سلیوک کو قتل کیا۔ اس بہیمانہ قتل کی وجہ "مذہبی اختلافات تھے" العّیاد کے اٹارنی نے بتایا۔

****

25سالہ ایرانی محمد طاہری-اظر نارتھ کیرولینا یونیورسٹی کا گریجوایٹ تھا۔ مارچ2006 میں ایک دن اس نےSUV کرائے پہ لی اور آہستہ چلاتے ہوئے کیمپس میں داخل ہوا۔ پھر اس نے یکدم رفتار بڑھا دی اور کالج میں کھڑے ایک اکٹھ پر اس نیّت سے گاڑی چڑھا دی کہ

زیادہ سےزیادہ لوگوں کو مار سکے۔ وہ 9 لوگوں سے ٹکرایا اور 6 کو زخمی کر دیا۔

****

کراچی، پاکستان میں بسنے والا ایک ہندو جوڑا، سناؤمینگھوار اور اس کی پتنی اس وقت شدّید گھائل ہوئے جب نومبر 2005 کی ایک شام وہ کام سے گھر لوٹے تو اپنی تینوں بیٹیوں کو گھر سے غائب پایا۔ دو روز کی لاحاصل تلاش کے بعد انکو علم ہوا کہ انکی بیٹیاں اغوا ہو چکی ہیں تاکہ ان کو مسلمان بنالیا جائے۔ پولیس نے تین نوجوانوں کو اس جرم کی پاداش میں گرفتار کیا۔ اور بعد میں اس بنا پر انکو ضمانت پہ رہاکر دیا گیا کہ وہ کمسن ہیں۔ لڑکیاں پھر بھی غائب رہیں۔ کراچی کے ایک ہندو رہائشی لالہ جی نے کہا " اس طرح ہندو لڑکیوں کا اغوا ایک معمول بن چکا ہے۔ لڑکیوں کو مجبور کیا جاتا ہے کہ اسٹامپ پر مسلمان ہونے کا اقرار کر لیں" اس نے مزید کہا " ہندو انتقامی کاروائی کے خوف میں دل کی بھڑاس بھی نہیں نکال سکتے"۔

پاکستان میں بہت سی ہندو لڑکیوں کا یہی مقدّر ہے۔ انکو اغوا کر کے زبردستی مسلمان بنایا جاتا ہے اور مسلمان مردوں سے انکا نکاح کردیا جاتا ہے۔ اور ان کو اپنے ماں باپ سے ملنے یا بات کرنے کی اجازت بھی نہیں ملتی۔ "ایک مسلمان لڑکی کیسے کسی کافر(بےدین) کے ساتھ رہ سکتی ہے یا رابطہ رکھ سکتی ہے"۔ یہ بیان ایک دینی معلم مولوی عزیز نے عدالت میں دوسرے ایک مقدّمے میں ایک مسلم اغوا کندہ کی پیروی کے دوران دیا۔

جب کوئی ہندو لڑکی مسلمان ہو جاتی ہے توسینکڑوں مسلمان گلی کوچوں میں مذہبی رآگ الاپتے ہیں اور ان لڑکیوں کے والدین کی چیخ و پکار پر حکام کے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ ان بدقسمت لڑکیوں کو دھمکایا جاتا ہے کہ اگر وہ اسلام سے پھریں توانہیں مرتدّ ہونے پر سزائے موت دیجائیگی۔ اکثر وکلاء انتہاپسندوں سے پٹائی کے خوف سے ایسے مقدّموں کی پیروی نہیں کرتے۔

******

اکتوبر2005 میں انڈونیشیا میں تین لڑکیاں پوسا شہر کے قریب کوکا کے درختوں کے بیچ سے گذر رہیں تھیں۔ یہ لڑکیاں ایک نجّی عیسائی سکول میں پڑھتی تھیں۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا اور انکی گردنیں اڑا دیں۔ پولیس نےبتایا کہ ان کے سر لاشوں سے کچھ فاصلے پر پائے گئے۔ ایک سر گرجے کے باہر سےملا۔ مسلمان جنگجوؤں نے وسطی(Sulawesi)صوبہ کو اس یقین سے ہدف بنایا کہ یہ مسلم ریاست کا سنگ بنیاد ہو گا۔ 2001 اور 2002 میں مسلمانوں نے اس صوبے میں عیسائیوں پر حملہ کیا۔ اس جگھڑے میں سارےانڈونیشیا سے مسلمان نیم فوجی دستے جمع ہوئے اور اسطرح 1000 سے زیادہ عیسائی مارے گئے۔

*****

18 جون 2010 کو پراوادا کی رپورٹ کے مطابق ایک پانچ سالہ لڑکے کو کرائیاء ریجن کے قصبے ڈینی پروکا کے ایک رہائشی نے قتل کر دیا۔ وکٹر شمائکن نامی چھوٹا بچہ اپنے دوستوں کے ہمراہ ریت پر کھیل رہا تھا اور یہ اجنبی شخص گھومتا ہؤا ادھر آیا اور درخت کے اوپر کی

طرف اشارہ کرتے ہوئے بچے سے کہا، " اوپر درخت پر دیکھو ایک پرندہ ہے" جیسے ہی اس بچے نے اوپر دیکھا اس جنونی شخص نے اس بچے کی گردن میں چھرا گھونپ دیا۔

بیچارے ستم زدہ بچے کی تین سالہ بہن اور ایک پانچ سالہ دوست اس دل دہلا دینے والے حملے کے چشم دید گواہ تھے۔ وکٹر کی ماں بھاگتی ہوئی گھر سے باہر آئی اور اپنے بچے کی خون میں ڈوبی ہوئی لاش کو دیکھا۔

27 سالہ خنجر بردار سرور ابراگی موۓ کو پولیس نے تین گھنٹے بعد اس کے والدین کے گھر میں بالائی خانہ میں چھپے بیٹھے کو گرفتار کر لیا۔ اس نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا اور بتایا کہ اس نے اللہ کے حکم پر اس بچے کوقتل کیا۔ " اس شخص نے بچے کو قتل کرتے وقت اللہ اکبر کا نعرہ لگایا" ایک مقامی افسردہ شخص نے بتایا، " بچے کو ایک بکری کی طرح ذبح کر دیا گیا۔"

****

مئی 2008 میں گلوسیسٹر، یو۔کے۔ کے ایک کیمسٹ نے اپنے ذاتی جہاد کے نتیجے میں لگ بھگ 700000 پاؤنڈز کا نقصان کر دیا، اس نے دو سپر سٹوروں میں کھانے کی چیزوں پر، بچوں کی کتابوں کی دکان میں کتابوں پر اور ایک پبّ میں اپنے پیشاپ اور فضلے کے مکسچر سے چھڑکاؤ کر دیا۔ پولیس کے ہاتھوں پکڑے جانے پر اس نے کوئی مزاحمت نہ کی اور کہا تم اپنا کام کررہے ہو اور میں اپنا۔

****

اسی سال فروری میں دو مسلمان دکانداروں؛ 25 سالہ سعید ہاشمی اور 23 سالہ جان یادگاری کو اس بات پر 1500 پاؤنڈ جرمانہ ہؤا تھا جب انہوں نے ایک ایسا چاکلیٹ کیک فروخت کیا جس پر انسانی فضلے کا چھڑکاؤ کیا ہؤا تھا۔ ایک گاہک نے ڈرتے ڈرتے اس بدبودار کیک کو کھایا تو اسے محسوس ہؤا کہ اسکا ذائقہ کچھ " ٹھیک" نہیں ہے تو اس نے وہ کیک پبلک ہیلتھ سائنٹسٹ کے حوالے کردیا۔ اس نے معائنے کے بعد جلد ہی یہ طے کرلیا کہ اس میٹھی چیز پر انسانی فضلہ چڑہایا ہؤا ہے۔ دونوں دکانداروں نے جرم قبول کرلیا۔

****

ایک 38 سالہ Muriel Degauque نامی Belgianخاتون بمطابق اس کے ہمسائے کے جو اسکو کافی دیر سے جانتے تھے، ایک "مکمل نارمل" ننھی لڑکی جو برف باری کے بعد برف گاڑی کی سواری کیا کرتی تھی۔ ایک مسلمان سے شادی کرنے کے بعد مسلمان ہو گئی۔ بعد میں وہ اپنے خاوند کے ہمراہ برآستہ شام عراق پہنچی جہاں پر اس نے9نومبر2005 کوعراقی گشتی پولیس پر حملے کے دوران اپنے آپ کو دھماکے سے اڑا لیا۔ پانچ پولیس والے موقع پر جانبحق اور چھٹا ایک آفیسر اور چار شہری بری طرح زخمی ہوئے۔

*****

یہ فعل ایک پاگل پن ہے۔ لیکن اس کے پیچھے کارفرماؤں میں کوئی پاگل نہیں ہے۔ وہ "انتہائی نارمل" ہیں۔ کس چیز نے ان کو اس گنھاؤنے جرائم کی ترغیب دی؟

کچھ واقعات تو اسلامی دنیا میں روز کا معمول ہیں۔ ہر جگہ مسلمان دوسرے لوگوں کو اپنے ایمان کے مطابق مار نےمیں مصروف ہیں۔

کیوں؟ کیا چیز ان صحتمند ذہن والوں سے برآئی کرواتی ہے؟ کیوں مسلمان ،مجموعی طور پر دوسروں سے خفاّ ہیں؟ وہ اسقدر دنیا سے حالت جنگ میں ہیں کہ وہ اکثر فوری طور پر تشدّد پر اتر آتے ہیں۔ لاکھوں مسلمان فساد کرتے ہیں، احتجاج کرتے ہیں، جب بھی کوئی محمد کے بارے میں کچھ کہتا ہے یہ بالکل بےگناہ لوگوں کو جہاں کہیں بھی قتل کر دیتے ہیں۔ اسطرح کا روّیہ عقل پر مبنی نہیں۔ جبکہ اس کی پشت پر کارفرما لوگ صحیح العقل ہیں۔ ہم کیسے اس بعید العقل بات کی وضاحت کر سکتے ہیں۔ اس کو جاننے کیلئےہمیں یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ مسلمانوں سے یہ توقعّ کی جاتی ہے کہ وہ پیغمبر کی طرح سوچیں اور ویسا ہی کریں۔ اس طرح ان کے روّیے، اعتقادات، خیالات اور اعمال اس کی شخصیّت اور ذہن کو منعکس کرتے ہیں۔ کیونکہ جو کچھ اسلام کے مطابق صیح ہے محمد اسکا نمونہ ہے۔ اس لئے اس کے پیرو کاروں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ ہر حالت میں اس کی سنت پر عمل کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان بحیثیّت مجموعی، محمد کی زندگی سے حاصل شدہ اوصاف کو بطور ورثہ جو وہ اپنے پیچھے چھوڑتے ہیں، وہ ہے؛ انسانیّت کی فراموشی اور بڑی حد تک اپنی انفرادیّت ۔ جیسے ہی وہ اپنے پیغمبر کی خود فریفتگی کی خیالی کائنات میں بسنے آتے ہیں اس کی قائم کردہ مثالوں کی تقلید کرتے ہیں وہ اسی کی ایک توسیع بن جاتے ہیں۔ مسلمان اسلام کے درخت کی ڈالیاں ہیں اور محمد جڑ ہے۔ وہ اس کے کردار، روّیئے اور ذہنی رجحان میں حصّہ دار ہیں۔ آپ ایسا کہہ سکتے ہیں کہ ہر مسلمان ایک چھوٹا محمد ہے۔ ان کیلئے وہ کائنات کا اعلی ترین جزوّ ہے، وہ

سب سے زیادہ کامل اور مثالی انسان ہے جسکی پیروی کی جائے ۔ ان کا یقین ہے کہ اس نے جو کچھ بھی کیا، چاہے کتنا ہی ناپسندیدہ کیوں نہ ہو بالکل ٹھیک ہو گا اور اس کے بارے میں کوئی سوال نہیں ہوگا اور اس کی قدروا ہمیت کوپرکھنے کی اجازت نہیں۔

محمد ایک ایسا موضوع ہے جسکو بہت کم زیر بحث لایا جا سکتا ہے۔ ایک خفیف سی بات پہ مسلمانوں کو بہت ٹھیس پہنچتی ہے۔ کوئی تبصرہ خواہ کتنا ہی بے ضرّرکیوں نہ ہو ملامت آمیزی ظاہر کرتاہے۔ تاہم اس کی اجازت ہے کہ اس کے پیروکاروں پر تنقید کرلی جائے مگر وہ پیغمبر پر کسی قسم کی تنقید برداشت نہیں کرتے۔ آپ اللہ پر تنقید کر لیں اس کی خیر ہے مگر محمد پر تنقید نہیں کی جا سکتی۔

کسی کی موت کے صدّیوں بعد اس کے نفسیاتی رخ کامکمل جائزہ ناممکن ہے۔ تاہم ہمارا مقصد دوا تجویز کرنا نہیں بلکہ پیغمبراسلام کی ذات کے اندر جھانکنا ہے۔ ہمارے پاس محمد کی زندگی کے بارے میں اور اسکے فرمودات پر بڑی باریک بینی اور احتیاط سے تیار شدہ معلومات کا تحریری خزانہ موجود ہے۔ ان میں سے بیشتر عبارتوں کو مبالغہ آرائی سے سجایا گیا ہےاور بڑھائی چڑھائی سے بھری پڑیں ہیں۔ اس سے توقع کی جا سکتی ہے کہ معتقدین نے پیغمبر کے درجات بلند کرنے کیلئے جھوٹ پر مبنی معجزات منسوب کئے تاکہ وہ ولی معلوم پڑے۔ محمد کی سوانعمری میں ہمیں ہزاروں ایسی عبارتیں ملتی ہیں جو اسکو ایک مقدّس شخص کے طور پر پیش نہیں کرتیں۔ بلکہ اس کو پاجی، بے رحم، مکاّر اور ایک جنسی بے راہ رو کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ ان کہانیوں کو جھوٹا سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ یہ ایمان والوں کے خوائص نہیں ہو سکتے کہ وہ اپنے پیغمبر کو ایک

بدّمعاش کے طور پر پیش کریں۔ پھر اگر ایسی کہانیاں موجود ہیں جو اس کے ان ساتھیوں نے بیان کیں جو اس کے معتقد تھے اور اسے پیار کرتے تھے اور اتنی بڑی تعداد میں ہیں تو عین ممکن ہے کہ وہ سچ کہتے ہوں۔

جو روایات بار بار دھرانے سے پھیلیں ہیں ان کو 'متواتر' کہا جاتا ہے۔ یہ روایات بعد میں آنے والی نسئلوں تک بہت سے تحریری سلسلوں جن میں مختلف قسم کے نشرکنندگان شامل ہیں کے ذریعے پہنچیں۔ فی الواقع یہ ناممکن ہے کہ یہ تمام لوگ۔ مختلف علاقوں میں بسنے والے اور مختلف نظریوں میں نسبت ٹہرانے والے(بعض اوقات فی الحقیقت) کیسے اکٹھے ہوئے تاکہ وہ ایک ہی قسم کا ویسا ہی جھوٹ گھڑکر اپنے پیغمبر سے منسوب کریں۔

ان کہانیوں کی موجودگی میں جن کو احادیث کہا جاتا ہے اور قرآن ایک ایسی کتاب جسکو ہر مسلمان خدا کا کلام سمجھتا ہے ہمیں محمد کے دماغ کو نزدیک سے دیکھنا چاہئے۔ ہم اسکو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ کوئی نتیجہ نکالاجا سکے کہ اس نے کیا کہا اور کیوں کہا۔ میں یہاں پر بہت سے نفسیات دانوں اور دماغی امراض کے معالجوں کی آراء اور نظریات کا حوالہ دونگا کہ محمد نے کیا کہا اور یہ دماغ سے متعلقہ ماہرین کیا کہتے ہیں۔ جن ذرائع کا حوالہ دونگاوہ تمام سائیکوپیتھالوجی(Psychopathology)کےماہر ہیں۔ جو وہ کہتے ہیں اسکو عمومی شعور تصوّر کیا جاتا ہے اور اس شعبہ میں کثیرالتعداد ماہرین اس سے متفق ہیں۔

اس کتاب کا مقصد1400 سال قبل کی ایک شخصیّت کا نفسیاتی تجّزیہ نہیں بلکہ اس کی ناقابل فہم خوبیوں سے پردہ اٹھانا ہے۔ محمد بہت سے

لوگوں کیلئے ایک چیستاں ہے بالخصوص اس کے پیروکاروں کیلئے جو کسی خیالی وجود کے قائل ہیں، تصوّراتی بت سے بغلگیر ہیں اور اسکو گذشتہ ماضی تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔ اسکا سلوک انتہائی غیر مناسب تھا اور یہ اشارے ملتے ہیں کہ وہ اپنے مطلب کا غلام تھا۔ کیسے ایک ایسے شخص نے جو منتقم مزاج ہو، ظالم ہو، اتنا بدچلن ہو اس نے نہ صرف اپنے ساتھیوں کو بلکہ اربوں لوگوں کو کئی صدیوں تک اپنی جانثارانہ تحریک پیدا کرنے کی قوّت سے مبہوت کئے رکھا۔

مائکل ہارٹ نے اپنی کتاب ' تاریخ کی 100 مؤثر کن شخصّیات کی درجہ بندی' میں محمد کو سرفہرست رکھا ہے۔ کیسےمحمد جیسا ناخوانده اور انسانیّت سے خالی شخص تاریخ کا مؤثر ترین شخص بن گیا۔ اس کتاب میں جن سوالوں کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے اس کا تعلق محمد سے زیادہ انسانی نفسیات سے ہے۔

اسلام کے علاوہ کسی اور مقصد کیلئے زیادہ خون نہیں بہایا گیا۔ کچھ تاریخ دانوں کے مطابق صرف ہندوستان میں 8کروڑانسانوں کا اسلام کی تلوار کے ساتھ قتل عام کیا گیا۔ ایران میں لاکھوں قتل ہوئے۔ مصر اور اس کے علاوہ جن پر لوٹ مار کی تلاش میں سرگرداں مسلمانوں نے اپنی فتوحات کیلئے اور بعد میں آنے والی صدّیوں میں حملے کئے وہ اس کے علاوہ ہیں۔ یہ خون خرابہ ابھی تک جاری ہے۔

چند تخمینوں کے مطابق پچھلے 1400 برسوں میں مسلمان مجاہدوں نے لگ بھگ 28 کروڑ لوگوں کو قتل کیا۔ اگر اس میں وہ تعداد بھی شامل کر لیں جن کے ذمہ دار کیمونسٹ، نازی اور صلیبی جنگجؤ ہیں تو یہ تعداد بوکھلا دینے والی ہوگی۔

مسلمان اکثر خود ستائی کرتے ہیں، " ہم موت سے اس سے زیادہ پیار کرتے جتنا تم زندگی سے" حالیہ سالوں میں دہشت گردی کے حملوں میں انہوں نے یہ ثابت کردکھایا۔ کس طرح ایک شخص کا کئی لوگوں پر اتنا گہرا اثر ہو سکتا ہے کہ وہ خوشی سے اس کے مقصد کیلئے مر سکتے ہیں اور اپنے بچّوں کو بھی قربان کرنے سے نہیں ہچکچاتے۔ دنیا میں کیوں 10 میں سے 9 تنازعات میں مسلمان شریک ہیں۔ جبکہ وہ دنیا کی کل آبادی کا پانچواں حصہ ہیں۔ شماریاتی اوسط کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان بطور ایک گروپ باقی دنیا سے ایک بہت بڑی تعداد 36 گنا زیادہ اپنے تنازعات کا حل تشدّدمیں ڈھونڈتے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

اسلام محمد کا برین چائلڈ (brainchild)ہے۔ مسلمان قرآن اور حدیث میں اس کے الفاظ پڑھتے ہیں اور اپنی روزمّرہ زندگی میں تفصیل سے اس پر عمل کرتے ہیں۔ ان کیلئے وہ تخلیق کائنات کا بہترین حصّہ ہے۔ سب سے زیادہ کامل شخص ہے اور قابل تقلید ہے۔ انکا یقین ہے کہ اس نے جو کچھ بھی کیا چاہے وہ کتنا ہی نا پسندیدہ کیوں نہ ہو وہ بالکل صحیح ہو گا اس پر کوئی سوال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو پرکھا جائے گا۔

یہ کتاب دو دعوے پیش کرتی ہے ایک یہ کہ محمد خود فریفتگیی یعنیnarcissistic personality disorder کا مریض تھا اور دوسرا وہ ایک قسم کی مرگی temporal lobe epilepsy سے بھی متاثر تھا۔ اس میں کئی اور طرح کی بھی ذہنی ابتریاں تھیں۔ مگر اس کی شخصّیت اور دماغ سے متعلقہ یہ دو عارضے اس امر محسوس جسکو محمد کہا جاتا ہے بیان کرتے ہیں۔ یہ کتاب وآفر شہادتوں کی مدد سے

یہ ثابت کرتی ہے کہ محمد کا ذہنی توازن درست نہ تھا۔ گو کہ اس کو اپنے مقصد پر اعتماد تھا اور وہ اپنے دعوں سے مخلص بھی تھا لیکن وہ خیالی دنیا اور حقیقت میں تمیز کرنے سے قاصر تھا۔ اس کے ہمعصر اور وہ جو اسے بہتر طور پر سمجھتے تھے اسے مجنوں (دیوانہ، سودائی، آسیب زدہ) کہتے تھے۔ بدقسمتی سے وہ اس کی ظالمانہ طاقت سے مغلوب ہو گئے تھے اور ان کی عقلمندانہ آوازیں خاموش ہو گئیں تھیں۔ انسانی دماغ کی نئی دریافتوں نے آخرکار اس کو درست ثابت کردیا لیکن ہمیں ذہن میں رکھنا چاہئے کہ ایک خود پسند کو پتا ہوتا کہ وہ جھوٹا ہے اس کے باوجود وہ پہلا شخص ہےجو اپنے جھوٹے دعوں پر یقین رکھتا تھا۔

بازارمیں دستیاب بہت سی کتابیں محمد کے متشدّد اور جگھڑالو قسم کے کردارکو بیان کرتیں ہیں مگر بہت کم یہ بتاتی ہیں کہ اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔ یہ کتاب صرف یہ بتانا چاہتی ہے۔

اگرچہ یہ کتاب مسلمانوں سے مخاطب نہیں ہے لیکن زیادہ تر یہ میں نے انہوں کیلئے ہی لکھی ہے۔ ایک فارسی کہاوت ہے، میں دروازے سے بات کررہا ہوں تاکہ دیواریں سن لیں۔ اس کے بارے میں کافی کچھ کہا جا چکا ہے کہ محمد ایک لٹیرا، ایک قتل عام کرنے والا، اور لوٹ مار کی تلاش میں گھومنے والا ایک گینگسٹر، بچّے باز، خفیہ انداز سے قتل کرنے والا، شہوت پرست اور عورتوں کا دلدادا اور کیا کچھ نہیں۔ مسلمان یہ سب کچھ سنتے ہیں اور بغیر کسی تعطل کے اس پر یقین جاری رکھتے ہیں۔ انٹرنیٹ پر میرے مضامیں پڑھنے کے بعد بے میل طریقے سے یہ دعوی کرتے ہیں، "اسلام پر ان کے ایمان میں اضافہ ہوا ہے" انہوں نے محمد کو ایک اعلی ہستی کے طور پر "وہ

بندوں پر خدا کی رحمت ہے" تسلیم کر لیا ہے۔ وہ اسکی انسانی اخلاقیات اور ضمیر کے تحت پرکھ نہیں کرتے اس کے برعکس ان کا ایمان ہے کہ وہ ہی ہے جس نے اخلاقی معیار ترتیب دیئے۔ ان کیلئے غلط یا صیح، اچھا یا برا، 'سنہری اصول' کے تحت نہیں متعّین کیا جاتا۔ مسلمانوں کی نفسیات کے مطابق یہ کوئی اجنبی سی چیز ہے جو انکے حق میں نہیں ہے۔ بلکہ حلال(جسکی اجازت ہے) اور حرام(جو منع کیا گیا) جو کہ لاابالی میں گھڑی ہوئی مذھبی اقدارہیں جن کی کوئی بنیاد نہیں، کوئی منطق نہیں، کوئی اخلاقیات نہیں، بس یہی اسلام ہے۔

مسلمان حقیقی طور پر اسلام کی کھوج کرنے کے اہل نہیں۔ وہ ہر قسم کے شک کو جو انکی سمجھ سے باہر ہو یہ کہہ کے کہ یہ "آزمائش" ہے ردّ کردیتے ہیں۔ اس آزمائش پر پورا اترنے، اور ایمان پر ثابت قدم رہنے کیلئے وہ کسی مہمل اور نامعقول بات میں بغیر حیل و حجّت یقین کر لیتے ہیں۔

باب اوّل

محمّد کون تھا

 تمہارے پروردگار نے نہ تو تمہیں چھوڑا اور نہ ہی متنفر ہوا۔ اور آخرت پہلے سے کہیں بہترہے۔ اور پروردگار عنقریب وہ کچھ عطا فرمائے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ بھلا اس نے تمہیں یتیم پا کر جگہ نہیں دی اور رستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا رستہ دکھایا۔ اور تنگ دست پایا تو غنی کردیا۔ (قرآن۔ 93:3-8)

آئیے محمد کی داستان شروع کرتے ہیں۔ ہم اس کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں۔ وہ کون تھا اور اس کی سوچ کیا تھی؟ اس باب میں ہم اس شخص جسکو ایک ارب سے زیادہ لوگ حرف بہ حرف پوجھتے ہیں کی زندگی کے نمایاں پہلوؤں کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔ دراصل اسلام محمدن ازم سے زیادہ کچھ نہیں۔ مسلمانوں کہتے ہیں کہ وہ صرف اللہ کی عباد ت کرتے ہیں۔ جبکہ اللہ تو محمد کا ہمزاد ہے۔ عملی طور پر وہ محمد کو پوجھتے ہیں۔ اسلام ایک شخص کا شخصی مسلک ہے۔ ہم اسکے الفاظ پڑھتے ہیں جن کا قرآن میں حکم ہوا۔ اس کا دعوی ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ اور ہم اسکو اس طرح دیکھتے جسطرح اس کی بیویوں اور ساتھیوں نے دیکھا۔ ہم اس پہ نظر ڈالیں گے کہ کیسے وہ

ایک ردّ کئے ہوئے مبلغ کی حیثیت سے ابھر کر ایک ہی دھآئی میں پورے عرب کا فی الواقع حکمراں بن گیا۔ کیسے لوگوں پہ غلبہ حاصل کرنے کیلئے ان کو تقسیم کیا۔ کیسے اس نے آہستہ اہستہ کچھ لوگوں میں نفرت اور سرکشی کے جذبات کو ابھارہ اور دوسروں کے ساتھ جنگ پہ امادہ کیا۔ اور کیسے اس نے یورشوں، زنابالجّر، صعوبتیں پہنچا کر اور خفیہ قتل کی وارداتوں کے ذریعے اپنے دشمنوں کے دل پر اپنی ڈھاک بٹھائی اور ان کو اپنے تابع کیا۔ ہم نسل کشیوں کےبارے میں دغا بازی بطور ایک حکمت عملی کی پسندیدگی کو جانیں گے۔ آج بھی مسلمان دہشتگرد اسی حکمت عملی پر عمل پیرا ہیں۔ محمد کو جان لینے کے بعد آپ دیکھیں گے دہشت گرد بالکل وہی کچھ کر رہے ہیں جو ان کے پیغمبر نے کیا۔

محمد کی پیدائش اور بچپن

عرب کے شہر مکہّ میں 570ء میں آمنہ نامی ایک جوان بیوہ نے ایک بچے کو جنم دیا اسے وہ محمد کہتی تھی۔ گو محمد آمنہ کی واحد اولاد تھی پھر بھی اس نے چھ ماہ کی عمر میں ہی محمد کو صحرا میں پلنے کیلئے ایک بدّو عورت کے حوالے کر دیا۔

بعض اوقات دولتمند عربی عورتیں اپنے شیرخوار بچوں کو دودھ پلانے والی عورتوں کے حوالےکردیتی تھیں۔ ایسا کرنے سے وہ پرورش کے عمل سے آزاد ہو کر فوری طور پر دوسرا بچہ پیدا کرنے کیلئے تیار

ہوتی تھیں۔ زیادہ بچوں کا مطلب بڑا سماجی رتبہ۔ لیکن آمنہ کی بات اور ہے وہ بیوہ تھی اسکا ایک ہی بچہ تھا اور وہ امیر بھی نہیں تھی۔ محمد کا باپ عبدﷲ اس کی پیدائش سے چھ ماہ قبل ہی انتقال کر گیا تھا۔ اور یہ کوئی عام رواج بھی نہیں تھا۔ درحقیقت خدیجہ جو محمد کی پہلی بیوی تھی اور مکہّ کی امیر ترین عورت تھی اس کے تین بچے پہلے دو شوہروں سے تھے اور چھہ محمد سے تھے جو اس نے خود ہی پالے۔

کیوں آمنہ نے اپنی واحد اولاد کو پالنے کیلئے دوسروں کو دے دیا؟ محمد کی والدہ کے بارے میں ہماری معلومات بہت کم ہیں ہم اس کے بارے میں بہت کم جانتے ہیں کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔

ہمارے پاس ایک دلچسپ اطلاع ضرور موجود ہے جوآمنہ کے نفسیاتی میک اپ اور اس کے نومولود بچے سے اس کے تعلقات پر روشنی ڈالتی ہے وہ یہ کہ اس نے محمد کو اپنا دودھ نہیں پلایا۔ پیدائش کے بعد نومولود کی پرورش کا ذمہ اس کے چچا ابولہب(وہی شخص جسکو اس کی بیوی سمیت سورۃ 111میں محمد نے ملعون ومطعون ٹھرایا) کی خادمہ ثیئوبہ کودیا۔ اس کا کوئی ذکر نہیں کہ آمنہ نے اس بچے کو کیوں نہیں پالا۔ ہم صرف اندازے ہی لگا سکتے ہیں۔ کیا وہ اس چیز سے مایوس تھی کہ وہ جوانی ہی میں بیوہ ہو گئی؟ کیا اس نے یہ سوچا تھا کہ یہ بچہ اس کی دسری شادی کی راہ میں رکاوٹ ہو سکتا ہے؟

خاندان میں کسی مرگ کے سبب دماغ میں کیمیائی تبدیلیاں مایوسی کا سبب بن سکتیں ہیں۔ دوسرے عوامل جو کسی عورت کی مایوسی کے مواقعوں میں اضافہ کرسکتے ہیں وہ ہیں: تنہائی، پیٹ میں پلنے والے بچے کی تشویش، شادی سے متعلقہ اور مالی مسائل اور ماں کی کم

عمری۔ آمنہ نے ابھی ابھی اپنا خاوند کھویا تھا، وہ تنہا تھی، غریب تھی اور جوان بھی۔ اس کی بنیاد پر جو کچھ ہم اسکے بارے میں جانتے ہیں، اس کے ڈیپریشن کا مریض ہونے کی واضع امید ہے۔ ڈیپریشن ماں کی بچے کے سلسلے میں پیداواری صلاحیت کو متاثر کر سکتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حمل کے دوران ڈیپریشن زچگی کے بعد ایک باقائدہ ڈیپریشن کے حملے کا سبب بن جائے (postpartum depression)۔

چند ایک تحقیقات یہ بتاتی ہیں کہ حمل کے دوران ڈیپریشن پیٹ میں پلنے والے بچے کو براہ راست متاثر کرسکتا ہے۔ ایسے بچے اکثر چڑچڑے اور کاہل ہوتے ہیں۔ یہ نومولود بڑے ہو کر ایسے طفل ہوتے ہیں جو سیکھنے میں سست اور جذباتی طور پژمردہ ہوتے ہیں، ان میں کجّ روّی اور مداخلت بیجا کا عنصر موجود ہوتا ہے۔

محمد اجنبیوں میں پلا۔ جیسے جیسے وہ بڑا ہوا اس کو احساس ہوا جن کے ساتھ وہ رہ رہا تھا وہ اس کا خاندان نہیں تھا۔ اس کو اس چیز کی حیرانگی ہوئی ہو گی کہ اس کی اپنی ماں جس کو وہ سال میں دو دفعہ ملا کیوں اس کو نہیں چاہتی تھی۔

محمد کی دآیا حلیمہ نے کئی دہائیوں کے بعد میں بتایا کہ وہ محمد کو لینے کیلئے تیار نہیں تھی کیوں کہ وہ ایک محدود وسائل رکھنے والی بیوہ کا یتیم بیٹا تھا۔ اس نے اسکو اسلئے قبول کیا کیوں کہ اس کے خاندان کواضافی آمدنی ،خواہ وہ کتنی قلیل ہی کیوں نہ ہو، کی اشد ضرورت تھی اور اس کو کسی امیر کا بچہ نہیں ملا۔ کیا یہ ظاہر نہیں کرتا کہ اس نےمحمد کا کس طرح کا خیال رکھا ہو گا؟ کیا محمد کو اپنے رضائی خاندان کےساتھ رہنے کے دوران محبت کی کمی کا

احساس نہیں ہوا ہو گا جبکہ زندگی کے اس دور میں انسان کی شخصّیت کی تشکیل ہورہی ہوتی ہے؟

حلیمہ کے مطابق محمد ایک الگ تھلگ رہنے والا بچہ تھا۔ وہ ایک خیالی دنیا میں بستا تھا اور ایسے دوستوں سے باتیں کیا کرتا جو کسی کو نظر نہیں آتے تھے۔ کیا یہ اسکا ردعمل نہیں تھا کہ کسی نے اس سے پیار نہیں کیا تو اس نے ایک خیالی دنیا بسا لی جہاں اسے پیار اور پناہ ملے۔

محمد کی دآیا کو اس وقت اس کی ذہنی صحت کے بارے میں تشویش ہوئی جب وہ پانچ سال کا تھا وہ اسے آمنہ کے پاس واپس لے آئی۔ ایک نیا خاوند نہ ملنے کے باوجود بھی آمنہ محمد کو واپس لینےمیں متآمل تھیں جبتک کہ حلیمہ نے اسکو اسکے عجیب روّیوں اور اسکی خیالی دنیا کے بارے میں نہیں بتایا۔ ابن اسحاق نے حلیمہ کے الفاظ قلمبند کئے:

اس(حلیمہ کے اپنے بیٹے)کے والد نے مجھے بتایا، ' مجھے خوف ہے کہ اس بچے کو کوئی دورا پڑا ہے، اس سے پہلے کہ اسکو کچھ ہو جائے اس کے گھروالوں کے پاس لے جاؤ۔ اس (محمد کی ماں) نے پوچھا کہ کیا ہوا اور مجھے اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھنے دیا جب تک میں نے اسکو بتا نہیں دیا۔ جب اس نے یہ کہا

کہ مجھے ڈر ہے اس کوبھوت پریت نے قبضہ میں لیا۔ میں نے جواب دیا یہی میں نے کیا'۔

یہ عام بات ہے کہ بچوں کو اپنی چارپائی کے نیچے جن بھوت نظر آتے ہیں اور وہ خیالوں میں اپنے دوستوں سے باتیں کرتے ہیں۔ لیکن محمد کا معاملہ انتہائی دہلا دینے والا ہو گا۔ حلیمہ کے خاوند نے کہا، " مجھے خوف ہے کہ اس بچے پر کوئی حملہ ہوا ہے۔" یہ اطلاع انتہائی اہم ہے۔ کئی سالوں بعد محمد نے اپنے بچّپن کے تجربوں کے متعلق بتایا:

سفید کپڑوں میں ملبوس ہاتھوں میں برف سے بھرا ہوا سنہری برتن اٹھائے دو لوگ میرے پاس آئے۔ وہ مجھے لے گئے اور میرا جسم کھول دیا۔ پھر انہوں نے میرا د ل پکڑا اور اسے کھول دیا اور ایک سیّاہ لوتھڑا نکال کر پرے پھینک دیا۔ پھر انہوں نے میرے جسم اور دل کو دھو کر پاک کر دیا۔

یہ بالکل عیاں ہے کہ دماغ کی غلاظتیں دل میں جاکر خون کا لوتھڑا نہیں بنتیں۔ اس حقیقت کے علاوہ کہ بچے معصوم ہوتے ہیں، گناہ جرّاحی کی مدد سے نہیں نکالے جاسکتے اور برف کوئی اچھا صابن نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ محمد اپنے مقلدوں کو بیوقوف بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔

بچہ دوبارہ اپنی ماں کے پاس آگیا مگر یہ ملن دیرپا ثابت نہیں ہؤا۔ ایک سال کے بعد آمنہ کا انتقال ہو گیا۔ اس نے ماں کا کبھی خاص ذکر نہیں کیا۔ اپنی ماں کی وفات کے پچاس سال بعد جب اس نے مکہّ فتح کیا تو

وہ ابوہ جو کہ مکہّ اور مدینے کےدرمیان ایک جگہ جہاں پر وہ مدفون ہے اس کے مزار پرگیا اور رویا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو بتایا:

یہ میری ماں کی قبر ہے؛ مولا نے مجھے یہاں آنے کی اجازت دی۔ میں نے اس کے لئے دعا کی اجازت چاہی جو نہیں ملی۔ پھر میں نےاپنی ماں کو یادوں میں بلایا۔ ہمیشہ ساتھ رہنے والی یاد غالب آگئی اور میں رو دیا۔

کیوں خدا نے محمد کو اپنی ماں کیلئے دعا کرنے کی اجازت نہیں دی؟ اس نے کیا کیا تھا کہ وہ معافی کی حقدار نہیں تھی؟ جبتک ہم یہ نہ مان لیں کہ خدا نا انصافی کر سکتا ہے اسکا کوئی مقصد سمجھ میں نہیں آتا۔ ظا ہر ہے خدا کو اس سے کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ یہ محمد ہی تھا جس نے اپنی ماں کواس کی موت سے نصف صدی بعد تک بھی معاف نہیں کیا۔ شاید اسے اپنی ماں ایک سردمہر اور پیار کے جذبات سے عاری عورت کے طور پر یاد تھی وہ اس سے بیزار تھا اوراس کے جذبات کو جو گھرے زخم ملے تھے وہ کبھی مندّمل نہیں ہوئے ۔ محمد کی چار بیٹیاں تھیں۔ اس نے اپنی سب سے بڑی کا نام اپنی خالہ کے نام پر رکھا، اور سب سے چھوٹی کا اپنی دادی کے نام پر اور اپنی ماں آمنہ کے نام پر کسی کا نہیں۔

اس کے بعد محمد نے دو سال اپنے دادا کے گھر گذارے۔ جو اس کے یتیم ہونے پر بہت فکر مند تھا اسنے اپنے مرحوم بیٹے کی واحد بچی ہوئی نشانی کے ساتھ حد سے زیادہ پیار کیا اور فراخدلی سے پالا۔ ابن سعدّ لکھتا ہے کہ عبدالمّطلب نے جتنی توجع اس بچے کو دی اتنی اس نے اپنے کسی بیٹے کو بھی نہیں دی۔ میؤر محمد کی سوانعمری میں لکھتا ہے: "اس نے بچے کے ساتھ یکتا رغبت والا برتاؤ ملحوظ خاطر

رکھا۔ کعبے کے زیر سایہ ایک نمدہ بچھا ہؤا ہوتا تھا اور اس کے اوپر عمر رسیدہ سردار سورج کی گرمی سے بچ کر آرام کیا کرتا تھا۔ قالین کے گرد ادب کے ساتھ تھوڑے فاصلے پر اس کے بیٹے بیٹھا کرتے تھے۔ محمد جو ایک چھوٹا بچہ تھا بڑے بوڑھے کے بالکل قریب بیٹھنے کا عادی تھا۔ اور بےتکلّفی سے نمدہ پر براجمان ہوتا تھا۔ اس کے بیٹے اس کو پرے ہٹانے کی کوشش کرتے مگرعبدالمّطلب یہ کہتے ہوئے بیچ میں پڑتا: ' صرف میرے چھوٹے بچے کو اجازت ہے۔' پھر وہ اسکی پیٹھ تھپتپھاتا اور اسکی بچگانہ شرارتوں سے خوش ہوتا۔ لڑکا ابھی تک اپنی دآیا باراکا کی حفاظت میں تھا۔ مگر کبھی کبھی وہ اس کو یکلخت چھوڑ کر بھاگ کے اپنے دادا کے ہجرے میں آجایا کرتا تھا یہاں تک کہ وہ کبھی اکیلا ہوتا یا سو رہا ہوتا تھا۔"

محمد عبدالمّطلب سے ملے ہوئے خصوصی برتاؤ کو یاد کرتا تھا۔ بعد میں اپنی گذ شتہ یادوں کو مرچ مصالحہ لگا کراس طرح بیان کرتا کہ اس کے دادا کہا کرتے تھے، "یہ واحد ہے جس کی تن تنہا ہی ایک عظیم منزل ہے۔ اور ایک سلطنت کا وارث ہو گا۔" اور باراکا سے کہتے تھے، " ہوشیار رہنا اس کو یہودیوں اور عیسائیوں کے ہاتھ لگنے سے بچانا کیونکہ وہ اس کی تلاش میں ہیں اور اسکو نقصان پہنچا سکتے ہیں!" تاہم کسی کو یہ باتیں یاد نہیں تھی کیونکہ اس کے چچاؤں میں سے کسی نے بھی فوری طوراس کے دعوے کو تسلیم نہیں کیا، ماسوآئے حمزہ کے، جو اسکا ہمعمر تھا۔ عبّاس بھی اس کے مقصد میں شریک ہو گیا اور وہ بھی تب جب محمد کا ستارہ عروج پر تھا اور مکہّ کو فتح کرنے اس کے دروازے پر پہنچ گیا تھا۔

افسوس، قسمت محمد پر مہربان نہیں تھی۔ صرف دوسال داد کے گھر میں رہنے کے بعد ہی بیاسی سال کی عمر میں بوڑھا سردار چل بسا اور یہ لڑکا اپنے چچا ابو طالب کی سرپرستی میں آگیا۔

یتیم بچے نے اپنے پیار کرنے والے دادا کی وفات کو بڑی شدّت سے محسوس کیا۔ جب وہ دادا کے جنازے کے پیچھے حیجن کے قبرستان کی طرف جا رہا تھا اسے روتے ہوئے دیکھا گیا۔ کافی سال بعد تک اس نے اس کی مجنونانہ گہری یاد کو سینے سے لگائے رکھا۔

ابو طالب نے اس بھروسے کو بہت وفاداری سے نبھایا۔" اس چھوکرے سے بیہودہ پیار میں وہ عبدالمّطلب سے پیچھے نہیں رہا"۔ میؤر لکھتا ہے۔" اس نے اس کو اپنے بستر کے پاس سلایا، اس کے ساتھ کھانا کھایا۔ جب کبھی وہ باہر نکلا اس کے ساتھ گیا۔ اور یہ نرم روّیہ جاری رہا جبتک کہ محمد بےیارومددگار بچپنے سے باہر نہیں نکلا"۔ ابن سعّد نے وقدی کے حوالے سے بتاتا ہے گو ابوطالب دولتمند نہیں تھا۔ اس نے محمد کا بہت خیال رکھا اور اپنے بچوں سے زیادہ اس سے پیار کیا۔

بچپن کے دوران تباہ کن نفسیاتی صدموں کی وجہ سے محمد محرومی سے خوف زدہ تھا۔ اسکا اظہار اس امر سے ہوتا ہے کہ جب وہ بارہ سال کا تھا اور ابوطالب نے کاروباری سلسلے میں شام جانے کا فیصلہ کیا۔ " لیکن جب کارواں روانگی کےلئے تیار تھا، اور ابوطالب اونٹ پر سواری کرنے والا تھا، اسکا بھتیجا ایک لمبی جدائی کے پیش اندیشی سے مغلوب ہو کر اپنے محافظ کے ساتھ چمٹ گیا۔ ابو طالب کا دل بھر آیا اور وہ لڑکے کو ساتھ لے گیا۔" اپنے چچا سےاسقدر

وابستگی سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ محمد اپنے پیار کرنے والوں کی محرومی سے مسلسل خوف زدہ رہا۔

باوجود انتہائی شفقت کے، اور اس کے کہ ابوطالب کا تمام عمر اسکے دفاع میں سرگرم عمل رہنا اور اس اعتراض کے باوجود کہ وہ اپنے بیٹوں سے زیادہ اسکی فکرکرتا تھا، محمد ایک ناشکرا لے پالک ثابت ہوا۔ بسترمرگ پر محمد اپنے معمّر چچا سے ملنے گیا۔
عبدالمّطلب کے تمام بیٹے بھی موجود تھے۔ اپنے بھتیجے کے بارے ہر وقت فکرمند رہنے والے ابوطالب نے اپنے بھائیوں سے پرزور استدعا کی کہ وہ اسکی حفاظت کریں جو کہ اس وقت 50 سال کا تھا۔ سب نے اس کا وعدہ کیا بشمول ابو لہب جس کو بعد میں اسنے قرآن میں ملعون ٹھہرایا۔ اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے ابو طالب کو اسلام قبول کرنے کی درخواست کی۔

محمد کو اسکا مکمل ادراک تھا کہ اس کے مقلدّ زیادہ تر مسکین اور کم مرتبہ لوگ ہیں۔ اپنی شہرت کو بڑہانے کیلئے اسے عالی مرتب لوگوں کی ضرورت تھی جو اسکا ساتھ دیں۔ ابن اسحاق مروی ہے : " جب بھی میلوں میں لوگ اکٹھے ہوتے، یا پیغمبر یہ سنتا کہ کوئی اہم انسان مکہّ آ رہا، وہ اسکو اپنا پیغام سنانے وہاں پہنچ جاتا۔" سربراہان مسالک اس امر سے بخوبی واقف ہوتے ہیں کہ انکے پیغام کی کوئی وقعّت نہیں۔ وہ اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ با اثرلوگوں کو ساتھ ملا کر اپنے جھوٹ کو سچ بنا لیں۔ اسلامی وقائع نگار ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ جب ابوبکر اور عمر اس کے ساتھ شامل ہوئے تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ ابو طالب کے تبدیل ہونے سےاس کے چچاؤں اور اہل قریش جو کہ مکہّ میں رہتے تھے اور کعبہ کے نگہبان تھے میں اسکا مقام بلند

ہو جاتا اور اسکو وہ رتبہ اور معتبری مل جاتی جسکا وہ بیتابی سے خواہشمند تھا۔ اس کے برعکس قریب المرگ انسان مسکرآیا اور کہا کہ وہ تا دم مرگ اپنے آباؤاجداد کے مذہب کو ترجیح دے گا۔ پھرمحمد کی امیدوں پر پانی پھر گیا اور وہ بڑبڑاتے ہوئے کمرے سے باہر نکلا: " میں اس کے لئے دعا کرنا چاہتا تھا لیکن اللہ نے مجھے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔"

اس پر یقین کرنا مشکل ہے کہ خدا نے پیغمبر کو اس کیلئے بخشش مانگنے سے کیوں منع کردیا جس نے اسکو پالا، اس کی جان کی حفاظت کی اور اس کیلئے بڑی قربانیاں دیں۔ یہ خدا کے رتبے کو اتنا کم کر دیتا کووہ پرستش کے اہل نہیں رہتا۔ ابو طالب اور اس کے خاندان نے محمد کیلئے بے انتہا قربانیاں دیں۔ یہ شخص، اپنے بھتیجے کے دعوے کا یقین نہ کرتے ہوئے بھی اس کے مخالفوں کے سامنے چٹان کی طرح ڈٹا رہا، کسی بھی ممکنہ نقصان کے سامنے ڈھال بن گیا اور مسلسل 38 سال ا سکا شہ زور علم بردار رہا۔ اس کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے جب ابو طالب نےاس کا مذہب قبول کرنے سے انکار کر دیا، اس ٹھکرائے جانے کو اس نے اتنا برا جانا کہ وہ اس کی موت پر فاتح کہنے بھی نہ آسکا۔ بخاری کہتا ہے:

ابو سعد الخدّری سے روآئت ہے کہ جب کسی شخص نے اس کے چچا ابو طالب کا ذکر کیا، اس نے پیغمبر کو یہ کہتے ہوئے سنا ، ' شاید میری سفارش سے قیامت کے دن اسکوکم آگ میں پھینکاجائے گا جو صرف ا سکے ٹخنوں تک ہو گی۔ اس سے اس کا دماغ ابل جائے گا۔'

ایک طرف تو محمد اپنے چچا کو مرّدود ٹھہرا کر دوزخ کی آگ میں پھینکواتا ہے اور دوسری طرف اس سے وفاداری جتاتے ہوئے اس کی بخشش کیلئے سفارش کی بات کرتا ہے۔ تاہم یہی محمد ہے جس نے متعدّد بار یہ کہا ہے کہ کسی کے پاس یہ اختیار نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کو ٹال سکے۔

محمد کی جوانی کے ایّام قابل ذکر واقعات سے خالی ہیں۔ اور اس کی سوانعمری لکھنے والوں کے پاس کہنے کو کچھ نہیں ہے۔ وہ شرمیلا اور کم گو تھا زیادہ ملنسار بھی نہ تھا۔ اس حقیقت کے برعکس کہ اسکا بہت خیال رکھا گیا یہاں تک کہ اس کے چچا نے اسکو بگاڑ دیا، محمد کو اپنے یتیم ہونے کا احساس ہر دم رہا۔ پیار سے تہی، تنہائی میں گذ ری ہوئی بچپن کی یادیں ساری عمراس کو ڈراتی رہیں۔

کئی سال بیت گئے۔ محمد تنہا ہی رہا، اپنی ہی دنیا میں گوشہ نشین، اپنے ہم جیسوں سے پرے اور الگ تھلگ۔ بخاری کہتا ہے محمد " ایک باپردہ کنواری لڑکی سے بھی شرمیلا" تھا۔ وہ ساری عمر ایسا ہی رہا، سہما ہوا اور ڈرپوک، طمطراق اور خود افروزی کا سہارا لے کر اس نے تھوڑا بہت اپنے آپ کو پھلا کر کمی پوری کرنے کی کوشش کی ۔

محمد کسی اہم پیشے کو نہیں اپنا سکا۔ کچھ دیر اس نے بھیڑیں چرآئیں، ایک ایسا پیشہ جو عورتوں کیلئے مخصوص ہے اور عرب اسے غیر مردانہ سمجھتے ہیں۔ معاوضہ بہت کم تھا اور محمد کے گذارے کا دارومدار اس کے چچا پرتھا جو تب غریب ہوتا جا رہا تھا۔

خدیجہ سے شادی

آخرکار، ابو طالب نے 25 سال کی عمر میں محمد کو اپنی ایک رشتہ دار خدیجہ نامی خوش اندام 40 سالہ مالدارکامیاب تاجر بیوہ کے پاس بطور امین کے ملازم رکھوا دیا۔ اسی ملازمت کے دوران محمد نے شام کا ایک پھیرا لگایا، اسکا تجارتی سامان فروخت کیا اور حکم کے مطابق خریداری بھی کی۔ واپسی پر خدیجہ جواں سال محمد کی محبت میں گرفتار ہو گئی ، ملازم ہونے کے باوجود شادی تجویز کردی۔

محمد دونوں لحاظ سے، مالی اور جذباتی ،ایک ضرورت مند شخص تھا۔ خیجہ کے ساتھ شادی ایک نعمت تھی۔ اس میں، ماں کا پیار جسکی بچپن سے ہی اسکو ضرورت تھی، مزید برآں مالی تحفظ جس کی وجہ سے اسے دوبارہ کام کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

خدیجہ ہر طرح سے اپنے جوان خاوند کی ہر ضرورت کا ہر حال میں خیال رکھنے کو تیار تھی۔ اس کی خوشی اسی میں تھی کہ اپنا سب کچھ دے دے، خیال رکھے اور قربان ہو جائے۔

محمد نہ تو ملنسار تھا اور نہ ہی کام کا شوقین۔ محمد اس چیز کو ترجیع دیتا تھا کہ دنیا کو چھوڑ کر اپنے خیالوں میں گم رہے۔ بچپن میں بھی وہ ہم رکابوں کی صحبت سے دور رہتا تھا اور کھیل کود میں بھی حصہ نہیں لیتا تھا۔ اکثر وہ اکیلا اور مستغرق کیفیّت میں ہی نظر آتا تھا۔ وہ بہت ہی کم ہنستا تھا، اور اگر کبھی ایسا ہؤا بھی تو وہ منہ بند کر لیتا تھا۔ اسی وجہ سے، اور اپنے پیغمبر کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ، مسلمان ہنسنے کو ایک صالح عمل تصّور نہیں کرتے۔

اپنی الگ تھلگ خیالی دنیا میں، اب محمد کوئی ٹھکرایا ہؤا، نہ چاہے جانے والا جیسا کہ اپنی اوآئل عمر میں سمجھتا تھا، بچہ نہیں تھا، بلکہ پیار کئے جانے والا، عزت یافتہ، قابل تعریف، اور یہاں تک کہ اس سے ڈرا جاتا تھا۔ جب حقیقت برداشت سے باہراور اس کی تنہائی غالب آ جاتی تھی، وہ اپنی خیالی دنیا میں پناہ ڈھونڈھتا تھا، جہاں پر وہ کوئی بھی اورجو کچھ وہ چاہتا بن سکتا تھا۔ اس نے اپنی یہ سلطنت چھوٹی عمر میں دریافت کی ہو گی، جب وہ اپنے پالنہاروں کے ساتھ رہ رہا ہو گا، اور تنہائی کے طویل دن صحرا میں گذارتا رہا ہو گا۔ باقی زندگی وہ اپنی پرسکون آرام دہ اور خوشگوار خیالی دنیا کی پناہ میں گذارنا چاہتا ہو گا۔ اس کیلئے یہ دنیا اتنی ہی حقیقی تھی جتنی کہ حقیقی دنیا، اس سے زیادہ خوشگوار۔ اپنی بیوی کو 9 بچوں کی دیکھبال کیلئے گھر چھوڑ کر، محمد مکہّ کی نواحی غاروں میں باقی دنیا سے لا تعلق اپنے دن گذارتا تھا، اپنے خیالوں میں ملفوف وہاں جہاں اسے سہانی تعظیم میسّر تھی۔

الہامی مشاہدہ

ایک دن، چالیس برس کی عمر میں، غار میں اکیلے کئی دن گذارنے کے بعد، محمد کے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ اس کے پٹھے ایک تسلسل سے کھچنے لگے،پیٹ میں درد، جیسا کہ کوئی اسےزور سے بھینچ رہا ہو، پٹھے گچھا مچھا (muscle twitching)،سر اور ہونٹوں کی نادانستہ پھڑپھڑاہٹ، پسینہ میں شرابور اور، دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ اس مشتعل صورتحال میں اس نے آوازیں سنیں اور بھوت دیکھے۔

انتہائی خوفزدہ وہ گھر کی طرف بھاگا ، ، کانپتے ہوئےاور پسینے میں شرابور۔ " مجھے ڈھانپ لو، مجھے ڈھانپ لو،" اس نے اپنی بیوی سے التجا کی۔ " اوہ خدیجہ، میرے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے" اس نے اسکو سب کچھ بتایا اور کہا، " مجھے لگتا کہ مجھے کچھ ہو جائے گا"۔ اس نے سمجھا دوبارہ وہ بھوتوں کی گرفت میں آ گیا ہے۔ خدیجہ نے اسے یقین دلایاکہ آپ خوف زدہ نہ ہو، آپ کو توایک فرشتہ ملنے آیا تھا اور آپ تو پیغمبر کے طور پر چن لیے گئے ہیں۔

بھوت موافق چیز سے مقابلے کے بعد، جسکو اس کی بیوی نے بطور جبرائیل شناخت کیا، محمد کو اپنے پیغمبرانہ رتبے کا یقین ہو گیا۔ یہ اسے بہت مناسب لگا، اسطرح اسکی بزرگ کہلانے والی خواہش بھی پوری ہو گئی۔ اس نے اپنے پیغام کی تبلیغ شروع کردی۔

اسکا پیغام کیا تھا؟ کہ وہ پیغمبر بن گیا ہے اور سب کو اس پر ایمان لانا ہے۔ اس کے نتیجے میں سب کو اس کی عزت کرنا ہے، اس سے محبت کرنا، اور یہاں تک کہ اس سے ڈرنا بھی ہے۔ 23 سال کی تبلیغ کے بعد تک اسکا یہی پیغام رہا۔ اسلام کا اصلی پیغام یہی ہے کہ محمد پیغمبر ہے اور اس کی اطاعت کرو۔ اس سے آگے کچھ نہیں ہے۔ اس کی اس پہچان کو نہ سمجھنے کا مطلب ہے ایک سلسلہ وار سزا، اس جنم میں بھی اور بعد میں بھی۔ خدا کی وحدانیّت، آجکل جو اسلام کے حق میں مقدم دلیل ہے، بنیادی طور پر محمد کے پیغام کا حصہ نہیں تھا۔

اس کےبعد کئی سال تک مکہ والوں کے خداؤں اور مذہب کی لعن طعن کے سبّب، مکہ والوں نے محمد اور اسکے پیروکاروں کے ساتھ لین دین بند کردیا، اور وہ محمد کی ہدائت پر، ابسینیا ہجرت کر گئے۔

آخرکار، مکہ والوں کو راضی کرنے کیلئے، محمد سمجھوتے پر مجبور ہو گیا۔ ابن سعد سے روآئت ہے:

ایک دن پیغمبر کعبے کے گرد لوگوں کے اجتماع کے سامنے سورۃ نجم(سورۃ 53) کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب وہ آیت 19-20 پر پہنچا جس میں کہا گیا ہے،' *بھلا تم لوگوں نے لات اور عزی کو دیکھا، اور تیسرے اور آخری منات کو(یہ بت کہینخدا ہو سکتے ہیں)؟'* **شیطان نے درج ذیل دو آیات پیغمبر کے منہ میں ڈال دیں۔ '** *یہ خوبصورت ہیں انکی سفارش سے بخشش کی امید ہو سکتی ہے۔'*

ان الفاظ نے اہل قریش کو خوش کر دیا اور انہوں نے بائیکاٹ اور دشمنی ختم کر دی۔ یہ خبر ابیسینیا میں مسلمانوں تک پہنچی تو وہ خوشی خوشی مکہ واپس لوٹ آئے۔

کچھ دیر بعد، محمد کو احساس ہوا کہ اللہ کی بیٹیوں کو معبود مان کر اس نے اپنی حیثیّت بطور اللہ اور اس کے بندوں کے مابین واحد وسیلے کو گھٹایا ہے، اور اپنے نئے مذہب اورکافروں کے اعتقادات کے باہم امتیاز کو بے معنی کر دیا ہے۔ وہ دوبارہ اپنی پٹڑی پر آگیا اور کہا کہ یہ دو آیات جن میں اللہ کی بیٹیوں کو تسلیم کیا گیا ہے وہ شیطانی آیات ہیں۔ پھر اس نے اسکی جگہ یہ کہا"*(مشرکو!) کہ تمہارے لئے تو بیٹے اور خدا کیلئے بیٹیاں، یہ تقسیم تو بہت نا انصافی کی ہے!*" مطلب یہ ہؤ ا، تم کو کیسے جرآت ہوئی کہ بیٹیوں کو اللہ کی صفات میں شامل کرو اور اپنے لئے بیٹوں میں فخر محسوس کرو؟ عورتیں ذھانت میں کمتر ہوتی ہیں اسلئے اللہ کیلئے بیٹیاں بے فائدہ ہیں۔ یہ تقسیم بہت غلط ہے۔

محمد کے چند ساتھیوں نے اسی وجہ سے اسکا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس اتھل پتھل کو نپٹانے اور انکا اعتماد دوبارہ حاصل کرنے کیلئے، اس نےدعوی کیا کہ دیگر تمام پیغمبروں کو بھی شیطان نے بیوقوف بنایا، اسنے انکو شیطانی آیات سے اکسایا جن پر دھوکے سے منجانب اللہ ہونےکا گمان ہوتا ہے۔

اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر(اسکا یہ حال تھا کہ) کہ جب وہ کوئی آرزو کرتا تھا تو شیطان اسکی آرزو میں(وسوسہ) ڈال دیتا تھا تو جو (وسوسہ) شیطان ڈالتا ہے خدا اسکو دور کر دیتا ہے پھر خدا اپنی آیتوں کو مظبوط کر دیتا ہے اور خدا علم والا اور حکمت والا ہے۔ غرض(اس سے) یہ ہے کہ جو(وسوسہ) شیطان ڈالتا ہے اسکو ان لوگوں کیلئے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں ذریعہ آزمائش ٹھہرآئے۔ بے شک ظالم پرلے درجے کی مخالفت میں ہیں۔(قرآن 22:52-53)

محمد نے یہ آیات اس لئے لکھیں کہ اسکے بہت سارے ساتھی، یہ جان کرکہ وہ قرآن کو موقع کی مناسبت سے گڑھ لیتا ہے، اسے چھوڑ دیا۔ ان آیات میں بنیادی طور پر جو کہا گیا ہے، قدرے زیادہ بیباقی سے، یہ ہے کہ کبھی مجھے ، محمد ، کے بیوقوفی میں کہے گئے جھوٹ کوپکڑ بھی لو، تب بھی یہ تمہارا قصور ہے کیونکہ تمہارے قلب بیمار ہو چکے ہیں۔

تیرا(13) سال گزر گئے، کل 70 یا 80 لوگ مسلمان ہوئے۔ اس کی بیوی، جس نے نہ صرف اس کی ضروریات کا خیال رکھا، بلکہ اس

کی تعریف بھی کی، خوشامد کی، اور اس کی پوجا کی اور چاپلوسی کے انداز سے اسکی پہلی پیروکار بھی بنی۔ اس کے معاشرے میں بہتر رتبے کے سبّب کچھ متوسط طبقے کے لوگ جیسا کہ ابوبکر، عثمان اور عمر بھی اس کے ساتھ مل گئے۔ ان چند لوگوں کے علاوہ، محمد کے جو بقیہ پیروکار تھے وہ تھے غلاموں کا ایک گروہ، اور چاہت سے محروم چند ایک نوجوان۔

مذہبی ایذا رسانی کی داستاں

مکہ میں محمد کی پکار کو بیگانا وار لیا گیا۔ مکہ والے، آجکل کے غیر مسلموں کی طرح ہر مذہب کو آرام سے برداشت کرتے تھے۔ مذہبی ایذا رسانی کے بارے ان علاقوں میں کسی نے کچھ سنا ہی نہ تھا۔ ایسے معاشرے جہاں پر بہت سارے خداؤں کی پرستش کی جاتی ہو عمومی اور پرفطری طور زیادہ برداشت کے حامل ہوتے ہیں۔ ان کے احساسات تب مجروح ہوئے جب محمد نے ان کے خداؤں کی توہین کرنا شروع کر دی تھی، لیکن انہوں نے محمد کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ انہوں نے اسکا اور اسکے مذہب کا اسی طرح مذاق اڑآیا جیسا کہ آجکل کے اہل فکر لوگ اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔

ابن اسحاق لکھتا ہے، " جب پیغمبر کے ساتھی نماز ادا کرنا چاہتے تو وہ دور دراز گھاٹیوں میں چلے جاتے تاکہ دوسرے لوگ انہیں دیکھ نہ پائیں، اور ایک دفعہ جب سعد ابن ابی وقاص کثیر تعداد میں پیغمبر کے ساتھیوں کے ساتھ مکہ کی گھاٹیوں میں نماز کی ادائیگی میں ان کے ساتھ تھا تو مشرکین مکہ کا گروہ وہاں آیا اور بدّ تمیزانہ انداز میں انکی

نماز میں مداخلت کی۔ انہوں نے اس رّوئیے پر الزام لگایا اور یہاں تک کہ نوبت مکا زنی تک آ گئی اور سعد نے ایک مشرک کو مردہ اونٹ کے جبڑے کی مدد سے زخمی کیا اور اس کا گلا کاٹ دیا۔ اسلام میں یہ خون بہانے کی ابتداء ہے۔ "

ملاحظہ کیجئیے، جب انکے عقیدے کی تذلیل کی جاتی تو مشرکین بھی مسلمانوں کا مذاق اڑآتے۔ اس کے بدلے میں ان پر حملہ آور ہو کر انکو زخمی کر دیا جاتا۔ مسلمانوں کیلئے دوسروں کے مقدّس مذہب میں کیڑے نکالنا جائز ہے مگر جب انکے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے تو تشدّد پر اتر آتے ہیں۔ آج کے دن تک مسلمانوں میں یہی ذہنیّت کارفرما ہے۔

ابن اسحاق اس بیان میں انتہائی ایمانداری سے کام لے رہا ہے، آگے چل کر وہ بیان کرتا ہے،" جتنا کہ میں نے سنا ہے، جب محمد کھلے بندوں اسلام کی اشاعت کرتا جیسا کہ اسکو خدا کی طرف سے حکم ہؤا تو اس کے بندے نہ تو اس سے لا تعلقی کرتے اور نہ ہی اس کے مخالف ہو جاتے جب تک کہ وہ ان کے خداؤں کی تحقیر نہ کرتا۔ جب اس نے ایسا کیا وہ اس کے مخالف ہو جاتے اور مکمل یکتائی سے بغاوت پر اتر آتے اور اس کو اپنا دشمن گردانتے۔"

کسی بھی ایسے دعوے کہ مکہ میں مسلمانوں کے ساتھ عداوتیں مذہبی ایذا رسانی تھی کو یکسر جھٹلانے کیلئے اتنا کافی ہے۔ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر کسی کے عقیدے ، اس کے طرز حیات اور اس کے بزرگوں پر گند اچھالا جائے تو اسکا برہم ہونا لازمی ہے۔ یہ بات بھی قابل فہم ہے کہ تنقید کا جواب تنقید اور ٹھٹھے مذاق کا جواب ٹھٹھے مذاق میں۔ مسلمانوں کے ساتھ انکا ایسا برملا اظہار اس لئے نہ تھا کہ وہ ایک اللہ کو مانتے اور دیگر خداؤں کی نفی کرتے ہیں۔ یہودی، عیسائی

اور صابیئین بھی تو ایک خدا کو مانتے اور دوسرے خداؤں پر ایمان کو ردّ کرتے تھے۔ اصل بات یہ تھی محمد اور اس کے بد تمیزپیرو کاروں کی طرح وہ دوسروں کے عقیدے کی توہین نہیں کرتے تھے اور مشرکین کے ساتھ بھی وہ گھل مل کر رہتے تھے۔

آخر کار محمد کی انکے معبودوں کی ہتک آمیزیوں سے دّق ہو کر انہوں نے ابو طالب سے رجوع کیا اور اس زور ڈالا کہ وہ اپنے بے ادب بھتیجے کو منع کرے جو انکے عقیدے کا مذاق اڑآتا ہے، " او ابو طالب، تمہارے بھتیجے نے ہمارے خدآؤں کی بے عزتی کی ہے، ہمارے مذھب کو برا بھلا کہا ہے، ہمارے طرز حیات کی شان کی نفی کی ہے، اور ہمارے آباؤاجداد پر الزام لگایا ہے کہ انہوں نے ہمیں گمراہ کیا ہے؛ یا تو تم اسکو سختی سے منع کرو، یااسے ہمارے حوالے کر دو، کیونکہ تم بھی اسی صورتحال سے دوچار ہو جس سے ہم ہیں اور ہم تمہیں اس سے مبّرا نہیں سمجھتے۔"

زیادہ سے زیادہ یہی زبان اور انداز عمل ہے جو ان مذھبی مخالفین نے اختیار کیا۔ یہ تو ایک عذرّ ہے، محمد کوایک الٹیمیمٹم ہے کہ وہ انکے خدآؤں کو گالی دینے سے باز رہے۔ اس کا موازنہ ذرا آج کے مسلمانوں سے کیجئیے جب انکے پیغمبر کے خاکے چند کارٹونوں کی شکل میں شائع ہوئے تو وہ دنگے فساد پر اتر آئے اور دور دراز کے علاقے جیسا کہ نائجیریا اور ترکی میں انہوں نے سینکڑوں لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ سماجی رواداری کے تحت قریش مکہ نے 13 سال تک لا تعداد مرتبہ اپنے خدآؤں کی توہین کو برداشت کیا جسکی وجہ سے محمد دلیر ہو گیا۔ اینٹھے خاں اکثر اس طرح کی ڈھیل مل جانے پر زیادہ ہی اکڑ جاتے ہیں۔

دوسری دفعہ قبیلوں کے سردار ابو طالب کے پاس آئے اور اپنے عذرّ اور الٹیمیٹم کی دوبارہ یادہانی کروائی۔ ابو طالب نے اپنے بھتیجے کو بلا کر سمجھایا کہ وہ دوسروں کے مذھبی جذبات کا لحاظ کرے، اس نے محمد کو کہا، " اے بھتیجے، تمہارے لوگوں نے یہ یہ کچھ کہا ہے، میرا اور اپنا خیال کرو اور مجھ سے اتنی ہی توقع رکھو جو میرے بس میں ہے۔"

اس خیال سے کہ اس کے چچا نے اسے چھوڑ دیا ہے، محمد نے ایک کھیل رچایا۔ اس نے کہا، " اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند بھی لا کر رکھ دیں اس شرط پر کہ میں اس کام (یعنی تبلیغ اسلام) سے کنارہ کشی کر لوں ، جبتک اللہ مجھے اس کام میں فتحیاب نہ کر دے اور میں اسی کام میں فنا نہ ہو جاؤں میں اس سے باز نہیں آؤں گا۔" تب یہ 50 سالہ بوڑھا شخص اٹھا، دوسری طرف مڑا اور بچوں کی طرح رونا شروع کر دیا۔

کار ستانی کام آ گئی۔ نرم دل چچا نے اسے بلایا اور کہا، " واپس آ جاؤ بھتیجے، جاؤ اور وہی کچھ کہو جو تم کہنا چاہتے ہو، قسم اللہ کی میں تجھے کبھی نہیں چھوڑوں گا۔"

جیسا کہ ہم اگلے باب میں دیکھیں گے محمد جذباتی پختگی سے محروم رہا اور بڑھاپے میں بھی بچّوں جیسا ہی رہا۔

جب اہل قریش کی اپنے عقیدے کے بارے میں محمد اور اسکے ساتھیوں کی طرف سے کی گئی ہتک آمیزیوں کو رکوانے کی کوششیں ناکام ہوگئیں تو انہوں نے اپنے الٹیمیٹم پر عمل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ محمد کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ ابو طالب جیسے ناتواں اور مفلس شخص سے خوفزدہ تھے۔ انکے نزدیک

اسکی بزرگی قابل احترام تھی، لیکن وہ اس قابل نہیں تھا کہ انکو کوئی نقصان پہنچا سکتا۔

اگرچہ اس کا اندیشہ تھا کہ محمد کا خاندان مشکل میں آ جاتا اگر اسکا کوئی فرد قتل ہو جاتا۔ لیکن ایک خاندان پورے قصبے کا کیا بگاڑ سکتا تھا؟ تاہم سماجی رواداری کے پیش نظر اہل قریش نے خود پرضبط سے کام لیا۔ یہی کچھ بعد میں ان کے سر آن پڑا۔ ان میں سے بہت ساروں کو اسوقت قتل کر دیا گیا جب محمد اقتدار میں آگیا تھا۔ نتیجہ یہ نکا کہ انکا شہر فتح ہوگیا اور انکا طرز حیات اور مذہب صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ اصل میں تو انکا قتل عام ہو جاتا، بالکل اسی طرح جس طرح دوسرے قبیلوں کا ہؤا۔ لیکن ایسا نہیں ہؤا کیونکہ وہ تو مسلمانوں کے رشتہ دار تھے۔ اینٹھے خانی کے جواب میں صلح جوئی، عدم برداشت کے ساتھ برداشت کی روّش انتہائی بڑی غلطی تھی۔ بہت سے اقوام اسلام کا شکار بنی اور انہوں نے ایسی غلطیوں کی وجہ سے اپنی شناخت اور آزادی کو کھو دیا۔ اور آج بھی بہت سی مغربی ریاستیں یہی غلطی دہرا رہی ہیں۔

یہاں تک کہ ابو طالب کی وفات کے بعد تک بھی محمد کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ دشمنیاں تو بیشمار تھیں؛ لیکن سب محمد کی وجہ سے اور انکو مذہبی ایذا رسانی نہیں کہا جا سکتا۔ یہی انکی غلطی تھی۔ اینٹھی خانی کو کبھی برداشت نہیں کرنا چاہیئے۔ عدم برداشت کو برداشت کرنا عدم برداشت کو شہہ دینے کے مترادف ہے۔ اگر اہل قریش درست فیصلہ کر لیتے تو وہ اسلام کو جڑ سے اکھاڑ سکتے تھے۔ لیکن مسلمان انکے اپنے خونی رشتہ دار تھے، اس لئے وہ انکو نقصان پہنچانا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن مسلمانوں نے تو ان سے تمام خاندانی تعلق ختم کر لیا

تھا اور وہ اپنے نئےمذھب کی خاطر قریب ترین اور عزیز ترین رشتہ داروں کو بھی موت کے گھاٹ اتارنے سے گریزاں نہیں تھے۔

اہل قریش نے جو بد ترین سلوک محمد سے کیا، عبداللہ ابن العمر ابن العص اس کا گواہ ہے۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ کس طرح قریش نے پیغمبر کے ساتھ اپنی دشمنی کا اظہار کیا تو اس نے کہا، " ایک دن میں انکے ساتھ تھا جب معزز لوگوں کا ہجر میں اکٹھ ہؤا اور پیغمبر کا ذکر ہؤا۔ انہوں نے کہا کوئی ایسی مصیبت نہیں ہے کہ جسمیں اس شخص نے انکو نہ ڈالا ہو، اس نے انکے طرز حیات کو احمقانہ قرار دیا، انکے آباؤ اجداد کی تضحیک کی، انکے مذھب کی ملامت کی، انکے اکٹھ کو تقسیم کیا، اور ان کے خدآؤں پر لعن طعن کی، ان کی برداشت کی آخری حدوں کو چھویا گیا۔" اگلے روز جب محمد ان کے سامنے آیا تو انہوں نے اسے گھیرے میں لے لیا اور کہا، " کیا تم وہی ہو جس نے ہمارے مذھب اور خدآؤں کے بارے میں یہ سب کچھ کہا؟" محمد نے جواب دیا،" ہاں، میں ہی وہ ہوں جس نے یہ سب کچھ کہا۔" تب ایک شخص نے محمد کا دامن کھینچا اور ابوبکر روتے ہوئے بیچ میں آ گیا اور کہنے لگا، "کیا تم اس لئے ایک شخص کو مار دو گے کہ اس نے یہ کہا کہ اللہ میرا آقا ہے؟" ابن امر نے کہا، " پھر انہوں نے اسے چھوڑ دیا، سب سے برا سلوک یہی تھا جو میں نے دیکھا کہ قریش نے اس کے ساتھ کیا۔"

ایک شخص نے بس اتنا کیا کہ اسکا دامن کھینچا۔ اتنی ساری بے عزتی برداشت کرنے کے بعد یہی سب سے بڑی بدسلوکی تھی جو قریش نے محمد کے ساتھ برتی۔ روز اوّل سے ہی جھوٹ پر مبنی منطق کو بطور دلیل استعمال کرنا مسلمانوں کا سب سے پسندیدہ فعل رہا ہے۔ اس کہانی میں ابو بکر ظالم مظلوم والی جھوٹی دلیل کو استعمال کرتا ہؤا نظر آرہا

ہے۔ وہ رونا ڈالتا ہے اور اپنے بدتمیز پیغمبر کو مظلوم ٹھہرا رہا ہے جبکہ قصوروار وہ ہے۔ پھر وہ ایک قطعی غیر متعلقہ دلیل کا سہارا لیتے ہوئے کہتا ہے، " کیا تم اس شخص کو قتل کرو گے جو یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ میرا آقا ہے؟" قریش اس چیز پر خفا نہیں تھے کہ محمد اللہ کو اپنا آقا تسلیم کر رہا ہے۔ اسلئے کہ وہ بھی اللہ کو مانتے تھے۔ وہ اسلئے خفا تھے کہ محمد انکے دوسرے خداؤں کو برا کہہ رہا تھا۔ آج کے دن تک مسلمانوں کا یہ شیوہ ہے کہ وہ بدعملی اور خواہ مخواہ کے الجھاؤ سے کام لیتے ہیں اور بڑی بلند آواز سے چلاتے ہیں کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔

آخر کار قریش نے محمد اور اسکے بدّ زبان پیروکاروں سے بائیکاٹ کا فیصلہ کرلیا۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ نہ تو ان سے کوئی چیز خریدیں گے اور نہ ہی بیچیں گے۔ یہ قطع تعلقی تقریباً دو سال تک جاری جاری رہی، یہ وقت مسلمانوں پر بہت بھاری تھا، لیکن اس قطع تعلقی کو قتل اور ٹارچر کے مساوی نہیں سمجھا جا سکتا۔ اسلئے اس لاتعلقی کو ایذارسانی (persecution)کے زمّرے میں نہیں لایا جا سکتا۔ مذہبی ایذارسانی تو وہ تھی جو مسلمانوں نے باہائیوں سے کی۔ ایران میں ہزاروں بیگناہ باہائیوں کو صعوبتیں دے کر بے رحمی سے ذبح کردیا گیا، اور یہ عمل ابتک جاری ہے۔ حالانکہ انہوں نے اسلام کی ، اس کے بانی یا مقدّس کتاب کی کبھی توہین نہیں کی۔

مذہبی ایذا رسانی " ایک ایسے فعل" کے ارتکاب سے تعلق رکھتی ہےجس میں کسی کو دّق کیا جانا اور اس کے بنیادی انسانی حقوق چھین لینا، قیدی بنا لینا، ٹارچرکرنا اور قتل جیسے اقدام شامل ہیں۔ جبکہ بائیکاٹ کسی عمل کی عدم موجودگی کو کہتے ہیں اور اس کو کسی

طرح بھی مذہبی ایذا رسانی کے زمرے میں نہیں لایا جا سکتا ہے۔ یہ تو محض ایک فطری حق ہے کہ کوئی بندہ کسی سے لین دین اس لئے منقطع کر لے کہ اس نے اس کے مذہب کا ناحق برا بھلا کہا ہو۔

ابن سعد کہتا ہے، " قریش نے ان سب کے ساتھ دشمنی کا اظہار کیا جو پیغمبر کے پیروکار بن گئے تھے۔ ہر گروہ نے مسلمانوں پر حملہ کیا، ان کو قیدی بنایا، بھوک اور پیاس کی شکل میں انکو ٹارچر کیا، مکہ کی تپتی گرمی انکو جلایا تاکہ وہ نئے مذہب کو چھوڑ کر واپس آ جائیں۔

تاہم، جو مثالیں وہ پیش کرتا ہے وہ چند ایک ہی ہیں۔ وہ بلال کی بات کرتا ہے، وہ ایک سیاہ فام غلام تھا، جو مسلمان ہو جانے کے بعد اپنے پیغمبر کی طرح قریش کے مذہب کی توہین کرتا تھا اور اسلئے اس کے مالک امیّہ نے اسے زنجیروں سے باندھ کر دھوپ میں لٹا کر اس کے سینے پر پتھر رکھ دیا تھا۔ ابوبکر نے اس کے بدلے ایک سیاہ فام اس کے مالک امیّہ کے حوالے کر کے بلال کو آزاد کروا لیا۔ ابوبکر نے کل سات غلاموں کو خرید کر آزاد کروایا۔

کیا اس طرح کی بدعملیوں کو مذہبی ایذا رسانی سمجھا جا سکتا ہے؟ آیئے ذرا خود کو ان مالکوں کی جگہ رکھ دیکھیں جو، ظاہر ہے، اپنے غلاموں سے توقع کریں گے کہ وہ انکی اور انکے مذہب کا احترام کریں، یہ دیکھ کر کہ انہوں نے نیا مذہب اختیار کر لیا، لہذا ان کا روّیہ انکے مذہب کے بارے میں ہتک آمیز ہوگا۔ وہ مسلمانوں سے دلیل کی بنیاد پر تو کوئی بات کر نہیں سکتے تھے کیونکہ اسلام کی بنیاد دلیل پر تو ہے ہی نہیں۔ وہ تو یہی کرسکتے تھے کہ انکو زبردستی واپس لاتے۔ قریش کا ان کے غلاموں پر اس بنا پر غضبناک ہونا کہ وہ انکے مذہب کی توہین کررہے تو سمجھ میں آتا ہے۔ اس کے باوجود بھی جب کسی

نے انکے گستاخ مسلمان غلاموں کو خریدنے کی پیشکش کی انہوں نے ان کو بیچ کران سے اپنی جان چھڑوا لی۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ ان غلاموں کو انکے عقیدے کی وجہ سے ٹارچر نہیں کیا گیا بلکہ اس وجہ سے کیا گیا کہ بطور غلام انکو اپنے آقا کی جو خدمت کرنا ہوتی تھی وہ اس میں کوتاہی کررہے تھے؟ کیا کوئی شخص کسی ایسے شخص کو اپنا ملازم رکھے گا جو اپنے باس کے مذھب کی توہین کرے؟ کیوں کوئی آقا اپنے ایسے غلام کو برداشت کریگا جو اسکے مذھب کی توہین کررہا ہو؟

ابن سعد کہتا ہے، " ہر قبیلے نے مسلمانوں پر حملہ کیا" یہ مسلمان انکے اپنے بچے تھے، وہ انکے خداؤں اور آباؤاجداد کے خلاف ہو گئے تھے۔ ان کے والدین اور رشتہ دار اس بات سے بہت پریشان تھے کہ کیوں انکے پیاروں نے دوسرا مسلک اختیار کر لیا تھا اورکیونکہ مسلمانوں کے ساتھ دلیل سے بات کرنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لہذا ان کو سمجھانے کیلئے انہوں نے دوسرے طریقے اختیار کئے۔ اپنے باغی بچوں کی اصلاح کی خاطر انکا جیب خرچ بند کرنا، کھانا نہ دینا اور مار پیٹ وغیرہ وغیرو تو مذہبی ایذا رسانی کے زمرے میں نہیں آتا۔ لوگ اپنے باغی بچوں کو سیدھا کرنے کیلئے کچھ بھی کر گذرتے ہیں۔ مشرق وسطی کے ممالک میں اسوقت بھی اور اب بھی والدین ایسا کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔

مذھبی ایذا رسانی تو وہ ہے جو مسلمان اپنے ملکوں میں بسنے والی اقلیتوں سے کرتے ہیں۔ مکہ میں مسلمانوں کے ساتھ مذھبی ایذارسانی والا سلوک نہیں کیا گیا۔ باوجود انکے دعوے کے جو انکے تاریخ دانوں نے کیا، جو مثالیں وہ پیش کرتے ہیں وہ انکے دعوے کو جھوٹا ثابت

کرتی ہیں۔ مگر آج بھی جب انکے مطالبے نہیں مانے جاتے اور لوگ انکے مذھب کو ہدف تنقید بناتے ہیں تومسلمان ستم زدہ ہونے اور دبائے جانے کا رونا روتے ہیں۔ فلسطین سے لیکر کشمیر تک، فلپائین سے لیکر چچنیا اور سومالیہ سے لیکر نائیجیریا، اس کرّہ ارض میں جہاں بھی مسلمان بستے ہیں، وہ ہی بدعملی اور مداخلت بیجا کے میں ملوّث ہیں اور الٹا شور کرتے ہیں کہ انکے ساتھ ظلم ہو رہا ہے۔

ایک حدیث کے مطابق، عمر نے، اسلام قبول کرنے سے قبل، اپنی بہن کو باندھ دیا تاکہ وہ اسلام ترک کر دے۔ ایمان لانے سے پہلے اور بعد میں بھی ،عمرایک سخت گیر اور متشّد د شخص تھا۔ مشرق وسطی میں وحدّیت (individualism) کو ایک مخالف نظریہ سمجھا جاتاہے۔ آپ کس چیز پر ایمان رکھتے ہیں اور کیا کرتے ہیں ہر کوئی اس سے مطلب رکھتا ہے۔ عورتیں خصوصی طور پر اپنے فیصلے خود نہیں کر سکتیں۔ یہاں تک کہ آج بھی، ایک عورت کو عزت کی خاطر قتل کر دیا جاۓ گا اگر وہ اپنی مرضی سے خاندان کی اجازت کے بغیر شادی کر لے۔

اسطرح کا دباؤ کام کر گیا اور چند ایک گھرانے اپنے بچوں کو اسلام چھڑوانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کی وجہ سے محمد خوفزدہ ہو گیا اور اسطرح کے اسلام چھوڑنے کے واقعات سے بچنے کیلئے اس نے اپنے پیروکاروں کو مکہ چھوڑنے پر منا لیا۔ لگ بگ 83 لوگ ہجرت کرکے اباسینیہ چلے گئے۔ انکے رشتہ داروں نے دو بندوں کو اباسینیہ کے بادشاہ نجّاشی کے پاس اس مطالبے کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ انکو وہاں سے نکال دے۔ نجّاشی نے انکار کر دیا۔

دونوں قاصدوں نے آپس میں صلاح کی۔ ان میں سے ایک نے کہا، " کل میں نجّاشی سے بات کرونگا اور اس سے ایسی بات کہوں گا کہ وہ ان سبکو نکال باہر کریگا۔" دوسرے نے جواب دیا، " ایسا مت کرو، گو اب وہ ہمارے مخالف بن گئے ہیں مگر ہیں تو ہمارا خون۔" یہ اس چیز کا

واضع ثبوت ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ اسطرح کا سلوک بالکل نہیں کیا گیا جسکو مذہبی ایذا رسانی کہا جا سکے۔ اہل مکہ تو اپنے بچوں کی واپسی چاہتے تھے، وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ نجّاشی ان سے خفا ہو جائے اور انکو کوئی گزند پہنچائے۔ ارادہ یہ تھا کہ نجّاشی جوکہ عیسائی تھا اسکو یہ بتایا جائے کہ مسلمان عیسی کی توہین کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کا بیٹا نہیں بلکہ ایک بندہ ہے۔

قریش کو تو اپنے رشتہ داروں کی فکر تھی۔ وہ انکی واپسی چاہتے تھے، لیکن وہ انکو نقصان پہنچانا نہیں چاہتے تھے۔ ہوسکتا ہے انہوں نے انکا جیب چرچ بند کر دیا ہو اور کھانہ پینا بھی، وہ ان پر چّلائے بھی ہونگے؛ جیسا کہ عمر اور اسکی بہن والے معاملے میں ہؤا، انکے ساتھ بد زبانی کی ہوگی اور مارا پیٹا بھی ہوگا۔ مایوس اور دلبرداشتہ ماں باپ سے اس طرح کے ردّعمل کی توقع کی جاسکتی جو اپنے اسطرح کےبھٹکے ہوئے بچوں کو جو عقل کی بات ہی نہ سمجھتے ہوں اور وہ انکو راہ راست پر لانا چاہتے ہوں۔

سمّیہ نامی ایک خادمہ کے بارے میں ایک کہانی ہے۔ دعوی یہ ہے کہ وہ عورت اوراسکے خاوند عمّار کو تپتی دھوپ میں بٹھا دیا گیا تاکہ وہ تائب ہو جائیں اور اسطرح اسکو مار دیا گیا۔ گو اسطرح کی باتوں کا مسلمان بہت ڈھنڈورا پیٹتے ہیں، مگر ابن اسحاق اس قابل بیان شہادت کے واقعے کو صرف ایک چھوٹے سے فقرے پر ہی اکتفا کرتا ہے۔ کیا اسلام کی خاطر یہ پہلی شہادت زیادہ وضاحت طلب نہیں ہے؟

میئور، کاتب-وقدی(ابن سعد) کی ایماء پر جو لکھا اس سے پتہ چلتا ہے کہ یاسر طبعی موت مرا، سمّیہ نے عزرق نامی ایک یونانی غلام سے شادی کی اور انکی سلمی نامی بچی بھی تھی۔ پھر ہم کیسے مان لیں کہ

اسکومکہ میں قتل کیا گیا؟ عرزق کا تعلق طائف سے تھا، اور وہ غلاموں میں سے ایک تھا جو شہر کے محاصرے(تقریباً 15 سال بعد) بھاگ کر محمد کے خیمے میں آگیا۔ قدرتی طور پر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ سمّیہ نے یاسر کی وفات کے بعد عرزق سے شادی کی اور طائف میں رہی اور اسکی شہادت والی کہانی غلط ہے۔

محمد غلامی کے خلاف نہیں تھا۔ بعد میں جب وہ اقتدار میں آگیا، اس نے ہزاروں لوگوں کو غلام بنایا۔ تاہم اسکے مکہ چھوڑنے کے حکم نے معاشرتی بد نظمی پیدا کی اور سرکشی کی وجہ بنی۔ اسکی وجہ سے اور اس کے انکے مذہب سے متعلق مسلسل چبنے والے روّیے نے اسے ان لوگوں کیلئے ایک ناپسندیدہ شخص بنا دیا۔ اسکے باوجود کسی بھی وقت اسکو اور اسکے ساتھیوں کو انکے مذہب کی وجہ سے ایذا نہیں پہنچائی گئی۔ مسلمان کئی بے بنیاد دعوے کرتے ہیں۔ کثرت پرست یونہی کسی دوسرے کے مذہب پر آوازے نہیں کستے۔ فطری طور پر وہ کثرت وجود کے قائل ہوتے ہیں۔ کعبہ میں 360 بت موجود تھے، ہر قبیلے کا ایک سرپرست تھا۔ عرب میں بشمول یہودئیت، عیسائیت، مجوسّیت، صابیئت(وحدانیّت پر مبنی ایک مذہب جو اب ختم ہو چکا ہے) ہر طرح کے مذاہب تھے، اور ان کے پیروکاروں کو مکمل مذہبی آزادی تھی۔ وہاں پر اور پیغمبران بھی تھے جو اپنے اپنے مسلکوں کا پرچار کرتے تھے۔ عرب میں مذہبی عدم برداشت اسلام سے شروع ہوئی۔ یہ محمد تھا جس نے دوسرے لوگوں کے عقائد کی توہین کی اور جب وہ اقتدار میں آیا اس نے سب کو جہاں کہیں پایا، قتل کردیا۔

مکہ میں قیام کے دوران محمد اور مسلمانوں کی ایذا رسانی سے متعلق کوئی شہادت نہیں۔ باوجود اس کے، مسلمان ایسے دعوے کرتے ہیں

کیونکہ محمد نے ایسا کیا۔ حیرانگی اس بات کی ہے کہ چند غیر مسلم موّرخ ،جو اسلام کے ہمدرد بھی نہیں ہیں، اس چکر میں آگئے اور انہوں نے بھی اس غیر حقیقی بازگشت کو دھرایا۔ مسلمان یہی کچھ ہیں۔ ہر جگہ مسلمان ہی ہیں جو قتل وغارتگری کر رہے ہیں، جبّروتشدّد میں مشغول ہیں، اور شور مچا رہے ہیں کہ انکے خلاف ظلم اور زیادتی ہو رہی ہے۔ اس نادرالظہوری کو سمجھنے کیلئے محمد اور اسکے مقلدوں کی نفسیات جاننا بہت ضروری ہے۔ یہ ہم اگلے باب میں کریں گے۔

محمد نے ہی، جب وہ ابھی مکہ ہی میں تھا، عدم برداشت کی تبلیغ شروع کردی تھی۔ مسلمان اکثر سورۃ 109 کو تحمل اور بردباری کے بارے میں محمد کی تبلیغ کو بطورثبوت پیش کرتے ہیں۔ یہ مکی سورۃ بتاتی ہے:

کہھ دو: اے کافرو جن کو تم پوجھتے ہو میں

نہیں پوجھتا۔ جسکی میں عبادت کرتا ہوں اسکی

تم عبادت نہیں کرتے۔ اور جنکی تم پرستش

کرتے ہو انکی میں پرستش کرنے والا نہیں ہوں۔

اور نہ تم اسکی بندگی کرنے والے جس کی

میں بندگی کرتا ہوں۔

تم اپنے دین پر اورمیں اپنے دین پر۔

مودودی، قطب اور دیگر مسلم علماء بہتر جانتے ہونگے۔ انکے نزدیک یہ سورۃ غیر مسلموں کو برداشت کرنے کو نہیں کہتی۔ مودودی قرآن کی تفسیر میں لکھتا ہے:

اگر اس پس منظر کو ذہن میں رکھ کر اس سورۃ کا مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ اس کے نزول کا مقصد دیگر مذاھب کو برداشت کرنا نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے، بلکہ اسکا مقصد تو مسلمانوں کو کفاّر کے مذہب سے بری کرنا ہے، انکے عبادت کے طریقوں سے، اور انکے خداؤں سے، اور مکمل ناپسندیدگی کا اظہار اور قطعی لا تعلقی اور انکو یہ بتانا ہے کہ اسلام اور کفرمیں کوئی قدر مشترک نہیں اور اسکا قطعی کوئی امکان نہیں کو دونوں باہم ملکر یکجا حیثیّت اختیار کر لیں۔ اگرچہ شروع میں یہ قریش مکہ سے مخاطب تھی انکی اس تجویز کے جواب میں کہ سمجھوتہ کر لیں، تاہم یہ صرف انہیں کیلئے نہیں ہے، لیکن قرآن کا حصہ بن جانے کے بعد، اللہ نے مسلمانوں کوابدی نصیحت کی ہے کہ وہ ہمیشہ کیلئے ان سے اور انکے کافرانہ مسلک سے قول اور فعل دونوں اعتبار سے سبکدوش ہو جائیں اور کبھی بھی اور کسی شکل میں بھی واضع اعلان کر دیں کہ وہ کسی صورت میں ایمان کے معاملے میں کفاّر سےکوئی سمجھوتا نہیں کریں گے۔ اسی لئے یہ سورۃ جن لوگوں کے سوال کے جواب میں نازل ہوئی تھی، ان کی وفات اور فراموشی، کے بعد تک بھی تلاوت کی جاتی رہی، اور وہ مسلمان بھی اسکی تلاوت کرتے رہے جو اس وقت کا فر تھے اور جن کیلئے یہ نازل ہوئی تھی، اور اب بھی مسلمان انکی وفات کے صدیوں بعد بھی اسکی تلاوت کررہے جو اس بات کا مظہرہے کہ کفر اور کفاّر کی

عبادت کے طریق کار سے کتنی کراہت ہے اور یہ ہمارے ایمان کا دائمی تقا ضہ ہے۔

ہجرت مدینہ

کافی سارے بچوں کی نگہداشت، اور اپنے آپ میں غرق خاوند کی دیکھ بھال، خدیجہ نے اپنے کاروبار کو نظرانداز کر دیا، جس وقت اسکا انتقال ہوا، پورا خاندان غریب ہو چکا تھا۔ خدیجہ کی وفات سے تھوڑی دیربعد ہی محمد کے دوسرے حامی اس کے چچا اور اس کے سرپرست، ابو طالب کا بھی انتقال ہو گیا۔ ان دوقریبی اور عزت دار حمائتیوں سے محروم ہونے کے بعد، اور اہل مکہ کی نامنظوری کے بعد، اس نے مدینہ ھجرت کرنے کا فیصلہ کر لیا، جہاں سے اسکو چند اہل مدینہ کی طرف سے وفاداری کی ضمانت ملی تھی۔ پہلے اس نے اپنے مقلدوں کو جانے کا حکم دیا۔ ان میں سے چند متذبّذب تھے۔ اس نے انہوں کو بتایا کہ وہ اگر نہ گئے " تو انکا مقام دوزخ ہو گا۔"

محمد خود پیچھے رک گیا۔ پھرایک رات اس نے دعوی کیا کہ اللہ نے اسے بتایا ہے کہ دشمن اس کو نقصان پہنچانے والے ہیں۔ پھر اس نے اپنے وفادار ساتھی ابوبکر سے کہا کو وہ رازداری سے یثرب (بعد میں اس کا نام مدینہ رکھا گیا) جانے میں اسکا ساتھ دے۔ درج ذیل آیت اس اطلاع کے بارے میں بتاتی ہے:

اور(اے محمد اس وقت کو یاد کرو) جب کافر لوگ تمہارے بارے میں چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا جان سے مار دیں یا(وطن)

سے نکال دیں تو ادھر تو وہ چال چل رہے تھے اور (ادھر) خدا چال چل رہا تھا اور خدا سب سے بہتر چال چلنے والا ہے-(قرآن8:30)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ اندازے لگا رہا ہے کہ اہل مکہ کیا چال چل رہے ہیں اور اسکو قطعی یقین نہیں ہے۔ کیا یہ آیت ایک وسوسوں کے شکار انسان کے اندیشوں کو ظاہر نہیں کرتی۔ محمد اہل مکہ کےساتھ 13 برس رہا، طعنہ زنی کی اور انکے مذہب کی توہین کی، بالکل ایسے ہی جیسے آجکل مسلمان دوسرے مذاہب کی توہین کرتے ہیں، اور دوسرے اسکو برداشت کرتے ہیں۔ محمد کے اپنے قول کے علاوہ، تاریخ کوئی ایسی شہادت نہیں پیش کرتی کہ اہل مکہ نے کبھی اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہو۔

جس شب محمد اپنے بہت وفادار ساتھی ابوبکر کے ہمراہ بچبچا کر مدینے پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تب سے اسلامی کیلنڈر کا آغاز ہوتاہے۔ مدینہ میں جن عربوں سے اسکا واسطہ پڑا وہ اہل مکہ سے کم تہذیب یافتہ تھے۔ ایک اضافی فائدہ یہ تھا کہ وہ محمد کے کردار اور اسکے ماضی سے بے بہرہ تھے، اور اہل مکہ اس سے خوب واقف تھے۔ نتیجے کے طور پر یہ پیغام ان کیلئے زیادہ قابل قبول تھا۔

محمد پہلا عربی پیغمبر نہیں تھا۔ عرب میں کئی اس کے نزدیکی ہمعصر بھی پیغمبری کے دعویدار تھے۔ مسیلمہ معروف عام ہے، جس نے محمد سے کچھ دیر قبل پیغمبرانہ تعلیمات شروع کر دیں تھیں، لیکن پیغمبر اسلام کے برعکس ، اس کی کامیابی اپنے علاقے اور لوگوں تک محدود تھی۔ یہ امر دلچسپی کا حامل ہے کہ سجہ نامی ایک عورت بھی اس مرتبے کی دعویدار تھی، اور اسکے بھی اپنے لوگوں میں کافی مرید تھے۔ یہ دونوں پیغمبر بھی واحدانیّت کی تبلیغ

کرتے تھے۔ یہ ایک معتبر شہادت ہے، کہ اسلام سے پہلے عرب میں، معاشرے میں عورتیں ایک بہتر مقام اور حقوق کی حامل تھیں نہ کہ اس کے بعد سے ابتک۔ تاہم، ان میں سے کسی پیغمبر نے اپنے مذہب کو پھیلانے یا لوگوں کو لوٹنے کی غرض سے تشدّد کا سہارا نہیں لیا۔ علاقے فتح کرنا اور سلطنتیں بنانا ان کا مقصد نہیں تھا۔

اہل مدینہ نے محمد کو فوری قبول کر لیا، اس کی پر فضیلت تعلیمات کے سببّ نہیں، جو بنیادی طور پر، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، صرف اسی چیز کا اعادہ تھا کہ اس پر ایمان لایا جائے، بلکہ یہ تو یہودیوں سے رقابت کے سبّب تھا ۔ مدینہ بنیادی اعتبار سے یہودی قصبہ تھا۔ اپنے عقیدے کے طفیل یہودی اپنے آپ کو" خاص الخاص لوگ" تصور کرتے تھے۔ وہ عربوں کی بنسبت زیادہ امیر اور صاحب علم تھے، اسی لئے وہ ان پر رشک کرتے تھے۔ مدینے کا زیادہ تر حصہ یہودیوں کی ملکیّت تھا۔ یہ شہر یہودی قصبہ تھا۔ کتاب الاغانی کے مطابق موسی کے عہد میں ہی یہودی پہلی بار یہاں آباد ہوئےتھے۔ تاہم دسویں صدی کی کتاب فتح البلدان (قصبوں کی فتوحات)، البلاذری لکھتا ہے، یہودیوں کے مطابق، یہودیوں کی ہجرت ثانی 578 ق۔م۔ میں ہوئی، جب بابل کے بادشاہ بخت نضر نے یروشلم کو نیست ونابود کردیا اور یہودیوں کودنیا میں بکھرنے پر مجبور کر دیا۔ مدینہ میں یہودی بطور دکاندار، سنار، لوہار، کاریگر اورکسان کام کرتے تھے اور عرب انکے ہاں بطور ملازم کام کرتے تھے۔ وہ یہودیوں سے لگ بھگ ایک ہزار سال بعد یعنی 450 یا 451ء میں مدینہ آئے جب یمن بڑے سیلابوں کی زد میں آیا اور سبا کے علاقے کے لوگوں کو عرب میں دوسری جگہوں میں ہجرت پر مجبور کر دیا ۔ عرب پانچویں صدی میں

بطورمعاشی پناہ گزیں مدینہ آئے۔ جیسے ہی وہ مسلمان ہوئے انہوں نے اپنے میزبانوں کا قتل عام کیا اور صفایا کرکے شہر پر قبضہ کر لیا۔

یثرب میں قدم جمانے کے بعد، عربوں نے یہودیوں پر حملے کرنا اور انکو لوٹنا شروع کردیا۔ یہودیوں نے بدلے میں یہ کہا جیسا کہ ستم رسیدہ لوگ کہا کرتے ہیں: جب انکا مسیحا آئےگا وہ بدلہ لے لے گا۔ جب ان عربوں نے محمد کر یہ دعوی کرتے سنا کہ تھا وہ اللہ کا پیغمبر ہے، اور وہ وہی ہے جسکی پیغمبر موسی نے پیش گوئی کی تھی، انہوں نے سوچا اس کو مان لینے سے اور مسلمان ہو جانے سے وہ یہودیوں پر غالب آ جائیں گے۔

ابن اسحاق راوی ہے: " اب اللہ نے اسلام کیلئے راستہ بنا دیا ہے اور اسطرح وہ [اہل عرب]ان یہودیوں کے ساتھ ہمسری سے رہنے لگے، جن کے پاس صحیفے تھے اور وہ باعلم تھے ، اور جبکہ وہ کثرت پرست تھے اور بت پرست بھی۔ انہوں نے اکثر ان کے علاقوں پر حملے کئے، اور جب کبھی یہودیوں میں برے احساسات نے جنم لیا وہ ان سے یہ کہا کرتے تھے،' جلد ایک نبی آئیگا اور وہ آنے ہی والا ہے، ہم اسکی پیروی کریں گے اور اس کی مدد سے تمہیں ہلاک کر دیں گے'--------- پھر جب انہوں نے پیغمبر کے بارے میں سنا تو ایک دوسرے کو کہا،' یہ وہی پیغمبر ہے جسکے بارے میں یہودی ہمیں خبردار کرتے تھے کہیں وہ ہم سے پہلے نہ اس تک پہنچ جائیں۔"

یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ یہودّیت اور اسکے مسیحائی اعتقادات اسلام کی طاقت بن گئے اور عرب میں یہودیوں کے ایک اور مکمل صفائے کا سّبب۔ اس کے بغیر اسلام دوسرے مذاهب کی طرح ٹھپ ہو جاتا۔

یہ دعوی کہ محمد اور دیگر مسلمانوں کو مکہ میں مذہبی ایذا رسانی کا سامنا کرنا پڑا تھا چند غیرمسلم تاریخدانوں نے تنقید سے بے خبر ہو کر دہرایا ہے۔ تاہم یہ ایک بوگس دعوی ہے۔ زیادہ سے زیادہ قریش نے جو کیا تھا وہ تھا اسلام پر تنقید اور ان لوگوں کو جو اس فرقے میں داخل ہو گئے تھے انکو قائل کر کے واپس لانا تھا۔ محمد کی نظر میں یہ ایک ناجائز دباؤ تھا۔ یہ محمد تھا نہ کہ اہل مکہ جس نے اپنے پیروکاروں کو گھر بار چھوڑ کرپہلے اباسینیہ اور پھر میں یثرب جانے کا حکم دیا۔ اس نے وعدہ کیا:

اور جن لوگوں نے ظلم سہنے کے بعد خدا کیلئے وطن چھوڑا ہم انکو دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے کاش وہ جانتے۔ (قرآن16:41)

ایک تو ان مہاجروں کے پاس کوئی ذریعہ آمدنی نہیں تھا۔ محمد کیسے یہ وعدہ پورا کر سکتا تھا،اور انکو "خدائی گھر" دلوا سکتا تھا۔ جنہوں نے اسکے اس فرمان پر گھربار چھوڑا تھا۔ وہ غریب ہو چکے تھے اور انکی گذراوقات اہل مدینہ کی خیرات پر منحصر تھی۔ محمد کی معتبری داؤ پر لگ گئی۔ اسکے پیروکار سرگوشیوں میں اپنے عدم اعتماد کا اظہار کر رہے تھے۔ چند لوگوں نے اسکا ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا۔ اس پراسکا ردعمل ایک اور دھمکی آمیز آیت میں ہے:

وہ تو چاہتے ہیں کہ جسطرح وہ خود کافر ہیں تم بھی کافر ہوکر برابر ہو جاؤ تو جبتک خدا کی راہ میں وطن نہ چھوڑ جائیں ان میں سے کسی کو دوست نہ بنانا، اگر(ترک وطن) قبول نہ کریں تو انکو پکڑ لو اور جہاں پاؤ قتل کر دو، اور ان میں سے کسی کو اپنا رفیق اور مددگار نہ بناؤ۔(قرآن-4:89)

ایک طرف تو یہ دھمکیاں اور دوستیوں پر پابندیاں اور پھر یہ کہنا کہ مسلمانوں کو مکہ سے نکالا گیا۔ اس آیت میں محمد اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا ہے کہ ان مسلمانوں کو قتل کردو جو ساتھ چھوڑیں اور مکہ واپس جانا چاہیں۔ یہ ہمیں اس واقعہ کی یاد دلاتی ہے جب پیرومرشد جم جونز"جونزٹاؤن" گھانا میں ایک احاطے میں جہاں اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ جو بھی فرار ہونے کی کوشش کرے اسے گولی مار دو۔ یہ سب کچھ اپنے ساتھیوں کو الگ کرنے کا منصوبہ تھا تاکہ وہ انکو بہتر طریقے سے قابو رکھ سکے اور اچھی طرح اپنے اصولوں کی تعلیم دے سکے۔ جب کوئی اپنے خاندان اور دوستوں سے الگ ہوکر کسی مسلک سے منسلک ہو جاتا ہے جہاں ہر کوئی دلفریب جادو کے اثر میں ہوتا ہے، بہت مشکل ہوتا ہے کہ کوئی اپنے لیڈر کے بارے میں غلط سوچے یا سوال کرے۔

پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو

بدحواسی میں دی گئی اس دھمکی کے باوجود کہ جو اسکو چھوڑ کر جائے گا خدا اسکو عذاب میں مبتلا کردیگا، محمد کو اپنے پیروکاروں کے روزگار کیلئے کوئی راستہ تلاش کرنا تھا۔ اس مسئلے کے حل کیلئے اس نے انہیں کہا کہ مکہ والوں کے قافلوں کو لوٹیں، اس نے بڑے وثوق کے ساتھ کہا کہ کیونکہ اہل مکہ نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اس لئے یہ تم پر واجب ہے کہ تم انکو لوٹو۔

جن مسلمانوں سے لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت ہے (کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ ان پر ظلم ہورہا اور خدا(انکی مدد کرے گا وہ

اور وہ یقیناً انکی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے، ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار خدا ہے۔ (قرآن 22:39-40)

اسی دوران، اس نے کئی ساری قرآنی آیات جاری کیں۔ جن کے ذریعے اس نے اپنے پیروکاروں کو غیر مسلموں کے خلاف لڑنے پر اکسایا۔

اے نبی! مسلمانوں کوجہاد کی ترغیب دو، اگر تم بیس (20)آدمی ثابت قدم رہنے والے ہو گے تو دو سو کافروں پر غالب رہو گے اگر سو ایسے ہونگے تو ہزار پر غالب رہیں گے، اسلئے کہ کافر ایسے لوگ ہیں کہ کچھ بھی سمجھ نہیں رکھتے۔ (قرآن 8:65)

محمد نے ان حملوں کوایک چال کے ذریعے منصفانہ قرار دے دیا، بہت حد تک آج بھی اسکے پیروکار یہی کرتے ہیں۔ اسکا دعوی یہ تھا کہ غیرمسلم، مسلمانوں کو بیجا طور پر دبا رہےہیں اوران کے خلاف برسر پیکار ہیں۔ درحقیقت دشمنی کا آغاز، اہل مکہ کے قافلوں پر حملوں اور لوٹ مار کی صورت میں اس کی طرف سے ہوا کیونکہ اسکے پاس ایسی نفری موجود تھی جو اس کی ہربات پر یقین کرتی تھی اور وہ سب کچھ کرنے کو تیار تھی جو بھی وہ شرط رکھ دے۔

تضاد واضع ہے، ایک آیت کے مطابق محمد اپنے پیروکاروں کو مدینہ جانے کیلئے زور لگا رہا تھا، اور وہ جو پیچھے رہ جانے کے بارے میں سوچیں انکے لئے قتل اور دوزخ میں پھینکے جانے کی دھمکیاں، اور دوسری آیت میں غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے کہتا ہے کہ مسلمانوں کوبغیر کسی وجہ کے وہاں سے نکالا گیا اور انکو " وہ جن کے خلاف جنگ ہوئی " کے زمرے میں گردانتا ہے۔

آجکل کے مسلمان بھی بس یہی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو غیر مسلموں کو دباتے ہیں،ان کو خوفزدہ کرتے ہیں اور اپنے درمیان موجود اقلیّتوں کے خلاف منظم ایذارسانی کے پہل کار ہیں، اور پھر بھی شور مچاتے ہیں کہ ہائے مر گئے اور اپنے آپکومظلوم ظاہر کرتے ہیں۔ ظلم کا شکار ہونے کے دعوے کی آڑ میں اپنی زیادتیوں کو برحق گردانتے ہیں۔

ایک عربی ضرب المثل ہے: *ضربانی، و بکا؛ صبکانی، وشتکا۔" وہ مجھ سے ٹکرآیا اور چلانہ شروع کردیا؛ پھر وہ مجھ سے آگے نکل گیااور مجھ پر الزام لگا دیاکہ میں نے اسکو مارا ہے۔"* یہ محمد کے طریقہء واردات کی وضاحت ہے۔ اس کے پیروکار آج تک وہی گندا کھیل کھیل رہے ہیں۔ اس حکمت عملی نے محمد کو ایک درخشاں کامیابی سے ہمکنار کیا۔ اس نے بیٹوں کو باپ کے خلاف بھڑکایا، بھائی کو بھائی کا دشمن بنا دیا، اور قبیلوں میں باہم روابط کی بنیادیں ہلا دیں اور معاشرتی تانے بانے کو رفتہ رفتہ گھلا کر رکھ دیا۔ اس حربے کو استعمال کر کے اس نے سارے عرب کو اپنا مطیع بنا لیا۔

یہ نہ سمجھ لیجئے کہ عربوں میں بیوقوف اور بدکار بننے کیلئے کچھ خاص حسّاسّیت ہے۔ مغرب میں بھی جو لوگ اسلام قبول کررہے ہیں وہ بھی اپنے لوگوں اور اپنے دیشوں کے بارے میں بداندیشی کا شکار ہیں، جیسا کہ 1400 برس قبل عرب تھے۔ جان واکر لند (John Walker Lindh) مسلمان ہو گیا اور افغانستان جا کر امریکہ کے خلاف لڑنے کیلئے القائدہ سے مل گیا۔ جوزف کوہن ایک قدامت پسند یہودی تھا، مسلمان ہو گیا، اور اب کہتا ہے کہ اسرائیلیوں کو بچوں سمیت قتل کرنا جائز ہے۔ بی بی سی کی ایک صحافی عورت Yvonne Ridley چھپ چھپا کر 2001ء افغانستان گھس گئی، طالبان نے اسکو پکڑ لیا، رہا

کئے جانے پر وہ مسلمان ہو گئی، اور اب وہ اپنے ملک سے اتنی نفرت کرتی ہے کہ وہ اپنے ملک کو (شاید اسرائیل اور امریکہ کے بعد) دنیا کا تیسرا بڑا قابل نفرت ملک کہتی ہے، وہ خود کش دھماکوں کی حامی ہے اورکہتی ہے کہ یہ "عمل برآئے شہادت" (Martyrdom operation) ہے۔ اوربدنام زمانہ دہشتگرد ابومصاب الزرقاوی جس نے عراق میں دہشتگردی کی ایک مہم میں ہزاروں عراقیوں کو مارا، اردن میں ایک شادی کی تقریب والی واردات جس میں، 60 لوگ مرے اور 115 زخمی ہوئے اسکے پیچھے کارفرما شخص کوہیرو کہتی ہے۔ چچنیا کے دہشتگرد لیڈ ر شمل باسیو جوکہ ماسکوکے ایک تھیٹر میں لوگوں کو یرغمال بنانے والے بحران اور بسلان(Beslan) سکول کے بچوں کے اجتماعی قتل کی ماہرانہ منصوبہ بندی کا کرتا دھرتا تھا اسکو رڈلے(Ridley) " شہید ہے اور اسکا مقام جنت ہے" کہتی ہے۔ جیسے ہی کوئی شخص مسلمان ہو جاتا ہے اس میں انسانیّت ختم ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے ماں باپ کو قتل کرنے کی صلاحیّت حاصل کر لیتا ہے۔ نفرت افروزی محمد کے کام آ گئی۔ اس نے اپنے پیروکاروں کو عقل سے عاری وحشی درندوں کی حیثیت میں لا کھڑا کیا اور یہ عمل آج تک جاری ہے۔

بہشتی جزاؤں کے وعدے

متعدّد قرآنی آیات میں مسلمانوں کو بے گناہ لوگوں پر حملے کرنا اور ان کو لوٹنے کی نصیحت کی گئی ہے، اسکا اجر دونوں جہانوں میں ملے گا۔ " خدا نے بہت سی نعمتوں کا وعدہ فرمایا کہ تم انکو حاصل کرو گے"(قرآن۔ 48:20)

انکے ضمیر کو مطمئن کرنے کیلئے جو یہ سوچتے ہیں کہ شاید ایسا کرنا جرم ہے، محمد نے اللہ سے کہلوایا " مال غنیمت کے مزے لوٹو، سب جائز اور احسن ہے"

آیت 8:74 میں کہا گیا ہے، " اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور خدا کی راہ میں لڑایاں کرتے رہے اور جنہوں نے ہجرت کرنے والوں کوپناہ دی اور انکی مدد کی یہی لوگ سچے مسلمان ہیں اور انکےلئے خدا کے ہاں بخشش اور عزت کی روزی ہے۔" جو کوئی بھی محمد کے طرز تحریر(در حقیقت تلاوت کرنا کیرنکہ وہ ناخواندہ تھا) سے آشنا نہیں انکو حیرانگی ہوگی کہ لوٹ مار کرنے کے حکم کا اور خوف خدا کے حکم کا آپس میں کیا تال میل! وہ لوگ جو قرآن کو عربی میں پڑھتے ہیں انہوں نے یہ نوٹ کیا ہوگا کہ اس آیت میں ان الفاظ کا اضافہ شعری وزن پورا کرنے کیلئے ہے۔ محمد اکثر اسطرح کے الفاظ اور فقروں کا اضافہ کردیتا ہے جسکا کوئی موقع محل نہیں ہوتا جیسا کہ 'اللہ سے ڈرو'، ، اللہ بڑا رحیم ہے'، 'اللہ سب جانتا ہے اور عقل رکھتا ہے' وغییرہ وغیرہ محض فقروں کا وزن پورا کرنے کیلئے ہے وگرنہ اسکا کا کیا تک ہے کہ ایک طرف تو یہ کہ بیگناہ لوگوں کو لوٹو اور قتل کرو اور دوسری طرف اللہ سے ڈرو۔ اسطرح کے عمل سے کہ اللہ کو لوٹمار، نسل کشی اور زنا بالجبر جیسے کاموں میں ملوث کرکے محمد نے اپنے مقتدّیوں کا اخلاقی میعار گھٹایا ہے اور برائی کو تقدّس بخشا ہے۔ ایسی لوٹ گھسوٹ مقدّس ہو گئی، قتل و غارت متبّرک بن گئی اور سیاہ کاری کو حرمت مل گئی اور یہاں تک کہ اس کی شان و شوکت میں اضافہ ہو گیا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو یقین دلایا کہ جو لوگ اپنے ایمان کی خاطر جنگ کریں گے

انکو اس کا اجر ملیگا نہ صرف جنگ میں ہاتھ لگے مال غنیمت سے بلکہ اس کے گناہوں کی معافی کی صورت میں بھی۔

صدیوں پر محیط مسلمانوں کے متعدّد مظالم کے پیچھے یہی آیات کارفرما ہیں۔ امیر تیمور لنگ ---- تیمرلین (1336-1405) انتہائی بے رحم شخص تھا جو رہزنی کی بدولت شہنشاہ بن گیا، خود نؤشت سوانعمری کی ایک سرگزشت *'ہندوستان کے خلاف میری مہمات کی تاریخ'* میں لکھتا ہے:

میرے ہندوستان(انڈیا) آنے کا اصل مقصد، جس کیلئے یہ تمام مشکلات اور سختیاں برداشت کیں وہ دو کاموں کو سرانجام دینا تھا۔ اول یہ کہ اسلام دشمن کافروں سے جنگ، اور اس مذہبی جنگجوئی کے طفیل آخرت میں فلاح پانے کا حقدار بننا، اور دوم دنیاوی مقاصد؛ اسلامی افواج کو اس سے کچھ فائدہ ہو جائے گا، کفّار کی جو قیمتی اشیاء اور دولت ہاتھ لگے گی: جنگ جو مسلمان اپنے عقیدے کی خاطر کرتے ہیں اس میں لوٹ گھسوٹ اتنی ہی جائز ہے جتنا کہ مسلمان کیلئے ماں کا دودھ اور اسکا استعمال بالکل جائز بھی ہے اور شان و شوکت کا سبّب بھی۔

اگر ہم یہ فرض کر بھی لیں کہ لگ بھگ وہ 80 لوگ جو ہجرت کرکے آئے تھے انکو اصل میں اہل مکہّ نے زبردستی نکالا تھا کیسے جائز ٹھہراتا ہے کہ وہ تجارتی قافلوں پر حملے کریں۔ جو مال اسباب ان قافلے والوں کے پاس ہوتا تھا ضروری تونہیں کہ وہ انکا ہی تھا جن پر یہ الزام ہے کہ انہوں نے ہی انہیں دیس نکالا دیا تھا۔ اگر کسی شہر میں کوئی ایک یہ سوچتا ہے کہ اس شہر میں اس کے ساتھ ظلم ہوا ہے تو کیا یہ جائز ہے کہ وہ کسی بھی شہری سے اسکا بدلہ لے لے؟ اس

منطق کے تحت مسلمان بم دھماکوں کے ذریعے بیگناہ شہریوں کا خون کرتے ہیں۔ اگر ان کے ذہن میں آجائے کہ کوئی خاص ملک انکا دوست نہیں ہے تو وہ سمجھتے ہیں کہ اس ملک کے کسی بھی بیگناہ شہری کو مار کر حساب برابر کیا جاسکتا ہے۔ جو کچھ بھی مسلمان آجکل کر رہے ہیں اور دنیا کو مسمسے میں ڈالا ہوا ہے وہ ہے محمد کی ہو بہو تقلید۔

قرآن کی سورۃ 22 کی آیت 39 میں اللہ جہاد کی اجازت دیتا ہے۔ یہ وہی خاص آیت ہے جسکو اسامہ بن لادن نے امریکہ کو لکھے ہوئے خط میں بطور تمہید بیان کیا۔ کیا ہم سچ میں یہ کہہ سکتے اسلام کا اسلامی دہشتگردی سے کوئی تعلق نہیں؟

تشدد کی ترغیب

مدینہ میں ہجرت کر کے آنے والے صرف مٹھی بھر ہی تھے۔ ان یورشوں کو کامیاب بنانے کیلئے محمد کو مقامی مسلمانوں جن کو وہ "انصار" (مدد گار) کہتا تھا، کی بھی ضرورت تھی۔

اگرچہ اہل مدینہ نے اسلام اس لئےاسلام قبول نہیں کیا تھا کہ وہ تجارتی قافلوں پر حملہ آور ہوں، اللہ پر یقین ایک الگ چیز ہے۔ حملے کرنا، لوٹ ما ر اور قتل وغارت بالکل اور ہے۔ محمد سے پہلے مذہبی جنگیں عربوں کا معمول نہیں تھا۔ آجکل بھی، چند ایک مسلمان ہیں جواللہ پر یقین رکھتے ہیں مگر جہاد کے ذریعے دوسروں کا خون نہیں کرنا

چاہتے۔ اس طرح کے پیروکاروں کو قائل کرنے کیلئے محمد نے اللہ کے ذریعے یہ حکم دلوایا:

> **تم پر لڑنا فرض کردیا گیا ہے وہ تمہیں ناگوار تو ہوگا مگر عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو ۔ اور عجب نہیں کہ ایک چیزتم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے حق میں مضر ہو۔ خدا ہی بہتر جانتا اور تم نہیں۔**(قرآن2:216)

جلد ہی محمد کی کوششیں بار آورہوئیں۔ مال غنیمت اور آخرت میں جزاؤں کے وعدوں کے لالچ سے ورغلائے ہوئے بیوقوف مسلمانان مدینہ اس رہزنی اور لوٹ مار کی مہم میں بھی محمد کے ساتھ مل گئے۔ جیسے ہی فوج محمدی کی تعداد میں اضافہ ہوا، اسکی امنگ پروان چڑھی، رہزن نے فرماروا کا خطاب پانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے اپنے پیروکاروں کی" اللہ کی راہ پر" نہ صرف جنگ بلکہ جنگوں پر اٹھنے والے اخراجات برداشت کرنے کی بھی حوصلہ افزائی کی۔

> **اور خدا کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بیشک خدا نیکی کرنے والوں کودوست رکھتا ہے۔** (قرآن2:195)

ملاحظہ فرمائیے کس طرح محمد "اچھے کام "کولوٹ مار، دہشتگردی، اور قتل وغارت سے منسوب کرتا ہے۔ اخلاقی اقدار کی تروڑ مروڑ کی بدولت مسلمان اس قابل ہیں کہ وہ ضمیر کی قربانی دیں اور دوسرے گروہوں کے مقابلے میں موقع کی مناسبت اورسماجی مظلومی والی اخلاقیات کا سہارا لیں، اور وہی کھیل کھیلیں جس میں فائدہ ہو۔ تاہم کوئی بھی صورت حال جو مسلمانوں کے فائدے میں ہو اچھی ہے۔

محمد نے اپنے پیروکاروں کو اس پر ایمان رکھنے پر کہ روپے پیسے سے جنگی معاملات میں مدد کرنا عین عبادت ہے اور اسطرح کی دہشتگردی کے اقدام خدا کی رضا حاصل کرنے کیلئے بہترین اعمال ہیں، راضی کرلیا۔

اب جو مسلمان لڑنے کے قابل نہیں ہیں، اسلامی "خیرات" میں حصّہ ڈال کر اپنی ذمہ داری نبھاتے ہیں۔ ان "خیرات وصدقات" کا مقصد ہسپتال بنانا، یتیم خانے کھولنا، سکول اور اعلی تعلیمی ادارے بنانا نہیں بلکہ ان کے قیام کامقصد وسعت اسلام ، مساجد اور مدارس کا قیام، دہشتگردی کی تربیت، اور جہاد کی مالی معاونت ہے۔ اسلامی خیرات و صدقات سے غریبوں کی مدد صرف اپنی فہرستوں میں انکے اندراج کے ذریعے سیاسی مقاصد کا حصول ہے۔ لبنان میں حزب اللہ کیلئے اسلامی جمہوریہ ایران کی طرف سے وسیع مالی امداد ایک بہترین مثال ہے۔ ایرانی عوام آجکل غربت میں خوار ہو رہے ہیں۔ وہ خوش قسمت جو کام کرنے کے قابل ہیں، 100 امریکی ڈالر ماہانہ پرکام کرنے کر تیار ہیں۔ ان کو خوراک، کام کاج اور رہائش کی اشد ضرورت ہے۔ پھر کیوں وہ یہ رقم لیکر لبنانیوں کو دے دیں؟ مقصد یہ ہے کہ اسلام انکو میٹھا لگے اور وہ اسرآئیل کے خلاف جنگ میں اپنا نام درج کروا لیں۔

جب مسلمان جنگی مہمات کیلئے خاطرخواہ مال اکٹھا نہیں کر پاتے تھے تو محمد ان کو غصہ میں ڈانٹتا تھا:

اور تم کو کیا ہوا کہ خدا کے راستے میں تم خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانون اور زمین کی وراثت خدا کی ہی ہے،جس شخص نے تم میں سے فتح سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی وہ(اور جس نے یہ کام

پیچھے کئےوہ)برابر نہیں۔ ان کا درجہ ان لوگوں سے کہیں بڑھکر ہے جنہوں نے بعد میں خرچ اور جہادوقتال کیا اور خدا نے سب سے نیکی کا وعدہ تو کیا ہے اور جو کام تم کرتے ہو خدا ان سے واقف ہے۔ (قران57:10)

اس نے بڑی ہوشیاری سے وہ رقم جو مسلمان جنگ وجدال میں خرچ کرتے تھے اسے خدا کو دیئے گئے "قرض" کے عوض رہن کردیا، اور ان سے وعدہ کہ "خدا بمعہ سود" واپس کریگا۔

کون ہے جو خدا کونیک قرضہ دے اور وہ(اللہ) اسکو اس سے کئی گنا ادا کرے گا اور اس کیلئے(اس کے علاوہ) عزت کا صلہ(یعنی جنت) ہے۔(قرآن57:11)

اسی دوران جب محمد نے اللہ سے اسکے پیروکاروں کیلئے یہ کہلوایا کو جو اسکی جنگی مہمات کیلئے مال خرچ کریگا اسکو کتنا بڑا انعام ملیگا، وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ انہوں نے جو نذرانے دئیے ہیں اور دیگر قربانیوں کو لیکروہ خود ستائی شروع کردیں۔ قربانیوں کو اللہ کی جانب سے دی گئی توفیق سمجھنا تھا۔ یہ ایمان والوں کیلئے نعمت تھی جس پر انکو اللہ کا مشکور ہونا تھا نہ کہ اس کے برعکس:

جو لوگ اپنا مال اللہ کے رستے میں صرف کرتے ہیں پھر اسکے بعد نہ اس خرچ کااحسان رکھتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں۔ انکا صلہ انکے پروردگار کےپاس ہے اور قیامت کے روز نہ انکو کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(قرآن2:262)

انکو اس ہدائیت پر جنگ کیلئے آمادہ کرکے کہ کفّار کی گردنیں اڑا دیں، انکو اللہ کے ہاں بہترین اجر کی یقین دہانی کرا دی۔

جب تم کافروں سے بڑھ جاؤ تو انکی گردنیں اڑا دو، اور یہاں تک کہ جب انکو خوب قتل کرچکوتو(جو زندہ پکڑے جائیں انکو) مظبوطی سے قید کرلو، پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کے چھوڑ دینا چاہئیے یا کچھ مال لیکریہاں تک کہ فریق مقابل لڑآئی کے ہتھئیار رکھ دے یہ حکم یاد رکھو اور اگر خدا چاہتا تو انتقام لے لیتا لیکن اس نے چاہا کہ تمہاری آزمائش ایک کو دوسرے سے لڑوا کر کرے، اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے انکے عملوں کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔(قرآن47:4)

باالفاظ دیگر، اللہ کفّار کومسلمانوں کی مدّد کے بغیر بھی ہلاک کر سکتا لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ مسلمان ایسا کریں تاکہ انکے ایمان کی آزمائش ہو جائے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ(mafia godfather)مافیا گاڈفادر، غنڈوں کا سرغنہ ہے جو اپنے چیلوں کو قتل عام کا حکم دے کرانکی وفاداری کا امتحان کرتا ہے۔ اسلام میں اہل ایمان کا امتحان آخرکار اسی طرح ہی ہوتا ہے کہ وہ کسقدر خون کے پیاسے ہیں اور کتنی جلدی قتل کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ پھر اسنے کہا:

اورجہانتک ہو سکے(فوج کی جمعیّت کے) زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان کے مقابلے کیلئے مستعد رہو کہ اس سے خدا کےدشمنوں اور تمہارے دشمنوں اور ان کے سوا اور لوگوں پر جنکو تم نہیں جانتے اور خدا جانتا ہے ہیبت بیٹھی رہے گی اور تم جو کچھ خدا کی راہ میں خرچ کرو گے

اسکا ثواب پورا تم کودیا جائیگا اورتمہارہ ذرا نقصان نہیں کیا جائے گا۔ (قرآن8:60)

محمد نے محض وعدے ہی کئے کہ جس نے(اپنے مال و جان) سے کفّار سے جنگ کی اور اسکی نبوّت پر ایمان لائے انکوآخرت میں انبار در ابنار انعام و اکرام سے نوازا جائیگا۔ ان انعامات کی خصوصیات بتاتے ہوئے اس نے بہت فیاضی سے کام لیا اور اسراف کا ثبوت دیا۔ اس نے اعلان کیا کہ جنت میں ہر قسم کی نعمتیں ہونگیں لامتناہی جنسی نفس پرستی کے مواقع ہونگے۔ اور انکو، جو جنگ وجدل میں اسکی مالی امداد میں بخل سے کام لے رہے ہیں، ایک سخت عذاب جو انکا منتظر ہے سے خبردار کیا۔

مومنو! میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تم عذاب علیم سے مخلصی دے۔ خدا اور اسکےرسول پر ایمان لاؤ اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہےوہ تمہارے گناہ بخش دیگا اور تم کو باغہائے جنت میں نہریں بہہ رہی ہیں اور پاکیزہ مکانات میں جو بہشت ہائے جاودانی میں تیار ہیں داخل کرے گا۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔ (قرآن61:10-11)

(اہل جنت) ایسے بچھونوں پرجن کے استراطلس کے ہیں تکیہ لگائے ہوئے ہونگے ۔ اور دونوں باغوں کے میوے قریب جھک رہے ،توتم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤگے،ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہیں جن کو اہل جنت سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی جن نے، تو تم اپنےرب کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤگے۔ گویا وہ یاقوت اور مرجان، تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(قرآن55:53-55)

(جنت میں) باغ اور انگوراور ہم عمر نوجوان عورتیں اور شراب کے چھلکتے ہوئے گلاس۔(قرآن78:32-33)

خدا اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور جس مال میں اس نے تم کو اپنا نائب بنایا اسمیں سے خرچ کرو، جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور مال خرچ کرتے رہے ان کیلئے بڑا ثواب ہے۔ (قرآن 57:7)

آیت ھذا اوراس سے ملتی جلتی قرآنی آیات اس بات کو سمجھنا آسان بنا دیتی ہے کہ کیوں بہت سارے اسلامی مخیّرحضرات دہشتگرد تنظیوں کی مالی اعانت میں پکڑے گئے۔ کوئی بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو سکتا ہے کہ خیرات اور دہشتگردی باہم متضاد نظریات ہیں لیکن یہ فرق مسلمانوں کی سمجھ سے بالا تر ہے۔ مخیّرمسلمانوں کا مقصد اسلام اور جہاد کا پھیلاؤ ہے جو ہمارے نزدیک دہشتگردی ہے۔ ایک مسلمان کیلئے یہ ایک مقدّس جنگ ہے، ایک مذہبی فریضہ ہے اور اللہ کی نظر میں ایک انتہائی مستحسن اقدام ہے۔

اسلئے، اللہ کیلئے جنگ ایک حکم نامہ بن گیا ہے۔ تمام مسلمان اس کے پابند ہیں۔ محمد نے مہاجرین کوانتقام کا تقاضا کرتے ہوئے اپنے ہی لوگوں جن پر مسلمانوں پرظلم کرنے کا الزام تھا کے خلاف کھڑا کر دیا۔

> **اور ان لوگوں سے لڑتے رہویہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سب کا خدا ہی نہ ہو جائے۔ (قرآن 8:39)**

جب ان میں سے چند ایک پیروکارجو جنگ کرنے میں تامّل سے کام لے رہےتھے، اس نے انکو اپنے تابع کرلیا، اور ان پر ایک بہلانے والی "وحی" کے ذریعے یہ لازم کر دیا ،جس میں اللہ کی طرف سے

نئے حکمنامے جس میں یہ تمّبیح کی گئی کہ ان کی بدقسمتی ہوگی جو انکار کریں گے۔

اور مومن لوگ کہتے ہیں کہ کوئی سورۃ کیوننازل نہیں ہوتی؟ اور جب کوئی صاف معنوں کی سورۃ نازل ہو اوراس میں جہاد کا بیان ہو توجن لوگوں کے دلوں میں نفاق کامرض ہے تم انکو دیکھو کہ تمہاری طرف اسطرح دیکھنے لگیں جس طرح کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہورہی ہو سو ان کیلئے خرابی ہے۔ (قرآن 47:20)

اگر کوئی ایک چیز ان آیات میں نمایاں ہے تو وہ یہ ہے کہ اسلام کی تعریف اسطرح کی جا سکتی کہ یہ ایک جنگجوٴانا مذھب ہے۔ جبتک لوگوں کا یقین ہے قرآن خدا کا کلام ہے، اسلامی دہشتگردی پروان چڑھتی رہے گی ۔ جواسلام کے اندر رہتے ہوئے؛ اصلاحات، تحمل اور " مختلف تہذیبوں کے مابین گفت و شنید" کی بات کریں انکو قرآن کی حاکمیّت جتلا کر کہ قرآن کی رو سے کفـّار کے خلاف جہاد ایمان والوں پہ لازم ہے، خاموش کروا دیا جاتا ہے۔

تو(اے محمد) تم خدا کی راہ میں لڑو، تم اپنے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں ہو،اور مومنوں کو بھی ترغیب دو۔ قریب ہے کہ خداکافروں کی لڑائی کو بند کردے اور خدا لڑائی کے اعتبار سے بہت سخت ہے اور سزا کے لحاظ سے بہت سخت۔(قرآن 4:84)

انکو فتح کی یقین دہانی کرواتے ہوئے:

اور خدا کافروں کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دیگا۔(قرآن 4:141)

اور بہشتی جزاؤں کے وعدے:

جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور خدا کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرتے رہے خدا کے ہاں انکے درجے بہت بڑے ہیں، اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں-(قرآن 9:20)

مسلم علماء کی جنگ پر اکساہٹ کی یہ گونج ہر جگہ سنائی دیتی ہے۔ سعودی عرب کی صفّ اوّل کی ایک مذہبی شخصیّت ، ایک عظیم مفتی نے جہاد کی روح کے دفاع میں کہا یہ خدا کی طرف سے دیا گیا ایک حق ہے۔" ترویج اسلام کے مختلف پہلو ہیں، مخفی بھی اور ظاہر بھی، مکـّہ میں بھی اور مدینہ میںبھی۔" اسلام کے انتہائی مقدّس مقامات، شیخ عبدالعزیز الشیخ کے بیان کوسرکاری خبر رساں ایجنسی ایس پی اے(SPA) نے شائع کیا۔ اس نے کہا "تب خدا نے اپنے وفاداروں کواختیار دیا کہ اپنا دفاع کریں، اور ان کے خلاف جنگ کریں جو ان سے جنگ کرتے ہیں، جسکا مطلب ہے خدا کی طرف سے دیا گیا جائز حق، یہ ------ بالکل مناسب ہے اور خدا اس سے نفرت نہیں کریگا۔"

سعودی عرب کے سینئر ترین عالم دین نے وضاحت کی کہ جنگ کرنا محمد کا پہلا انتخاب نہیں ہوتا تھا، " اس تین اختیار دیئے، یہ کہ اسلام قبول کر لو، اطاعت قبول کرلو، جّزیہ دو تم کو اپنے ملک میں مسلمانوں کی زیرحفاظت رہنے دیا جائیگا" مفتی اعلی برحق ہیں، غیر مسلموں کے خلاف جنگ آخری حل تھا، اگر وہ اسلام قبول نہ کریں اور پرامن طریقے سے مسلم افواج کے سامنے ہتھیار نہ پھینک دیں۔ یہ محمد کی خوبی نہیں تھی۔ مصّلح ڈاکو بہت کم اپنے شکار پر تشدّد کریں گے جب وہ تعاون کررہا ہو۔ جرائم پیشہ لوگ اسی وقت طاقت کا استعمال کرتے ہیں جب انکو مزاحمت کا سامنا ہو۔

ازراہ عزر، پاکستان کے ایک انتہائی نمایاں عالم دین، جاوید احمد غامدی نے بذریعہ اپنے ایک شاگرد ڈاکٹر خالد ظہیر کے، اپنے اور میرے درمیان انٹرنیٹ پہ کئے گئے ایک مباحثے میں لکھا، " قرآن میں جان سے مارنے کے ممکنہ احکامات یا تو انکے لئے ہیں جوخود قتل کے مرتکب ہوئے ہوں، یا زمین پر فساد کررہے ہوں اور انکو واجب القتل ٹھرایا گیا ہو یا وہ لوگ جو اللہ کی واضع ہدایات کو سن لینے اور سمجھ لینے کے بعد انکار کریں اور دنیا میں رہنے کے قابل نہ ہوں" مسٹرغامدی میانہ روی کے قائل مسلمان ہیں۔ بہرحال، وہ اپنے مذہب کو بہتر سمجھتے ہیں کہ وہ جو اسلام کے منکر ہیں" اس دنیا میں مزید زندہ رہنے کے قابل نہیں ہیں" انکا قتل لازم ہے۔

یورشیں

مسلمان اکثر محمد کی "جنگوں" کو فخریا طورپر بیان کرتے ہیں۔ یہ فخر خواب خیالیوں پر مبنی ہے۔ محمد جنگوں سے گریزاں تھا۔ وہ گھات لگا کر حملے کرنے اور یورشوں کو ترجیح دیتا تھا اور اسطرح وہ اچانک اپنے شکار کو دبوچ لیتا تھا جب وہ حملے کیلئے تیار نہیں ہوتے تھے اور نہتھے ہوتے تھے۔

اپنی زندگی کے آخری 10 سالوں میں، جب وہ مدینے آچکا تھا، اس نے اپنے ساتھیوں میں اپنے آپ کو مظبوط پایا، اس نے 74 حملے کئے۔ ان میں سے کچھ تو خفیّہ قتل کی سازشوں سے ذرا اوپر تھے، اور باقی ہزاروں لوگوں پر مشتمل مہمات تھیں۔ ان میں سے 27 میں اس نے بنفس نفیس حصّہ لیا، انکوغزوآت کہا جاتا ہے۔ ایسے حملے جن کا اس نے اپنےآدمیوں کو حکم دیا مگر خود شرکت نہ کی سرایا کہلاتے ہیں۔

غزوہ اور سرایا دونوں کا مطلب؛ یورش، چھپ کر کئے گئے حملے اور اچانک دھاوا بولنا ہے۔

بخاری سے روآئت ہے ایک حدیث میں عبداللہ بن کعب نے کہا " جب کبھی بھی اللہ کے رسول کا غزوہ کا ارادہ ہوا، وہ اپنی نیّت کو چھپا کر دوسری طرف حملے کا اشارہ کرتا۔"

جب بھی محمد نے کسی جنگ میں حصّہ لیا، اپنے اردگرد ایک حصّار میں محفوظ اپنے دستے کے عقب میں رہا۔ کسی بھی مستند سوانح میں ہمیں یہ نہیں ملتا کہ محمد نے کبھی ذاتی طور پر لڑائی میں حصّہ لیا ہو۔

ایک جنگ میں جسکو *بےحرمتی والی جنگ* کہا جاتا ہے جو کہ مکّہ میں لڑی گئی محمد اپنے چچاؤں کے ساتھ تھا۔ اسوقت اس کی عمر 20 سال کے قریب تھی اوراس کی تمام تر کوششیں یہاں تک محدود رہیں کہ وہ جنگ بندی کے دوران دشمن کی طرف سے چلائے گئے تیروں کو اٹھا اٹھا کر اپنے چچاؤن کو پکڑاتا رہا۔ میؤر کی وضاحت کے مطابق، "تمام کیرئر کےدوران، وہ اصلی خوبیاں، جو پیغمبر کوامتیازی حیثیت دلوا سکتیں تھیں، جیسے جان لڑانا، جرآتمندانہ حربی اقدام، اسمیں ناپید تھیں۔"

 محمد اور اسکے ساتھیوں نے گھات لگا کر قصبوں اور دیہاتوں پر بغیر اطلاع حملے کئے، غیرمسلّح مکینوں پر ٹوٹ پڑے، جتنا بھی ہو سکا لوگوں کو ذبح کیا، اور مفتوح بستی کے لوگوں کے مال مویشی، ریوڑ، جنگی ہتھیار اوردیگر ملکیتوں کو، اور انکے بال بچوں کو بیویوں کو لوٹ کے مال کے طور پر قبضے میں لے لیا۔ حملہ آوروں نے بعض موقعوں پرعورتوں اور بچوں کو تاوان وصول کرنے کیلئے

استعمال کیا۔ کئی ساروں کو یا تواپنے پاس رکھ لیا یا غلام بنا کر بیچ دیا۔ ایک حملے سے متعلقہ ایک واقع درج ذیل ہے۔

> **پیغمبرنےاچانک بنومصطلق پراسوقت حملہ کیا جب وہ غافل تھے، انکے مویشی آبگاہوں پر پانی پی رہے تھے، جنہوں نے مقابلہ کیا ان کر مار دیا گیا اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا۔ پیغمبر کو اس دن جویریا ملی۔ نفی نے بتایا کہ یہ واقع اسکو عمر نے بتایا اور اس فوج میں ابن عمر بھی شامل تھا۔**

ایک مسلم وقائع نگار کے مطابق اس جنگ میں " 600 قیدی مسلمانوں کے ہاتھ لگے، اور مال غنیمت میں 2000 اونٹ اور 5000 بھیڑ بکریاں تھیں۔"

ساری دنیا کو اسوقت دھچکا لگتا ہے جب دہشتگرد بچوں کو مار دیتے ہیں اور مدافیعان اسلام فوری طور پر اعلان فرماتے ہیں کہ اسلام میں بچوں کا قتل منع ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد نے شب خونی کے دوران بچوں کے قتل کی اجازت دی۔

> **صعب بن جضاما کے ایما پر یہ بیان ہے کہ اللہ کے نبی(رحمتاللہ علیہ) سے جب کسی شب خون کے دوران مشرکین کی عورتوں اور بچوں کی ہلاکت کے بارے میں پوچھا گیا تو جواب تھا: یہ انہیں میں سے ہیں(انکےہیں)۔**

ان حملوں کے پیچھے محمد کا مقصد مال لوٹنا تھا۔ کافی تعداد میں ایسے ذرآئع جنکو تمام مسلمان معتبر تسلیم کرتے ہیں نے تصدیق کی ہے کہ محمد نے جیت کی غرض سے غیر اعلانیہ حملوں کو مفید سمجھا۔

ابن عون بتاتاہے: میں نے نفی کو یہ معلوم کرنے کیلئےلکھا کہ کیا جنگ سے پہلے ضروری ہے (غیرمسلموں) کو پہلے(اسلام) قبول کرنے کی دعوت دی جائے۔ (جواب میں) اس نے لکھا، میرے خیال میں اسلام کے شروع کے دنوں میں یہ لازمی تھا، اللہ کے پیغمبر(رحمتاللہ علیہھ) نے بنومصطلق پر حملہ کیا جب وہ اس سے آگاہ نہیں تھے، اور ان کے مویشی پانی پی رہے تھے، جنہوں نے مقابلہ کیا انکو مار دیا گیا اور باقیوں کو قید کرلیا گیا۔ اسی دن اس نےجویریا بنت الحارث کو اپنی تحویل میں لیا۔ نفی نے کہا یہ واقعہ اسکوعبداللہ بن عمر نے بتایا(کہ وہ خود) ان حملہ آوروں میں شامل تھا

شہریوں پر بزدلانہ حملوں کو جائز قرار دینے کی غرض سے مسلم تاریخ دانوں نے اپنے مخالفوں پر یہ الزام لگایا کہ وہ سازشوں میں مصروف تھے۔ تاہم یہ بعید از قیاس ہے کہ کسی عرب قبیلے کو مسلمانوں پر حملہ کرنے سے کوئی خاطرخواہ فائدہ ہو، جبکہ وہ ایک مظبوط رہزنوں کا ٹولا بن چکے ہوں۔ اسکے برعکس کئی قبیلوں نے مسلمانوں کے ساتھ نرم روّیہ اختیار کرتے ہوئے محفوظ رہنے کیلئے محمد کے ساتھ تحریری امن معاہدے کئے۔ بعد ازاں طاقتوربن جانے کے بعد محمد نے یہ معاہدے توڑ دیئے۔

جنسی بھوک

لوٹ مار کے تلاش میں سرگرداں لٹیروں کو ایسا کرنے سے صرف مال و دولت نہیں بلکہ جنسی تسکین کیلئے لونڈیاں بھی ملتی تھیں۔ جویریا ایک نوجوان خوبصورت عورت تھی جسکا خاوند بیدردی سے

قتل ہو چکا تھا، بمعہ اور مال کے وہ ایک مسلمان کے حصّے میں آئی، عائشہ محمد کی منظور نظر اور سب سے کم عمرزوجہ تھی (مسلم ذرآئع کے مطابق 6 سال کی عمر میں 51 سالہ محمد سے اسکی شادی ہوئی اور جب وہ 9 سال کی عمر کو پہنچی تو شب وصال کی تکمیل ہوئی) ان مہمات میں محمد کے ساتھ ہوتی تھی اور اس نے یہ بیان کیا:

جب پیغمبر نے- اس پر سلامتی ہو- بنو المصطللق والے قیدیوں کی بانٹ کی تو وہ (جویریا) ثابت ابن قیس والے حصّے میں تھی، وہ اپنے چچا زاد کی بیا ہتہ تھی جسکا جنگ میں قتل ہو گیا تھا. اس نے ثابت کے ساتھ ایک سودا کیا کہ اگر وہ اس کو آزاد کردے تووہ اسکو اس کے عوض سونے کے 9 سکّے دیگی. وہ بہت خوبصورت عورت تھی، جو کوئی بھی اسکو دیکھتا فریفتہ ہو جاتا. وہ پیغمبر-اس پر سلامتی ہو- کے پاس اس مسئلے کے حل لئے آئی . جیسے ہی میں نے اسکو اپنے کمرے کے دروازے پرآتے دیکھا، مجھے اسکا آنا برا لگا، میں جانتی تھی کہ وہ بھی اسکو اسی نظر سے دیکھے گا جس سے میں نے، وہ اندر چلی گئی اور اسنے بتایا کہ وہ کون ہے، وہ قبیلے کے سردار الحارث ابن ضرار کی بیٹی ہے. اس نے کہا، "تم دیکھ سکتے ہوکہ مجھے کس مقام پر لایا جارہا ہے. مجھے ثابت کے حصّے میں ڈالا جا دہا ہے. میں نے اسکو "تاوان" ادا کرکے خلاصی کی پیشکش کی ہے. اور اس معاملے میں آپکی مدد لینے آئی ہوں. اسنے کہا کیا تم اس سے بہتر کچھ چاہو گی؟ میں تمہارا قرض ادا کردیتا ہوں تم مجھ سے شادی کرلو، اس نے کہا "ہاں" ، "اور پھر یہ طے ہوگیا" اللہ کے پیغمبر نے جواب دیا.

اس واقعے کو جان لینے کے بعد کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی کہ کیوں محمد نے کثیر شادیاں کیں۔ اسنے اور اسکے ساتھیوں نے جویریا کے خاوند کو ایک ناحق حملے میں قتل کیا،وہ بنی مصطلق قبیلے کے سردار کی بیٹی تھی اور جائز طور پر شہزادی ہونے کی حقدار تھی، اسکا درجہ گھٹا کر اسے غلاموں میں شامل کرلیا گیا اور محمد کے پروردہ لٹیروں کے قبضےمیں آگئی۔ تاہم اسکی خوبصورتی کے سبّب نبی پاک نے اسے اس شرط پر کہ وہ اس سے شادی کرلے "آزادی " کی پیشکش کردی۔ کیا یہ آزادی ہے؟ کیا اس کے پاس اس سے علاوہ کوئی راستہ تھا؟ اگر محمد اسکو واقعی آزاد کر بھی دیتا تو وہ کہاں جا سکتی تھی۔

مدافیعان اسلام بضد ہیں کہ محمد کی بیشتر ازواج بیوہ تھیں۔ اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ اس نے ترس کھا کر شادیاں کیں۔ وہ اس چیز کو نظر انداز کردیتے ہیں کہ وہ "بیوائیں" جوان اور خوبصورت تھیں، اور وہ اسلئے بیوہ ہوئیں کہ محمد نے انکے خاوندوں کو قتل کر دیا تھا۔ جویریا اسوقت 20 سال کی تھی جبکہ محمد 58 سال کا۔ مسلم وقائع نگار یہ تسلیم کرتے ہیں کہ محمد نے صرف ان عورتوں سے شادیاں کیں جو جوان اور خوبصورت تھیں اورانکے بچے نہیں تھے۔ سعودہ کے علاوہ، محمد کی تمام ازواج 20 سال کی عمر کے اوپر نیچے تھیں۔ جبکہ وہ 50 اور 60 سال سے اوپر تھا۔ ایک مؤرخ طبری بیان کرتا ہے کہ محمد نے اپنی چچا زاد ہند بنت ابو طالب سے شادی کی درخواست کی اور جب اسنے بتایا کہ اس کا ایک بچہ بھی ہے تو اس نے ارادہ ترک کر دیا۔ اس کے علاوہ ایک عورت ضیاعہ بنت عامر کیلئے محمد نے شادی کی درخواست بھیجوائی، اس نے رضامندی ظاہر کردی مگر اس کی عمر کے بارے میں پتہ چلنے کے بعد اس نے اپنا ارادہ بدل لیا۔

جریر ابن عبداللہ نامی ایک مسلمان راوی نے کہا کہ محمد نے ایک دفعہ اس سے پوچھا" کیا وہ شادی شدہ ہے"؟ اس نے مثبت میں جواب دیا۔ تب محمد نے پوچھا " ایک کنواری یا بڑی عمر کی عورت سے؟" اس نے جواب دیا "میں نے بڑی عمر کی عورت سے شادی کی ہے"۔ پھر محمد نے کہا "تم نے کیوں ایک کنواری سے شادی نہیں کی، تم اس سے دلگی کرتے اور وہ تمہارے ساتھ"

اللہ کے نبی کیلئے عورت محض جنسی تسکین کا ذریعہ تھیں۔ انکے حقوق مال منقولہ سے زیادہ نہیں تھے۔ انکا کام اپنے خاوندوں کی دلجوئی اور بچے پیدا کرنا تھا۔

زنابالجّبر

محمد نے اپنے لوگوں کوحملوں کے دوران ہاتھ لگی عورتوں سے زنا کرنے کی اجازت دی۔ تاہم ان عورتوں کو تحویل میں لینے کے بعد مسلمان گومگو کا شکار ہو گئے۔ اپنا مطلب پورا کرنے کے بعد وہ انکو تاوان کے عوض واپس کرنا چاہتے تھے اسلئے وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ انکو حمل ہو جائے۔ ان میں سے چند عورتیں شادی شدہ تھیں، ان کے خاوند ان اچانک حملوں میں بچ نکلنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ حملہ آوروں نے عزل (انزال سے پہلے مباشرت کا خاتمہ) کی ممکنات کا جائزہ لیا۔ صیح طریقہ کار کے متعلق بے یقینی کے سبّب وہ رہنمائی کیلئے محمد کے پاس گئے۔ بخاری کہتا ہے:

ابو سعید نے کہا، "ہم اللہ کے رسول کے پاس گئے، غزوہ بنو المصطلق اور عرب قیدی عورتوں کے ساتھ، اپنے کنوارے پن کی سختیوں کے پیش نظر ہم نے چاہا کہ عزل سے کام لیں ۔ پھر جب ہم نے عزل سے کام لینا چاہا۔ ہم نے کہا ہم کیسے عزل کر سکتے ہیں جبتک ہم اللہ کے رسول، جو ہمارے درمیان موجود ہیں، سے پوچھ نہ لیں۔ ہم نے (اس) سے پوچھا اس کے بارے میں اور اس نے کہا، ' تمہارے لئے یہ بہتر ہے کہ ایسا نہ کرو، اگر کسی روح نے (روز محشر تک) آنا ہے تو وہ آکر رہے گی'

ملاحظہ فرمائیے! محمد نے جنگ میں پکڑی گئی عورتوں کے ساتھ زنا کاری سے منع نہیں کیا بلکہ یہ سمجھایا کہ اگر اللہ چاہے کہ اگر کوئی بچہ پیدا ہونا ہے تو اسکو کوئی نہیں روک سکتا۔ بالفاظ دیگر یہ ہے کہ مادہ تولید کے بغیر بھی بچے پیدا ہو سکتے ہیں۔ گویا محمد اپنے بندوں سے کہہ رہا ہے کہ عزل بے معنی ہے اور غلط ہے، یہ اللہ کے اٹل فیصلوں کو ٹالنے کے برابر ہے۔ محمد نے ان قیدی عورتوں کے ساتھ زبردستی تخم پاشی کے خلاف ایک لفظ نہیں بولا۔ اصل میں عزل پر تنقید کرکے اس نے زبردستی تخم پاشی کی حوصلہ افزائی کی۔

قرآن میں، محمد کے خدا نے غلام عورتوں کےساتھ ہم بستری کو جائز قرار دیا، نام نہاد "داہنے ہاتھ کی ملکیّت"۔ اگرچہ وہ پکڑی جانے سے پہلے شادی شدہ ہی کیوں نہ ہوں۔

جسمانی تشّدد

ابن اسحاق نے یہودیوں کے قلعے خیبر کی فتح کے بارے میں اپنے بیان میں بتایا کہ محمد نے بتائے بغیر قلعہ پر حملہ کیا اور نہتھے

لوگوں کو جو جان بچا کر بھاگ رہے تھے تہہ تیغ کردیا۔ پکڑے جانے والوں میں قنانا بھی تھا۔

بنونضیر کے خزانے کے محافظ قنانا الربّی کو رسول کے سامنے پیش کیا گیا جس سے پوچھ گچھ کی گئی۔ اس نے لا علمی کا اظہار کیا۔ ایک یہودی رسول کے پاس آیا(طبری کہتا ہے"لایا گیا")، اس نے بتایا کہ اس نے قنانا کو روزانہ صبح سویرے ایک کھنڈر کی طرف جاتے ہوئے دیکھا ہے۔جب رسول نے قنانا سے کہا، "تم جانتے ہو اگر ہمیں پتہ چل گیا کہ(خزانہ) تمہارے پاس ہے تو میں تمہیں قتل کر دونگا" اس نے کہا "ہاں". رسول نے حکم دیا کہ کھنڈر کی کھدائی کی جائے تو تھوڑا سا خزانہ برآمد ہؤا۔ جب اس سے باقی کے خزانے کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے ایسا کرنے سےانکار کردیا۔ توپھر رسول نے الزبیرالعوّام کواسوقت تک جسمانی تشدّد جاری رکھنےکا حکم دیا جبتک یہ وہ سب کچھ باہر نہ لے آئے جوکچھ اسکے پاس ہے۔ لھذا اس نے اسکی چھاتی پر چقماق اور لوہے کی مدد سے آگ جلا دی، یہاں تک کہ وہ مرنے والا ہو گیا۔ اس کے بعد اسکو رسول نے محمدبن مصلمہ کے سپرد کر دیا۔ اس نے اسکا سر تن سے جدا کردیا اور اسطرح اسنے اپنے بھائی محمود کے قتل کا بدلہ لے لیا۔

اس دن جب محمد نے اذیّتیں دے کر جوان قنانہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اسکی سترہ سالہ بیوی کو جنسی تسکین کیلئے اپنے خیمے میں لے گیا۔ دو سال قبل اس نے اس کے باپ ، بشمول یہودی قبیلے بنی قریضہ کے دو نوجوان لڑکوں کے ، کاسرقلم کردیا تھا۔ ابن اسحاق لکھتا ہے:

یکے بعد دیگرے محمد نے یہودیوں کے قلعوں پر قبضہ کر لیا اور قیدیوں کو ساتھ لے گیا، ان میں خیبر کے سردار قنانہ کی بیوی صفیّہ اوراس کی چچا زاد بہنیں بھی تھیں۔ رسول نے صفیّہ کو اپنے لئے چن لیا۔ باقی قیدیوں کودوسرے مسلمانوں میں بانٹ دیا گیا۔ بلال صفیّہ کو لیکررسول کے پاس آیا۔ راستے میں کئی یہودیوں کی لاشیں تھیں۔ صفیہ کی ساتھی عورتوں نے ماتم کیا اور انکے سروں پر مٹی بکھیری۔ جب اللہ کے رسول نے یہ نظارہ دیکھا اس نے کہا 'ان چڑیلوں کو میرے سامنے سے ہٹا دو'۔ لیکن اس نے صفیّہ کو رکنے کیلئے کہا۔ اور اسکو اپنی ردا(چوغا) اوڑھا دی۔ تاکہ مسلمانوں کو علم ہوجائے کہ اس نے اسے اپنے لئے چن لیا ہے۔ رسول نے یہ کہتے ہوئے بلال کی سرزنش کی، 'کیا تمہارے اندر ترس ختم ہو گیا ہے جو عورتوں کو انکے خاوندوں کی لاشوں کے درمیان سے گذارتے ہو؟'

بخاری نے بھی محمد کے ہاتھوں فتح خیبر اور صفیّہ سے زنا سے متعلق چند احادیث بیان کی ہیں۔

انس نے کہا جب رسولاللہ نے خیبر فتح کیا۔ ہم نے وہاں پر نماز فجر ادا کی(صبح ہونے سے پہلے) جب ابھی اندھیرا تھا۔ پیغمبر بھی سواری پر تھا اور طلحہ بھی اور میں ابو طلحہ کے پیچھے سوار تھا۔ پیغمبر بستی کی گلیوں میں سے تیزی سے گذرا اور میرا گھٹنا محمد کی ران کو چھو رہا تھا۔ اس نے اپنی ران سے کپڑا ہٹادیا تو میں نے پیغمبر کی ٹانگ کی سفیدی دیکھی۔ جیسے ہی وہ شہر میں داخل ہؤا اسنے کہا 'اللہ اکبر!' خیبر تباہ ہو گیا۔ جب ہم کسی قوم کے پاس پہنچیں جسکو خبردار کیا گیا ہو انکی

صبحیں بری ہونگیں ۔اسنے یہ تین بار دھرایا۔ لوگ اپنے کاموں سے باہر نکل آئے اور ان میں سے کچھ نے کہا، محمد (آگیا)'، (ہمارے کچھ ساتھیوں نے اضافہ کیا 'اپنی فوج کے ہمراہ')، ہم نے خیبرفتح کر لیا، قیدی قابو کر لئے، اور مال غنیمت اکٹھا کر لیا۔

ضیا آیا اورکہا، " یا رسولاللہ ، قیدیوں میں سے ایک باندی مجھے چاہئے" پیغمبر نے کہا" جاؤ اور کوئی ایک باندی لے جاؤ"۔ وہ صفیّہ بنت ھویائی کو لے گیا۔ محمد کے پاس ایک شخص آیا اور کہا، 'یا رسولاللہ آپ نے صفیّہ بنت ھویائی کو ضیا کو دے دیا، وہ تو قریضہ اورنضیر قبیلوں کی سردارنی ہے، وہ آپ کے علاوہ کسی کے لئےنہیں ہے۔ محمد نے کہا ' ان دونوں کو میرے پاس لاؤ' ضیا اور وہ دونوں آئے ، جب محمد نے اسے دیکھا، اسنے ضیا سے کہا' اس کے علاوہ قیدیوں میں سے کوئی اور باندی لے جاؤ' اس نے مزید کہا ' پیغمبر نے اسے غلامی سے آزاد کردیا اور اس سے شادی کرلی۔

ثابت نے انس سے پوچھا، 'او ابو حمزہ نبی نے اسکو حق مہر میں کیا دیا؟' اس نے کہا، ' اس کا اپنا نفس ہی اسکا حق مہر تھا کیونکہ محمد نے اسے غلامی سے آزاد کرکے اس سے شادی کی تھی' انس نے مزید کہا راستے میں اسے ام سلیم نے اسکو شادی والا(رسمی) لباس پہنایا اور رات کو اس کو دلہن کے طور پر نبی کے پاس بھیج دیا۔'

محمد کے ایک ساتھی انس نے ایک حدیث بیان کی ہے جس میں اس نے یاد دلایا، عرب قبیلے کے 8 لوگوں پر مشتمل ایک گروہ محمد کے

پاس آیا اور مدینہ کی آب وہوا کو غیر موزوں قرار دیا۔ محمد نے اونٹوں کےپیشاب کو بطور دوا تجویز کیا۔ اور شہر کے باہر اونٹوں کے نگہبان کے پاس بھیج دیا۔ ان لوگوں نے اونٹوں کے نگہبان کو قتل کر دیا اوراونٹوں کو لیکر فرار ہو گئے۔ جب محمد کو پتا چلا اس نے لوگوں کو انکا پیچھا کرنے کو کہا، پھر اس نے انکے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے، اور لوہے کی گرم سلاخوں سے انکی چھیدوا دیں اور انکو ریگزاروں میں سسک سسک کر مرنے کیلئے چھوڑ دیا۔ انس نے کہا انہوں نے پانی مانگا اور کسی نے انکو پانی نہیں دیا جبتک وہ مر نہیں گئے۔

ان عربوں نے چوری کی تھی اور قتل کیا تھا اور ان پر سزا واجب تھی۔ مگر اسقدر جسمانی تشدّد کیوں؟ کیا محمد بھی وہی کچھ نہیں کر رہا تھا؟ محمد نے یہ اونٹ کہاں سے لئے تھے؟ کیا وہ چوری کے نہیں تھے؟ کیا اسنے لوگوں پر حملے نہیں کئے، انکو مارا اور لوٹا نہیں؟

یہی دوہرے معیار مسلم دنیا کے خوائص ہیں جب سے انکا قیام عمل میں آیا۔ سنہری اصول والا نذریعہ اور دیانتداری مسلمانوں کی نفسیات سے غائب ہیں۔ جب وہ غیر مسلم ممالک میں ہوتے ہیں تو تمام مراعات مانگتے ہیں۔ اور جن ملکوں میں وہ اکثریت میں ہیں وہاں یہ غیرمسلموں کو بنیادی انسانی حقوق دینے سے انکاری ہیں۔ انتہائی خلوص سے اس پر انکا ایمان ہے کہ چیزوں کو اسی طرح سے ہونا چاہئے۔

اگلی کہانی پڑھ کر آپکا خون کھولنے لگے گا۔

اللہ کے رسول نے زید (منہ بولا بیٹا) کو وادئ قراد بھیجا جہاں اس کا سامنا بنو فزارہ سے ہؤا۔ اس کے چند ساتھی مارے گئے اور زید کو

زخمی حالت میں اٹھا کر لایا گیا۔ ورد کو بنو بدر نے قتل کردیا۔ جب زید ہوش میں آیا تو اس نے قسم کھائی کہ جب تک وہ فرازہ پر حملہ نہ کرلے اس کے سر سے خون نہ دھویا جائے۔ جب وہ صحتیاب ہوگیا تو محمد نےاسے ایک فوج کے ہمراہ فزارہ والا معاملہ طے کرنے کیلئے بھیجا۔ قرا کے مقام پر اسکی ان سے مڈبھیڑ ہوئی۔ اس نے بہت سے لوگوں کو مار دیا اور امّ قرفاہ کو قیدی بنا لیا۔ اس نے امّ کی بیٹیوں میں سے ایک اور عبدﷲ بن مسعدہ کو بھی قیدی بنا لیا۔ زید بن حارثہ نے قیس کو حکم دیا کہ وہ امّ کو مار دے۔ اس نے اسے بڑی بیدردی سے قتل کیا۔ اس نے اس کی دونوں ٹانگیں دو اونٹوں سے رسّی کے ساتھ باندھ دیں اور انہوں نے اسے دو ٹکڑے کردیا۔

امّ قرفا کی بیٹی کے ساتھ کیا ہؤا:

یہ روئیداد سلمہ (بن الاکوا) کے ایماء پر بیان کی گئی ہے جس نے کہا: ہم نے فزارہ سے جنگ کی اور ابوبکر ہمارا کمانڈر تھا۔ اسکو اللہ کے پیغمبر نے اس کام پر مامور کیا تھا۔ ابھی جب ہم دشمن کے آبی ذخیرے سے ایک ساعت کے فاصلے پر تھے ابوبکر نے ہمیں حملہ کرنے کا حکم دیا۔ ہم رات کے پچھلے پہر آرام کرنے کیلئے رکے اور پھر ہم نے چاروں اطراف سے ان پر حملہ کردیا اور انکے آبی ذخیرے کے پاس پہنچ گئے اور پھر وہاں ان سے جنگ ہوئی۔ دشمن کے کچھ لوگ مارے گئے اور کچھ کو قیدی بنا لیا گیا۔ میں نے عورتوں اور بچوں کا ایک گروہ دیکھا۔ مجھے ڈر تھا وہ مجھ سے پہلے پہاڑپر نہ پہنچ جائیں۔ اسلئے میں نے انکے اور پہاڑ کے درمیان ایک تیر پھینکا۔ جب انہوں نے تیر دیکھا وہ رک گئے۔ پھر میں نے انکو گھیرے میں لے لیا اور ساتھ لے آیا۔ ان میں ایک عورت تھی جس کا تعلق بنوفزارہ سے تھا۔ اس

نے چمڑے کا کوٹ پہنا ہؤا تھا۔ اس کے ساتھ اسکی بیٹی تھی جو عرب کی ایک خوبصورت ترین لڑکی تھی۔ میں انکو اپنے ہمراہ ابو بکر کے پاس لے آیا جس نے اس لڑکی کو انعام کے طور پر مجھے بخش دیا۔ پھرہم مدینہ پہنچے۔ میں نے ابھی تک اسکے کپڑے نہیں اتارے تھے کہ جب اللہ کا رسول مجھے راستے میں ملا اور اس نے کہا: او سلمہ یہ لڑکی مجھے دے دو۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول یہ لڑکی میرے من کو بھا گئی ہے اور میں نےابھی تک اسکے کپڑے بھی نہیں اتارے۔ اور اگلے روز اللہ کا پیغمبر پھر مجھے رستے میں ملا اور کہا: یہ لڑکی مجھے دے دو اللہ تمہارے باپ پر کرم کریگا۔ اے اللہ کے پیغمبر یہ لڑکی تمہارے لئے ہے اور اللہ کی قسم میں نے ابھی تک اسکے کپڑے نہیں اتارے۔ اللہ کے پیغمبر نے اس لڑکی کو بطور تاوان اہل مکہ کے حوالے کردیا اور بہت سے مسلمان قیدیوں کو رہا کروا لیا۔

یہ کہانیاں قرآن کے عین مطابق ہیں:

جو لوگ خدا اور اسکے رسول سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں انکی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیئے جائیں، سولی پر چڑھا دیئے جائیں یا انکے ایک ایک طرف کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ملک سے نکال دیئے جائیں۔ یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کیلئے بڑابھاری عذاب ہے۔ (قرآن 5:33)

خفیّہ اقتال

آج کے دن تک، بہت سے مسلمان اس پر یقین رکھتے ہیں کہ ناقدّین اسلام سے نپٹنے کا ایک ہی طریقہ ہے ، وہ ہے انکا قتل۔ 1989ء خمینی نے ایک فتوی (مذہبی حکمنامہ) دیا کہ سلمان رشدی کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے کیونکہ اس نے ایک کتاب 'شیطانی آیات' لکھی ہے جس پرچند لوگوں کا خیال ہے کہ وہ توہین اسلام ہے۔ چند لوگ خمینی کو مسترد کرتے ہیں اور اسکو انتہا پسند ہونے کا الزام دیتے ہیں۔ حیرانگی کی بات ہے کہ بہت سارے لوگ (خمینی) کی بجائے رشدی کواسلام کی "نزاکت" سے "بے حسّی" کا الزام دیتے ہیں۔ 14 فروری2006ء کے دن، ایرانی خبررساں ایجنسی نے رپورٹ کیا کہ یہ فتوی مستقل طور پر موجود ہے۔

آغاز سے ہی، ایران کی اسلامی طرزحکومت منظم طریقے سے اپنے مخالفین کو قتل کرکے انکا صفایا کررہی ہے، خواہ وہ ایران میں مقیم ہیں یا دوسرے ممالک میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اس طریقے سے سینکڑوں اختلاف رائے رکھنے والوں کوموت کے گھاٹ اتار دیا گیا، بشمول ڈاکٹر شاپور بختیارجو ایک سچّا جمہوریّت پرست اور شاہ کا لگایا ہؤا آخری وزیر اعظم تھا۔

بہت سے لوگ اس سےلا علم ہیں کہ قتل کی وارداتوں کا یہ طریقہ کار محمد نے اپنے مخالفین کی سرکوبی کیلئے اپنایا ہؤا تھا۔ آج کے مسلمان قاتل بھی محض وہی طریقہ استعمال کررہے ہیں۔

کعب بن اشرف بھی محمد کا ایک کشتہ ستم تھا۔ مسلم مؤرخین کے مطابق وہ ایک خوبرو نوجوان تھا اورمدینے میں بسنے والے ایک

یہودی قبیلے بنو نضیرکا ایک سردار اور ایک باصلاحیت شاعرتھا۔ ایک اور یہودی قبیلہ بنو قینقاع جسکومحمد نے مدینہ سے خارج کر دیاتھا اسکے پیش نظر وہ اپنے لوگوں کو مسلمانوں سے محفوظ رکھنے کے انتظامات کیلئے مکہ گیا۔ اسنے نظمیں کہئیں جن میں اہل مکہّ کی بہادری اوروقار کی تعریف کی۔ محمد کو جب پتا چلا تو وہ مسجد چلا گیا اور نماز کے بعد کہا:

کون ہے جو کعب بن اشرف کو قتل کرے گا جس نے اللہ اور اسکے رسول کا تقدّس پامال کیا۔ اس پر محمد بن مسلمہ یہ کہتے ہوئے کھڑا ہو گیا، ' یارسولاللہ! کیا آپ پسند کریں گے کہ میں اسکو قتل کردوں' ۔ رسول نے کہا 'ہاں'۔ محمد بن مسلمہ نےکہا 'تو مجھے ایک(جھوٹ) بات کی(کعب کو دھوکا دینے کیلئے) اجازت دیں'۔ رسول نے کہا ' تم کہہ سکتے ہو'۔ پھر محمد بن مسلمہ کعب کے پاس گیا اور کہا ' وہ شخص (یعنی محمد) صدقہ (زکواۃ اور خیرات) کا ہم سے مطالبہ کرتا ہے اور ہمیں تنگ کیا ہوا ہے۔ اور میں تم سے کچھ ادھار لینے آیا ہوں۔ اس پرکعب نے کہا 'اللہ کی مدد سے تم اس سے تنگ آجاؤ گے!'۔ محمد بن مسلمہ نے کہا ' اب چونکہ ہم اسکے پیچھے لگ چکے ہیں، اور اسوقت تک اس کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے جبتک ہم اسکا انجام نہ دیکھ لیں۔ اب ہم یہ چاہتے کہ تم ہمیں کھانے کی اشیاء سے لدے ہوئے ایک یا دو اونٹ ادھار دے دو'.............. محمد بن مسلمہ اور اسکے ساتھی نے کعب سے وعدہ کیا محمد (بن مسلمہ) یہ واپس کر دیگا۔ وہ کعب کے پاس اس کے رضائی بھائی ابو نائلہ کے ہمراہ رات کے وقت آیا۔ کعب نے اسکو اپنے قلعے میں آنے کو کہا اور نیچے اتر کر ان کے پاس چلا گیا، اسکی بیوی نے

اس سے پوچھا ' اسوقت تم کہاں جارہے ہو؟ کعب نے جواب دیا 'کہیں نہیں، محمد بن مسلمہ اور میرا رضائی بھائی ابو نائلہ آے ہیں'. اسکی بیوی نے کہا ' مجھے ایسے سنائی دیا جیسے اسکا خون بہھ رہا ہے'. کعب نے کہا 'وہ اور کوئی نہیں میرا بھائی مسلمہ ابن محمد اور دودھ شریک بھائی ابو نائلہ ہے، رات کے وقت ایک سخی کو چاہئے کہ بلائے جانے پر جواب دے خواہ اس کی موت ہی کیوں نہ اس کو بلا رہی ہو'......... توپھر مسلمہ ابن محمد دو لوگوں کے ہمراہ اندر داخل ہؤا، اس نے کہا 'جب کعب آئیگا میں اسکے بال چھوئنگا اور سونگھوں گا، اور جب تم دیکھ لو کہ میں نے اسکا سر قابو کر لیا ہے. اسکے کپڑے اتار دینا، میں اسکا سر سونگھنے میں مدد کرونگا'. کعب بن الاشرف چادر لپیٹ کر نیچے آیا، خوشبو میں معطّر. محمد بن مسلمہ نے کہا 'میں نے اس سے پہلے اس سے اچھا عطر کبھی نہیں سونگھا'. کعب نے جواب دیا 'میرے ہاں ایک ایسی عرب عورت ہےجو یہ جانتی ہے کہ کیسے اس عمدہ ترین خوشبو کا استعمال کرنا ہے.' محمد بن مسلمہ نے کعب سے درخواست کی 'کیا تم مجھے اپنا(سرسونگھنے) کی اجازت دو گے؟' کعب نے کہا 'ہاں'. جب محمد نے مظبوطی سے اسکو پکڑ لیا اس نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا 'اس پر وار کرو!' تو انہوں نے اسکو قتل کر دیا اور پیغمبر کے پاس جاکراس کو مطلع کر دیا. (ابو رفعی) کو بھی کعب بن الاشرف کے بعد قتل کر دیا.

اللہ کے رسول نے نہ صرف قاتلانہ سازشوں کی حوصلہ افزائی کی بلکہ دھوکہ د ہھی اور غداری کی بھی حمایت کی. ابو عفک نامی ایک بوڑھا شخص جسکی عمر 120 سال بتائی جاتی ہے وہ بھی ایسی ہی

وارداتوں کا شکار ہؤا۔ وہ شاعری کرتا تھا، کچھ نظموں میں اس نے ان لوگوں کیلئے رنج و غم کا اظہار کیا جو محمد کے پیروؤ بن گئے تھے۔ اس نے لکھا کہ محمد ایک دیوآنہ ہے اور تک بندی سے حرام اور حلال کا فرق لوگوں کو بتاتا ہے اور اس نے لوگوں کو ذھنی طور پر اپنا غلام بنا لیا ہے اور وہ ایک دوسرے کے دشمن ہوگئے ہیں۔ ابن سعد اس قصّے کو یوں بیان کرتا ہے:

شوال(کے مہینے) کے شروع میں، سن ہجری(مکہ سے مدینہ ہجرت 622ء) رسولاللہ کی ہجرت کا بیسواں مہینہ تھا جب سالم ابن عمیرالعمری بمقابلہ ابوعفک والا سرایا وقوع پذیر ہوا۔ ابو عفک کا تعلق بنو امر ابن عوف سے تھا۔ وہ ایک بوڑھا شخص تھا جو 120 سال کا تھا، وہ ایک یہودی تھا اور لوگوں کو رسولاللہ کے خلاف بھڑکایا کرتا تھا اور (طنزیہ) نظمیں (محمد کے بارے میں) کہا کرتا تھا۔

اشکبار سالم ابن عمیر، جس نے جنگ بدر میں بھی حصہ لیا تھا، کہا، 'میں قسم کھاتا ہوں کہ میں یا تو ابوعفک کو مار دونگا یا اس کے سامنے مرجاؤنگا' اسنے موقع کا انتظار کیا جب گرمیوں کی ایک رات ابو عفک کھلی جگہ سویا۔ سالم ابن عمیر کو علم تھا، اسنے اس کے جگر پر تلوار رکھ کر زور لگایااور تلوار اسکے پار بستر تک پہنچ گئی۔ اللہ کا دشمن چّلایا اور وہ لوگ جو اسکے پیروکار تھے اس کے بستر کے پاس بھاگے آئے اور اٹھا کر اندر گھر میں لے گئے اور مٹی میں دفن کر دیا۔

اس بوڑھے شخص کا "جرم" محض یہ تھا کہ اس نے محمد پر تنقیدی اور طنزیہ فقرے کسے۔

پانچ چھوٹے بچوں کی ماں، عصما بنت مروان نامی ایک یہودی عورت نے جب یہ سنا وہ اتنی غمزدہ ہوئی کہ اس نے مدینے کے لوگوں کو کوسنے کیلئے ایک نظم کہی جو اس اجنبی کے بارے میں تھی جس نے مدینے کے لوگوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا جسکی وجہ سے ایک بزرگ قتل ہو گیا۔ دوبارہ محمد منمبر پر چڑھ گیا اور پکارا:

"کون ہے جو مجھے مروان کی بیٹی سے نجات دلوائے گا؟" عمیر بن عدی الخاطمی جو اسکے ساتھ تھا اس نے سنا اور وہ اسی رات اسکے گھر گیا اور اسکو قتل کر دیا اور صبح کے وقت رسول کے پاس آیا اور بتایا جو کچھ اس نے کیا تھا۔ اور اس(محمد) نے کہا، 'تم نے اللہ اور اللہ کے رسول کی مدد کی یا عمیر!' جب اس نے یہ پوچھا کہ اسکو اسکا کوئی برا انجام تو نہیں بھگتنا پڑے گا، تو پیغمبر نے کہا ' دو بکریاں بھی اس کے بارے میں سر نہیں ٹکرآئیں گیں۔'

عصما کے قتل پر تعریفی کلمات سننے کے بعد قاتل اسکے بچوں کے پاس گیا اور قتل کے بارے میں ڈھینگیں ماریں اور ان چھوٹے بچوں اور تمام برادری پر طعنہ زنی کی۔

اب، اس دن جب بنت (دختر) مروان والا معاملہ سامنے آیا، بنو خطما میں بڑی ہلچل پیرا ہوگئی تھی۔ اس کے پانچ بچے تھے۔ اور جب عمیر رسول کی طرف سے ان کے پاس آیا، اس نے کہا 'میں نے بنت مروان کو مار دیا اور خطما کے بیٹو! میرا سامنا کرو اگر کرسکتے ہو، مجھے اس کے انتظار میں نہ رکھو۔' وہ

پہلا دن تھا جب بنو خطما اسلام سے مغلوب ہو گئے۔ ان سے پہلے جو مسلمان تھے انہوں نے اس حقیقت کو مخفی رکھا۔ ان میں سے پہلا شخص جس نے اسلام قبول کیا تھا وہ عمیر بن عدی جسکو "قاری" کہا گیا اور عبداللہ بن عوث اور خزیامہ بن ثابت ۔ جس دن سے بنت مروان قتل ہوئی اسکے بعد بنو خطمہ کے لوگ مسلمان ہو گئے کیونکہ انہمں نے اسلام کی طاقت دیکھ لی تھی۔

اس غارتگری کے بعد، مدینے کے مسلمان بہت شیخی خورے، گھمنڈی اور اور حکومتی تمکنت کے حامل ہو گئے تھے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے مخالفوں کے دلوں پر اپنی دھاک بٹھا دی تھی۔ انہوں نے یہ پیغام دیا کہ انکی مخالفت یا تنقیدکامطلب ہے موت۔ یہ عین وہی طریقہ کار ہے جو مسلمان آجکل استعمال کر رہے ہیں، صرف دھمکانا ہی انکا مقصد ہوتا ہے۔ وہ اپنے نبی کی قائم کردہ مثالوں اور نمونوں کا اتباع کرتے ہیں، جسکو وہ عظیم ترین حکمت ساز تصوّر کرتے ہیں۔ وہ ہیبت کا حصار قائم کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ دہشتگردی کے ذریعے اپنی بالا دستی قائم کر سکیں۔

مسلمان دہشتگردوں کے ذہن میں اس حکمت عملی سے کامیابی کے امکانات کسی شک و شبہ سے بالا ترہیں۔ ان کے نزدیک، قرآنی احکامات "کفـّار کے دلوں پر اپنی دھاک بٹھا دو" فتح کا یقینی راستہ ہے۔ محمد کو اسنے کامیابی دی۔ اسنے خودستائی کی " میں دہشتگردی کی وجہ سے کامیاب ہؤا" یہ سپین میں بھی کامیاب ہوئی جب دہشتگردوں نے 11 مارچ 2004 ء کو ٹرین میں سوار 200 لوگوں کودھماکے سے اڑا دیا اور اسکے جواب میں سپینیوں نے ایک

سوشلسٹ کو حکومت بنانے کیلئے ووٹ دیئے تاکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ صلح صفائی پر مبنی پالیسی بنائے۔

محمد اور اسکے نظریات کے وارثوں کی کامیاب مثالوں کی وجہ سے دہشتگرد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ حکمت عملی ہر وقت ہر جگہ کامیاب رہے گی۔ یہ اسوقت تک جاری رہے گی جبتک وہ دنیا فتح نہیں کر لیتے یاانکے خلاف ایک بڑی طاقت ان کے اس خیال کو غلط ثابت نہیں کر دیتی۔

اسلامی دنیا بیمار ہے، اس حقیقت سے انکار کہ اس کی وجہ اسلام نہیں ہے دور اندیشی کی بات نہیں ہو گی۔ کافی حد تک ہر جرم اور غیر انسانی افعال جن کا ارتکاب مسلمان کرتے ہیں، محمد کے الفاظ اور کارنامے ہیں جو ان محرکات کو جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ ایک تکلیف دہ حقیقت ہے، بصد افسوس، بہت سوں کو یہ نظر نہیں آتی۔

نسل کشی

یثرب میں اور اسکے آس پاس تین یہودی قبیلے؛ بنو قینقاع، بنی نضیر اور بنو قریظہ آباد تھے۔ جیسے اوپر بیان کیا گیا ہے وہ یہاں کے اصل باشندے تھے۔ پہلے پہل محمد نے سوچا کہ چونکہ اسنے شرک(کثرت پرستی) کی مخالفت کی ہے اور اہل کتاب پیغمبروں سے اپنا ناطہ جوڑا ہے اسلئے یہودی جوک درجوک اسکی پیروی میں آجائیں گے۔ قرآن کے شروع کے ابواب موسی اور دوسری مقدّس کتابوں سے متعلقہ داستانوں سے بھرے پڑے ہیں۔ شروعاتی طور پر محمد نے دھوکے سے یہودیوں کی وفاداری حاصل کرنے کیلئے بیت المقدس(یروشلم) کی طرف رخ کر کے نمازوں کی ادائیگی کی۔ مسلم سکالر ڈبلیو۔این۔

عرفات لکھتا ہے " عمومی اعتبار سے مانا جاتا ہے کہ محمد کو امید تھی کہ یثرب کے یہودی بحیثیت ایک الہامی مذہب کے ماننے والوں کے وہ نئے وحدانیت پر مبنی مذہب اسلام کو جلد سمجھ لیں گے۔" تاہم، اسکی ہمت توڑتے ہوئے، یہودیوں نے قریش کی مانند اسکی پکار پر کان نہیں دھرے۔ اس کے بعد جب اسکی امیدوں پر پانی پھر گیا اور اسکا صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، وہ انکا دشمن ہو گیا۔ یہودیوں کو کوئی جلدی نہیں تھی کہ اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر محمد کے نئے مذہب کو قبول کر لیتے۔ ان کے انکار نے اسکو غصّہ دلا دیا اور وہ بدلہ لینے پر تل گیا۔ ابو عفک اور عصما کا قتل تو صرف یہدیوں کے ساتھ دشمنی کے آغاز کا اظہار تھا۔ تجارتی قبیلوں کی کامیاب لوٹ مار کے نتیجے میں ملی ہوئی بلند ہمتی کے سبّب محمد کی نظریں یثرب میں بسنے والے یہودیوں کی دولت پر لگیں ہوئیں تھیں اور وہ کسی عذر کی تلاش میں تھاکہ ان سے چھٹکارا حاصل کرکے ان کے مالی وسائل پر قبضہ کرلے۔ یہودیوں کے خلاف اسکے غصّے کا اظہار اس کی ترتیب دی ہوئی قرآنی آیات سے ہونے لگا جن میں اس نے ان پر اللہ کی ناشکری، پیغمبروں کا ناحق قتل، اور اپنے ہی بنائے ہوئے قانون توڑنے کے الزامات لگائے۔ وہ الزام تراشی میں اس حد تک چلا گیا کہ اس نے کہا خدا نے یہودیوں کو قانون ثبت سے بدیہدی کے سبّب بندر اور خنزیر بنا دیا۔ آج تک مسلمان اس کے قائل ہیں کہ یہودیوں کے آباؤاجداد بندر اور خنزیر تھے۔

بنی قینقاع پر چڑھائی

محمد کے قہر کا پہلا شکار بنو قینقاع کے یہودیوں کی جماعت تھی۔ یثرب میں وہ اپنے ناموں سے منسوب محلوں میں رہتے تھے۔ ان کے

روزگار کا دارومدار کاریگری، ظروف سازی، ہتھیار سازی، لوہار اور سنار کے کام پر تھا۔ تاہم وہ فنون حرب کے ماہر نہیں تھے اور یہ کام انہوں نے عربوں پر چھوڑا ہؤا تھا اور انکی یہی غلطی انکی بقاء کی قاتل ٹھہری۔ بنو قینقاع عرب قبیلے خزرج کے حلیف تھے اور اوث قبیلے سے لڑائیوں میں انکی حمائت کرتے تھے۔

ان یہودیوں پر حملے کا موقع اسوقت ہاتھ آیا جب مٹھی بھر یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان ایک معمولی سے جگھڑے نے جنم لیا۔ بنو قینقاع کے ایک فرد نے اٹکھیلی کرتے ہوئے ایک مسلمان عورت جو بنو قینقاع کے بازار میں ایک سنار کی دکان پرایڑھیوں کے بل بیٹھی ہوئی تھی اس کے گھاگرے کو کیل کی مدد سے زمین سے نتھی کر دیا، جیسے ہی وہ کھڑی ہوئی اسکا گھاگرا پھٹ گیا اور وہ عریاں ہو گئی۔ ایک مسلمان جو ادھر سے گذر رہا تھا جس کے دل میں پہلے سے ہی پیغبر نے یہودیوں کے خلاف نفرت بھری ہوئی تھی وہ یہودی پر جھپٹا اور اسکو مار دیا۔ اس کے بدلے میں اس یہودی کے عزیزوں نے اس مسلمان کو مار دیا۔

یہ ایک موقع تھا محمد جس کی تلاش میں تھا۔ صورتحال کو ٹھنڈا کرنے کی بجائے اس نے یہودیوں کو ہی مورد الزام ٹھہرآیا اور انکو کہا اطاعت قبول کرلیں یا جنگ کیلئے تیار ہو جائیں۔ یہودیوں نے ان دھمکیوں کا جواب انکار کی صورت میں دیا اور قلعہ بند ہو گئے۔ محمد نے انکا محاصرہ کر لیا، انکا دانہ پانی بند کردیا اور کہا کہ وہ سب کو مار دے گا۔

اس سے پہلے جنگ بدر میں قریش کی شکست کے بارے میں خود ستائی کرتے ہوئے قرآنی آیت 3:12 میں محمد نے اپنی دھمکی کو

دھرایا، " اور یہ کہ تم کو شکست ہو گی اور تم جہنم کی طرف ہآنکے جاؤ گے اور وہ بری جگہ ہے"

پندرہ دنوں کے بعد قبیلے نے ہتھیار ڈالنے کی بابت گفت و شنید کی کوشش کی مگر محمد ڈٹا رہا۔ وہ سب کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ عبداللہ ابن ابعی جوکہ خزرج کا ایک محترم بزرگ تھا اسنے محمد کا گریبان پکڑ لیا اور کہا کہ وہ اپنے حلیفوں کو کو بغیر کسی وجہ کے مرتے نہیں دیکھ سکتا۔ محمد کو اس چیز کا علم تھاخزرج اپنے سردار کی کتنی عزت کرتے تھے اسکومعلوم تھا کہ وہ اسکا گھیراؤ کرلیں گے اور اس طرح شکست بھی ہو سکتی ہے۔اس نے ابن ابعی کو پرے دھکیل دیا۔ اسوقت اسکا چہرہ غصّے سے کالا پڑ گیا۔ اس نے اس شرط پرانکا قتل عام نہ کرنے پر رضامندی ظاہر کردی کہ اگر وہ یہ شہر چھوڑ جائیں۔ یہ کہانی ابن اسحاق نے بیان کی۔

بنو قینقاع وہ پہلے یہودی تھے جنہوں نے، بدر اور احد کے درمیانی وقفے میں، رسول سے عہد شکنی کی اور لڑنے پر اتر آئے، رسول نے انکا محاصرہ کرلیا یہاں تک کہ انہوں نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیئے۔ عبداللہ ابن ابعی بن سلول محمد کے پاس گیا جب خدا نے انکو محمد کے زیر کردیا تھا اور کہا، 'او محمد، میرے دامن گیروں کے ساتھ ہمدردی سے پیش آؤ (اب یہ میرے حلیف ہیں) لیکن رسول نے اسے پرے کر دیا۔ اس نے اپنے الفاظ دہرآئے، رسول اس سے دور ہوگیا، اسنے رسول کے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور گلے کو پکڑ لیا۔ رسول کو اتنا غصّہ آیا کہ اس کا چہرہ کالا پڑ گیا۔ اس نے کہا ، ' شرم کرو، مجھے جانے دو' اس نےجواب دیا ' نہیں، خدا کی قسم میں تجھے جانے

نہیں دونگا جب تک تم میرے دامنگیروں سے ہمدردی سے پیش نہیں آؤ گے۔ 400 لوگوں نے بغیر زرہ بکتر اور 300 بکتر پوشوں نے مجھے میرے تمام دشمنوں سے بچایا ہے۔ کیا تم ایک دن میں کاٹ دو گے؟ خدا کی قسم مجھے خوف ہے کہ حالات تبدیل نہ ہو جائیں۔' رسول نے کہا، ' تم انکو لے جا سکتے ہو۔

سوانح نگاروں نے مزید یہ بھی کہا ہے کہ محمد نے آزردگی سے کہا "ان کو جانے دو، ان پر اللہ کی لعنت ہو، اور اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو۔ محمد نے انکی جان بخشی کردی اگر وہ وطن چھوڑکر چلےجائیں۔"

اس نے مطالبہ کیا کہ بنو قینقاع اپنا سازوسامان حوالے کر دیں، مال و دولت اور جنگی ہتھیار اور اس میں سے پانچواں حصّہ خود لے لیا اور باقی اپنے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ اور قبیلے کو جلا وطن کردیا، مسلم مؤرخین بری خواہش رکھتے ہوۓ اسکا ذکر کرتے ہیں کہ یہ پناہگزین اذرعات، شام میں داخل ہو گئے، کچھ دن کے قیام کے بعد انکا شیرازہ بکھر گیا۔

بنو نضیر پر چڑھائی

اس کے بعد بنو نضیر کی باری تھی۔ یہ یثرب میں رہنے والا ایک اور یہودی قبیلہ تھا۔ یہ دیکھنے کے بعد کہ محمد نے بنو قینقاع کے ساتھ کیا کیا، بنونضیر قبیلے کے سردار کعب ابن اشرف نے قریش سے مدد چاہی لیکن اسے قتل کر دیا گیا جیسا کہ اوپر بیان کیاجا چکا ہے۔

اہل مکـّہ اور مسلمانوں کے مابین ایک انتقامی جنگ (احد) ہوئی جسمیں مؤخر الذکر کو شکست ہوئی۔ محمد اس نقصان کا ازالہ کرنا چاہتا تھا

اور اپنے پیروؤں کا یہ اعتماد بحال کرنا چاہتا تھا کہ اللہ نے انکیلئے مذید فتوحات کے دروازے بند نہیں کئے۔ بنو نضیر ایک آسان ہد ف تھا۔

پاکستانی مسلم مؤرخ، مفسّر قرآن، اور آج کے اسلامی نظریات کی اساس کی حیات نوکا نقیب، مودودی اس کہانی کو اسطرح بیان کرتا ہے۔ "تادیبی کاروائیوں (بنو قینقاع کا انخلاء اور یہودی شعراء کا قتل) سے کچھ دیر بعد تک یہودی اتنے خوفزدہ رہے کہ انہوں نے کسی قسم کی فتنہ پردازی کی جرآت نہیں کی۔ لیکن بعد ازاں شوال 3 ھجری میں جنگ بدر کی شکست کا بدلہ لینے کیلئے قریش مکـّہ نے بڑی تیاریوں کے ساتھ مدینہ کی طرف یلغار کی۔ اور یہودیوں نے دیکھا کہ قریش کے تین ہزار کے مقابلے میں رسول پاک کے ساتھ صرف ایک ہزار(ان سب پر اللہ کی سلامتی ہو) مقابلے کیلئے نکلے اور ان میں سے بھی 300 منافقین (خزرج کے سردار، عبداللہ ابن ابعی کے پیرو کار) ساتھ چھوڑ کر مدینے واپس آگئے اور یوں انہوں نے مدینہ کے دفاع کیلئے محمد کے ساتھ کئے گئے معاہدے کی پہلی واضع خلاف ورزی کی"۔

یہ تعجّب کی بات ہے کہ مسلمانوں کا خیال تھا کہ یہودیوں پر لازم تھا کہ وہ مذہبی جنگوں میں اہل مکـّہ کے خلاف مسلمانوں کی حمائت کریں، جبکہ درحقیقت محمد نے ان کے قبائل میں سےایک کوجلا وطن کیا اورانکے سرداروں کو اور دو شاعروں کو قتل کیا۔ محمد اور قریش کے مابین جنگوں میں یہودیوں کو کچھ لینا دینا نہ تھا، اور انکے لوگوں کو قتل کرکے، اور بنو قینقاع کو ملک بدر کر کے اس نے خود ہی معاہدہ، اگر کوئی تھا، توڑا تھا۔ پھر بھی مدافیعان اسلام اپنی غدّارانہ

حرکات کو جواز بخشنے کیلئے یہودیوں کو عہد شکنی کا مجرم ٹھراتے ہیں۔

محمد بنو نضیر سے خلاصی کے بہانے ڈھونڈھ رہا تھا۔ مدینہ کی زیرکاشت زمینوں اور کھجوروں کے باغات کے مالک یہودی تھے اوربہت سارے عرب انکے ملازم تھے۔ محمد کے طفیل، چونکہ چند مسلمان جومکمل ڈاکو بن چکے تھے ، انہوں نے بنو قلب کے دو لوگوں کو مار دیا۔ جب یہ واقعہ ہوا اس سے پہلے اس قبیلے کے ساتھ ایک معاہدہ طے پاگیا تھا کہ محمد کے لوگ نہ تو انکو لوٹیں گے اور نہ ہی کسی کو قتل کریں گے اور اسکے عوض وہ محمد کے حمایتی رہیں گے۔ جن لوگوں نے انکو مارا تھا انکو دھوکا ہؤا تھا کہ شاید یہ کسی اور قبیلے کے لوگ ہیں۔ اب، ریت رواج کے مطابق، محمد کو اس خون خرابے کے عوض خون بہا ادا کرنا تھا، بنو قینقاع سے لوٹی ہوئی اتنی دولت کے باوجود، محمد بنو نضیر کے پاس گیا اس حیثّیت سے کہ وہ بھی پہلے سے ہی اس عہدنامے میں شریک ہیں اس دیّت میں اپنا حصّہ ملائیں۔ یہ ایک طیش دلانے والا مطالبہ تھا، اور محمد کو امید تھی کہ بنو نضیر اس مطالبے کو ٹھکرا دیں گے اور ان کے ساتھ بھی وہی کچھ کرنے کا جو اسنے بنو قینقاع کے ساتھ کیا کا بہانہ ہاتھ آجائے گا۔ تاہم بنو نضیر اتنے خوفزدہ تھے کہ انہوں نے اس ناجائز مطالبے کا بھی انکار نہیں کیا اوراس میں شامل ہوگئے اور رقم لینے نکل پڑے۔ محمد اور اسکے ساتھی انتظار میں ایک دیوار تلے بیٹھ گئے۔ محمد کے ذہن میں یہ کچھ نہیں تھا۔ وہ تو ایک نہایت ہی ناجائز مطالبہ لیکر آیا تھا، اسکو امید تھی کہ اس پر فریب طریقے سے رقم نکلوانے کے اس طریقے پر انکا منفی ردعمل سامنے آیگا۔ اب اسکو ایک نئی حکمت عملی تیار کرنا تھی۔

یکایک اسکو ایک نئی "ترغیب" ہوئی۔ وہ اٹھا اور اپنے ساتھیوں کو کچھ بتائے بغیر گھر چلا گیا۔ بعد میں جب اسکے ساتھی اسکے پاس پہنچے اور معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ جبرآئیل فرشتہ آیا تھا اور اس نے بتایا کہ یہودی تم پرجس دیوار تلے تم بیٹھے کے اوپر سے تمہارے سر پر پتھر گرانے کا منصوبہ بنارہے تھے۔ اس عزر کے تحت اسنے بنو نضیر پر حملے کی تیاریاں شروع کردیں۔

محمد کے ساتھیوں میں سے کسی نے بھی کسی کو دیوار پر چڑھتے ہوئے نہیں دیکھا تھا، اور نہ ہی انکو کوئی ایسی اطلاع تھی کے انکے قتل کا کوئی منصوبہ بن رہا ہے۔ تاہم، ان لوگوں کو جو کچھ بھی ان سے کہا گیا اسپر یقین کرنے سے اور اسکی پیروی کرنے سے جومالی فوائد ہوئے اسکی وجہ سے انکے پاس کوئی جواز نہیں تھا کہ جو کچھ ان سے کہا جارہا ہے اس پریقین نہ کریں۔

کوئی بھی ذی عقل شخص محمد کی اس نامعقول داستاں کو سمجھ سکتا ہے۔ اگر بنو نضیر واقعی انکومارنا چاہتے تھے تو انکو دیوار پر چڑھ کر ان پر پتھر گرانے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ الزام واضع طور پر جھوٹا ہے۔ محمد کے ساتھ صرف چند لوگ تھے۔ ابو بکر، عمر، علی اور شاید دو اور۔ ان سبکو مار دینا آسان تھا اگر انکے دماغ میں ہوتا۔

پیغمبرجس کاایمان تھاکہ اللہ خیر *الماکرین*(بہترین دھوکہ دینے والا) قرآن3:54 ہے وہ بذات خود ایک دھوکہ باز شخص تھا۔ جبرائیل کی آکر بتائی جانے والی یہ کہانی کہ یہودیوں نے انکو مارنے کا منصوبہ بنایا اتنی ہی ناقابل یقین ہے جتنی کہ اس کے جنت اور جہنم کے معائنے کی داستان۔ باوجود اس کے، آسانی سے دھوکے میں آجانے والے معتقدوں نے اس پر یقین کرلیا اور اس من گھڑت قصے کو

سننے کے بعد غصّے میں آگئے اور بیگناہوں سے خون کی ہولی کھیلنے کیلئے محمد کے گرد جمع ہو گئے۔

مودودی یہ کہہ کر قصّہ ختم کرتا ہے "اب انکو مزید رعایت نہیں دی جاسکتی تھی ، رسول پاک نےفوری طور پر انکو الٹیمیٹم دے دیا کہ غدّاری کا جو منصوبہ انہوں نے اس کے خلاف بنایا ہے اس کا علم ہو چکا ہے؛ اس لئے دس(10) دن کے اندر اندر مدینہ خالی کرنا ہے؛ اگر اس کے بعد ان میں سے کوئی ان کے قلعوں کے اندر پایا گیا تو اسکو تہ تیغ کردیا جائےگا۔" محمد کے غدّارانہ روّیئے کو ایک فطری اور روزمرّہ کے معمول کے طور پر بیان کرکے مودودی نے اسلامی 'منطق' کی اس بے عیب مثال کو سب پر عیاں کر دیا ہے۔

عبداللہ ابن ابعی نے بنو نضیر کی امداد کی پوری کوشش کی مگر اسوقت تک وہ اپنا اثرورسوخ کھو چکا تھا اور محمد کے لوگ اپنے کٹڑپن میں اندھے ہو چکے تھے۔ انہوں نےبن ابعی کو محمد کے خیمے کے اندر آنے سے روکدیا اور اسکا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

چند دنوں بعد بنو نضیر محمد کو، اپنا سب کچھ پیچھے چھوڑنے کےعوض مدینہ چھوڑنے پر راضی کرکے چلے گئے۔ ان میں سے کچھ شام چلے گئے اور باقی خیبر (چند سالوں بعد محمد کے ہاتھ مارے گئے کیونکہ اس کی نظرانکے مالامال سرسبز قلعےپر تھی) چلے گئے۔

گو محمد نے انہیں جانے دیا مگر اسکا خیال یہی تھا کہ ان سب کو مار دیا جاتا، سرا کا مندرجہ ذیل قطعہ اس کی وضاحت کرتا ہے:-

بنونضیر سے متعلقہ سورۃ حشر نازل ہوئی جس میں یہ درج ہے کہ خدا نے بدلہ لینے کیلئے کیسے انپر اپنا انتقامی غصّہ نکالا، اورکیسے اپنے رسول کو ان پر حاوی کردیا اور انکا کیا حشر کردیا۔ خدانے کہا، ' وہی تو ہے جس نے کفّار اہل کتاب کوحشر اوّل کے وقت انکو گھروں سے نکال دیا..... تو غور کرو، وہ جو سمجھ رکھتے ہیں، اور خدا انکےبارے میں جلاوطن کرنا نہ لکھ رہا ہوتا تو انکو دنیا میں بھی عذاب دے دیتا، (قرآن 59:3) یعنی تلوار کے ساتھ ' اور آخرت میں تو ان کیلئے آگ کا عذاب تیار ہے۔'

اس محاصرے کے دوران محمد نے ان درختوں کو کاٹنے کا حکم بھی دیا جو بنی نضیر کی ملکیّت تھے۔ اس طرح کی وحشیانہ حرکت کی مثال توقدیم عربوں میں بھی نہیں ملتی۔ اپنے جرائم کی پردہ پوشی کیلئے اس نے یہی کرنا تھا کہ اللہ کے ذریعے اپنی کرتوتوں کی منظوری دلوا دے۔ یہ بہت آسان ہےجب خدا آپ کی پشت پناہی کر رہا ہو۔

(مومنو!) کھجور کے درخت جو تم نے کاٹ ڈالے یا انکو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو خدا کے حکم سے تھا اور مقصود یہ تھا کہ وہ نافرمانوں کو رسواء کردے۔ (قرآن 59:5)

اس سے اس حقیقت کی گہرائی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تپتے صحراؤں میں درختوں کو کاٹنا اور پانی کے کنوؤنوں میں زہر ملانا کیوں کبیرا جرائم سمجھے جاتے تھے۔ بربرّیت کی یہ مثالیں عربوں کے ضابطہ اخلاق اور قومی مزاج کے خلاف تھیں۔ محمد کسی قانون اور معاشرتی ضابطوں کا پابند نہیں تھا۔ کوئی چیز اسکو اپنے مقصد

کے حصول میں مانع نہیں تھی۔ وہ اپنے رستے میں آنے والی ہر چیز کو اور ہر کسی کو قربان کر سکتا تھا۔ اس کے پیروکار اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ وہ کس حد تک خدا کی رضاکے حصول میں مستحکم تھا۔

ایک مسلم سکالر، المبارکپوری کہتا ہے، " رسولاللہ (اسپر خدا کی سلامتی ہو) نے انکے ہتھیاروں پر، زمینوں پر، گھروں پر اور مال دولت پر قبضہ کر لیا۔ دیگر مال غنیمت کے جو اسکے ہاتھ لگا ان میں 50 زرہ بکتر، 50 ہیلمٹ اور 340 تلواریں تھیں۔ یہ مال غنیمت کلّی طور پر پیغمبر کا تھا کیونکہ اس کیلئے کوئی لڑائی نہیں کرنا پڑی تھی۔ اوّلین مہاجرین میں اور دو غریب انصار ابو دجانا اور سہیل بن حنیف میں مال غنیمت کی تقسیم اس نے اپنی مرضی سے کی۔ الغرضیکہ رسولاللہ (اس پر خدا کی سلامتی ہو) نے اپنی دولت کا کچھ حصّہ سال بھر کیلئے اپنے خاندان کی گزر اوقات کیلئے رکھ لیا اور باقی راہ خدا میں آیندہ جنگوں کیلئے اسلامی افواج پر خرچ کیا۔ سورۃ الحشر کی تمام آیات(باب59 اجتماع) یہودیوں کے انخلاء کو بیان کرتی ہیں اور منافقین کے مکروہ روّیے کوعیاں کرتی ہیں۔ یہ آیات مال غنیمت کے بارے میں قوانین کو بھی واضع کرتی ہیں۔ اس باب میں مختار کل، اللہ مہاجروں اور انصاروں کی تعریف کرتا ہے۔ اس سورۃ میں جنگی مقاصد کیلئے دشمن کے درخت کاٹنااور زمینوں کو جلا دینا بھی حلال بتایا گیا ہے۔ اس طرح کے اعمال کو جب وہ اللہ کی راہ میں کئے جارہے ہوں بد عنوانیوں کے زمرے میں نہیں لایا جاسکتا۔"

مودودی کی طرح مبارکپوری کے بیانات سے بھی دھلا دینے والا تاثّرملتا ہے کہ بے ضمیری اور موقع کے لحاظ سے بدلنے والی

اخلاقیات مسلم امّہ کے خوائص کو ظاہر کرتی ہے۔ مسلمان وہی کچھ کرتے ہیں جو ان کے پیغمبر نے کیا۔ وہ جنگ میں غیر مسلموں کی جائیدادوں کو لوٹنا اور جلا دینا جائز تصوّر کرتے ہیں کیونکہ ان کے پیغمبر نےاسکی اجازت دی ہے اور وہ خود بھی اس پر عمل کرتا رہا ہے۔ محمد کے اعمال کو بنیاد بنا کر اگر پرکھا جائۓ تو اسلامی تشدّد اسلام سے روگردانی نہیں بلکہ عین اسلام کے مطابق ہے۔ قتل و غارت، لوٹ مار، زناکاری اور سیاسی قتل اسلامی طریقے ہیں۔ کسی ایسے فعل کو حدود سے تجاوز نہیں کہا سکتا اگر وہ دین خدا کی سربلندی کیلئے ہوں۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ سورۃ الحشر کے اختتام میں یہ کہا ہے کہ یہ ایمان والوں کونیک اعمال کی ترغیب ہے اور انکو "پاکباز" کہا ہے۔ یہ اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ مسلمانوں کیلئے پاکبازی کا ایک بالکل الگ مطلب ہے۔ مدافیعان اسلام کہتے ہیں کہ آج کے دور کی اخلاقیات کا اطلاق محمد پر نہیں ہوتا وہ 1400سال پہلے کا ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے وہ ان اخلاقی معیارات کو ابتک تھامے ہوۓ ہیں اور متقاضی ہیں کہ یہ تمام انسانیت کیلئے تا قیامت مشعل راہ ہیں۔

ایک مسلمان نے مجھے لکھا، " یہ تمام تحریر بیشتر لوگوں میں ان کی قیاس آرائیوں کے سبّب الجھن پیدا کرتی ہے، کہ کونسی چیز انسانی فرائض کے حساب سے درست ہے اور کونسی غلط ۔ بنیادی طور پر عیسائی ذھنیّت 'اپنا دوسرا رخسار پیش کردو' اور ' عیسی کا انسانیّت کی نجات کی خاطر ایذائیں جھیلنا' اس علالت کی کلـّی طور پرذمّہ دار ہے۔ یہ دونوں قسم کی علالتیں اہل یورپ پر صدیوں سے چھائی ہوئی ہیں۔" میں اس پر یقین نہیں رکھتا کہ فرائض انسانی اور اخلاقیات

بیماریاں ہیں۔ ان کی ابتداء انسانی ضمیر سے ہوتی ہے۔ اور انکا رہنما اصول 'سنہری اصول ' ہے۔ ہم کو برے بھلے کا فرق اسوقت واضع ہو گا جب ہم یہ سوچیں گے کہ میں اپنے لئے کیسا سلوک پسند کرتا ہوں۔

بنو قریظہ پر چڑھائی

یثرب میں آخری یہودی قبیلہ جو محمد کی کینہ پروری کا شکار ہوا وہ ہے بنو قریظہ۔ جنگ خندق کےفوری بعد محمد کی نظریں بنو قریظہ پر لگ گئیں۔ اسنے دعوی کیا کہ ریئس الملائکہ جبرائیل اس کے پاس آیا ہے۔ مبارکپوری لکھتا ہے ،" اس نے کہا کہ وہ اپنی تلوار نیام سے نکال لے اور بنو قریظہ کی پرفتورآبادی کی طرف رخ کر لے اور ان سے جنگ کرے۔ جبرائیل نے اشارہ دیا کہ وہ فرشتوں کےجلوس کے ساتھ انکے آگے چلے گا اورانکے قلعے کو ہلا کے رکھ دیگا اور انکے دلوں پر ہیبت طاری کر دیگا"۔ اس نے آگے چل کر لکھا، "رسولاللہ نے فوری طور پر مؤذن کو بلایا اور اسکو حکم دیا کہ بنو قریظہ کے ساتھ تازہ دشمنی کا اعلان کردے"۔ ہمیں یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلام میں اذان نماز کا بلاوہ بھی ہے اور جنگ کا بھی۔ مسلمانوں کے بلوے اور غنڈہ گردی کے چشمے بھی ادائیگی نماز کے بعد مسجدسے ہی پھوٹتے ہیں۔ وہ رمضان کے مقدس مہینے میں اور جمعہ کے دن زیادہ خطرناک ہو جاتے ہیں۔ محمد کے یوم ولادت کی یاد میں منعقدہ جلسے میں خطاب کے دوران 1981ء میں خمینی نے کہا:-

محراب(مسجد کے اندر بنا ہؤا ایک گھرنا)) کا مطلب ہے جنگ کی جگہہ، جنگوں کا آغاز محرابوں سے ہونا چاہئے۔ ایسے ہی جیسے تمام اسلامی جنگوں کا آغاز مسجد سے ہوا۔ پیغمبر کے

پاس لوگوں کو قتل کرنے کیلئے تلوار تھی۔ اور ہمارے مقدّس امام بھی فوجی تھے۔ وہ تمام جنگجوء تھے۔ وہ تلوار کا مکمل استعمال جانتے تھے۔ وہ لوگوں کوقتل کرتے تھے۔ ہمیں ایک ایساخلیفہ چاہیئے جو ہاتھ کاٹ دے، گردنیں اڑا دے، اور لوگوں کو سنگسار کردے۔ بالکل اسی طرح جیسے رسولاللہ نے ہاتھ کاٹے، گردنیں اڑائیں اور لوگوں کو سنگسار کیا۔

محمد، 3000 پیادہ، انصار اور مہاجرین کے30 گھڑ سواروں پر مشتمل فوج کا امیرلشکر تھا۔ بنو قریظہ پر الزام تھا کہ وہ اہل مکّہ کے ساتھ ملکرمسلمانوں کے خلاف سازش کررہے ہیں۔ دراصل اسی مسلم مؤرخ نے اس الزام کی نفی بھی کی ہے، اہل مکّہ جنگ سے اسلئے دستبردار ہوئے کہ بنو قریظہ نے انکا ساتھ نہیں دیا۔محمد نے جب اپنے ارادوں کا اظہار کیا، توعلی، اسکا چچا زاد اور ایک جیالہ کارکن، قسم کھاتا ہے کہ وہ اسوقت تک تلوار نیام میں نہیں ڈالیگا جب تک وہ انکے قلعوں کو مسمار نہیں کر دیگا یا خود مر نہیں جائے گا۔ یہ محاصرہ 25 دن جاری رہا، آخرکار بنو قریظہ نے غیر مشروط شکست مان لی۔ محمد نے مردوں کو ہتھکڑی لگانے کا حکم دیا اور عورتوں اور بچوں کو علیحدہ کر لیا، اس پر قبیلہ اوث، جوکہ بنو قریظہ کے اتحادی تھے بیچ میں پڑے اورمحمد سے درخواست کی کہ ان کے ساتھ نرم روّیہ اختیار کیا جائے۔ محمد نے رائے دی کہ سعد بن معاذ، جو ایک فسادی شخص تھا، تیر لگنے سے شدید زخمی ہؤا تھا وہ سزا تجویز کریگا۔ سعد بنو قریظہ کا سابقہ اتحادی تھا، اور جب سے وہ مسلمان ہو گیا تھا وہ اپنے من سے انکا دشمن بن گیا تھا۔ جنگ خندق میں اہل مکّہ کی طرف سے چلائے گئے تیر کو سمجھتا تھا کہ وہ ان کی طرف سے آیا

تھا۔ وہ محمد کا ذاتی محافظ تھا اور محمد جانتا تھا کہ وہ بنو قریظہ کے بارے میں کیا سوچ رکھتا ہے۔

سعد نے یہ تجویز دی ، " قبیلے کے تمام مردوں کو مار دیا جائے ، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے اور انکے مال اسباب کو مسلمان سپاہیوں میں بانٹ دیا جائے۔"

محمد اس ظالمانہ مشورے پر بہت خوش ہؤا۔ اور کہا ، " سعد نے جو فتوی سنایا وہ حکم الہی ہے"۔ ہمیشہ وہ اپنے فیصلوں کو اللہ کی طرف منسوب کرتا تھا، اس دفعہ سعد کو اپنی خواہش کو الفاظ دینے کیلئے چنا۔

المبارکپوری مزید کہتا ہے، " دراصل، یہودی اس سخت تادیبی کاروائی کے مستحق تھے کیونکہ وہ مسلمانوں کے خلاف سازباز اور گھناؤنی سازشوں میں مصروف تھے، انہوں نے کثیر مقدار میں جنگی سازوسامان جمع کیا ہؤا تھا جس میں 1500 تلواریں، 2000 نیزے، 300 زریں اور 500 ڈھالیں تھیں جو بعد میں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں۔"

المبارکپوری اسکا ذکر کرنا بھول گیا کہ جو اوزار بنو قریظہ نے مسلمانوں کو ادھار دیئے تھے ۔ اپنی کدالیں اور بیلچے خندق کھودنے کیلئے دیئے تاکہ مسلمان اپنا دفاع کر سکیں۔ مسلمان کبھی بھی انکے شکر گذار نہیں ہوئے جو انکی مدد کرتے ہیں، وہ آپکی مدد قبول کر لیں گے اوربعد میں جب انکو آپکی ضرورت نہیں ہوگی وہ آپ کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دیں گے ۔ اگلے باب میں آپ اس مرض کی نفسیات ملاحظہ کریں گے۔

مسلم تاریخ دان بہت جلد بنو قریظہ پر اپنے مظالم کو جائز قرار دینے کیلئے ان پر الزامات کی بوچھاڑ کر دیں گے۔ انہوں نے ان پرالزام لگایا کہ وہ شورش برپا تھے، بغاوت اور سرکشی پر آمادہ تھے اور غدّاری کے مرتکب ہوئے تھے اور مسلمانوں کے خلاف ساز باز میں مصروف تھے۔ تاہم انکی حقیقت کوئی نہیں بتاتا کہ وہ آخرکونسی کاروائیاں تھیں یا گناہ تھے جنکی پاداش میں انکو اتنی سخت سزائیں دی گئیں کہ ان کی نسل ہی مکا دی۔ مدینے کے بازاروں میں گھڑے کھودے گئے اور 600 اور 900 کے لگ بھگ لوگوں کی گردنیں مار کر لاشوں کو ٹھکانے لگا دیا گیا۔

بنونضیر کے سردار حیی ابن اخطب کی شادی شدہ بیٹی صفیّہ جو قیدیوں میں تھی، اسکو مال غنیمت کے طور پر محمد نے اس وقت اسے اپنے لئے رکھ لیا تھا جب اس نے خیبر فتح کیا تھا۔ سردار کو فاتح کے سامنے لایا گیا، اسکے ہاتھ اسکی پشت پر بندھے ہوے تھے، اس نے گستاخانہ انداز میں محمد جیسے سفّاک شخص کی اطاعت سے انکار کر دیا اور موت کو ترجیع دی۔ اسکو گھٹنوں کے بل جھکنے کا حکم دیا گیا اور موقع پر ہی اسکا سر تن سے جدا کر دیا گیا ،

یہ فیصلہ کرنے کیلئے کہ کس کو قتل کرنا ہے اور کسے نہیں، لڑکوں کا جائزہ لیا گیا، جنکی شرمگاہوں پر بال تھے انکومردوں میں شمار کیا گیا اور قتل کر دیا گیا ۔ عطیہ القریز نامی ایک یہودی جو اس قتل عام میں زندہ بچ گیا تھا اس نے بعد میں بتایا، " میں بنو قریظہ کے قیدیوں میں تھا، انہوں(مسلمانوں) نے ہمارا جائزہ لیا اور جن کی شرمگاہوں پر بال تھے انکو قتل کردیا گیا اور جن کے نہیں تھے انہیں چھوڑ دیا گیا ۔ میں ان میں سے تھا جن کے بال ابھی نہیں اگے تھے۔"

محمد نے جن یہودی قبیلوں کو مارا اور جلاوطن کیا ان میں بنو قریظہ،بنی نضیر، بنو قینقاع، بنو مصطلق اور بنو جون اورخیبر کے یہودی شامل ہیں۔ اپنے بستر مرگ پراس نے اپنے مقلدوں کو ہدائت دی کہ جزیرہ نما عرب کو کفّار سے پاک کرنا ہے۔ خلیفہ ثانی عمر نے اس حکم کی بجا آوری میں یہودیوں کا قلع قمع کردیا، عیسائیوں اورمنکرین کو زبودستی مسلمان بنا لیا ، کچھ کو چھوڑ دیا یا موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس لوٹمار کے نتیجے میں محمد امیر ہو گیا تھا اور اس نے مومنیں کے ساتھ فیّاضی برتنا شروع کردی۔ انس راوی ہے، "لوگ محمد کو اپنی کھجوروں میں سے کچھ نذرانے دیتے تھے، جب اسنے بنو قریظہ اور بنی نضیر کو فتح کر لیا، اس نے ان عنایات کو لوٹانا شروع کر دیا۔"

قرآن میں ایک آیت ہے جسمیں بنو قریظہ کے کشت و خون کا تذکرہ ہے اور محمد کے خون خرابے اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنانے کے عمل کی تائید کی گئی ہے۔

> **اور اہل کتاب میں سے جنہوں نے انکی مددکی تھی (یعنی قریش) انکو انکے قلعوں سے اتار دیا اور انکے دلوں میں دہشت ڈال دی۔ اور کتنوں کو تم قتل کر دیتے تھے اورکتنوں کوقید کر لیتے تھے۔ (قرآن 33:26)**

تقیّہ: مقدس دھوکہ بازی

اوپر ہم دیکھ چکے ہیں کہ کیسے محمد نے اپنے مقتدّیوں کوجھوٹ بولنے کا اختیار دیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے حریفوں کو دھوکہ دے کر قتل کرنے کیلئے محمد کو بھی برا بھلا کہہ سکتے تھے۔ بہت سے اور واقعات بھی ہیں جب مسلمانوں نے منکرین اسلام کو قتل کرنے کیئے ان کے ساتھ جھوٹ موٹ کی دوستی کی۔

حدیبیہ میں محمد نے اہل مکّہ کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ کیا، جس میں یہ وعدہ کیا گیا کہ کوئی بھی جوان یا غلام اگر بھاگ کرمحمد کے پاس آجائے تو اسکو واپس کردیگا۔ ابن اسحاق ابو بصیر کی کہانی بیان کرتا ہے۔ جو کہ مکّہ کا رہنے والا تھا اور اس معاہدے کے بعد محمد کے پاس چلا گیا تھا۔ مکّہ والوں نے دو لوگوں کو خط دیکر محمد کے پاس معاہدہ کی یادہانی کیلئے بھیجا۔ محمد معاہدے کی پابندی پر مجبور تھا، اس نے ابو بصیر سے کہا، " جاؤ، اللہ کی رضا سے، وہ تمہارے لئے اور دوسرے بے یارو مددگار لوگوں کیلئے بھلائی اور بچاؤ کا کوئی راستہ نکال لے گا۔" ابو بصیر یہ اشارہ سمجھ گیا ۔ وہ قاصدوں کے ساتھ روانہ ہو گیا ۔ وہ مدینہ سے 6 میل دور گئے تھے جہاں وہ آرام کرنے کیلئے رک گئے ۔ ابو بصیر نے کہا، " کیا تمہاری تلوار تیز ہے ۔ میرے بھائی" جب اس نے کہا کہ ہاں تو اس نے کہا کہ مجھے دیکھنے دو، "دیکھ لو اگر تم چاہتے ہو تو" اس نے جواب دیا۔ ابو بصیر نے تلوار میان میں سے نکالی اوراس پر وار کردیا جس کے نتیجے میں وہ مارا گیا۔ پھر وہ محمد کے پاس آیا اور کہا، " تمہاری مجبوری تو اب ختم ہو گئی ، اللہ نے تم کو اس سے بری کر دیا۔ تم نے معاہدے کی پاسداری کرتے ہؤے مجھے ان لوگوں کے حوالے کر دیا اور میں

اپنا دین بچانے میں کامیاب ہو گیا اور ان کے بہکاوے میں آنے سے بچ گیا ہوں ـ" محمد نے اس قاتل کو سزا نہیں دی بلکہ اس کو ہدائت کی الاس چلا جائے، ساحل کے پاس جہاں سے شام جانے والا ایک راستہ ہے جس پر سے قریش عام طور پر گزرتے ہیں، انکے تجارتی قافلوں کو لوٹو۔ محمد نے قریش کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ کیا تھا جسکی رو سے وہ تجارتی قافلوں کی راہ ماری نہ کرنے کا پابند تھا۔ اس طرح اسکو یہ سہولت بھی میّسر آ گئی۔ ابن اسحاق کہتا ہے، " وہ مسلمان جوکہ مکـّہ میں رہ گئے تھے جب انہوں نے سنا کہ رسول نے ابو بصیر سے کیا کہا ہے تو وہ بھی اسکا ساتھ دینے کیلئے باہر نکل آئے اور 70 کے قریب لوگ الاس جاکر ابو بصیر سے مل گئے اور انہوں نے قریش کو تنگ کرنا شروع کردیا۔ جو کوئی بھی انکے ہاتھ لگتا اس کو قتل کر دیتے، جو بھی تجارتی قافلہ ادھر سے گزرتا اسکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ قریش نے رسول کو لکھ بھیجا اور خون کے رشتوں کا واسطہ دیکر کہا کھ ان آدمیوں کو واپس لے لے اور یہ انکے کسی کام کے نہیں ہیں۔ اسلئے رسول نے انکو واپس لے لیا اور وہ محمد کے پاس مدینہ آگئے۔"

تاریخ اسلام غدّاری اورمکـّاری سے لبریز ہے۔ یہ لوگ مسلمان تھے اور اس ناطے وہ محمد کی ذمہ داری تھے، اس نے، بجائے اسکے، اپنی ذمہ داری سے عہدا برآ ہوتے ہوئے انکو کسی اور مقام پر بھیج دیا جہاں وہ اہل مکـّہ کو لوٹ سکیں ـ اس نے چشم پوشی کی اور یہاں تک کہ انکو لوٹنے کا اختیار بھی دیا۔ اس کے برعکس مسلمان یہ کہتے ہیں کہ مکـّہ والوں نے یہ معاہدہ توڑا۔ ایک اور مثال درج ذیل ہے:-

جب اہل مکّہ دوسرے قبائل کے ہمراہ، محمد کے حملوں اور مارا ماری سے دق ہوکر، اکٹھے ملکر محمد کو سزا دینے آئے، تاہم، محمد کے برعکس، جس نے کبھی بھی اپنے جنگی منصوبوں کو ہوا نہیں لگنے دی تھی اور اپنے دشمن پر گھات لگاکر بتائے بغیر ان پرحملے کئے، غیر مسلموں نے اس دشمن کو کئی دفعہ خبردار کیا اور کہا کہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ انہوں نے محمد کو خاطرخواہ وقت دیا کہ وہ مدینے کے گرد اپنے دفاع کیلئے خندق کھود لے۔ عربوں کی مشترکہ فوج جسے احزاب کہا گیا شہر کے باہر خیمہ زن ہوگئے تاکہ خندق عبورکرنے کا طریقہ ڈھونڈا جاسکے، انہوننے بنو قریظہ سے مدد چاہی۔ محمد اس اتحاد سے خبردار تھا۔ اس کے پیش نظر اسنے بنو قریظہ اور قریش میں پھوٹ ڈالنے کی ایک ترکیب آزمائی۔ نعیوم نامی ایک شخص حال میں ہی مسلمان ہؤا تھا اور اسنے اس تبدیلی کا اعلان نہیں کیا تھا۔ محمد نے اسکو بلایا اور کہا، " ہم میں تم ہی وہ خاص شخص ہو، جاؤ اوران میں خلفشار پیدا کر دو اور ان کو یہاں سے پیچھے جانے پر مجبور کردو، اگر تم ایسا کر سکتے ہو **کیونکہ جنگ ایک دھوکا ہے**" کہانی کا باقی حصّہ بقول ابن اسحاق کے درج ذیل ہے:-

نعیوم نے ایسا ہی کیا جیسے اسے محمد نے کہا۔ " وہ بنو قریظہ کے پاس گیا جن کا وہ خوش مزاج ساتھی تھا۔ اس نے انکواپنے پرانے محبت بھرے تعلقات اور خصوصی رشتوں کی یاد دلائی۔ اور جب انہوں نے تسلیم کر لیا اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس نے کہا، "قریش اور غطفان تمہاری طرح نہیں ہیں، یہ زمین تمہاری زمین ہے، تمہاری ملکیّت ہے، تمہاری بیویاں اور تمہارے بچے یہاں رہتے ہیں۔ تم انکو چھوڑ کر کہیں نہیں جا

سکتے۔ قریش اور غطفان تو محمد اور اسکے ساتھیوں سے لڑنے آئے ہیں اور تم نے اسکے خلاف انکی مدد کی ہے۔ لیکن یہ نہ انکی زمین ہے اور انکی جائیداد اور انکے بیوی بچے بھی یہاں نہیں ہیں۔ اسلئے وہ تمہاری طرح نہیں ہیں۔ اگر انکے ہاتھ موقع آیا تو وہ فائدہ اٹھائیں گے اور اگر حالات انکے خلاف گئے تو وہ واپس چلے جائیں گے اپنی زمینوں پراورتم کو اس شخص کے مقابلے میں چھوڑ جائیں گے جو تمہارے علاقے کا ہے۔ اور اگر تم اکیلے رہ گئے توتم ایسا نہیں کرسکو گے۔ اسلئے تم ان لوگوں کے ساتھ ملکر جنگ نہ کرو جب تک یہ لوگ اپنے سرداروں میں سے کچھ کو تمہارے پاس یرغمال نہ رکھ دیں۔ اور وہ بطور ضمانت تمہارے ہاتھوں میں رہیں گے اور وہ تمہارے ساتھ ملکرمحمد سے جنگ کریں گے یہاں تک کہ تم اسکا خاتمہ کردو۔ یہودیوں نے کہا یہ بہت عمدہ نصیحت ہے۔

پھر وہ قریش کے پاس گیا اور ابو سفیّان بن حرب اور اسکے ساتھیوں سے کہا، ' تم یہ جانتے ہو کہ مجھے تم سے کتنا پیار ہے اور میں نے محمد کو چھوڑ دیا ہے۔ میں نے کچھ سنا ہے اور میں یہ اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ تم کو اسکے بارے میں خبردار کروں اگر تم اسکو صیغہ راز میں رکھو'۔ جب اس نے کہا کہ ہاں وہ ایسا ہی کریں گے تو اس نے بات کو جاری رکھا اور کہا۔ ' میرے الفاظ یاد رکھو، یہودیوں نے محمد کے ساتھ جنگ کرنے سے معزرت کر لی ہے اور اسکی اطلاع دینے کیلئے یہ کہنے بھیجا ہے،' کیا دو قبیلوں ؛ قریش اور غطفان کے سرداروں کو تمہارے پاس بھیج دیں تاکہ تم انکی گردنیں اڑا دو؟ پھر ہم ان تمام کا خاتمہ کرنے کیلئے تمہارے ساتھ مل جائیں گے

اور اس نے اس تجویز کی منظوری کا واپسی پیغام بھیجوا دیا ہے۔ اسلئے اگر یہودی تم سے کسی یرغمالی کا تقاضا کریں تو انکو ایک آدمی بھی نہ دینا۔'

پھر یہ شخص غطفان کے پاس گیا اور کہا، 'تم میرا اثاثہ ہو اور میرا خاندان ہو، اور لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو، اور مجھے امید ہے کہ تم مجھ پر شک نہیں کرو گے' انہوں نے مان لیا اور کہا کہ تم کسی طرح کے شک سے بالا تر ہو۔ پھر اس نے انکو بھی وہی کہانی سنائی جو اسنے قریش کو سنائی تھی۔

یہ ترکیب کارگر ثابت ہوئی ۔ اور جب لشکرقریش نے بنو قریظہ کو ساتھ ملکر حملہ کرنے کیلئے کہا، انہوں نے بہانہ بناتے ہوۓ کہا کہ قریش اپنے چند آدمیوں کوبطور یرغمال بھیج دیں۔ اس نے تصدیق کردی جو نعیوم نے کہا تھا، اتحادی لشکر قریش دلبرداشتہ ہو گیا اور بغیر جنگ کئے واپس چلا گیا۔

اس دھوکہ بازی نے مسلمانوں کو یقینی شکست سے بچا لیا۔اس کہانی نے مسلمانوں کیلئے ایک سبق کا کام کیا۔ اسکے بعد سے مسلمانوں نے جہاد کرنے کیلئے دغا بازی اور مّکاری والی حکمت عملی کو اپنائے رکھا۔ ایک حدیث ہمیں یہ بتاتی ہے:-

حجاج ابن علط نے کہا، "یا رسولاللہ مکـّہ میں میری فالتو دولت اور میرے کچھ عزیز ہیں، میں چاہتاہوں کہ انکو واپس لے آؤں، کیا آپ میری گستاخی بخش دیں گے اگرآپ کے بارے میں برے الفاظ استعمال کرلوں(غیر مسلموں کو بیوقوف بنانے کیلئے)؟" پیغمبر نے اسکو معاف کر دیا اور کہا، ' کہہ لو جو کچھ تم نے کہنا ہے'۔

باعمل مسلمان مغرب میں آتے ہیں اور اپنے آپ کو اعتدال پسند ظاہر کرتے ہیں اور وہ وہی سب کچھ کہیں گے جو آپ سننا چاہتے ہیں، اور اندرون خانہ آپکی تباہی کے منصوبے بنایں گے۔ دوستانہ اور شیریں مزاج نظر آئیں گے، یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو محّب وطن بھی ظاہر کریں گے۔ مگر انکا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے اسلام کی سربلندی۔ وہ زبانی جمع خرچ تو بہت کریں گے مگر عملی طور پر صفر۔

اسلام کی سربلندی کیلئے جھوٹ بولنے کی حکمت عملی کو تقیّہ کہتے ہیں یا بالفاظ دیگر " مقدس دھوکہ بازی" تقیّہ کے تحت مسلمانوں کو اجازت ہے کہ وہ جھوٹ بول کرغیر مسلموں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر انکو دھوکہ دے سکتے ہیں۔

تقیّہ کے فن کےماہر مسلمان تواتر سے زیر استعمال اس حربےکواسلامی تہدید کے نقطہ نظر سے مخفی رکھنے کواوّلین مقاصد میں سے ایک سمجھتے ہیں۔ مقصد یہ ہوتا کہ اپنے ممکنہ شکاروں کواس دھوکے میں رکھا جائے کہ جہاداسلامی انکے خلاف نہیں ہے۔ رضا اسلان اپنی کتاب'No god but God'، 'دیوتا نہیں خدا' میں اپنے اسلامی دھوکے بازی کے فن کو استعمال کرتے ہوۓ بطور ایک دلیل کے کہتا ہے، "مسلم دنیا میں جوکچھ اب ہو رہا ہے وہ انکی باہمی رقابت ہے اور اسلام اور مغرب کے درمیان جنگ نہیں ہے۔" وہ مزید لکھتا ہے، " اسلام کے بارے میں اس بات پر کہ اس کہانی کا اگلا باب کون تحریرکریگا انکی باہمی رقابت میں جو تیزی بڑھ رہی ہے اس میں مغرب محض ایک تماشائی ہے گو بے خبر مگرسازباز میں شراکت داری کے سبب حادثے کا شکار ہے۔" معاف کیجئے گا ایسے لگتا ہے

کہ جیسے ہم نے نیویارک، پینٹاگون، لندن، ماردید اور بیسلان مسلمانوں کے مابین گولیوں کے تبادلے میں بنائے۔ مسٹر اسلان اسلامی دغابازی کی بہت مظبوط قسم کی شکل ہے اور پھر بھی سی این این کے اینڈرسن کوپر نے پوپ کے ترکی کے دورے پرتبصرے کیلئے اسکو بحثیت ایک غیر جانبدار مبّصرکے بلایا۔

ایک مضحکہ خیز تقیّہ پر مبنی جھوٹ جو بہت سارے مسلمان مغرب کی عورتوں کو ورغلانے کیلئے اکثربولتے ہیں وہ ہے، " اسلام میں عورتوں کو ملکہ سمجھا جاتا ہے" میں نے ایسا ملک ابھی تک نہیں دیکھا جہاں وہاں کی ملکہ کوناقص العقل کہا جاتا ہو، اسے مارا پیٹا جاتا ہو، سنگسار کیا جاتا ہو اور عزت کی خاطر قتل کر دیا جاتا ہو۔

امام غزالی(1058 تا1111) جو بجا طور پر ایک عظیم مسلم سکالر ہے، کہتا ہے:

گفتگو مقصد حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اگر کوئی قابل ستائش مقصد دونوں طریقوں سے یعنی جھوٹ بول کر یا سچ بولکر حاصل کیا جاسکتا ہو تو اس کو جھوٹ بولکر حاصل کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کی ضرورت نہیں اور اگر اسکا حصول صرف جھوٹ بولنے کے ذریعے ہی ممکن ہو تو اور سچ سے نہیں تو پھر جھوٹ بولنا جائز ہے اگر مقصد قابل ستائش ہو تو۔

اس بات کے کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کے مسلمانوں کیلئے اسلام کی سربلندی سے بڑھ کر کوئی مقصد قابل ستائش نہیں۔

جب ایک شرح کا پابند مسلمان آپ کے ساتھ مسکرا مسکرا کر بات کررہا ہو اور ظاہر کر رہا ہو کہ وہ تمہارے ملک کو بہت پسند کرتا

ہے اور وہ آپ کی دوستی کا کتنا خواہشمند ہے، اس وقت آپ اس حدیث کو یاد رکھیئے:

(فی الواقع) ہم کچھ لوگوں کیلئے مسکراتے ہیں، مگر ہمارے دل(انہی لوگوں کو) کوس رہے ہوتے ہیں۔

دوسرا باب

محمد کی شخصّیت

دراصل محمد کے متعلق ہزاروں افسانے تحریروں میں موجود ہیں، انمیں سے کئی تو بالکل جعلی ہیں اور کئی ضعیف اور مشکوک ہیں، لیکن کچھ کے بارے میں یقین سے کہا جاتا ہے کہ وہ احادیث (زبانی کہاوت) بالکل صحیح، سچی اور معتبر ہیں۔ ان صحیح احادیث کو پڑھ کرایک واضع ہم آہنگ تصویر ابھر کر سامنےآتی ہے اور اسطرح وہ محمد کے کردار اور اسکے نفسیاتی میک اپ کی درست تشخیص کو ممکن بناتی ہے۔

محمد کی جو تصویرنمودار ہوتی ہے وہ ایک(narcissist) خود پرست شخص کی ہے۔ میں اس باب میں مستند ذرائع کے حوالے سے خود پرستی کے بارے میں بتاؤں گا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرونگا کہ کیسے محمد اس سانچے میں پورا آتا ہے۔

محمد کی زندگی اورقرآن پر معروضی تحقیق کے بارے میں مسلمان سختی سے مانع رہے ہیں اور اب بھی ہیں۔ اور اس معاملے میں سکالرشپ اور ریسرچ بھی بہت محدود ہے، تاہم، اس کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ نہ صرف خود پرستی(narcissism) کی تعریف سے مطابقت رکھتا بلکہ تمام دنیا میں جو کچھ اس پیروکار

کررہے ہیں اس میں بھی یہ امر نمایاں ہے۔ اسلئے ایک شخص کا نفسیاتی بگاڑایک وصّیت کی شکل میں اسکے وارث مقتدّیوں میں سرآئیت کرچکا ہے، اور انکو، اسطرح، اپنے آپ میں غرق، نامعقول، بناوٹی اور سوجھ بوجھ سے عاری بنا رہا ہے۔

سفّاکی اورموقع پرستی جو کہ محمد کے کردار کا لازمی جزّو ہیں، اسکے اس نفسیاتی پہلو سے آگہی ہمیں یہ سمجھنے میں آسانی فراہم کرتی ہے کہ کیوں مسلمان انکے عقیدے سے انکار کی صورت میں وہ دوسروں کے معاملے میں اسقدر برداشت سے عاری، پرتشدّد اور وسوسوں کے شکار ہیں، اور وہ کیوں اپنے آپ کو مظلوم سمجھتے ہیں جبکہ وہ خود ظالم اور ستمگر ہیں۔

خود پرستی(Narcissism) کیا ہے؟

" The Diagnostic and Statistical Manual of Mental Disorder" (DMS)

مندرجہ بالا انگلش رسالے میں بیان کیا گیا ہے کہ خود پرستی ایک نفسیاتی ابتری(Personality Disorder) ہے " جس کا فکری محور ایک پرشکوہ مرتبہ ہے۔ جو سراہے جانے کامتمنی ہے، اور عالی مرتبہ ہونے کا استحقاق رکھتا ہے، اکثر ایسے لوگ اپنے آپ کو ضرورت سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں، اور اپنے کارناموں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ اور وہ نہ صرف جھوٹی تعریف قبول کرلیتے ہیں بلکہ وہ اسکے طالب بھی ہوتے ہیں کہ انکے ان کارناموں کی بھی تعریف کی جائے جو تعریف کے قابل نہ بھی ہوں۔"

مندرجہ بالا رسالے (DMS) کے تیسرے (1980) اور چوتھے (1994) شمارے میں اور European ICD-10 میں نفسیاتی ابتری کو اسطرح کے الفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے:-

طمطراق کا ایک ہمہ جہت نفوذ پذیرمظاہرہ (خوابخیالی میں یا برتاؤ میں)، بیجا تعریف اور چاپلوسی کی چاہت، اور اپنے بارے میں شدید غلط فہمی جو کہ عمومی طور پر لڑکپن سے ہی شروع ہو جاتی ہے اور مختلف سیاق سباق میں اس کا وجود پایا جاتا ہے۔ اسکی جانچ کیلئے پانچ (یا زیادہ) مندرجہ ذیل کسوٹیوں پہ اسکو پرکھا جا سکتا ہے :-

خود کو انتہائی اہم اور پرشکوہ سمجھنا۔ (مثال کے طور پر اپنے کارناموں اور اپنی ذکاوت کو جھوٹ کی حد تک بڑھا چڑھا کر بتانا اور اس چیزکا طالب ہونا کہ بغیر کسی عظیم کارنامے کے ہی اسے اتنا عظیم ماناجائے)۔

چند ایک فتور، جنکا مسکن انکا دماغ ہے وہ ہیں؛ لا متناہی کامیابی، شہرت، لرزہ براندام طاقت یا قدرت کاملہ، لاثانی ذکاوت(فکری خودپرست)، جسمانی حسن، قوّت جنسی مباشرت (مادی خودپرست)، مثالی حسن کمال، لا فانی، سب کی محبتوں پر غالب آنا یا تعشق۔

اس بات کا قوّی یقین ہونا کہ وہ یکتا ہے، خاص الخاص ہے، صرف عالی مرتبہ لوگ (یا ادارے) یا خاص یکتا لوگ ہی اسکو سمجھ سکتے ہیں اور تعلقات رکھ سکتے ہیں یا اس کے ساتھی بن سکتے ہیں۔

کثرت سے ستائش، چاپلوسی، ہمہ وقت توجّع اورجی حضوری، وگرنا خوفناک اور انگشت نمائی پرفی الفور آمادہ۔ (خود پرستی کا مواد)

عالی مرتبت کے استحقاق کا فہم، معمول سے ماورا، خصوصی اور موافق فوقیّت والے برتاؤ کے متمنی اور اپنی توقعات کی بن کہے مکمل اطاعت کے طالب۔

" بین الشخصیاتی کاربراری"Interpersonally exploitative رویّے کے حامل یعنی اپنا مطلب نکالنے کیلئے دوسروں کا استعمال۔

اپنی جسمانی اور ذہنی صلاحیّت کے تشخّص سے عاری اور دوسروں کے احساسات اور ضروریات کے اقرار اور آگہی سے غافل یا بے غرض۔

مستقل طور پر حاسد اور دوسروں کو بھی ایسا ہی سمجھنا۔

گھمنڈی ہوتے ہیں، خودپسندانہ رویّہ اور غصیلے برتاؤ پر فوری آمادہ اگر مایوسی کی حالت میں ہوں، ان سے اختلاف کیا جا رہا ہو اور انکو مقابلے کا سامنا ہو۔

یہ تمام خصلّتیں محمد میں تلاش کی جاسکتی ہیں۔ اس کے علاوہ اسکا دعویدار ہونا کہ خدا نے اسکے ماتھے پر تمام پیغمبروں پر راج کا تلک لگایا ہے اور وہ خاتم النبیین ہے(قرآن 33:40)، اور اس دعوےکا کوئی ثبوت فراہم کرنے سے انکاری ہونا، وہ سمجھتا تھا وہ خیرالخلق (تمام مخلوق سے افضل) ہے۔ "انتہائی عمدہ مثال" اسوۃالحسنہ ہے(قرآن 33:21) اور وہ کہتا تھا کہ وہ " پیغمبروں میں سب سے اوپر والے

درجے کا حامل ہے۔" (قرآن 2:253) اسکا دعوی تھا کہ وہ "فضیلت یافتہ" (قرآن 17:55) ہے اور اس کو "رحمت للعالمین " بنا کر بھیجا گیا ہے (قرآن 21:107) اور "اسکو مقام محمود تک پہنچا دیا"(قرآن 17:79) ایک ایسا مقام جہاں وہ روز حشر کا مالک ہوگا۔ بالفاظ دیگر یہی وہ شخص ہو گا جو اللہ کو بتائیگا کہ کس کو سزا دینا ہے اور کس کو جزا۔ یہ ہیں وہ چند عالی مرتبی اور مقام محمود کے محمدی دعوے جن کا قران میں ذکر ہے۔

ذیل میں دی گئی دو آیات محمد کے احساس عظمت کی وضاحت کرتی ہیں:

خدا اور اسکے فرشتے پیغمبر پردرود بھیجتے ہیں۔ تم بھی مومنو! پیغمبر پر درود اور سلام بھیجا کرو۔(قرآن 33:56)

تا کہ (مسلمانو) تم لوگ خدا اور اسکے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اسکی مدد کرو اور اسکو بزرگ سمجھو اور صبح شام اسکی تسبیح کرتے رہو۔(قرآن 48:9)

محمد خود ہی اپنے آپ سے اتنا متاثر تھا کہ اس نے یہ الفاظ اپنے کٹھ پتلی خدا سے کہلوائے:

اور تمہارے اخلاق بڑے (عالی) ہیں(قرآن 68:4) ۔اور خدا کی طرف بلانے والا اور چراغ روشن (قرآن 33:46)

ابن سعد محمد کی حدیث بیان کرتا ہے:

تمام اقوام عالم سے خدا نے عربوں کو چنا، اور ان عربوں میں سے کنانہ کو چنا۔ اور کنانہ میں سے قریش (محمد کا قبیلہ) اور

قریش میں سے چنا بنی ہاشم (اسکا کنبہ) اور بنی ہاشم سے مجھے۔

میری نظر میں جو دعوی انتہائی ناپسندیدہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ نے اسکے ساتھ وعدہ کیا کہ وہ اسکے آئیندہ تمام گناہ معاف کردیگا۔

(اے محمد) ہم نے تم کو فتح دی، فتح بھی صریح اور صاف۔ تاکہ خدا تمہارے اگلے پچھلے گناہ بخش دے اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دے اور تم کو سیدھف رستے چلائے۔ (قرآن 48 آیت 1 اور 2)

شاید یہی وجہ ہے کہ محمد نے اتنی لائق مذمت اور ٹھگی سے بھرپور زندگی گذاری۔ شاید ہی کوئی ایسا جرم ہو جو اس نے نہ کیا ہوگا۔ وہ حقیقی طور پر فریب خیالی کا شکار تھا کہ اسکے آئیندہ گناہ بخش دیئے جائیں گے اور یہ کہ اس کو کھلی اجازت کہ وہ جو مرضی جرم کرے اس کے بارے میں اس سے کوئی پوچھ گچھ نہ ہوگی؟ کہ یہ ممکن ہے کہ ایک ذیعقل خدا کسی کے ساتھ ایسا وعدہ کر سکتا ہے؟

محمد نے اپنے بارے میں چند دعوے کئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:-

- **اس نے جو کچھ بھی تخلیق کیا ان سب سے پہلے میری روح تخلیق کی۔**
- **تمام اشیاء سے قبل اسنے میرا ذہن تخلیق کیا۔**
- **میں اللہ میں سے ہوں اور اہل ایمان مجھ سے۔**

- **جیسا کہ اللہ نے مجھے معصوم پیدا کیا اور اس نے مجھے گناہوں سے مبّرا کردار عطا کیا۔**
- **اگر تمہارے لئے نہ ہوتی تو(اے محمد) میں یہ کائنات تخلیق ہی نہ کرتا۔**

اسکے متکبّرانہ الفاظ کا عیسی کے الفاظ کے ساتھ موازنہ کیا جائے، جب کسی نے اسکو "میرے اچھے آقا " کہا تو اس نے اعتراض کیا اور کہا " تم مجھے اچھا کیوں کہتے ہو؟ کوئی بھی اچھا نہیں سوائے خدا کے" صرف ذھنی مریض خود پرست ہی حقیقت سے عدم تعلق کی بنا پریہ کہہ سکتا ہے کہ کائنات صرف اسکیلئے بنائی گئی ہے۔

خود پرست خود ستائی کرتے وقت خصوصی انداز میں کسر نفسی کی نـّقالی کرتے ہیں۔

الترمذی نے بیان کیا:۔

"پیغمبر نے کہا! میں نے تمہارے الفاظ سنے، اور جو کچھ تم نے کہا وہ درست ہے۔ اور میں خود اللہ کا محبوب ہوں (حبیب اللہ) اور میں فخر سے کہتا ہوں کہ میں روز حشر عظمت کا جھنڈا(لوا الحمد) تھامے ہوئے ہونگا اور میں پہلا بخشش کرانے والا ہوں جس کی سفارش قبول کی جائے گی۔ اور جنت کا طواف کرنے والا پہلا شخص ہونگا اور اللہ اس کے دوازے میرے لئے کھول دیگا اور میں اسمیں داخل ہو جاؤنگا اور میرے امّتیوں میں سےغریب لوگ میرے ساتھ ہونگے اور میں یہ سب کچھ بغیر کسی تکبّر کے کہہ رہا ہوں۔"

ایک خود پرست بظاہر خود اعتمادی اور وضعداری سے بھرپور نظر آتا ہے۔ در حقیقت وہ عدم خود تکریم کے مرض میں مبتلا ہوتا ہے اور اسکو دوسروں کی طرف سے چاپلوسی اور تعریف کے شدید ضرورت ہوتی ہے۔

Dr.Sam Vaknin جو مہلک خود فریفتگی Malignant Self-love کا مصنّف ہے اسکو اس شعبہ میں کمال حاصل ہے۔ وہ ایک خودپرست کی دماغی کیفیّت کو اچھی طرح سمجھتا ہے اور اسے بیان کرنے کی صلاحیّت رکھتا ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں ۔ ویکنن وضاحت کرتا ہے:-

ہر کوئی کسی نہ کسی حد تک خود پرست ہوتا ہے۔ خود پرستی ایک صحتمند نادرالظہور ہے۔ یہ خود کے وجود کو برقرار رکھنے میں مددگار ہے۔ در حقیقت یہاں پر یہ جاننا مطلوب ہے کہ، صحتمندانہ خود پرستی اور خودپرستی بطور ایک ذہنی مرض، ان دونوں کے درمیان کتنا فرق ہے ۔ خود پرستی بطور ایک ذہنی عارضہ ..... کی خصوصیات کا اظہار خود تشخیصی کی شدید کمی کی صورت میں ہوتا ہے۔ ایک خود پرست دوسرے لوگوں کے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ وہ انکا استحصال کرے اور وہ ایسا ہی کرتا ہے۔ وہ انکو استعمال کرتا ہے اس مقصد کیلئے کہ وہ انکی خودپرستی کی ضروریات کو پورا کریں، اسے یقین ہوتا ہے کہ وہ ایک خصوصی برتاؤ کا استحقاق رکھتا ہے کیونکہ اسکے اندرپرشکوہ ہونے کی خوابخیالیاں سمائی ہوئی ہوتی ہیں۔ خود پرست خود آگاہی سے عاری ہوتا ہے اسکی سوچ سمجھ اوراحساسات بگڑ چکے ہوتے ہیں ..... خود پرست اپنے آپ سے اور دوسروں سے جھوٹ بولتا ہے ۔ اپنے آپ کو دوسروں کی

پہنچ سے بالا تراور ناقابل تسخیر سمجھتا ہے۔ ایک خود پرست کیلئے سب کچھ جیون سے بڑا ہوتا۔ اگر وہ نرم خوئی کا مظاہرہ کرتا ہے تو وہ حقیقت میں غصّے میں ہوتا ہے۔ اس کے وعدے اجنبی قسم کے ہوتے ہیں، اس کی تنقید پر تشدّد اور منحوس ہوتی ہے۔ اس کی فیّاضی عقل سے خالی ہوتی ہے ----- خودپرست بہروپ بھرنے کا ماہر ہوتا ہے۔ وہ خوش کردینے والا ہوتا ہے ، ماہر اداکار ہوتا ہے،، اپنے اندر اور اپنے معاشرتی ماحول میں ایک جادوگر اور ایک ہدایتکار ہوتا ہے ۔ پہلے ہی وار میں اسکی اصلیّت کو ظاہر کرنا بہت مشکل ہے۔

خود پرست کا مسلک

خودپرست کو ثناخوانوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ اپنا ایک حلقہ بنا لیتا ہے جسکا مرکز وہ خود ہوتا ہے۔ وہ اپنے مّداحوں اور مریدوں کو اس کے اندر جمع کر لیتا ہے، انکو نوازتا ہے اور انکے آداب خوشامد کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ جو کوئی اس حلقہ سے باہر ہوتا ہے اسکو دشمن سمجھا جاتا ہے۔ ویکنن اسکی اسطرح وضاحت کرتا ہے:-

خود پرست مسلک میں مرکزی گرّو کی حیثیت رکھتا ہے۔ باقی گروؤں کی طرح اپنے مجمے میں؛ اپنی شریک حیات، اپنی اولاد، دیگر افراد خانہ ، دوست اور رفیق کاروں کی مکمل تابعداری کاطالب ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ اسکا حق ہے کہ اسکے مرید اسکی چاپلوسی کریں اور اسکے ساتھ خصوصی برتاؤ کریں۔ وہ ادھر ادھر گھومنے والی قابو میں نہ آنے والی ضدّی

میمنوں کو سزا دیتا ہے۔ وہ نظم و ضبط کو بذریعہ طاقت لاگو کرتا ہے اور اپنی تعلیمات سے وابستگی اور مشترکہ مقاصد کے حصول کو یقینی بناتا ہے۔ اگر اسکی وضعداری میں کوئی کمی واقع ہو جائے تو وہ بطور آقا کے زیادہ سختی کرتا ہے اور زیادہ موئثر طریقے سے دماغ کی صفائی کرتا ہے۔

خود پرست کا تسلط ابہام پر مبنی، ناقابل قیاس، اور ریزہ ریزہ ہو کر بکھرنے والی ہر طرف سے گھری ہوئی بد عملی کا مظہر ہوتا ہے۔ اس کے ہر انگ بدلتے تیور یہ طے کرتے ہیں کہ کیا غلط ہے اور کیا ٹھیک ، کیا پسند ہے اور کیا نہیں، کس پر عمل جاری رکھنا اور کس کو نظر انداز کرنا ہے۔ وہ تن تنہا ہی فیصلے کرتا ہے کہ اسکے مریدوں کے حقوق کیا ہیں اور فرآئض کیا اور وہ اپنے مرضی سے جب چاہے انکو تبدیل بھی کر دیتا ہے۔

خود پرست چھوٹے چھوٹے معاملات بھی خود ہی طے کرتاہے۔ ادنی سے ادنی باتوں میں تفصیل سے چھان بین اور ان میں اپنی عملداری قائم رکھتا ہے۔ جو لوگ اس سے کچھ چھپاتے ہوں اور اسکے مقاصد کی تکمیل میں ناکام ہوجاتے ہوں ان معاملات میں بدعملی سے کام لیتا ہے اور انکو کڑی سزآئیں دیتا ہے۔

اپنے متذبذب ساتھیوں کے ذاتی معاملات اور انکی خلوۃ میں مخل ہوتا ہے ۔ وہ انکی خواہشات کا احترام نہیں کرتا اور انکو اپنا محکوم اور آلہ تسکین سمجھتا ہے۔ وہ حالات اور واقعات اور لوگوں پر جبّر کا خواہشمند ہوتا ہے۔

وہ سختی سے دوسروں کی شحصی آزادی اور خودمختاری کے خلاف ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ انتہائی بے ضرّر قسم کی مصروفیات

جیسا کہ دوستوں سے یا اہل خانہ سےملنے کیلئے بھی اسکی اجازت درکار ہوتی ہے۔ وہ بتدریج انکو قرابتداروں اور پیاروں سے علیحدہ کر لیتا ہے جبتک کہ وہ جذباتی، جنسی ، مالی اور سماجی لحاظ سےکلّی طورپر اس پر انحصار نہیں کرنا شروع کردیتے۔

وہ اکثر ان پر تنقید کرتا ہے اور انکے ساتھ سرپرستانہ اور کرم فرمائی والا برتاؤ کرتا ہے۔ وہ اپنے مسلک کے ماننے والوں کی چھوٹی سے چھوٹی غلطیوں کو اہمیت دینے میں اورانکی خوبیوں، خصلتوں، اور مہارتوں کی بڑھائی چڑھائی میں تفاوت پیدا کرتا ہے۔ وہ بہت فضول حد تک اپنی توقعات کے بارے میں غیر حقیقت پسند ہوتا ہے۔ اور اسطرح وہ بعد میں کی گئی بد اعمالیوں کو قانونی جواز فراہم کرتا ہے......

پچھلے باب میں ہم نے دیکھا کہ کس طرح محمد نے اپنے مریدوں کو انکے خاندانوں سے جدا کیا اور کس حد تک انکی ذاتی زندگیوں میں اپنا تسلط بنائے رکھا اور یہ تسلط آج تک جاری ہے۔ میرے پاس لاتعداد لرزہ خیز کہانیاں ہیں جو مجھے ان بچوں کے والدین نے سنائی ہیں جو حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں اور اب ان مسلمانوں کے نرغے میں ہیں جو انکو اپنے والدین سے ملنے سے منع کرتے ہیں۔

خودپرست کا نصب العین

خود پرست یہ جانتا ہے کہ براہ راست اپنے آپ کر بڑھاوا دینا نفرت انگیزثابت ہو گا ہے اور وہ ٹھکرا دیا جائے گا، اس کے برعکس وہ خود کو منکسرالمزاج اور فنا فی اللہ کے طور پر پیش کرتا ہے، یا انسانیت

اور اپنی قوم کی خاطر اپنے وجود کو مٹا دینے والا ظاہر کرتا ہے، یا جیسا بھی معاملہ ہو اسکے مطابق۔ اسکے سامنے نظر آنے والے چہرے کے پیچھے ایک فریب چھپا ہوا ہوتا ہے۔

خو پرست اپنے مریدوں کوایک نصب العین "عطا" کرتا ہے، اتنا جلیل القدر کے اسکے سوا کوئی چارہ نہ ہو۔ وہ ایک انقلابی لیڈر ہوتا ہے، تبدیلی کا خواہاں اور پر امید ۔ وہ نہایت سلیقہ مندی سے ایسا سماں باندھتا ہے کہ اس کا نصب العین اس کے ماننے والوں کیلئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہو جاتا ہے۔ وہ ذہنی طور پر اس سے اتنے مغلوب ہو جاتے ہیں کہ اس کیلئے جان دے بھی سکتے ہیں اور لے بھی۔

خود پرست قربانیاں دینے کی حوصلہ افزآئی کرتا ہے، جتنی زیادہ ہوں اتنی ہی بہتر ہیں۔ پھر وہ اپنے آپ کو اس نصب العین کے محور کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اور وہ تحریک اسکے اردگرد گھومتی ہے۔ صرف وہی ہوتا ہے جو اسکو ممکن بنا سکتا ہے اور اپنے پیروکاروں کوعلاقہ موعود تک لے جا سکتا ہے۔ اس دیو ہیکل منصوبے کا وجود اس کے بغیر ناممکن ہے۔ اسطرح وہ دنیا کا اہم ترین انسان بن جاتا ہے۔ ایسا شخص جسکے ہاتھ میں بنی نوع انسان کی نجات اور ان کے کامیاب مستقبل کی چابیاں ہیں۔

خودپرست کا دیا ہؤا نصب العین دراصل اسکے ذاتی مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اسکا مقصد کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ جم جونز، وہ شخص جس نے گھانا میں 900 لوگوں کو جس مقصد کیلئے اجتماعی خود کشی پر مجبور کردیا وہ تھا "سماجی انصاف" اور وہ اس نصب العین کا مسیحا تھا۔

ہٹلر نے جرمن قوم کی عظمت کو اپنا نصب العین بنایا، اسنے کھل کر خود کو عظیم نہیں بتایا، بلکہ جرمنی کی حرمت کو۔ البتہ وہ خود اس تحریک میں جان ڈالنے کے اعتبار سے ناگزیر تھا اور ایک ایندھن فراہم کرنے والا بھی۔

سٹالن کیلئے نصب العین کیمونزم تھا۔ جو کوئی اسکا مخالف تھا اسکو یہ سمجھا جاتا تھا کو وہ عوام کا مخالف ہے اور لہذا واجب القتل ہے۔

محمد نے اپنے مریدوں سے یہ نہیں کہا تھا کہ اسکی پرستش کی جائے، اس نے دعوی کیا تھا کہ وہ" صرف ایک پیغام رساں" ہے۔ اس نے بڑی چالاکی سے اپنے مریدوں سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ" اللہ اور اس کے رسول" کی اطاعت کریں۔ وہ مندرجہ ذیل الفاظ ایک قرآنی آیت کے ذریعے اللہ کے منہ میں ڈالتا ہے:-

(اے محمد ! مجاھد لوگ) تم سے غنیمت کے مال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ کیا حکم ہے) کہہ دو غنیمت خدا اور اسکے رسول کا مال ہے تو خدا سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو خدا اور اسکے رسول کے حکم پر چلو۔(قرآن 8:1)

چونکہ اللہ کو عربوں سے لوٹ گھسوٹ میں ہاتھ آئے مال کی ضرورت نہیں تھی تو اس نے خود بخود اللہ کے قائم مقام یعنی محمد کے پاس جانا تھا۔ چونکہ کوئی بھی نہ اللہ کو دیکھ سکتا تھا اور نہ سن سکتا تھا اسلئے وہ ساری اطاعت تو محمد ہی کی تھی۔ لہذا خدا کا خوف کھانے کا اصل مقصد محمد کا خوف کھانا تھا۔

بااختیار رہنے کیلئے اللہ کا ساتھ ہونا ضروری تھا۔ اللہ پر یقین نہ ہونے کی صورت میں کیا اس کے پیرو کار اپنی جانیں قربان کرتے؟ اپنے رشتہ داروں سمیت دوسرے لوگوں کا خون کرتے اور ان سے لوٹی ہوئی دولت اسکے حوالے کرتے؟ یہ خیالی خدا محمد کی متبادل شخصیّت تھی اور حکومت کرنے کا ہتھیار۔

محمد نے اس بات کی تبلیغ کی کہ کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرایا جائے جبکہ پس پردہ اس نے خود کو اسکا شریک بنا لیا اور منطقی اعتبار سے اور عملی طور پر خود کو اس منصب سے علیحدہ کرنا ناممکن بنا دیا۔

جرمنوں نے جنگ ہٹلر کی وجہ سے شروع نہیں کی تھی ، انہوں نے ایسا اس کام کیلئے کیا تھا جس کیلئے ان کو بیچ دیا گیا تھا۔

ڈاکٹر سیم ویکنن لکھتا ہے، "خود پرست اپنی خود پرستی کی ضروریات کہ پورا کرنے کیلئے جو بھی ہاتھ لگے لے لیتے ہیں؛ اگر خدا، عقیدہ، چرچ، ایمان، باقاعدہ شرعی مذھب یہ کچھ دے سکے تو اپنی خودپرستی کی ضروریات پورا کرنے کیلئے پارسائی قبول کر لیں گے۔ اگر یہ انکے کام نہ آئے تو وہ مذھب کو بھی ترک کر سکتے ہیں"

اسلام ایک ہی شخص کا تسلط جمانے کیلئے ایک آلہ کار تھا۔ محمد کے بعد کئی اور لوگوں نے بھی اسے اسی مقصد کیلئے استعمال کیا۔ مسلمان بہت جلد ان سے متاثر ہو کر ان کا آسان شکار بن جاتے ہیں ان لیڈروں کا جو اسلام کی کامیابی کی دعائیں مانگتے ہیں۔

مرزا میلکم خان(1831تا1908)، ایک امریکن جو مسلمان ہو گیا تھا اس نے جلال الدین افغانی سے ملکر" اسلامی نشاۃ ثانیہ" کی تحریک شروع کی اور ایک بیمثال ترشروی والا اشتہاری جملہ یہ تھا، " اگر مسلمانوں سے قرآن میں لکھے ہونے کے حوالے سے کچھ بھی کہہ دو تو اسکیلئے وہ اپنی جان کی بازی لگا دیں کے"

خود پرست کی میراث

خودپرست اپنا ورثہ جاری رکھنے کے متمنی ہوتے ہیں۔

اپنے بسترمرگ پر محمد نے اپنے مقلّدوں پر زور دیا کہ وہ جہاد جاری رکھیں۔ چنگیز خان نے اپنے بیٹوں کو بستر مرگ پر ایسے ہی احکامات جاری کئیے تھے۔ اس نے انکو بتایا کہ وہ ساری دنیا فتح کرنا چاہتا تھا ، چونکہ وہ ایسا نہیں کرسکا اسلئے اس کے بیٹے اسکا یہ خواب پورا کریں۔ جیت ہی خود پرستوں کا سب کچھ ہوتی ہے۔ انکا کوئی ضمیر نہیں ہوتا۔ ان کے نزدیک دوسروں کی زندگیاں بہت ارزاں ہوتی ہیں۔ انکے ارادوں میں دوسروں پر غلبہ پا لینا ہی اصل مقصد ہوتا ہے اور کسی اور چیز کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔

اکاون برس کی عمر میں ہٹلر کو پتا چلا کہ اس کے بائیں ہاتھ میں رعشہ طاری ہورہاہے۔ اس نےاسکو چھپائے رکھا اور مرض بڑھنے پر اسنے لوگوں سے دور رہنا شروع کر دیا۔ اسکو احساس ہو گیا تھا کہ موت قریب آرہی ہے۔ وہ زیادہ مستعد ہو گیا، یہ جانتے ہوئے کہ اسکے پاس وقت کم رہ گیا ہے، اس کے حملوں میں نئی قسم کی تیزی آگئی۔

اسلام کو محض ایک مذہب سمجھ لینا ایک غلطی ہے۔ یہ تو مذہب کی آڑ میں ایک مطلق العنان حکومت قائم کرنے کا نظریہ ہے۔ اسلام کا عارفانہ پہلو بعد میں مسلم سکالروں اور فلاسفروں نے تخلیق کیا، انہوں نے محمد کے احمقانہ الفاظ کی دقیق قسم کی تشریحات کے ذریعے اسے انسانی ادراک ماروراء عقیدہ بنا دیا۔ بعد میں اسلام کے پیروکاروں نے مذہب کو اپنا پسندیدہ لبادہ اوڑھا دیا۔ ان تشریحات پر ازلی ہونے کی مہر لگ گئی اور یہ معتبر ہو گئیں۔ قرآن بھی اپنی حیثیت میں حقیقی مواد سے تہی ایک بے ڈھنگی کتاب ہے۔

اسلام کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے غلبہ حاصل کرنا۔ اسکا موازنہ نازی ازم اور کیمونزم سے کیا جاسکتا ہے۔ مذہب کے بارے میں اگر ہمارا یہ ماننا ہے کہ مذہب ایک فلسفئہ حیات ہے جسکا مقصد انسان کو علم سے آراستہ کرنا، اس کے انسانی جوہر میں اضافہ کرنا، روح کی بالیدگی، روحانیت میں تحریک، دلوں کو جوڑنا اور روشن خیالی ہے تو معاف کیجئے اسلام اس معیار پر پورا نہیں اترتا۔

خود پرست خدا بننا چاہتا ہے

خود پرست کیلئے جو بہت اہم ہے وہ ہے طاقت۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کی عزت کی جائے، اسکو توجع دیجائے، اور نظر انداز نہ کیا جائے۔ خود پرست تنہا اور غیر محفوظ ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو انقلابی لیڈر، امیدوں کے پیام رساں، اور اعلی مقاصد کے سفیر کے طور پر نمایاں پوزیشن دینے کے متمنی ہوتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ ووٹروں کی توجع حاصل کر لینگے۔ جس کو وہ اپنا نصب العین بتاتے ہیں وہ تو صرف ایک حیلہ بہانہ ہوتا ہے۔ خود پرست خدا اور

جعلی نصب العین ایجاد کرلیتے ہیں، دراصل وہ خود ہی اپنے نصب العین کا مرکز ہوتے ہیں۔ جتنے زیادہ وہ خدا گھڑیں گے اور اپنے نصب العین کا قد کاٹھ بڑھائیں گے وہ اتنی ہی زیادہ طاقت اپنے لئے جمع کر لینگے۔

اللہ محمد کیلئے ایک سازگار آلہ کارتھا۔ اسکے ذریعے وہ اپنے پیروکاروں پر لامحدود تسلط جما سکتا تھا اور انکی زندگیوں کا بھی مالک ہو سکتاتھا۔ صرف ایک خدا تھا جو ڈرانے والا اور غفورالرحیم تھا اور وہ، محمد، اسکا ایک ہی سب سے پیارا اور آخری پیغمبر اور واحد نمائندہ تھا اور وہ اسطرح خدا کا وجود ثانی تھا۔ گو اسکی اطاعت تو اللہ ہی کے ذریعے ہی لازم تھی ، مگر اصل میں تو ہمیشہ محمد کی رضا اور منشا کو ہی پورا کرنا ہوتا تھا۔ ویکنن ان قلابازیوں کو اپنے مضمون " خدا کی محبت کیلئے ــ خود پرست اور مذہب" میں وضاحت سے بیان کرتاہے:-

خدا ہی وہ سب کچھ ہے جو ایک خودپرست بننا چاہتا ہے : قادر مطلق، عالم الغیب، حاضر ناظر، لائق حمدوثناء، کثرت سے زیر بحث لائے جانے والا، اور جس کیلئے احترام کی خواہش پیدا ہو۔ خدا خود پرست کیلئے ایک سہانہ سپنا ہے، اور اس کی ایک انتہائی شاہانہ فرضی جنت۔ لیکن دوسری طرف خدا اس کیلئے ایک کارآمد ہتھیار۔ خود پرست کے ذہن میں خدا کی جو اشکال ہوتی ہیں انمیں کبھی وہ اسکو طاقت کا کمالی نمونہ ہوتا ہےاور کبھی بیقدر۔

اس دور میں جب وہ انکو اوج کمال پر دیکھ رہا ہوتا ہے اس کی کوشش ہوتی ہے کہ انکی ہمسری کرے، وہ انکی تعریف کرتا

ہے، ان کی نقّالی (اکثر پر انوار) کرتا ہے، اور انکا دفاع کرتا ہے، وہ سمجھتا ہے وہ غلط نہیں ہو سکتیں اور نہ غلط ہیں، خود پرست انکو حیات سے بالاتر سمجھتا ہے ، بے خطا، بلا عیب، مکمل اور روشن۔ لیکن جیسے ہی خود پرست کی غیر حقیقی اور بڑھتی ہوئی توقعات کی ناگزیر طور پر عدم تعمیل ہوتی ہے تو اپنے ان تراش کردہ بتوں کی بیقدری شروع کردیتا ہے اور اب یہ "انسانی" (ایک خود پرست کیلئے ایک تحقیر آمیز اصطلاح) کہلاتی ہیں، وہ چھوٹی ہوتی ہیں، بہت نازک، مائل بہ خطا، بزدل، کمینی، گونگی، اور درمیانے درجے کی۔ خدا کے ساتھ خود پرست اسی چکر سے گزرتا ہے، اور خدا اسکیلئے ایک سست رو حاکم ہوتا ہے۔

مگر اکثر جب اس کے خوش فہمی کا ازالہ ہو چکا ہوتا ہے اوراسپر بت شکنی پر مائل مایوسی چھا چکی ہوتی ہے۔ خود پرست خدا کی محبت اور اس کی اطاعت کا دکھلاوہ جاری رکھتا ہے، خود پرست اس دہوکہ بازی کو قائم رکھتا ہے کیونکہ ایسا جاری رکھنے سے اس بل بوتے پر اسکی طاقت برقرار رہتی ہے، پادری، مذہبی اجتماعات کے امیر، مبلغ، انجیل نویس، فرقہ پرست، سیاست دان، اہل دانش ۔ یہ تمام لوگ خدا کے ساتھ اپنے خصوصی تعلق کے دعوے کی بنا پر اختیارات حاصل کرتے ہیں۔

مذہب کی بنیاد پر حاصل شدہ اختیار ایک خود پرست کو اجازت دیتا ہے کہ وہ دوسروں کو اذیّت دینے میں ملوث ہوجائے اور زن بیزاری پر کھلکر آزادی سے عمل پیرا ہو … خود پرست جسکے

اختیارات کا ممبع مذھب ہواس چیز کی تلاش میں ہوتا ہے کہ اسکو تابعدار اور چوں چراں نہ کرنے والے غلام میّسر آ جائیں جن پر وہ اپنی من موجانہ فاسقانہ آقائی قائم کر سکے۔ خودپرست خالص بےضرر مذھبی جذبات کو فرقہ پرستانہ رسومات اور زہر آلود پیرشاہی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ وہ سادہ لوح عوام کو اپنا شکار بناتا ہے۔ اسکا گروہ اس کا یرغمالی بن جاتاہے۔

مذھبی اختیار خود پرست کیلئے اسکی خود پرستی کی خوراک کو محفوظ کر دیتا ہے، اس کے ہم مذھب، مذھبی اجتماع کے افراد، مذھبی جاگیر، اسکا حلقہ، اس کو سننے والے۔ خود پرستی کی قابل بھروسہ اورمستحکم خوراک بن جاتے ہیں، وہ اسکا ہر حکم بجا لاتے ہیں، اسکی نصیحتوں پر پورا دھیان دیتے ہیں، اس کے مذھب کی پیروی کرتے ہیں، اسکی شخصیّت کی تعریف کرتے ہیں، اسکی ذاتی خصلّتوں پر آفرین کہتے ہیں، اسکی ضروریات پوری کرتے ہیں(بسا اوقات اسکی شہوانی خواہشات بھی) اس کی تعظیم کرتے ہیں اور اسکی پرستش بھی۔

مزید برآں، ایک "بہت بڑی چیز" کا حصّہ ہوتے ہوئے خودپرستانہ اندازمیں فرحت بخشنے والا بھی ہوتا ہے۔ خدا کا جّزو ہونے کے ناطے اس کے جاہ و جلال میں ڈوبا ہؤا، اس کی عنائیات کا اولین حقدار اور اسکی بےپناہ طاقت میں حصّہ دار، اس کے ساتھ گفتگو کرنے والا۔ یہ تمام خود پرستی کو تقوّیت بخشنے والے نہ ختم ہونے والے ذرائع ہیں ۔ خود پرست خدا بن جاتا ہے اس کے احکامات کی بجا آوری سے، اس کی ہدایات پر عمل کرنے سے، اس سے محبت کرنے سے اس کی اطاعت کرنے

سے، اسکے آگے جھکنے سے، اس میں شامل ہو جانے میں، اور اسکے ساتھ کلام کرنے سے۔ اور یا اسکا دفاع کرے سے(خود پرست کا جتنا بڑا دشمن ہوگا اس کے دفاع میں وہ اتنی ہی زیادہ شان و شوکت اور خود کو اہم محسوس کریگا)۔

خود پرست جیسے اپنی زندگی میں دوسری تمام چیزوں میں ترامیم کر سکتا ہے اس طرح وہ خداکو بھی ایک اوندھے قسم کےمعکوس خود پرست میں بدل لیتا ہے۔ خدا اسکی خود پرستی کی غذا کا سب سے بڑا ذریعہ بن جاتا ہے۔ وہ اس سب پر حاوی اور غالب آجانے والی ہستی کے ساتھ ذاتی تعلقات بنا لیتا ہے۔ دوسروں کو مغلوب کرنے کیلئے اور ان پر حاوی ہونے کیلئے وہ خدا کا مددگار پادری بن جاتا ہے اور اسکا قائم مقام ہونے کے تعلق سے وہ خدا کو مثالی درجہ دیتا ہے۔ پھر اسکی بیقدری کرتا ہے اور پھر بدعملی۔ یہ خود پرستی کا ایک کلاسیقی نمونہ ہے اور یہاں تک کہ خدا بھی اس سے بچ نہیں سکتا۔

خود پرست اپنے آپ کو براہ راست پرموٹ نہیں کرتے۔ وہ اپنے آپ کو حیاء کے پردے میں چھپا لیتے ہیں، اور اپنے خدا کا رتبہ بلند کرتے ہیں، اس کے تخیّل کو بڑھاوا دیتے ہیں، اور نصب العین یا مذہب کو جو کہ دراصل انکا اپنا ہی متبادل ہوتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو محض پیام رساں ہی بتلاتے ہیں، سادہ، منکسر امزاج، اپنی ذات کی نفی کرنے والا نقیب جو اس یا اسکی مقتدر اور مختارکل خدائی، یا تمام اطراف سے حاوی نصب العین، لیکن وہ یہ واضع کر دیتے ہیں کہ وہی ہیں جو نصب العین کو سمجھتے ہیں اور انتہائی غیر متحمل اور نہ معاف

کرنے، مخالف رآے رکھنے والے اور بار بار منسوخ کرنے والے ہوتے ہیں۔

خود پرست بہت ظالم ہوتے ہیں لیکن احمق نہیں۔ دوسروں کو جو تکلیف یہ پہنچاتے ہیں اسکا ان کو بخوبی علم ہوتا۔ وہ طاقت کے اس احساس کا کہ وہ دوسروں کو تکلیف پہنچا رہے ہیں اسکا مزہ لیتے ہیں۔ وہ دیوتا ہونے میں خوشی محسوس کرتے ہیں ۔ اسکا فیصلہ کرتے ہوئے کہ کس کو نوازنا اور کس کو سزا دینا ہے ۔ کون زندہ رہے گا اور کس کو مرنا ہے۔ خود پرستی کا مریض سب کچھ بیان کردیتا ہے جو محمد تھا ۔ اس کی بے رحمی، اس کے اجنبی قسم کے طمطراق کے دعوے، اس کے فراخدلی کے واقعات انکو متاثر کرنے کیلئے جو اسکو تسلیم کرلیتے تھےاور اسکی عظمت کو دوام دیتے تھے اور اسکی فاترالعقل اور ولولہ انگیز شخصّت کو۔

خود پرستی کی وجوہات

ایک بچہ جو واقعی کم تر ہویا معاشرے میں ٹھکرآئے جانے کے سبب اپنے اپ کو ایسا محسوس کرتا ہو وہ اپنے اس احساس کمتری کو اپنے تحت الضمیر کے اعصابی نظام میں خلل کے ذریعے سے جس کیلئے ماہر امراض دماغی، الفرڈ ایڈلر "احساس برتری" کی اصطلاح متعارف کرواتا ہے اسکا ازالہ کرنے کی کوشش کریگا۔ اس طرح کوئی بھی اپنی کامیابیوں میں مبالغہ آرائی کرتے ہوۓ خود پرستی کی مرض میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

والدین کی طرف سے غلط پرورش خود پرستانہ ذھنی ابتری کا ایک بڑا سّبب ہوتا ہے۔ مثال کے طور پرجتنا کہ بچوں کو کھلی چھٹی دینے

والے اور اسکی بیجا تعریف ، ضرورت سے زیادہ نازبرداری، بیجا اہمیت ، مطلوبہ نظم وضبط قائم کرنے میں ناکامی اور اسکو ایک آئیڈیل بچہ سمجھ کر اسکی کردار سازی میں بدعملی کے مرتکب ہونےوالے والدین ہیں اتنے ہی وہ ہیں جو بچوں کی مارپیٹ کرتے ہیں، انکو نظر انداز کرتے ہیں اور بعض اوقات زنائے محرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بچہ بڑا ہونے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتا۔ وہ زندگی کے بارے میں غیر حقیقی نظریات کے ساتھ جوان ہوتا ہے۔ دوسری جانب ایک بچہ جسکو جائز معاونت اور حوصلہ افزآئی نہیں ملتی وہ بھی خود پرستی کا شکار ہو جاتاہے۔

شیر خواری ہی میں محمد کو پلنے کیلئے ایک اجنبی کے حوالے کردیا جاتا ہے۔ کیا اسکی ماں کو اس میں کوئی دلچسپی نہیں تھی؟ ساٹھ سال سے زیادہ عمر میں بھی وہ اپنی ماں کی قبرپر فاتح خوانی نہیں کی؟ کیا وہ تب تک بھی اس سے خفا تھا؟

حلیمہ محمد کو(جب وہ بچہ تھا) لینے کیلئے تیار نہیں تھی کیونکہ وہ ایک غریب بیوہ کا بیٹا تھا۔ کیا اس پر اسکا اثر تھا جو اسکی ماں اور باقی اہل خانہ نے اس کے ساتھ کیا؟ بچے ظالم بھی ہو سکتے ہیں۔ ان دنوں میں یتیم ہونا ایک تہمت تھی اور اب بھی کئی مسلم ممالک میں ہے۔ محمد کا بچپنا ذاتی تکریم کی افزآئش میں ممد نہیں تھا۔

جان مارڈی ہارووز Jon Mardi Horowitz جوکہ Stress Response Syndromes کامصنف ہے وضاحت کرتا ہے، " جب ایک رسمی خود پرستانہ احسانمندی سراہے جانے کی وجہ سے عیاں ہوتی ہے، اور اسے خصوصی توجع دی جاتی ہے پھر اسکی ذات کی تعریف خطرے میں پڑ جاتی ہے تو اسکا نتیجہ ڈیپریشن کی صورت میں نکل سکتا ہے،

مالیخولیا، افسردگی، شرم، اور اپنے آپ کو نقصان پہچانے جیسی کیفیات کا سامنا ہو سکتا ہے اور اس شخص پر غصّہ آنا جس پر الزام ہو کہ اسنے صورتحال کو بگاڑا ہے۔ بچہ یہ سیکھ سکتا ہے کہ وہ تکلیف دہ جذباتی کیفیات سے بچنے کیلئے خود پسندانہ طریقے سے معلومات کا تجزیہ کرے۔"

درحقیقت محمد کا بچپنا مشکلات میں گذرا۔ سورة 93 آیات 3 تا 8(اس کتاب کے باب اوّل کے شروع میں اسکا ذکر ہے) کے مطابق وہ بڑی نرمی سے اپنے ماضی کے تنہائی والے یتیم بچپنے کو یاد کرتا ہے اور اپنے آپ کو یقین دلاتا ہے کہ اللہ اسکو چھوڑ نہیں دیگا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسقدر اس کی تنہائی میں گم بچپنے نے اس کو تکلیف پہنچائی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس نے ایک خیالی دنیا بسا لی تھی تاکہ وہ حقیقت کا سامنا نہ کرے۔ وہ خیالی دنیا اسقدر واضع تھی کو اسکا رضائی خاندان خوفزدہ ہو گیا۔ یہ ایک واضع اشارہ تھا کہ اسکا بچپنا خوشگوارنہیں تھا۔ محمد کو اپنے شروع کے سالوں کے بارے میں کچھ یاد نہیں ہوگا مگر اس کی ذات پر لگے ہوئے گھاؤ تمام عمر اس کے ساتھ رہے۔ اسکے لئے اس کی خیالی دنیا ہی اسکی حقیقی دنیا تھی۔ یہ ایک محفوظ پناہ تھی: ایک خوشگوار مقام جہاں وہ حقیقت سے آنکھیں چرآ سکتا تھا وہ اپنی خیالی دنیا میں چاہا جا سکتا تھا، عزت کروا سکتا تھا، تعریف کروا سکتا تھا، طاقتور بن سکتا تھا، اہم بن سکتا تھا اور یہاں تک کہ اس سے خوف کھایا جا سکتا تھا۔ یہاں وہ جو چاہے بن سکتا تھا اور باہر کی دنیا کی طرف سے عدم توجع کا ازالہ بھی کر سکتا تھا۔

ویکنن کے مطابق "خود پرستی کی اصل وجہ کو پوری طرح سے سمجھا نہیں جا سکتا لیکن یہ اوائل عمر میں(پانچ سال کی عمر سے پہلے) شروع ہو جاتی ہے۔ یہ مانا جاتا ہے کہ اس کی وجہ اس کے ابتدائی پالنہاروں(والدین یا دوسرے متعلقین) کی طرف سے مسلسل لا پرواہی ہے۔ بالغ خودپرست انہی گھروں کی پیداوار ہیں جہاں دونوں والدین یا ان میں سے کسی ایک کی طرف سے شدید بے رخی یا بدعملی کا سامنا رہا ہو۔۔۔ تمام بچے (تندرست یا بیمار) جب انکو اپنے والدین کی طرف سے وہ کچھ کرنے کی اجازت نہیں ہوتی جو کچھ وہ کرنا چاہتے ہوں وہ خود پرستی کی کیفیّت میں کھو جاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بہت طاقتور ہیں اور جو چاہیں کر سکتے ہیں، یہ ایک صحتمند اور فطری امر ہے جو بچے میں خود اعتمادی پیدا کرتی ہے جس کی اسکو ضرورت ہوتی ہے اور یہ اس کے والدین کی طرف سے لا پرواہی کا ردّعمل ہوتا ہے۔"

ٹھکرآے جانے والے بچے اپنے اندر ادھوا پن پال لیتے ہیں۔ انکو یقین ہو جاتا ہے کہ وہ محبت اور توجع کے قابل نہیں ہیں اور وہ ردّ عمل کے طورپر، اپنی انا کی تسکین کیلئے اپنے آپ کو پھنے خاں ظاہر کرتے ہیں۔ انکو اپنی کمزوریوں کا علم ہوتا ہے اور وہ اس سے بچتے ہیں کہ دوسروں کو اسکا پتہ نہ لگ جاۓ اور وہ کہیں انکو پیار کرنا اور انکی عزت کرنا نہ چھوڑ دیں۔ اسلئے وہ جھوٹ بولتے ہیں اور اپنے آپ کو اہم بنانے کیلئے خود ستائی کے جھوٹے قصّے گھڑتے ہیں، انکی یہ خیالی طاقت اکثر بیرونی ذرآئع سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ انکا ڈیڈی یا کوئی تگڑا دوست ہو سکتا ہے۔ اس طرح کی خود پرستی بچوں میں عام ہوتی ہے مگر اگر وہ جوان ہونے تک قائم رہے تو یہ ایک خود پرستانہ نفساتی ابتری میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ محمد کو خیالی

دوست بنانے کی عادت تھی۔ اپنی عمر کے بعد کے حصّے میں خدا نے اسکی جگہ لے لی۔ اللہ کے ساتھ نتھی ہونے اور اپنے آپ کو یہ ظاہر کرنے سے کہ وہ اس تک جانے کا واحد وسیلہ ہے اس نے خدا کی تمام طاقت اپنے میں تجسیم کر لی۔

اپنی ماں کے انتقال کے بعد، جب محمد کی عمر چھ سال تھی، وہ اپنے بڑھتی ہوئی عمر والے دادا کی اتالیقی میں چلا گیا۔ جس نے اسے بگاڑ دیا۔ جیسا کہ کئی ساری احادیث میں ہے کہ عبدالمطلب بہت زیادہ متحمل تھا۔ وہ ضرورت سے زیادہ اپنے پوتے کی دلجوئی کرتا تھا۔ وہ اپنے پوتے کو اپنے بچھونے پر بیٹھنے کی اجازت دیتا تھا جبکہ اس کے بیٹے بوجع احترام کچھ فاصلے پر اسکے گرد بیٹھتے تھے ۔

محمد کا یہ دعوی کھ اسکے داد نے اس میں عظمت حاصل کرنے کی صلاحیّت کو پہلے سے ہی جانچ لیا تھا یہ اسکا خوش فہمی پر مبنی ایک مصنوعی تخیل تھا۔ یہ ایک جھوٹ ہے اور اسکا من گھڑت قصّہ ہے کہ وہ اس پر ایمان لے آیا تھا۔ ایک جگہ اس نے تفصیل سے کہا کہ جب اسکے چچاؤں نے اسے بچھونے سے ہٹانے کی کوشش کی تو عبدالمطلب نے کہا، "صرف اسکویہاں بیٹھنے کی اجازت ہے کیونکہ اس کی منزل عظیم ہے اوریہ ایک بادشاہت کا وارث ہے۔" ایک اور مقام پر اس نے ڈھینگ ماری کہ اس کے بڑے بزرگ نے اسکی آیا کو بتایا کہ، " اس کے بارے میں خبردار رہو کہیں یہودی اور عیسائی اس پر ہاتھ نہ ڈالیں کیونکہ وہ اسکو نقصان پہنچانہ چاہتے ہیں" یہ خود پرستوں کی مخصوص خام خیالیاں ہیں، جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اسقدر اہم ہیں کہ سب انکونقصان پہنچانہ چاہتے ہیں کیونکہ وہ اس سے حسّد کرتے ہیں۔ یہودی اور عیسائی اس تاک میں نہ تھے کہ کوئی

پیغمبر آئے اور وہ اسکو نقصان پہنچائیں۔ یہ بہت بیہودہ قسم کا عقیدہ ہے جس پر مسلمان یقین رکھتے ہیں۔ تا ہم یہ واضع ہے کہ عبدالمطلب نے محمد کو خاص ہونے کا احساس بخشا۔ اس نے اپنے پوتے سے پیار کیا اور پھلایا، اس بوڑھے آدمی نے اس نرم دلی کے ناطے اسے بگاڑ دیا۔ تاہم محمد نے اس ضرورت سے زیادہ توجع کی تشریح اس طرح کے کہ یہ اسکی عظمت کا ثبوت ہے۔ اس نے بچپن میں اپنی خیالی دنیا میں اپنے بارے میں جو نقشہ کھینچا تھا اس کو اس کے دادا کی بیجا دلجوئی نے پروان چڑھایا، ایک بار پھر اسکا یکتا ہونا، خاص ہونا اور بیمثال ہونا مقدم ٹھہرا۔

عبدالمطلب کی وفات کے بعد اسکے رحمدل چچا ابو طالب نے بھی اسکو دوسرے بچوں سے مختلف سمجھا۔ اس کی یتیمی نے بن پکارے ہمدردی کے جذبات حاصل کر لئے۔ دونوں، اسکے چچا اور دادا نے اسکی حد سے زیادہ طرفداری کی اور اس پر کسی قسم کی پابندی اور ضوابط قائم نہیں کئے۔ یہ تمام تجاوزات اسکی خود پرستانہ شخصیّت کے ارتقاء میں حصّہ دار بنی۔ ماہر نفسیات، J.D. Levine اور Rona H. Weiss لکھتے ہیں:-

جیسا کہ ہم جانتے ہیں، ایک ماہر عضویات کے نقطہ نظر سے، کہ ایک بچے کوخاص قسم کی خوراک دینی چاہئے تاکہ وہ شدید ناموافق درجہ حرارت کا مقابلہ کر سکے، اور جس فضا میں اسکو سانس لینا ہے اس میں وافر آکسیجن موجود ہو تاکہ اس کا جسم تندرست اور توانا ہو، اس کے علاوہ، نفسیات کی گہرآئی میں، ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اسکو ایک واضع قسم کا ماحول، خصوصی طور پر، ایک ایسا ماحول (ا) جس میں اسکے والدین

کی طرف سے ملنے والی خوشیوں کو یقینی بنایا جائے، (ب) اس کی خودی کے استحکام کیلئے جو پرسکون ماحول چاہئے تاکہ وہ درست طریقے سے بلوغت میں قدم رکھے۔

محمد کے شروع کے سالوں میں اس نے عدم توجع اور قطع رحمی کا سامنا کیا اور اس کے بعد ضرورت سے زیادہ ڈھیل۔ اس کے ساتھ پیش آنے والے حالات و واقعات اس کے خود پرست بن جانے میں ممد و معاون تھے۔

اس کے بارے میں ہمیں کچھ علم نہیں کہ محمد نے کبھی اپنی ماں سے بات چیت کی ہو، وہ اسکی قبر پر اسوقت گیا جب اسنے مکّہ فتح کیا مگر اس نے دعائے فاتحہ سے انکار کیا۔ اس حاضری کا کیا مقصد تھا؟ شاید یہ اسکا انتقام تھا کہ وہ سب کچھ اس نے اس کے بغیر ہی حاصل کر لیا۔ اور دوسری جانب وہ اپنے دادا کو یاد کرتا ہے جس نے اس پراپنی محبت نچھاور کی اور وافر مقدار میں خود پرستانہ طمانیت بخشی اور وہ بھی بڑے لاڈ پیار سے۔

ماہرین نفسیات ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ شروع کے پانچ سال ہیں جو بچے کو سنوارتے ہیں اور بگاڑتے بھی۔ محمد کی جذباتی ضروریات ان سالوں میں پوری نہیں ہوئی تھیں۔ قید تنہائی اور توجع سے خالی یہ اذیّت ناک بچپنے کی یادیں تمام عمر اس کے ساتھ رہیں۔ وہ عدم تحفظ والے ماحول میں پروان چڑھا اور اپنی قدروقیمت کے بارے میں ہر لمحہ بدلتی ہوئی سوچوں کے پس منظر میں اس نے اپنی کمزوریوں کو غالب آجانے والی نخوت اور بڑھتے ہوئے احساس استحقاق، عظمت اور عالی مرتبت کے سراب میں چھپا لینے کی کوشش کی۔

محمد اپنے آپ کو اس مرتبے پر لے گیا کہ وہ خدا کا واحد شریک ہے اور اس امر کو یقینی بنا دیا کہ کوئی اور یہ مرتبہ حاصل نہیں کرسکتا اور اپنے آپ کو خدا کا آخری رسول بتایا۔ اسی لئے اس کے اختیارات قطعی اور ابدی تھے۔

محمد پرخدیجہ کی اثرانگیزی

اسلام کی سربلندی میں خدیجہ کے کردار کا ابھی تک تعیّن نہیں کیا گیا۔ محمد پر خدیجہ کے اثرورسوخ کی اہمیّت میں مبالغہ آرائی کی کوئی گنجائش نہیں۔ خدیجہ کو ظہور اسلام میں محمد کا شریک کار ٹھہرانا لازم ہے۔ اس کے بغیر اسلام کا وجود ناممکن تھا۔

ہم جانتے ہیں کہ خدیجہ اپنے جوان خاوند کی بہت تعریف کرتی تھی۔ اس کا کہیں ذکر نہیں ملتا کہ شادی کے بعد محمد نے کوئی کام کاج کیا ہو۔ شادی کے بعد خدیجہ کا کاروبار جیسے نالیوں میں بہہ گیا ہو۔ اس کے مرنے کے ساتھ ہی سارا کنبہ غربت کا شکار ہو گیا۔

دنیا کا ٹھکرایا ہؤا، اور دوسروں کے ساتھ ہمسری کی بنیاد پر رسم و راہ رکھنے سے قاصر محمد زیادہ تر اپنا وقت گوشہ نشینی میں گذارتا اور اپنی خوشگوار خیالی دنیا میں مراقبے میں چلا جاتا۔

ویکنن کے الفاظ میں، " اس طرح کی ناقابل برداشت تکلیف سے بچنے کیلئے خود پرستانہ نفسیاتی ابتری کے مریض اپنی پرشکوہ ہونے کی اندرونی کیفیّت چھپانے کیلئے لوگوں سے علیحدہ ہو جاتے ہیں، عجز وانکساری اور حیا کا جھوٹا لبادہ اوڑھ لیتے ہیں۔ چڑچڑے پن، کم قدری

اور اداسی کے ردّعمل کے طور پر شرم کے مارے چھپ جانے والی کیفیّت رونما ہوتی ہے۔"

محمد کئی دنوں کا کھانا اپنے ساتھ لے جاتا تھا اور اس وقت واپس آتا جب وہ ختم ہوجاتا اور دوبارہ کھانا لے کر وہ واپس غار میں چلا جاتا۔

خدیجہ گھر میں رہتی اور اپنے 9 بچوں کا خیال رکھتی بلکہ اپنے خاوند کا بھی جو ایک غیر ذمہ دار بچے جیسی حرکتیں کر رہا تھا۔ اسکو اس پر کوئی شکایت نہیں تھی، وہ قربانی دینے پر ہی خوش تھی۔ کیوٗں؟

یہ ایک انتہائی اہم سوال ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خدیجہ بھی کسی نفسیاتی ابتری کا شکار تھی۔ آجکل کے زمانے میں ہم اس کیفیّت کو codependent باہم دستنگر یا زدّ خود پرستی reversed narcissist کہہ سکتے ہیں۔ اس معمے کو سلجھانے کی یہ ایک اہم کڑی ہے جسکی مدد سے ہم یہ الجھن حل کر سکتے ہیں کہ کیوں وہ اپنے خاوند کا ساتھ دیتی رہی جب محمد نے اسکوفریب تصوّرمیں بنی ہوئی اوٹ پٹانگ کہانی سنائی، بجائے اسکے کہ وہ اسکو سمجھاتی بجھاتی اس نے اسکو اس طرف مائل کیا کہ وہ پیغمبر بن گیا ہے۔

دی نیشنل مینٹل ہیلتھ ایسوسی ایشن(NMHA) کے مطابق باہمی دستنگری کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے، " یہ تربیت میں رچا ہؤا ایک ایسا سلسلہ ہے جو ایک نسل سے دوسری نسل تک سرآیت کر جاتا ہے، یہ جذباتی اور احساساتی روّیے کی کیفیت ہے جو کسی فرد کی صحتمندانہ باہمی تعلقات کی فضا پر اثر انداز ہوتی ہے ۔ اسکو ریلیشن شپ اڈکشن relationship edict ion باہم اکٹھے رہنے کی لت پڑ جانا بھی کہا جاتا ہے۔ وجہ یہ ہوتی ہے کہ جو لوگ باہم دستنگر

ہوتے ہیں وہ ایک یک طرفہ رشتہ بنا لیتے ہیں جو کہ جذباتی طورتباہ کن یا بدعملی پر منتج ہو سکتا ہے۔ اس ابتری کی شناخت دس برس قبل اس وقت ہوئی جب کئی سالوں پر محیط ان خاندانوں کے باہمی ذاتی تعلقات کی نوعیت کا مطالعہ ہؤا جو شراب کے نشے کے عادی تھے۔ باہمی دستنگری پر مبنی روّیہ جب دوسرے لوگ دیکھتے ہیں تو وہ اسکی نقل کرتے ہیں اور اسطرح وہ بھی یہ سب سیکھ جاتے ہیں۔"

خدیجہ ایک نفیس اور وضعدار عورت تھی۔ وہ اپنے والد خویلد کی چہیتی بیٹی تھی۔ اصل میں وہ اپنے بیٹوں سے زیادہ اس پر بھروسہ کرتا تھا۔ وہ ایک "dady's girl " تھی۔ اس نے مکّہ کے کئی مظبوط امیدواروں سے شادی سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن جب اس نے نوجوان ضروتمند اور بے سہارہ محمد کو دیکھا وہ یکلخت اس کی محبت میں گرفتار ہو گئی اور ایک ملازم کے ذریعے شادی کا پیغام بھیج دیا۔

بظاہر ایسا لگتا ہے کہ محمد ایک مقناطیسی شخصیت کا حامل تھا اور وہ بہت مظبوط عورتوں کو مسحور کرنے کا اہل تھا۔ یہ ایک پیچیدہ اور متحرک سوال کا سطحی سا جواب ہے۔ 25 برس کی عمر تی کسی عورت نے محمد میں دلچسپی کا اظہار نہیں کیا تھا۔

تاریخ دان طبری لکھتا ہے، " خدیجہ نے محمد کو پیغام بھیجا کہ وہ اسکو لے جائے۔ اس نے اپنے والد کو اپنے گھر میں بلایا، شراب نوشی پر مائل کرکے اس نرم کر لیا اور یہاں تک کہ وہ نشے میں دھت ہو گیا، اسکو خوشبو دار تیل لگا دیا اور چوغا پہنا دیا اور گائے ذبح کی۔ پھر اس نے محمد اور اسکے چچاؤں کو بلا لیا، جب وہ آئے اس کے والد نے اس کے ساتھ شادی کردی۔ جب اسکا نشہ اترا، اس نے کہا،' یہ گوشت کیسا ہے، یہ خوشبو اور یہ لباس، یہ سب کیا ہے؟۔' اس نے

جواب دیا ،'تم نے محمد سے میری شادی کر دی ہے،' ۔ ' میں نے ایسا نہیں کیا' اس نے کہا، ' کیا میں ایسا کرسکتا ہوں جبکہ مکّہ کے بڑے بڑے لوگوں نے رشتہ مانگا اور میں نے انکار کر دیا، میں کیوں تمہیں ایک بھیک منگے کے حوالے کروں گا؟ '"

محمد کے ساتھیوں نے غضبناک ہو کر کہا کہ اس رشتہ داری کا انتظام تمہاری بیٹی نے کیا ہے۔ بوڑھے آدمی نے غصے میں تلوار نکال لی اور محمد کے رشتہ داروں نے بھی یہی کیا۔ خون بہنے ہی والا تھا جب خدیجہ نے مداخلت کی اور محمد کیلئے اپنی محبت کا اظہار کیا اور تسلیم کر لیا کہ ساری منصوبہ بندی اسی کی تھی۔ خویلد اس بات پر ٹھنڈا پڑ گیا اور قسمت کا لکھا سمجھ کر صلح پر آمادہ ہو گیا۔

کیونکر کوئی اس امر کی وضاحت کر سکتا ہے کہ ایک متوازن دماغی کیفیّت کی مالک ایک کامیاب عورت اپنے سے پندرہ برس چھوٹے مفلوک الحال نوجوان سے محبت کرنے لگے گی ۔ یہ پرخطا روّیہ ظاہر کرتا ہے کہ خدیجہ میں بھی کوئی نفسیاتی ابتری تھی۔

شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ خدیجہ کا والد نشے کا عادی تھا۔ خدیجہ کو اپنے والد کی اس کمزوری کا بخوبی علم تھا جسکی وجہ سے اسنے یہ دلیرانہ منصوبہ بنایا۔ جو لوگ نشے کے عادی نہیں ہوتے وہ مناسب مقدار میں پیتے ہیں اور حتی الوسع اکیلےمیں نہیں۔ خویلد مہمانوں کے آنے سے قبل ہی نشے میں دھت ہو گیا، وہ صرف محفل آرائی کیلئے شراب نہیں پیتا تھا بلکہ اس کا عادی تھا۔

اب اس سارے معاملے کے پیچھے کیا ہے؟ یہ اس تھیوری کو کہ خدیجہ ایک باہم دستنگر(codependent)تھی اس پہیلی کو سلجھانے

کیلئے ایک واضع اشارہ ہے۔ عادی نشئی لوگوں کے بچے اپنے اندر باہمی دستنگری پیدا کر لیتے ہیں۔

خدیجہ کا والد ضرورت سے زیادہ اسکا خیال رکھتا تھا اور اس کے ساتھ اسکی توقعات بھی بہت زیادہ تھیں۔ اس کی چالیس سالہ بیٹی کی ایک معمولی شخص کے ساتھ شادی پر اسکا ردّعمل ان الفاظ میں عیاں ہوتا ہے، " مکہّ کے سب سے عظیم لوگوں نے اسکا رشتہ مانگا اور میں راضی نہیں تھا" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدیجہ اس کی آنکھ کا تارا تھی، خویلد کے اور بچے بھی تھے، جن میں کچھ بیٹے بھی تھے، یہ صاف ظاہر ہے کہ اسکی بیٹی ہی اسکا فخر تھی اور خوشی تھی۔ وہ اسکی واحد ہر لحاظ سے مکمل اولاد تھی۔ اس وقت خدیجہ مکہ کی سب سے امیر عورت تھی۔

وہ بچے جنکو ان کے ضرورت مند والدین بہت پیار کرتے ہیں اور ایک مظبوط سہارا سمجھتے ہیں وہ انکے سائے میں پلتے ہیں۔ آگے چل کر وہ باہمی دستنگری والی ابتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے والد (یا والدہ) کا ساتھ اپنے سر پر سوار کر لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگ ان کو اونچی نظر سےدیکھیں۔ ان کے بارے میں توقع ہوتی ہے کہ وہ "حیرت انگیز" بچے ہیں اور وہ یہی کوشش کرتے ہیں کہ وہ والدین کی توقعات کو پورا کریں اور انکو مایوس نہ کریں۔

اچھی کارکردگی کے مسلسل مطالبے کی وجہ سے بچی اپنی الگ سے کوئی پہچان نہیں بنا پاتی۔ وہ اپنے خود پرست والدین کی ایک مکمل انسان بننے کی خواہش کی تکمیل میں ہی جٹی رہتی ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتی کہ اسکو "وہ کون ہے" ہونے کے ناطے پیار کیا جائے گا بلکہ اس لئے کہ اسکی کارکردگی کیا ہے ۔ نشئی والدین اپنے کندھوں کا

بوجھ اتار کراپنے بچوں پر ڈال دیتے ہیں، خاص طور پر اس وقت جب ان میں اس کی اہلیّت زیادہ ہو۔ وہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ ہر چیز میں آگے بڑھ جائیں اور انکی خود کی ناکامیوں کا بھی ازالہ کریں ۔

باہم دستنگر اک نارمل صحتمند جذباتی تعلقداری کے ذریعے اپنی خواہشات پوری نہیں کرتے جو کہ باہم صرف ایک جیسے لوگوں میں ہو سکتی ہے۔ صرف ایک کفالت کنندہ اور یا خوشی دینے والےکی حیثیت میں ہی وہ خوشی حاصل کر سکتے ہیں۔ کرئی ضرورتمند خود پرست ہی اسکا "مکمل" ہمسر ہو سکتا ہے۔

خدیجہ نے کامیاب اور پّختہ ذھن لوگوں کے رشتوں کو ٹھکرا دیا، ایک غریب نوجوان سے محبت کی جو جذباتی اور مالی طور پر ضرورتمند تھا۔ باہم دستنگر محبت اور ترس کھانے میں فرق نہیں کر پاتے۔ ان میں یہ رجحان ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں سے "پیار" کریں جن پر وہ ترس کھائیں اور انکے کام آئیں۔

ویکنن نے باہم دستنگری کی بجائے " معکوس خود پرست " کی اصطلاح استعمال کی۔ اسنے باہم دستنگر اور خود پرست کے مابین تعلقات کے بارے میں جوکہا، وہ یہ ہے " ایک معکوس خود پرست کسی چیز کو اچھی طرح سے صرف اس وقت جان سکتا ہے جب وہ کسی خود پرست کے متعلق ہو۔ معکوس خود پرست شروع سے ہی ایسے حالات میں ڈھلا ہوا ہوتا ہے اور اس طرح ہی چل سکتا ہے کہ اسکا ساتھ صرف ایک خود پرست سے ہی ہو جو کہ اس کی انا کی تسکین کا باعث ہوتا ہے۔ وہ خالصتاَ اسکی توسیع ہوتا ہے، وہ بھی صرف اسلئے کہ اسکی تعریف اور چاپلوسی اسلئےکی جائے کہ وہ خود پرست کی اس سے زیادہ تعریف اور چاپلوسی کا سبب بنے۔"

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کیوں خدیجہ جیسی ایک خوبصورت عورت محمد جیسے ضرورتمند میں دلچسپی لینے لگی۔ ایک معکوس خود پرست گو اپنے کاروبار میں کامیابی کا خواہشمند ہوتا ہے اور انکا اس قسم کا تعلق غیر صحتمند ہوتا ہے۔ آگے چل کر ویکنن وضاحت کرتا ہے، " ابتدائی تعلق میں، معکوس خودپرست بچے اور والدین والا تعلق دوبارہ پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ معکوس خود پرست آئینے میں اپنا پرشکوہ عکس دیکھتا ہے اور ایسا کرنے سے اسے اپنی خودپرستی کی غذا ملتی ہے(ایک خود پرست کا ثانوی خود پرستی کی خوراک کا انحصار دوسرے معکوس خود پرست پر)۔ معکوس خود پرست کا دوسرے خود پرست کے ساتھ ایسا تعلق رکھنا ضروری ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو مکمل اور تمام سمجھ سکے۔ معکوس اس حد تک ضرور چلا جائے گا کہ اسکو یقین ہو جائے کہ خود پرست کا جو حق ہےکہ وہ خوش رہے، اسکی دیکھ بھال ہو، اسکی تعریف ہو وہ پورا ہو رہا ہو۔ معکوس اپنے خود پرست کی شان بڑہاتا ہے، اسکو بلند جگہ پر رکھتاہے، اور بڑی دلجمعی سے خود پرست کی واضع کمزوریوں کا دفاع کرتے ہوئے خو پرستی کی کم قدری کو برداشت کرتا ہے۔

محمد اور خدیجہ کی شادی آسمانوں پر ہوئی تھی(اسکا کوئی اور مطلب نکالنا مطلوب نہیں) محمد ایک خود پرست تھا جسکو مسلسل تعریف، توجع اور چاپلوسی کی ضرورت تھی۔ وہ غریب تھا اور جذباتی تعلق کا ضرورتمند ۔ وہ بالغ ہو چکا تھا مگر ابھی تک اس کے اندر کا بچہ توجّع کا خواہشمند تھا۔ اسکو اس چیز کی ضرورت تھی کہ کوئی اسکا خیال رکھے اور اسکی ضرورت پوری کرے، کوئی اسکے ساتھ ایسا

برتاؤ کرے جو وہ شیرخواری کی عمر میں اپنی ماں سے لاڈیاں اور مستیاں کر کے حاصل کرسکتا ہو۔

ماں اور اسکے شیرخوار بچے میں جو تعلق ہوتا وہ خودپرست اور باہم دستنگر والا ہوتا ہے، ماں کی ممتا بچے کے ساتھ جذباتی تعلق کی خواہشمند ہوتی ہے اور بچے قدرتی طور پر خودپرست ہوتے ہیں۔ وہ یہ سب بدمستیاں خوشی خوشی برداشت کرتی ہے۔ یہ سب صحتمندانہ ہے ۔ لیکن یہ صحتمندانہ نہیں جب یہ دو باہم اثر انداز بالغوں کے درمیان ہو۔

ایک خود پرست میں جو جذباتی ٹھہراؤ بالغ ہو جانے پر آ جانا چاہئے وہ کہیں بچپن میں ہی منجمد ہو چکا ہوتا ہے۔ اس کی طفلانہ ضروریات کبھی بھی پوری نہیں ہوتی۔ وہ مسلسل اس تگ و دومیں ہوتاہے کہ اسکی بچپنے والی خواہشات پوری ہوں۔

اگر بچے کی خودپرستانہ ضروریات بچپن میں پوری نہ ہوں تو اس کی جذباتی بلوغت وہیں منجمد ہو کر رہ جاتی ہے۔ بڑے ہوکر بھی وہ اس شفقت کی تلاش میں ہوتے جو بچپن میں انکو نہیں ملی ہوتی۔ لہذا وہ جذباتی طور پر دوسروں کے دستنگر ہو جاتے ہیں جیسا کہ انکے ہم عمر ساتھی یا اپنے بچے۔

محمد کی اسطح کی چاہے جانے کی خواہشات کا ذکر کئی موقعوں پر ملتا ہے۔ ابن سعد روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا کہ قریش کے سب لوگ میرے رشتہ دار ہیں اور اگر وہ مجھ سے محبت نہیں کرتے اس وجہ سے کہ جو پیغام میں انکے لئے لایا ہوں مگر پھر بھی انکو مجھ سے پیار کرنا چاہئے کیونکہ میرا ان سے خونی رشتہ ہے۔قرآن میں محمد کہتا ہے، " میں تم سے اسکا کوئی اجر نہیں مانگتا مگر وہ محبت

چاہتا ہوں جو خونی رشتہ داروں کیلئے ہوتی ہے"۔ یہ الفاظ دراصل اس شخص کی مایوسی میں ڈوبی ہوئی پکاریں ہیں جس کو چاہے جانے کی خواہش ہو۔

خدیجہ، اسکے برعکس، ایک معکوس خود پرست تھی جو یہ چاہتی تھی کہ اس کی چارہ کار یا غمگسار بننے کی دلفریب خواہشوں کو کوئی پورا کرے۔ یہی نہیں کہ ایک باہم دستنگر اس چیز کا برا منائے کہ کوئی اسکا استعمال کر رہا ہے بلکہ وہ اس چیز کا مزہ لیتی ہے۔

ویکنن رقمطراز ہے، " معکوس خود پرست ابتدائی خود پرست پر پلتا ہے اور یہی اسکی خود پرستی کی خوراک ہے۔ لہذا یہ دو صنفیات، اپنی اصل روح میں، باہمی جڑواں نظام کے تحت ایک دوسرے کو سہارتی ہیں۔ اصل میں خود پرست اور معکوس خود پرست کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے باہمی تعلق کے اتراؤ چڑھاؤ سے بخوبی واقف ہو تاکہ وہ مستقبل میں ایک طویل العمر معاملہ سازی کر لیں۔

ماہر نفسیات ڈاکٹر فلورنس ڈبلیو۔ کاسلو " دو صنفوں کے باہم" مرہون منت ہونے (symbiosis) کی وضاحت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ دونوں پارٹیوں میں نفسیاتی ابتری پائی جاتی ہے۔ مگر طیف کے مخالف کناروں پر۔ " ایسا لگتا ہے کہ دونوں کے درمیان ایک دوسرے کیلئے جان لیوا کشش ہوتی ہے اور اسکے اندر انکی شخصیّت کی تمثیلیں ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں اور معکوسی ہوتی ہیں۔ یہ اسکی ایک وجہ ہے کہ کیوں اگر ان میں طلاق ہو جائے تو وہ بار بار اپنے پہلے ساتھی سے مماثلت رکھنے والے کی تلاش میں ہوتے ہیں۔"

محمد اور خدیجہ کے درمیان صنفیاتی رشتہ انتہائی مثبت رہا۔ اس کے بعد اسکو کام کرنے کی چنداں ضرورت نہیں تھی اور نہ ہی روپے

پیسے کی اور وہ اپنے روز و شب ہمراہ اپنی وحشتوں کےاور سرسبز خیالی بہشتوں میں، ایسے شیریں زباں اختیار شاہی میں جہاں اسکی تعریف کی جاتی ہو، اسے چاہا جاتاہو، اور اسے عزت ملتی ہو۔ خدیجہ اسی کے اندر جذب ہو گئی اور اسکی ضرورتوں کو پورا کرتی رہی۔ اس نے اپنے تجارتی کاروبار کو نظر انداز کر دیا اور اسکاروز بروز ترقی پذیر کاروبار سکڑتا چلا گیا اور اسکی دولت ہوا میں اڑ گئی۔ وہ پچاس سال کی ضرور ہو گی جب اس کے ہاں سب سے چھوٹا بچہ پیدا ہؤا ۔ وہ گھر میں ہی ہوتی تھی جب اسکا خاوند اپنی خیالی غاروں میں اورحقیقی غاروں میں خلوت نشیں ہوتا تھا۔

ویکنن کے مطابق، " معکوس خود پرست مٹ جانے کی حد تک بے لوث ہوتا ہے، قربانی دینے والا ہوتا ہے ، اور دو طرفہ تعلقات میں انتہائی نرم خو ہوتا اور اس چیز سے ہر قیمت پر گریزاں ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا اسکی مدد کرے، وہ صرف اس وقت دوسروں سے معاملہ کرتا ہے جب وہ انکے لئے کچھ کر رہا ہو، اعانت کررہا ہو اور معمول سے ہٹ کر ان کی مدد کررہا ہو"۔

ویکنن باہم دستنگری کی تعریف یوں کرتا ہے، " وہ لوگ جو دوسروں پر انحصار کرتے ہیں اسلئے کہ وہ انکے روزمرّہ کے کاموں میں مدد کرنے کے عوض مشکور ہونے کے خواہشمند ہوتے ہیں اوراسطرح انکی انا کی تسکین ہوتی ہے۔ وہ ضرورتمند ہوتے ہیں، طلبگار ہوتے ہیں، شائستہ مزاج اور قطع تعلقی سے خوف کھاتے ہیں، وفا دار ہوتے ہیں اور جس ساتھی پر انکا انحصار ہوتا ہے اس کے ساتھ تعلق بنائے رکھنے کی خاطر یہ غیرموزوں برتاؤ کا مظاہرہ بھی کرتے ہیں۔"

Codependent No More کے مصنفMelody Beattie وضاحت کرتا ہے کہ باہم دستنگر غیر ارادی طور پر مشکل قسم کے ساتھیوں کا انتخاب کرلیتے ہیں تاکہ اسکا کوئی مقصد ہو اور انکو اس کی ضرورت ہو جو یہ محسوس کریں کہ اس نے پوری کردی۔

ایک ذی عقل محمد کے بیان کردہ اوٹ پٹانگ واقعے کو ذہنی خلل سمجھ کر یا " آسیب زدگی" کے طور پر لے سکتا تھا جیساکہ دوسرے لوگ ایسا کہتے تھے۔ محمد خود یہ سوچتا تھا کہ وہ کاہن (سحر انگیز) یا آسیب زدہ ہے۔ مکہّ کے اہل دانش لوگوں نے محمد کے بارے میں یہ سوچا تھا کہ وہ مجنوں(پاگل یا جنوں کے سایہ میں) ہے۔ مگر اسطرح کا خیال خدیجہ کی برداشت سے باہر تھا، جسکےنزدیک اس کی زندگی کا مقصد اپنے خاوند کی خوشی اور اسکی ہر خواہش کو پورا کرنا تھا۔ اس نے تو ہر صورت اپنے خودپرست سے چمٹے رہنا تھا۔ بطور ایک باہم دستنگر، خدیجہ نے محسوس کیا کہ وہ اس میں دلچسپی لے اور اسکی مدد کرے، اس کو مشورے دے اور یوں اپنی خود پرستی کی خوراک کا ذریعہ حاصل کرے ۔

خدیجہ کو ہم 'دوسروں کی کامیابیوں میں خوش ہونے والے باہم دستنگر' کی صف میں شامل کرتے سکتےہیں۔ ویکنن کہتا ہے، "دوسروں کی کامیابیوں میں خوش ہونے والے باہم دستنگر دوسروں کے ذریعے اپنا جیون بتاتے ہیں۔ وہ دوسروں کی خاطر قربانی دیتے ہیں تا کہ وہ دوسروں کی خواہشات کی تکمیل ہونے پر اپنی شان بڑھا سکیں۔ وہ لوٹ کر آنے والی روشنی کے سہارے زندہ رہتے ہیں، دوسروں کی واہ واہ میں خوش ہوتے ہیں اور دوسروں کی حاصل شدہ کامیابیوں پر۔ ان کی اپنی کوئی تاریخ نہیں ہوتی، اپنی خواہشات ختم کر چکے ہوتے ہیں، اور

اپنی ترجیحات بھی اور صرف دوسروں کی کامیابی کے خواب دیکھتے ہیں۔"

خود پرست اکثر اپنے گرد لوگوں سے قربانیاں طلب کرتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ وہ انکے باہم دستنگر بن جائیں ۔ وہ اکثر اخلاقی اقدار سے ماورا ہوتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو بہت اہم سمجھ کر اخلاقی قوانین کی پاسداری نہیں کرتے۔

خود پرست کا ایک کیس

جون ڈی رواَیٹر البرٹا، کینیڈا کا خود ساختہ مسیح ہے۔ اس کے پیروکار خدا موافق اس کی عبادت کرتے ہیں۔ " ایک دن ہم باورچی خانے کے گرد بیٹھے سگرٹ پی رہے تھے۔" رواَیٹر کی اٹھارہ سال بیوی جوئس جس نے اپنے خاوند اور اپنے درمیان فاصلہ قائم کر رکھا تھا، ایک انٹرویو میں بتایا، " وہ میرے مرنے کے بارے میں بات کررہا تھا، اس نے اس چیز کا اقرار کیا وہ پہلے ہی مرنے کے عمل میں سے گزر رہی ہے جو کہ ایک اچھی بات ہے ۔ میں نے اپنی زندگی کا 95 فیصد حصّہ گزار لیا ہے جو کہ ہم نے گزارنا تھا لیکن اس نے کہا کہ وہ اپنے لئے بالکل ایسا نہیں ہونے دیگا اس نے کہا کہ تمہاری حتمی موت اس وقت ہو گی جب وہ مزید دو بیویاں لے آئیگا۔" جوئیس نے کہامیرے خیال میں وہ مذاق کررہاہے مگر وہ ایسا نہیں کر رہا تھا۔ وہ اس معاملے کو دوبارہ سامنے لے آیا اورجوئیس سے پوچھا کہ اسکا کیا خیال اگر وہ مزید تین بیویاں اس کے گھر میں رہنے کیلئے لےآئے۔

خوش قسمتی سے جوئیس اتنی باہم دستنگر نہیں تھی کہ وہ اتنی ہزیمت برداشت کرے، اس نے پستی پہ مائل اپنے خود پرست خاوند کو چھوڑ

دیا۔ ایک خالص باہم دستنگر اپنے خود پرست ساتھی کیلئے سب کچھ کر سکتا ہے۔ باہم دستنگر اور خود پرست کے درمیان تعلقSadomasochism والا ہوتا ہے۔

بدقسمتی ہے نوع انسانی کی کہ خدیجہ حقیقی معنوں میں باہم دستنگر تھی، جو کہ اپنے خودپرست خاوند کیلئے جسکی وہ بہت معترف تھی ہر چیز قربان کر سکتی تھی۔ یہ وہی تھی جس نے محمد کی حوصلہ افزآئی کی کہ وہ اپنے پیغمبرانہ ارادوں کی تکمیل کرے اس نے اسی سمّت اسکی رہنمائی کی ۔ جب محمد پر مرگی کے دورے پڑنے میں خاصی کمی آگئی اور اسکو فرشتے بھی نظر نہیں آتے تھے تو خدیجہ کو مایوسی ہوتی تھی۔ ابن اسحاق رقم طراز ہے، " اس کے بعد جبرائیل کچھ دیر اسکے پاس نہیں آیا تب خدیجہ نے کہا،' میرے خیال میں تمہارا خدا تم سے نفرت کرنے لگا ہے۔'" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کیوں اس چیز کی اتنی مشتاق تھی کہ اسکا خود پسند خاوند پیغمبر بن جائے۔

خدیجہ کی حیات میں محمد نے کوئی اور شادی نہیں کی۔ اس کا گذارہ اسکی دولت پر ہوتا تھا اور وہ اسکے گھر میں قیام پزیر تھا۔ مزید برآں یہ کہ اہل مکّہ اسکا تمسخر اڑآتے تھے۔ وہ اسکو دیوانہ کہتے تھے۔ کوئی بھی اس سے شادی نہ کرتا اگر اس کے پاس اپنے وسائل بھی ہوتے اور خدیجہ والا مسئلہ بھی نہ ہوتا۔ مکّہ میں اسکے پیروکار مٹھی بھر کمسن لڑکے اور چند ایک غلام وغیرہ تھے اور ان میں عورتیں بہت کم تھیں۔ اور اس کے ساتھ شادی کے قابل بھی نہیں تھیں۔ اگر خدیجہ نے محمد کو اقتدار میں آتے ہؤے دیکھ لیا ہوتا، تو وہ شاید اپنے خاوند کی من مانیوں اور دیگر خوبصورت اور جوان بیویوں کے ساتھ رہنے کی ہزیمت کو کو قبول کر کے ساتھ رہنے پر آمادہ ہو جاتی۔

خدیجہ کے انتقال کے بعد محمد کو پھر کوئی اور باہم دستنگر نہیں ملا اس طرح سے خیال رکھنے والا جس طرح خدیجہ نے رکھا۔ اس کے برعکس اس نے اس خواہش کی تکمیل کی خاطر اس نے بھنورے والا روپ دھار لیا ۔ اسکی موت کے ایک ماہ بعد محمد نے اپنے وفادار پیروکار ابو بکر کو قائل کیا کہ وہ اپنی چھ سالہ بیٹی عائشہ سے اسکی سگائی کر دے ۔ ابو بکر نے کوشش کی وہ اسکو یہ کہہ کر باز رکھ سکے کہ" ہم تو بھائی ہیں"۔ محمد نے اسکو یقین دلایا کہ وہ اپنے عقیدے کے اعتبار سے بھائی بھائی ہیں اور اس میں اس کی چھوٹی سی بیٹی کے ساتھ شادی کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

اس نے ابو بکر سےمزید کہا ہے کہ اس نے خواب میں دیکھا ہے کہ فرشتوں نے ریشمی کپڑوں میں ملبوس عائشہ کو تھاما ہؤا ہے۔" میں نے (اپنے آپ) سے کہا' اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو یہ ہو جانا بہت ضروری ہے"'۔ اس نے ابوبکر کو بتایا۔ اب ابوبکرکے پاس کوئی راستہ نہ بچا: کیا وہ محمد کو چھوڑ دے ؟ جس کیلئے اس نے اتنی قربانیاں دیں، اسکو برا کہے، یہ کہے کہ وہ جھوٹا ہے اور اپنے لوگوں میں واپس چلا جائے اور قبول کرلے کہ وہ بیوقوف تھا ، یا وہ سب کچھ کرے جو محمد نے اس سے کہا۔ اکثر اس قسم کے معاملات میں مسلک پرست مشکل میں پڑ جاتے ہیں۔ ابوبکر نے تو اپنے گھر کے پچھواڑے میں مسجد بنا رکھی تھی تا کہ مسلمان وہاں نماز ادا کرسکیں۔ وہ اکثر محمد کی بتائی ہوئی آیات کی تلاوت کے دوران اکثر زاروقطار رویا کرتا تھا۔ اس مرحلہ پر محمد کو جھٹلانہ آسان نہ تھا۔ مسلک پرست جال میں پھنس چکے ہوتے ہیں۔ انہوں نے مسلک کی خاطر اتنی قربانیاں دیں ہوتی ہیں کہ واپسی کا راستہ اطاعت میں رہنے سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔

ویکنن بیان کرتا ہے کہ خود پرست کا کتنا اختیار ہوتا ہے اپنے مطیع مسلک پرستوں پر انکے اپنے تناظر میں: " میں تمہارے منہ پر جھوٹ بولتا ہوں بغیر کسی گبھراہٹ اور چوں چراں کے، اور تم اسپر کچھ نہیں کرسکتے، درحقیقت میرے جھوٹ بالکل جھوٹ نہیں ہیں۔ وہ ہی سچ ہیں، میرے سچ۔ اور تم ان پر یقین کرو گے کیونکہ تم کرتے آئے ہو، کیونکہ یہ جھوٹ مانند نہیں دکھتے ، کیونکہ اس کے برعکس کچھ کرنے سے تمہاری اپنی سمجھ پر انگلیاں اٹھیں گیں، اس کے ساتھ نبھا کرنے کا تم میں رجحان ہے،کیونکہ ہمارے تعلقات میں شروع سے ہی تم نے اپنا تمام بھروسہ اور امیدیں مجھ پر رکھیں، مجھ سے تم نے توانائی حاصل کی، اپنی سمّت جانی، استحکام پایا، اور اعتماد پایا مجھ سے اور میرے ساتھ تمہاری وابستگی سے ۔ اس میں مسئلہ کیا ہے اگر تم کو یقینی جنت کے حصول میں کوئی قیمت ادا کرنی پڑے؟ یقیناً میں اس لائق ہوں۔"

Bob Larson رقم طراز ہے، " مسلک چلانے والے یہ جانتے ہیں کہ ایک دفعہ کوئی نو وارد اس حالت تک پہنچ گیا کہ کہ اس نے ایک مخصوص آفاقی نظریہ اپنا لیا اور جیسے ہی اس میں ایک بامعنی اپنائیت سما گئی اسکا ذھن اس چیز کوتسلیم کرنے کو تیار ہو جائے گا میری ہر قسم کی تعلیمات کو بشمول اس کے کہ یہ رہنما خدا کا نمائندہ ہے"۔

ابوبکر نے محمد کو سمجھایا کہ سہاگ رات منانے کیلئے ابھی وہ تین سال انتظار کرے۔ محمد راضی ہو گیا اور اسی عرصہ میں کچھ دن بعد اس نے سعودہ سے شادی کرلی جو کہ اسکے ایک پیروکار کی بیوہ تھی۔

محمد نے اس کے بعد کئی عورتوں پر مشتمل ایک حرم بنا لیا۔ اس نے اپنی رس بھری ممتا رکھنے والی بیوی کی کمی پوری کرنے کیلئے بہت ساری جوان عورتیں رکھ لیں۔ وہ مسلسل اپنی بیویوں اور رکھیلوں کی تعداد میں اضافہ کرتا رہا، لیکن ان میں سے کسی بھی نے بھی اسکی جذباتی ضروریات کو پورا نہیں کیا جس طرح خدیجہ نے کیا۔ اسکو اپنے اندر چھپے ہوے ایک بچّے کیلئے ماں کی ضرورت تھی، اور یہ سب کچھ اس کی کمسن بیویاں نہ کر سکیں اس شخص کیلئے جو انکے دادا جیسا تھا۔

اپنے نصب العین پر محمد کا یقین

ایّام نوجوانی سے ہی محمد اقز کے سالانہ میلے میں جایا کرتا تھا۔ جہاں پر ہر جگہ سے لوگ خریدوفروخت اور کھیل تماشے کیلئے آیا کرتے تھے۔ وہاں پر انہماک سے سننے والے حاضرین مجلس کو عیسائی مبّلغ بائبل میں بیان کردہ پیغمبروں کی کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ محمد ان کہانیوں سے مسحور ہوتا تھا۔ اس کے کمسن ذھن پر جو چیزیں چھا گئیں تھیں وہ تھیں ان پیغمبروں کی تعظیم اور ان سے محبت " پیغمبر بننا کتنا عظیم ہوگا کہ جسے ہر کوئی چاہے اور اس سے ڈرے" کہانیاں سننے کے دوران اس نے یہ ضرور سوچا ہو گا۔ اس کی زوجہ نے اسکو باور کروا دیا کہ وہ پیغمبر ہے اور اسکے خواب حقیقت کا روپ دھار چکے ہیں۔ ایسے لگتا ہے جیسے خدا نے اس پر ترس کھا لیا اور اسکو تمام لوگوں میں سے چن لیا اور اسکا مرتبہ بلند کر دیا اور یہ کہ وہ دوسروں کو دعوت دے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ محمد کے خیالات عظیم تھے۔ در حقیقت یہ وہی پر شکوہ تصوّرات تھے اور اس کا لا محدود کامیابیوں کے حصول میں غیر متزلزل یقین جس نے

اسکے پیرو کاروں کے دلوں میں چراغ روشن کر دئیے کہ وہ بلندی پر پہنچے اور اسکے نصب العین کو بام عروج تک پہنچائیں اور اسکےلئے سیاسی اقتال، لوٹ مار اور یہاں تک کہ اپنے خود کے والدین کا قتل بھی اس نصب العین کے حصول میں روا ہے۔ ان پرشکوہ نظریات کے مشکور ہیں جسکی وجہ سے اسے ہمیشہ یہ احساس رہا کہ وہ خصوصی مراعات کا استحقاق رکھتا ہے۔

محمد جوڑ توڑ اور استحصالی ہتھکنڈوں کے استعمال کا ماہر تھا۔ اس نے ذاتی حیثیت میں کسی بھی جنگ میں حصّہ لئے بغیر ایک بڑی سلطنت قائم کر لی۔ غیر دنیاوی جزآؤں اور لا متناہی بہشتی عیش و نشاط کے وعدوں سے اسنے اپنے مریدوں کو اس کی خاطر جنگ کرنے پر آمادہ کر لیا، اور اس کے نصب العین کے حصول میں ان کی دولت خرچ کروائی، انہوں نے اپنی جانوں کی قربانی دی، اس کو امیر بنانے اور اقتدار کی بلندیوں پر پہنچانے کی خاطر لوٹ مار اور سب کچھ کیا۔

خود پرست جھوٹ بولنے کے ماسٹر ہوتے ہیں۔ وہ خود بھی لا محالہ خود فریبی کا شکار ہوتے ہیں۔ وہ غیر ارادی طور پر اپنی انا کو شان و شوکت عطا کرتے ہیں اور انکاری ہوتے ہیں اپنے ناقابل برداشت گئے گذرے ظاہر پن سے۔ حقیقت سے انکار کی دیواروں میں محصور وہ اپنے اوپر رعب دار چمکتے ہوئے چہرے چڑھا لیتے ہیں۔ اس خود فریبی کی منزل مقصود یہ ہے کہ وہ مخالف سمّت سے آنے والی تنقید اور خدشات کے متلاطم سمندر کیلئے اندر آنا ناممکن بنا دیں۔ خود پرست ذہنی بیماری کی حد تک جھوٹے ہوتے ہیں، انکو اپنے جھوٹوں

پر مکمل یقین ہوتا ہے اور وہ بہت بری طرح سے مجّروع ہو جاتے ہیں اگر ان کے ساتھ کوئی اختلاف کرے۔

ویکنن کہتا ہے، " خود پرست ہر سؤ چھائی ہوئی اداسی اور غمگینی کو ختم کرنے کیلئے کسی ڈرامے اور ہلچل کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ جھوٹی شخصیت کے حامل خود پرست کے سامنے پرشکوہ مستقبل کے منظر کا اور اسکی جستجو اور اسکی منزل مقصود کا ایک دوسرے سے مطابقت رکھنا ضروری ہے۔ انکو اسکی خیالی صورت اور انکے استحقاق اور یکتائی کو ہم انداز ہونا چاہئے۔"

اس امر سے یہ وضاحت ملتی ہے کہ کیوں محمد مسلسل برسرپیکار رہا۔ یہ ڈرامہ اور ہلچل خود پرستی کی خوراک تھی۔ تاہم، وہ ایماندار تھا کیونکہ خود پرست سب سے پہلے خود ہی اپنی گپ گوئی کا ماننے والا ہوتا ہے۔

ڈاکٹر ویکنن وضاحت کرتا ہے، " یہ لازم ہےکہ خود پرست کا حق پر ہونا غیر یقینی ہے (خود پرست بسا اوقات سچ کی پرکھ میں ناکام ہو جاتے ہیں) یہ قابل یقین ہے کہ خود پرست اکثر اپنی ہی قصّہ خوانیوں پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ اپنی بیمار فطرت اور خود فریبی کی اساس سے ناآشنا ہوتے ہیں اور اسی لئے وہ تکنیکی اعتبار سے صاحب نظر نہیں ہوتے۔ (گو وہ شاذوناذر ہی فریب نظری، بے ہنگم گفتگو اور بےترتیب اور ہیجان آمیزی میں مبتلا ہوتے ہیں) خودپرستی کا انتہائی محتاط ترجمہ یہ ہے کہ وہ ذہنی مریض ہوتے ہیں۔"

ویکنن کہتا ہے کہ اگرچہ خود پرست خود فریبی کے ماسٹر ہوتے ہیں مگر وہ انتہائی بداندیش ٹھگ بھی ہوتے ہیں۔ " عمومی اعتبار سے

جھوٹ کیا اور سچ کیا، حقیقت کیا ہے اور خود ساختہ عقیدہ کیا، کیا خود ایجاد کیا ہوا ہے اور کیا حقیقت میں موجود، غلط کیا ہے اور صیح کیا یہ سب جانتے ہوتے ہیں۔ خود پرست سوجھ بوجھ رکھتے ہوئے بھی واقعات کا وہ رخ اختیار کریں گے جو بڑھا چڑھا کر بتایا گیا ہو،جنّوں پریوں کی کہانیاں اور ایک غیر حقیقی زندگی۔ وہ اپنی ہی دیو مالا کی پوشاک پہنے ہوئے ہوتے ہیں۔ خود پرست حقیقت سے زیادہ افسانویت میں رہنا بہتر محسوس کرتے ہیں ۔ لیکن یہ کبھی ان کی آنکھ سے اوجھل نہیں ہوتا کہ یہ محض ایک افسانہ ہی ہے۔ خود پرست کو اپنی ذہنی صلاحیتوں پر مکمل کنٹرول ہوتا ہے، چیزوں کے انتخاب کا مکمل ادراک اور مقصدیّت پر مرتکز۔ اسکا عمل کسی ارادے کے تحت خاص سمت میں ہوتا ہے۔ وہ بہت چابک دست ہوتا ہے اور اسکی فریب نظری اس کے داؤ پیچ کے تابع ہوتی ہے۔ اسطرح اسکی گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے کی صلاحیت، اس کا برتاؤ اور اسکا پیسے پر یقین کامل۔ خود پرست کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے انتہائی قریبی اور پیارے کو اپنی فریب نظری اور جھوٹی ذات کو مظبوط کرنے کیلئے تیار کرے۔" محمد کے معاملے میں یہ کردار خدیجہ نے نبھایا۔

اس کو سمجھنا قدرے دشوار ہے۔ ایک طرف تو ویکنن کہتاہے کہ خود پرست کی نظروں سے قطعاً یہ اوجھل نہیں ہوتا کہ وہ سب کچھ ایک افسانہ ہے اور دوسری طرف وہ یہ کہتا ہے کہ خود پرست کی حقیقت پر گرفت غیر یقینی ہوتی ہے اور وہ اپنی سخن سازی پر یقین رکھتا ہے۔ اگرچہ عام فہم کے انسان کیلئے یہ ایک منطقی معمہ ہے، لیکن یہ ایک خود پرست کیلئے کوئی مسئلہ نہیں کیونکہ وہ جھوٹ بولتا ہوتا ہے اور وہ خود ہی اپنے آپ کو قائل کر لیتا ہے کہ وہ قطعی سچ ہے اور جب چاہے ضرورت کے تحت کہانی تبدیل کر لیتا ہے۔

کسی چیز کو صیح ماننے کیلئے ہمارا یہ رجحان ہوتا ہے کہ ایک شخص یا تو پاگل ہے اور یا وہ جھوٹ بول رہا ہے اور ان دونوں کا ایک ہی وقت میں ہونا نا ممکن ہے۔ یہ صیح نہیں ہے۔ اکثراوقات مجرم سزا سے بچنے کیلئے پاگل ہونے کا سہارا لیتے ہیں۔ معاشرہ، بشمول صحت دماغی کے معالج، اکثر اس دھوکے میں آجاتے ہیں۔ یہ حماقت نامعقولی کی حد تک پہنچ گئی ہے۔ ایک اٹھاون سالہ بوڑھے شخص حیمزپیکیزہ کو ملازمت سے اسلئے برطرف کردیا گیا تھا کہ وہ کام کے دوران اپنا وقت بڑوں کیلئے مختص انٹرنیٹ چیٹ روم میں گزارتا تھا۔ اس نے اپنے مالکانIBM پر مقدّمہ کر دیا کہ اسکی ملازمت سے برخواستگی غلط ہے۔ اور دعوی یہ تھا کہ وہ اونلائن چیٹ روم میں جانے کا عادی ہے اور IBM والوں کو چاہئیے کہ وہ اس سے ہمدردی کریں اسکا علاج کروائیں ناں کہ اسکو نوکری سے نکال دیں۔ اسکو ہرجانے کے طور پر 5,000,000 $ ڈالر ملے۔

سچ تو یہ ہے کہ خود پرستوں کو اپنی حرکات کا مکمل علم ہوتا ہے۔ نیو یارک میں ایک سیریل کٹّلر ڈیوڈ برکووز جو اپنے آپ کو Son of Sam” “کہلاتا تھا، سزآئے موت سے بچ گیا کیونکہ اس کے جرآئم اسقدر بے وجہ تھے کہ ہر کسی کا خیال تھا کہ وہ پاگل پن میں سب کچھ کرتارہا ہے اور انکیلئے ذمہ دار نہیں ہے۔ درحقیقت وہ جانتا تھا کہ وہ جو کچھ کررہا ہے صیح نہیں ہے۔ خود پرست خواہش کرتا ہے کہ اسکو توّجع ملے اور وہ اپنے پیچھے نشانیاں چھوڑ جاتا ہے۔ اپنے اردگرد اس معاملے میں نامی گرامی شخصیات کے اکٹھا ہونے سے جو فرحت اسکو حاصل تھی وہ اسکو مقدّمے سے بّری ہونے سے زیادہ اہم لگ رہی تھی۔ شہرت اور شان وشوکت کی سہانی دھوپ کے مزے وہ

نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ برکووزنے جو کچھ کیا وہ خودپرستانہ ابتری سے مطابقت رکھتا ہے۔ جب وہ پکڑا گیا اور اس کو جیل میں بند کردیا گیا ، اس نے فیصلہ کیا کہ وہ دوبارہ حیات یافتہ کرسچین ہے۔ یہ اس نے پہلے کیوں نہیں کیا ؟ کیا جیل میں اس کے دماغ کی سرجری ہوئی تھی؟ نہیں! اس نے صرف اسلئے اپنی حکمت عملی تبدیل کی کہ وہ دوسروں کی توجّع حاصل کر سکے جس کی اسکو شدید خواہش تھی۔ جیل میں تو بس یہی ممکن تھا کہ وہ پارسائی کا جھوٹا لبادہ اوڑھ لے۔ خود پرست گرگٹ کی طرح ہوتے ہیں۔ وہ بڑی احتیاط سے دوسروں کا جائزہ لیتے رہتے ہیں کہ کسطرح انکو زیادہ سے زیادہ توجّع مل سکتی ہے اور وہ ویسا ہی کرنا شروع کردیتے ہیں۔

خود پرست اپنی حرکات سے آگاہ ہوتے ہیں۔ انکو صیح اور غلط کی تمیز ہوتی ہے۔ ان کو توجّع کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ اس کیلئے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ اگر انکو اس کے حصول کیلئے قتل کی وارداتوں کا ایک سلسہ شروع کرنا پڑے تو وہ یہ بھی کرسکتے ہیں، وہ سیریل کلّر بن جاتے ہیں؛ اگر ان کو یہ سب کچھ مذہبی روپ دھارنے میں ملے تو وہ ایسا کرلیں گے اور وہی کچھ وہ بن جاتے ہیں۔

بڑی حد تک سیریل کلّر اورایک سگرٹ نوشی کےعادی کا آپس میں موازنہ کیا جاسکتا ہے۔ دونوں ہی یہ جانتے ہیں کہ وہ غلط کررہے ہیں۔ تاہم انکی مجبوریاں انکی قوّت ارادی پر حاوی ہو جاتی ہیں۔ سگرٹ نوشی کرنے والا خود کو آہستہ آہستہ مارتا ہے، ایک وقت میں ایک سگرٹ، اور ایک سیریل کلّر دوسروں کو مارتا ہے۔ سگرٹ نوشی کرنے والااسے کیوں نہیں چھوڑتا جبکہ اس کو معلوم ہے کہ نکوٹین اس کے لئے مہلک ہے ؟ وہ اس لئے کہ اسکو اسکی لت پڑ چکی ہوتی

ہے، اسطرح خود پرستی والی ذہنی مرض میں مبتلا لوگ بھی گردوں سے ملحقہ غدودوں سے خارج ہونے والی رطوبتوں کے دباؤ اور خدا کو اپنے مقصد کیلئےاستعمال کرنے کے جوش اور ولولےکے عادی ہو چکے ہوتے ہیں ۔ توّجع حاصل کرنے کی خواہش اتنی شدید ہوتی ہے کہ وہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی اپنی جانوں اور آزادی کو خطرے میں ڈال سکتے ہیں۔

خود پرست اپنے برے اعمال سے آگاہ ہوتے ہیں اور اس میں غلط بات یہ ہے کہ وہ پسند نہیں کرتے کہ ان کے ساتھ بھی ایسا ہو۔ محمد نے دیہاتوں پر حملے کئے اور نہتھے لوگوں کا قتل عام کرنے کے بعد انکا مال اسباب لوٹ لیا۔ مگر اس نے اذیّتیں دیکر اس شخص کو ہلاک کردیا جس نے اس کے چرائے ہوئے اونٹوں کو چوری کرنے کی خاطر اونٹوں کے گلہ بان کو ہلاک کیا تھا۔ وہ ان حملوں کے نتیجے میں ہاتھ آنے والی عورتوں کے ساتھ، حالانکہ وہ ابھی تک شادی شدہ تھیں، زنابالجبّر کا مرتکب ہؤا مگر اس کیلئے یہ ناقابل برداشت تھا کو کوئی اور اسکی بیویوں کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھے بھی۔ اس نے اپنی بیویوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو ڈھانپ کر رکھیں۔ اس نے دوسروں کولوٹ مار اور قتل و غارت سے منع کیا مگر اپنے لئے اسکو جائز قرار دیا۔ بطور ایک خود پرست اس کو یقین تھا کہ اسکو استحقاق حاصل ہے کہ وہ جو چاہے کرے۔ محمد میں دونوں برائیاں تھیں۔ وہ جھوٹا بھی تھا اور پاگل بھی۔ یہ صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب آپ خود پرستی کے ذہنی مرض میں مبتلا ہوں۔

کیا اہل مـّکہ محمد کو ایماندار کہتے تھے؟

مسلمان دعوی کرتے ہیں کہ محمد ایک ایماندار شخص کے طور پر جانا جاتا تھا اور اہل مـّکہ اس کو امین کہھ کر پکارتے تھے۔ ہم بڑی آسانی سے کہھ سکتے ہیں کہ یہ صیح نہیں ہے۔ امین کا لقب ان لوگوں کیلئے استعمال ہوتا تھا جو دوسروں کے ایما پر تجارتی مال کی خریدوفروخت کرتے تھے۔ اس پیشے کی بنا پر کسی کو سکول کا ٹرسٹی (Trustee) یا شہر کا ٹرسٹی کہا جاتاہے۔ امین کا لقب بھی اسطرح کے پیشوں سے متعلقہ لوگوں کا لیبل تھا۔ اس کی چند مثالیں یوں ہیں: امین المکتبہ(Trustee of Library) امین الشرطا اور مجلس الامونا وغیرہ۔

ابوالعص، زینب (دختر محمد) کے خاوند کو بھی امین کہتے تھے کیونکہ یہ اسکا پیشہ تھا۔ جب تک زبردستی ایسا نہیں کیا گیا وہ ایمان نہیں لایا تھا۔ محمد نے زینب کو حکم دیا تھا کہ اسکو چھوڑ دو اگر وہ ایمان نہ لائے۔

محمد نے ایک بار خدیجہ کیلئے بطور امین کام کیاتھا۔ جب وہ اسکا مال تجارت دمشق لے کر گیا تھا اور اس کے حکم پر اس کو فروخت کیا تھا۔ اگر مـّکہ والوں نے اس کوقابل اعتبار سمجھا ہوتا تو وہ اسوقت اسکا تمسخر نہ آڑاتے جب اس نے کہا تھا کہ اس کو اللہ کی طرف سے پیغام ملا تھا۔ محمد کے اپنے کہنے کے مطابق جو اس نے قرآن میں کہا جو اسکو اچھی طرح جانتے ہیں انہوں نے اسکو جھوٹا اور پاگل کہا۔ (قرآن 15:6) ایک ایسا الزام جسکو اس نے غلط ثابت کرنے کیلئے اس کی اللہ سے تصدیق کروائی: " اس لئے تم انکو یادہانی کرواتے رہو

کیونکہ تم اپنے اللہ کے کرم سے نہ تو پاگل ہو اور نہ جھوٹ بولنے والے"۔ (قرآن52:29)۔

پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کی حکمت عملی پر مزید بیان

جیسا کہ پچھلے باب میں بیان کیا گیا ہے کہ محمد نے اپنے پیروکاروں کوانکے خاندانوں سے جدا کردیا تاکہ انکا اپنے رشتہ داروں سے کوئی رابطہ نہ رہے اور کلّی طور پر محمد کے زیر اثر رہیں۔ اس نے اپنے مّکہ والے پیروکاروں کوحکم دیا جو ہجرت کرکے مدینہ آئے تھے کہ وہ اپنے گھر والوں اور اہل و عیال سے کوئی رابطہ نہ رکھیں۔ انکو یہ تمبّیح کرنے کے باوجود چند لوگوں نے ایسا کیا کیونکہ انکو اپنی گذر اوقات کرنے کیلئے رقم کی ضرورت تھی۔ ان پر پابندی لگانے کیلئے اس نے مندجہ ذیل آیات کے ذریعے انکو اللہ سے حکم دلوایا۔

اے ایمان والو ! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست(یا محافظ) مت بناؤ۔ انکیلئے(تمہارے) دل میں چاہت نہ ہو۔ جبکہ وہ اس سچ کو ٹھکرا چکے ہیں جو تماری طرف بھیجا گیا۔ اور (اس کے برعکس) انہوں نے پیغمبر کو اور تم کو (تمہارےگھروں سے) نکال دیا(صرف) اسلئے کہ تم نے اللہ کو اپنا داتا مان لیا ! اگر تم میرے بتائے رستے پر چلنے کیلئے نکل آئے ہو اور مجھ سے ہی جزآء مانگتے ہو(انکو اپنا دوست مت سمجھو) ان سے کوئی خفیّہ سنگت (اور دوستی)مت رکھو : کیونکہ مجھے اسکا خوب علم ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور تم میں سے

جو کوئی بھی یہ کررہا ہے وہ صراط مستقیم سے بھٹک گیا ہے۔

محبت سے ہاتھ کھینج لینے کی طلب ہمیں بعد میں نازل ہونے والی آیات میں بھی ملتی ہے۔

اے ایمان والو! اگر تمارے (ماں) باپ اور (بہن) بھائی ایمان کے مقابل کفر کو پسند کریں تو ان سے دوستی نہ رکھو۔ جو ان سے دوستی رکھیں وہ ظالم ہیں۔ (قرآن 9:23)

کیوں محمد اتنا بیتاب تھا کہ اپنے مریدوں کو سب سے الگ کر لے؟ ویکنن وضاحت کرتا ہے " خود پرست مسلک کا مرکزی پیشوا ہوتا ہے۔ دیگر پیشواؤں کی مانند اسکو اپنے جتھے سے مکمل اطاعت مطلوب ہوتی ہے: اپنی شریک حیات سے ، اپنے بچوں سے، دیگر افراد خانہ سے اور ہم رکابوں سے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کو اپنے مریدوں کی طرف سے خصوصی برتاؤ اور اپنے لئے حمد وثناء کا استحقاق حاصل ہے۔ وہ ادھر ادھر بھٹکنے والے میمنوں کو سخت سزا دیتا ہے۔ وہ ڈسپلن، اسکی تعلیمات سے مکمل ہم آہنگی، اورمشترکہ منزل مقصود جیسے مقاصد کو ان پرٹھونستا ہے۔ حقیقت میں جتنی کم اس کے مقاصد کی تعمیل کی گئی ہو۔ وہ بطور آقا اتنا ہی سختگیر ہو جائے گا اور اپنے مریدوں کی زیادہ نفوذ پزیر برین واشنگ کرے گا۔"

محمد جو کچھ ابھی نہیں کرپایا تھا وہ یہ تھا کہ اسکے چند پیروکارابھی تک مدینہ میں قیام پذیر تھے جہاں پر اگر ان پر حالات تنگ ہو جاتے تو وہ دوبارہ اپنے اہل خانہ سے مل سکتے تھے۔ اپنے مریدوں کو دوسروں سے الک کر کے مسلک کا روحانی پیشواء انکو ایک احاطے میں بند کر لیتا ہے جہاں وہ انکی برین واشنگ کر سکے اور انکے

اوپر اپنا مکمل تسلط جما سکے۔ پہلے پہل محمد نے اپنے مریدوں کو اباسینیا بھیج دیا لیکن بعد میں جب اس نے یثرب کے عربوں کے ساتھ معاہدہ کرلیا تو اس نے اس شہر کو اپنے احاطے کے طور پر چن لیا۔ اس نے شہر کا نام بھی تبدیل کردیا اور یثرب کی بجائے اسکو مدینہ کہا (یا مدینہ ۃ النبی یعنی پیغمبر کا شہر)

ویکنن کہتا ہے، " اکثر غیر ارادی طور پر۔ خود پرست کے ایک چھوٹے فرقے کے ممبران اس کے اپنے تعمیر کردہ نئے نئے قصبے میں قیام کرتے ہیں۔ ان پر وہ ایسی ذہنی بیماری جو تکلیف دہ مغالطوں، 'دشمنیوں'، اسطوراتی داستانوں، اور الہامی منظرناموں سے لبریز ہوتی ہیں جن کا وہ خود بھی حصہ ہوتا ہے اور اسکا اگر تمسخر اڑایا جائے تو وہ سب کچھ ان پر تھونپ دیتا ہے۔"

اس عبارت پر غور کیجیئے یہ کسقدر محمد اور اور دیگر مسلمانوں پر جو آج بھی ایذا رسانی کے مغالطوں میں مبتلا ہیں اور انکو ہر طرف دشمن نظر آتے ہیں، منطبق ہوتی ہے۔ اسطوراتی کہانیاں جیسا کہ فرشتے، جنّوں پریوں کے قصّے، معراج (محمد کا آسمانوں پر جانا) اور روز محشر وغیرہ وغیرہ ۔

ویکنن کے مطابق " خو پرست کے ذہن کی گہرائیوں میں یہ رچا ہوا ہوتا ہے کہ اس سے نچلے درجے کے، گمراہ ہونے والے ، اور طاقتور بدّ خواہ لوگ اسکو اذیّتیں دے رہے ہیں، ایسا سوچنے سے نفسیاتی طور پر متحرک دو مقاصد پورے ہوتے ہیں۔ اسطرح سے خودپرست کی شان وشوکت بڑھتی ہے اور وہ دوسروں سے قریبی میل جول سے بچا رہتا ہے۔"

ویکنن رقم طراز ہے، "خود پرست دعوی کرتا ہے کہ وہ شک وشبہ سے بالا تر ہے، عالی ہے، قابل ہے، ماہر ہے، قادرمطلق ہے، عالم الغیب ہے۔ وہ اکثر جھوٹ بولتاہے اور بول بچن کے سہارے بے بنیاد دعوں کو تقویت پہنچاتا ہے۔ اپنے مسلک کے اندرونی معاملات میں وہ محترم ہونے کی امید رکھتا ہے اور تعریف اور چاپلوسی کی اور مسلسل توجع کی ضرورت جو اسکی زمینی حقائق سے دور قصّے کہانیوں سے اخذ کردہ معلومات سے مطابقت رکھتی ہوں۔ وہ اپنی خواب خیالیوں کے مطابق دوبارہ سہ بارہ وضاحتیں گڑھ لیتا ہے۔ اس کی سوچ تحمکانہ ہوتی ہے، بے لچک اور کڑی اصولیاتی ہوتی ہے۔ وہ آزادی فکر کو اچھا نہیں سمجھتا اور نہ ہی آزادی تقریر اور تکثریت کو، اور تنقید اور اختلاف رآئے کو برداشت نہیں کرتا۔ وہ طلب کرتا ہے۔ اوراکثر اسکو مل بھی جاتا ہے۔ مکمل بھروسہ اور دوسروں سے چھٹکارا اور فیصلہ سازی پر مکمل اختیار۔ اپنےمسلک میں شامل لوگوں کو بذریعہ طاقت وہ نقّادوں کا دشمن بنا دیتا ہے، اور حکّام بالا کا، اداروں کا، اور اسکے ذاتی دشمنوں یا ذرائع ابلاغ کا۔ اگر وہ اس کے اعمال پر سے پردہ اٹھائیں اور سچ کو سامنے لائیں۔ وہ باہر سے آنے والی انفرمیشن پر کڑی نظر رکھتا ہے، اس کی کانٹ چھانٹ کرکے اپنے محبوس سامعین تک صرف اپنی انتخاب کردہ معلومات اور تجّزیات ہی پہنچنے دیتا ہے۔"

خود پرست کی خصوصیات کی تشریح کرتے ہوئے ویکنن نے انجانے میں تعجّب خیز درستگی کے ساتھ محمد کے ذہن کو اور مسلمانوں کے ذہنی رجحان کی حقیقت بیان کردی۔ مسلمان اس حد تک خود پرست ہیں کہ وہ اپنے پیغمبر کی نقّالی کرتے ہیں۔

اسلام اور خود پرست کے مسلک کا باہم موازنہ

خو د پرست کے مسلک کے احوال درج ذیل ہیں۔ پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ویکنن خود پرست کے مسلک کے بارے میں کیا کہتا ہے اور اس کے بعد محمد کی زندگی میں پیش آنے والے واقعات کا تذکرہ کرونگا اور قاری پر منحصر ہوگا کہ وہ فیصلہ کرے کیا وہ آپس میں میل کھاتے ہیں یا نہیں۔

خود پرست کا مسلک "مشنری" اور "سامراجی" ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ نئے لوگوں کو پھانسنے کے چکر میں ہوتا ہے۔ اس میں اپنے رفیق حیات کے دوست، اپنی بیٹیوں کی سہیلیاں، اپنے ہمسائے اور رفیق کار ہوتے ہیں۔ وہ فوری طور پر انکو اپنے عقیدے کا ہم خیال بنانے کی کوشش کرتا ہے ۔ ان کو قائل کرنے کے دوران عمل وہ کسقدر شاندار اور قابل تحسین ہوتا ہے باالفاظ دیگر وہ انکو خودپرستی کی غذا کے وسائل مہیا کررہا ہوتا ہے۔

'بھرتی کرنے کے مشن' میں اس کا روّیہ اکثر مختلف ہوتا ہے اس برتاؤ سے جو وہ اپنےمسلک میں پہلے سے موجود لوگوں کے ساتھ روا رکھتا ہے۔ نئے معترفوں اور جن کا مذھب تبدیل کیا جا سکتا ہو اور اس کی فہرست میں شامل ہو سکتے ہوں ، شروع میں ان کے دل جیتنے کی غرض سے خودپرست بہت دھیان دینے والا، دردمندانہ، نصیحت آمیز، لچکدار اور خود کو مٹانے والا اور مددگارانہ روّیہ اختیار کرتا ہے۔ اور اپنے گھر میں وہ ایک "کہنہ مشق" پیشہ ور کی طرح ظالم ، زبردستی اپنی بات منوانے والا، مرضی کا مالک، رائے تھوپنے والا، اوڈھمی اور استحصال کنندہ ہوتا ہے۔

اپنے اجتماع کے لیڈر ہونے کے ناطے خود پرست محسوس کرتا ہے کہ وہ خصوصی مراعات، اور وہ فوائید جو دوسروں کو حاصل نہیں انکا استحقاق رکھتا ہے ۔ وہ توقع رکھتا ہے کہ سر سے لیکر پاؤں تک اسکا احترام کیا جائے اور اسکو حق حاصل ہو گا کہ وہ جس کی چاہے دولت کو آزادانہ استعمال کرے اور وہ ان قوانین سے مستثنی ہو جو اس نے خود ہی بنائے ہوں(اگر اسطرح کی خلاف ورزی نشاط انگیز یا فائدہ مند ہو).

انتہائی خاص معاملات میں خود پرست اپنے آپکو قانون ۔ کسی قسم کے بھی قانون سے مبّراء تصّور کرتا ہے. یہ طمطراق اور متکبّرانہ اعتقاد مجرمانہ اقدام کی طرف رہنمائی کرتا ہے جیسا کہ زنائے محرم اور کثیر زوجی اور حـّکام بالا کے ساتھ تواتر سے رونما ٹکراؤ.

اسلیئے خودپرست بسا اوقات شدید گھبراہٹ کا شکار ہو جاتا ہے اور ان پر جو اس کے فرقے سے خارج ہوجاتے ہیں شدید رّدعمل ظاہر ہوتا ہے. اسی دوران بہت کچھ ایسا ہو رہا ہوتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے کہ پردے میں ہی ڈھکا رہے. مزید برآں ایک خود پرست اپنے ذاتی مقام کو اوپر نیچے ہوتا دیکھ کر اس کو استحکام دینے کی خاطر اپنے شکار کردہ لوگوں سے اپنی خود پرستی کی غذا حاصل کرتا ہے. خود پرست کی شخصیّت میں ایک مشکوک توازن ہوتا ہے، رّد کیا جانا اس کیلئے خطرناک ہوتا ہے.

اسمیں مزید یہ کہ خود پرست کا وسوسوں میں رہنا اور اپنے مریدوں کے مذہبی عقائد میں بے ترتیبی کےرجحانات، اپنے

اندرخودنگری اور خود آگہی کی کمی، اوراسکی دوسروں کو خوش کرنے والی حّس ظرافت(خود کی ذات میں تخفیف کی عدم موجودگی) اور اپنے فرقے کے لوگوں میں ناخوشی کے باعث علیحدگی کے خدشات نظر آتے ہیں۔

خود پرست کو ہرسو اور ہرجاء دشمن اور سازشیں نظر آتی ہیں۔ اکثر وہ خود کو اندھیرے میں پوشیدہ حیرت انگیز طور پر بڑی بڑی قوّتوں سے برسرپیکا ایک ستمزدہ ہیرو(شہید) کے طور پر پیش کرتا ہے۔ وہ اپنی تعلیمات سے کسی قسم کے انحراف کی صورت میں وہ اپنے پیروکاروں کی بدباطنی، بدشگونی اور تخریب کاری جیسے معاملات کی خفیّہ نگرانی کرتا ہے، لہھذا وہ اپنے جانثاروں کو طاقت پکڑنے سے مانع رکھنے پر ۔ کسی بھی طریقے سے اور ہرطریقے سے۔ تلا ہوا ہوتا ہے۔

خود پرست انتہائی خطرناک ہوتے ہیں۔

آئیے اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس عبارت میں اور محمد اور اسکے مذھب کے بارےمیں جوکچھ بھی ہم جانتے ہیں، کوئی مماثلت ہے یا نہیں ۔

اسلام مشنری بھی ہے اور سامراجی بھی۔ اسلام کا اصل مقصد تو فتوحات اور حکومت کرنا تھا۔ اس نے کوشش کی کہ وہ ہر کسی کو اپنے مسلک میں شامل کرلے اپنے خاندان سے شروع کرکے اپنے تمام رشتہ داروں تک کو۔ اس نے اپنے سرپرست برگزیدہ چچا ابو طالب کو جب وہ بستر مرگ پر تھا دعوت اسلام دی۔ اور جب اس معمر شخص نے انکار کردیا تو محمد نے اس کی خاطر دعا کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ وہ جہنم میں جائے گا۔ اس چیز کا لحاظ رکھتے

ہوئے جو کچھ ابوطالب نے اس کیلئے کیا تھا اس نے رعائت دے دی اور اسکیلئے دوزخ میں سزا میں کمی تجویز کردی اور کہا کہ دوزخ کی آگ صرف اسکے ٹخنوں تک پہنچے گی۔ تاہم، اسنے اپنی چچی اور اسکے بچوں کو اپنا ہمنوا بنا لیا۔

جب محمد ابھی کمزور تھا، اسکے پیروکار بہت کم تھے وہ بہت شائستہ، دردمند، نرم خو، دوسروں کا خیال رکھنے والا اور انکے کام آنے والا اور یہاں تک کہ وہ مکّارانہ کسرنفسی بھی کرتا تھا۔ مکّہ میں قیام کے دوران کہی گئی آیات اورمدینہ میں (جب وہ کافی طاقتور ہو چکا تھا اور نئے لوگوں کو پھانسنے کیلئے رحمدلانہ بناوٹی چہرے کی ضرورت نہ تھی) کہی گئی آیات آپس میں بالکل متصادم ہیں۔ مدینہ میں آکر وہ بڑے رعب سے مطالبے کرتا تھا، بہت جفا کش، من مرضیاں کرنے والا، تند مزاج اور استحصالی روّیہ اختیار کرچکا تھا۔ وہاں آکر اس نے دیہاتوں اور قصبوں پر حملے کئے اور نہتھے لوگوں کو قتل کرنے کے بعد انکو لوٹااور جو بچ گئے انکواطاعت پر مجبور کیا اور جزّیئے کا مطالبہ کیا اور حکم عدولی کی صورت میں موت انکا مقدّر بنی۔

درج ذیل ہیں مّکہ میں نازل ہونے والی آیات کی مثالیں:

1۔ اور جو (دل آزار) باتیں یہ لوگ کہتے ہیں انکو سہتے رہو اور اچھے طریقے سے کنارہ کش رہو۔(قرآن73:10)

2۔ تم اپنے دین پر میں اپنے دین پر۔ (قرآن109:6)

3۔ اسلئے صبر کرو اس پر جو کچھ بھی وہ کہتے ہیں اور اللہ کی حمد بیان کرتے رہو۔ (قرآن 20:103)

4. لوگوں سے اچھی طرح بات کرو(قرآن2:83)

5. یہ لوگ جو کہتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے اور تم ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو. (قرآن50:45)

6. عفوّ ودرگذر کرو؛ نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے دور رہو. (قرآن7:119)

7. تم ان لوگوں سے اچھی طرح سے درگذر کرو. (قرآن15:85)

8. مومنوں سے کہھ دوجو لوگ خدا کے دنوں کی (جو اعمال کے دنوں کیلئے مقرر ہیں) توقع نہیں رکھتے ان سے درگذر کریں تاکہ وہ ان لوگوں کو انکے اعمال کا بدلہ دیں.(قرآن45:14)

9. جو لوگ مسلمان ہیں یا عیسائی یایہودی یا ستارہ پرست(یعنی کوئی شخص کسی قوم و مذہب کا ہو) جو خدا اور روز قیامت پر ایمان لائے گا اور عمل نیک کریگا تو ایسے لوگوں کوان(کے اعمال) کا صلہ خدا کے ہاں ملے گا اور (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہونگے. (قرآن2:62)

10. اور اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر ایسے طریق سے کہ اچھا ہو. (قرآن29؛46)

ان کا موازنہ مدّنی آیات سے کریں جب محمد طاقتور ہو گیا تھا.

1. اے اہل ایمان! اپنے نزدیک کے کافروں سے جنگ کرو اور چاہئے کہ وہ تم میں سختی معلوم کریں (قرآن 9:123)

2. میں ابھی کافروں کے دلوں میں رعب و ہیبت ڈال دیتا ہوں تو انکے سر مار کر اڑا دو ان کا پور پور مار توڑ دو۔(قرآن8:12)

3. جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہو گا اسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا (قرآن3:85)

4. تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کردو(قرآن9:5)

5. انکو جہاں پاؤ قتل کردو اور جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا تم بھی انکو نکال دو۔ (قرآن2:191)

6. اور ان سے اسوقت تک لڑتے رہنا کہ فساد نابود ہو جائے اور(ملک میں) خدا کا دین ہو جائے۔ (قرآن2:193)

7. ان سے خوب لڑو خدا ان کر تمہارے ہاتھوں سے عذاب میں ڈالے گا(قرآن9:14)

8. بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہواگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کردیں اور دوسری جماعت کو سزا بھی دینگے کیونکہ وہ گناہ کرتے رہے ہیں۔(قرآن9:66)

9. مومنو! مشرک تو پلید ہیں تو اس برس کے بعد وہ خانہ کعبہ کے پاس نہ جانے پائیں۔(قرآن9:28)

10. جو لوگ اہل کتاب میں سے خدا پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روز آخرت پر یقیں رکھتے ہیں اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو خدا نے اور اسکے رسول نے حرام کی ہیں اور

نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔(قرآن9:29)

اس امر کی گواہی دینے کیلئے کہ محمد طاقتور ہوجانے کے بعد کسقدر بدل گیا تھا یہ کافی ہے۔ ایک شریف النفس، خیال رکھنے والا، رحمدل اور نیکی کی تلقین کرنے والامبلغ ایک طاقت کے زور پر مطالبے منوانے والا، جفا کش ، بےرحم اور من مرضی کرنے والا جابر حکمران بن چکا تھا۔

جنگ بدر کے بعد ایسا ہوا کہ محمد میں منتقم مزاجی اورظلم کرنے والی روح امڈ آئی اور اس نے اسکا اظہار شروع کردیا۔ میور بیان کرتا ہے:-

جنگی قیدی اس کے حضور پیش کئے جاتے، جب وہ ہر کسی کا معائنہ کررہاتھا اس نے غضبناک نظروں سے حارث (محمد کا چچا زاد، ایک شاعر اور محمد کا نقّاد)کے بیٹے نضر کو دیکھا، 'اسکی نظروں میں میرے لئے موت جھلک رہی ہے' نضر نے سرگوشی میں اپنے ساتھ کھڑے ہوئے شخص سے کہا 'نہیں ایسا نہیں ہے' دوسرے نے جواب دیا 'یہ صرف تمہارا اپنا خیال ہے'

بدقسمت قیدی الٹ سمجھ رہا تھا اور مصاب(اپنے ایک دوست جو مسلمان ہو گیا تھا) بیچ بچاؤ کرانے لے آیا۔ مصاب نے اسکو یاد دلایا کہ اس نے محمد پر ایمان لانے سے انکار کیا تھا اور اسکا تمسخر اڑایا تھا۔ 'آہ!' نضر نے کہا 'اگر قریش نے تم کو قیدی بنایا ہوتا وہ کبھی تم کو سزائے موت نہ دیتے'، 'اگر ایسا ہوتا تو بھی' مصاب نے حقارت سے جواب دیا۔ 'میں ایسا نہیں ہوں جیسے تم ہو؛ اسلام نے ہمارے تمام رشتے جدا کردیئے ہیں'

مصاب، جس نے قیدی پکڑا ہوا تھا اور یہ دیکھتے ہوئے کہ قیدی اور اسکی وجہ سے تاوان کے طور پر ملنے والی بھاری رقم ہاتھوں سے پھسل رہی ہے، چّلایا 'یہ قیدی میرا ہے'. اسی لمحے محمد، جس نے یہ سب کچھ ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا، بیچ میں پڑتے ہوئے حکم دیا،" اسکا سرقلم کردو"، 'اور، اے خدا' اس نے مزید کہا 'وہ مال غنیمت جو اسکے عوض تم نے مجھے عطا کرنا تھا اس سے یہ بہتر ہے کہ اسے مار دیا جائے'. علی نے فی الفورنضر کا سر قلم کردیا.

اس کے دو یوم بعد ابھی مدینہ کی طرف آدھا سفر ہی طے ہوا تھا کہ ایک اور قیدی عقبہ کو سزائے موت کیلئے طلب کر لیا گیا . اس نے قسمت آزمائی کے طور پرسمجھانے کی کوشش کی کہ باقی قیدیوں کے برعکس اس کے ساتھ زیادہ سخت برتاؤ نہ کیا جائے۔ 'کیونکہ تم خدا کے دشمن ہو اور اسکے رسول کے بھی' محمد نے جواب دیا "اور میری چھوٹی سی بچی " عقبہ چّلایا . اپنے اندر بھری ہوئی شدید کڑواہٹ سے 'اسکا خیال کون رکھے گا'، 'جہنم کی آگ' بے رحم فاتح نے چیخ کر کہا۔ اسی لمحے کلہاڑے سے اس ستمزدہ کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔ 'وہ انتہائی بدبخت تھا' محمد نے مزید کہا "اذیّت کنندہ! خدا اور اسکے رسول کا منکر اور اسکی کتاب کا! میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے تم کو قتل کردیا اور میری آنکھوں کو ٹھنڈک ملی۔"

ایک اور بہت چھوٹی سی داستان ہے جو محمد کی سنگدلی پرمزید روشنی ڈالتی ہے۔ جنگ بدر کے قیدیوں میں سے چند اور کو سزائے

موت دینے کے بعد جنہوں نے کچھ سال پہلے محمد کی اسوقت بے عزتی کی تھی جب وہ مّکہ میں تھا، یہ ایک ایسا فعل ہے جسکو خود پرست کبھی معاف نہیں کرسکتا تھا، باقیوں کو تاوان کی خاطر رکھ لیا۔

ان میں سے ابوالعص دختر محمد زینب کا مذکورہ بالاخاوند بھی تھا۔ قیدیوں کے رشتہ داروں نے اپنے پیاروں کی جان بخشی کیلئے وہ سب کچھ مہیا کیا جو ڈاکو نے طلب کیا تھا۔ زینب نے قیمتی موتیوں سے مزیّن ہار بھیجا جو کہ اسکی شادی کے موقع پر اسکی ماں نے اسکو دیا تھا۔ اس ہار کو دیکھتے ہی محمد نے پہچان لیا کہ یہ ہار ایک دفعہ خدیجہ نے پہنا تھا۔ محمد کا دل بھر آیا۔ اسنے ابوالعص کو اس شرط پر آزاد کرنے کی حامی بھر لی اگر زینب اسکو چھوڑ کر مدینہ آجائے۔ دیگر قیدیوں کو تاوان ادا کرنے کے بعد رہائی ملی۔

پیغمبراتنی صلاحیت بھی نہیں رکھتا تھا کہ وہ بغیر اپنے فائدے کے کوئی کام کرے اور اسطرح ہی کوئی نیکی کرلے۔ یہاں تک کہ اس کی طرف سے انعام و اکرام کی بخشیش بھی مطلب سے خالی نہیں تھی وہ اس کے عوض انکے اپنے حلقے میں لانا چاہتا تھا۔

اپنے خاوند کی جان بخشی کی خاطر زینب اپنے باپ کے پاس مدینہ آگئی اور ابوالعص کو آزاد کر دیا گیا۔ سنہ6ہجری میں محمد نے 170 مسلح لوگوں کا جتھہ روانہ کیا جسکا مقصد شام سے واپس مکہ آنے والے تجارتی قافلے پر حملہ کرنا تھا۔ ابوالعص جو اس قافلے کا امین تھا دوبارہ پکڑا گیا اور مال غنیمت اور زندہ بچ جانے والوں کے ہمراہ مدینہ لایا گیا۔ اپنے خاوند کی گرفتاری کا پتہ چلنے کے بعد زینب مسجد میں گئی اور اس نے بلند آواز میں کہا کہ اس نے ابوالعص کو پناہ دے دی۔ محمد نے اس پناہ کو منظور کر لیا اور اعلان کر دیا " اہل ایمان

ایک دوسرے کے محافظ ہیں، وہ جسکو بھی چاہیں پناہ دے سکتے ہیں۔ جس کسی کو بھی زینب نے پناہ دی میں بھی اسکو پناہ دیتا ہوں"۔

تاہم محمد نے حکم دیا کہ جب تک یہ کافر ہے اس کی شادی جائز نہیں ہے۔ ابوالعص مکہ واپس آگیا مگر اپنی پیاری بیوی کی جدائی برداشت نہ کرسکا اور اسلام قبول کر لیا تاکہ اس کے ساتھ رہ سکے۔ محمد نے حکم دیا کہ وہ دوبارہ شادی کرے کیونکہ مسلمان ہو جانے کے بعد اسکی پہلے والی شادی خودبخود فسق ہوگئی ہے۔ صد افسوس کہ زینب دوبارہ شادی سے تھوڑی دیر بعد ہی بیمار پڑ گئی اور اسکا انتقال ہو گیا۔

 مسلمان اسلام کو امن پسندی اور سلامتی والا مذہب قرار دیتے ہیں، اور نئے لوگوں کواپنے مذہب میں پھانسنے کیلئے اپنے چہروں پر مسکراہٹ سجا لیتے ہیں۔ اور ظاہر کرتے ہیں کہ وہ بہت کام آنے والے ہیں، منکسرالمزاج ہیں، اور نئے لوگوں کو راغب کرنے کی خاطر خصوصی طور پر جب میڈیا کے سامنے بڑے کچھ زیادہ ہی مسکراتے ہیں۔ وہ اپنے لوگوں کے اندر مختلف روّیہ اپنائے ہوئے ہوتے ہیں، اس وقت وہ بہت سخت گیر اور حکم چلانے والے ہوتے ہیں۔ جیسے ہی آپ نے اسلام قبول کر لیا اور آپکا ہنی مون پیریڈ اختتام کو پہنچا ادھر انہوں نے اپنے مسکرانے والے چہرے کا ماسک اتار پھینکا اور چابکدست بن گئے، تندخوئی اور بدعملی پر اتر آئے۔ پھر نو مسلموں کو اسلام پر کسی قسم کی انگلی اٹھانے کی اجازت نہیں ہوگی اور ایک دفعہ دائرہ اسلام میں آجانے کے بعد واپسی ناممکن ہوتی ہے۔ یہ بالکل ان قاعدوں اور اصولوں کے عین مطابق ہے جو محمد نے خود بنائے

اور اپنائے اور یہی کچھ اسلامی قوانین میں ڈھل چکا ہے۔ مسالک میں بھی یہی قائدہ ایک تسلسل سے کارفرما ہے۔

محمد یہ سمجھتا تھا کہ اسکو چند ایک خصوصی مراعات کا استحقاق حاصل ہے جو اسکے پیروکاروں کو نہیں۔ اس نے نہ صرف ان اخلاقی اقدار کو جو اس معاشرے کا حصہ تھیں جس میں وہ خود بھی رہتا تھا انکی پامالی کی بلکہ اپنے بنائے ہوئے اصولوں کو بھی تار تار کیا۔ اس نے وہی کچھ کیا جو اسکو اچھا لگا اور جس وقت اس کے پیروکاروں کو صدمہ ہوا تواپنے اعمال کو جائز قرار دلوانے کیلئے اور اپنے نـّقادوں کا منہ بند کرنے کیلئے وہ اللہ کی طرف سے آیات لے کر آگیا۔ اللہ کی آیات اس کے کمر بند میں ہوتیں تھیں، جیسے ہی کسی نے سرگوشی کے طور پر ایک لفظ بھی بولاوہ خدا کا منکر ٹھہرا اور واجب القتل۔ جو کچھ اس نے کہھ دیا وہ فصل الخطاب(بحث کا اختتام) سمجھا جاتا تھا۔ مثالیں کثرت سے موجود ہیں۔ چند ایک یہ ہیں۔

جھوٹ بولنے کا لائیسنس

قرآن اہل ایمان کو چار بیویوں تک محدود رکھتا ہے۔ تاہم محمد نے یہ سوچا کہ اسے اپنے بنائے ہوئے اصول کے تابع نہیں ہونا چاہئے اور اسنے اپنے اللہ سے چند آیات نازل کروا لیں(قرآن33:49-50) جس میں اسکو بتایا گیا کہ یہ پابندی اس پر نہیں ہے۔ وہ جتنی چاہے عورتیں رکھ سکتا ہے، بطور بیویاں، باندیاں اور لونڈیاں۔ اس نے مزید کہا" یہ صرف تمہارے لئے ہے ۔ [اے محمد!]اوردیگر مومنین کیلئے نہیں --- اور یہ سب اسلئے کہ تمہیں کوئی مشکل نہ ہو۔ اور اللہ انتہائی مہربان اور معاف کرنے والا ہے۔"

مشکل کیسی؟ مشکل یہ تھی کیسے اپنی جنسی خواہشات کو قابو میں رکھا جائے، کیسے ایک شائستہ انسان کی طرح ایک ہی بیوی سے وفادار رہا جائے! کیا ہمیں ایک ایسے شخص پر اعتبار کرنا ہے جس کیلئے اپنی درندگی پر قابو رکھنا مشکل ہے اور جبکہ وہ عالی ترین مخلوق ہے؟ کیا اس کے اعمال اس کے اقوال سے زیادہ واضع نہیں ہیں؟ ایک طرف تو وہ ایک نجّس درندے کی طرح زندگی بسر کرتا ہے اور دوسری جانب اپنے بارے میں بلند الفاظ میں اپنی بڑھائی بیان کرتا ہے اور اللہ سے کہلواتا ہے کہ اسکی تعریف کی جائے۔ یاد رہے کہ ابھی جب وہ مکہ ہی میں تھا اور خدیجہ کی دولت پر پلتا تھا اس کو جرآت نہیں ہوئی کہ اس کے گھر میں کسی اور عورت کو لے آتا۔ اس کی تمام من موجیاں اس وقت شروع ہوئیں جب وہ اقتدار حاصل کرچکا تھا۔ کیا ہم یہ یقین کرلیں کہ جب وہ جوان تھا، قوت مردمی کا مالک تھا اسکو اپنی عمر سے کافی بڑی عورت کے ساتھ ہمبستری کرنے میں کوئی دشواری نہ تھی اور اسکی مشکلات اس وقت ظاہر ہوئیں جب وہ اپنی زندگی کے آخری عشرے میں داخل ہوا اور جب وہ بوڑھا ہوگیا تھا اور کئی طرح کی بیماریوں میں مبتلا تھا؟ یا ہم اس کی تشریح اسطرح کریں کہ ایک بوڑھے کو نئی نئی آزادی ملی ہو اور وہ وحشی ہو گیا ہوجیسے ایک بچے کوٹافیوں کے کسی سٹور میں کھلا چھوڑ دیا جائے تو وہ اپنے اوپر کوئی حد قائم نہیں کرتا؟

ایک دن محمد اپنی زوجہ حفصہ دختر عمر کے ہاں گیا ، اسکی ماقات اپنی خادمہ ماریہ سے ہوگئی، اسی دوران اس میں ماریہ کیلئے شہوانی خواہش پیدا ہو گئی۔ ماریہ قبطی قبیلے کی انتہائی خوبصورت لڑکی تھی جسے ایک مصری قبیلے کے بزرگ سردارمیقاقس نے محمد کیلئے بطور تحفہ بھیجا تھا۔ اس نے حفصہ کو جھوٹا سندیسہ دیا کہ اس کا والد

اسکو ملنے کا خواہشمند ہے۔ جیسے ہی وہ گھر سے نکلی وہ ماریہ کو حفصہ کے بستر پر لے گیا اور اس کے ساتھ صحبت کی۔ یہ جان کر کہ اسکے والد نے اسے کوئی بلاوہ نہیں بھیجا، یہ جاننے کیلئے کہ کیا ہورہا اور کیوں محمد نے اس سے چھٹکارا حاصل کیا، وہ واپس لوٹی، وہ بہت تلملائی اور اس نے شور وغوغا شروع کردیا (آہ، عورتیں ہمیشہ عورتیں ہی ہوتیں ہیں !) اس کومطمئن کرنے کیلئے محمد نے وعدہ کیا کو وہ ماریا کو اپنے اوپر حرام کرلے گا، تاہم اسکو ابھی تک اس نوجوان خوبصورت لونڈی سے جنسی لگن تھی۔ وہ اپنی قسم کو کیسے توڑے؟ ہاں یہ تو بڑا آسان ہے جب خدا آپ کی بغل میں ہو، ساری کائنات کو تخلیق کرنے والے خدا نے سورۃ تحریم نازل فرمائی اور اسکو کہا سب ٹھیک ہے، قسم توڑ سکتے ہو اور اپنی لونڈی سے ہمبستری بھی کیونکہ وہ اسکے "داہنے ہاتھ کی ملکیّت" ہے۔ دراصل قادرمطلق اللہ اب اپنے لاڈلے پیغمبر کیلئے ایک بھڑوے کا کردار ادا کر رہا تھا، یہاں تک کہ وہ اس سے ناراض تھا اور اس نے اس کو ڈانٹا کہ کیوں اس نے شہوت پرستی سے انکار کیا اور اپنی بیویوں کو خوش کرنے کیلئے شائستگی کا مظاہرہ کیا !(اسلئے اس سورۃ کو اس واقعے کی نسبت سے موسوم کیا، تحریم، منعائی)

اے پیغمبر جو چیز خدا نے تمہارے لئے جائز کی تم اس سے کنارہ کشی کیوں کرتے ہو، کیا(اس سے) اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو؟ اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ خدا نےتم لوگوں کیلئے تمہاری قسموں کا کفّارہ مقرر کردیاہے اور خدا ہی تمہارا کارساز ہے اور دانا اور حکمت والا ہے۔(قرآن66:1-2)

ابن سعد رقم طرازہے، "ابوبکر سے روائت ہے کہ اللہ کے پیغمبر(اس پر سلامتی ہو) نے ماریہ کے ساتھ حفصہ کے گھر میں ہمبستری کی، جب محمد گھر سے باہر نکل رہا تھا، حفصہ باہر دروازے پر بیٹھی تھی (مقفل دروازے کے پیچھے) اس نے پیغمبر سے کہا،' اے اللہ کے پیغمبر۔ تم نے میرے گھر میں آج جو کچھ کیا اس کی تو آج میری باری تھی؟ ' پیغمبر نے کہا اپنے آپ پر قابو رکھو اور مجھے جانے دو میں نے اسکو اپنے آپ پر حرام کرلیا' حفصہ نے کہا 'میں نہیں مانتی جب تک تم میرے لئے قسم نہ کھاؤ'۔ پیغمبر نے کہا 'اللہ کی قسم میں اسکو ہاتھ تک نہ لگاؤں گا۔'"

حسب معمول، مسلمانوں نے قسم توڑ دینے پر بھی محمد کو جائز قرار دیا۔ کوئی بات نہیں محمد نے جو کچھ بھی کیا، مسلمان ہمیشہ اس کے ہر عمل کو جائز قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنی ذہانت بھی اسکے پاس جمع کروا دی ہوئی ہے اور عقل کا استعمال ترک کردیا ہوا ہے۔ ابن سعد کی بات جاری ہے،" قاسم ابن محمد نے کہامحمد کا ماریا سے قطع تعلقی کا وعدہ بے وقعت ہے _ یہ خلاف ورزی (حرمت) کے زّمرہ میں نہیں آتا "۔

اگر قسم بے وقعت ہے تو اس نے قسم کھائی ہی کیوں؛ اگر اسکی کوبھی کئی وقعت نہیں تو پھر اسنے توڑی کیوں؟ اس طرح کی ان گنت اور بھی کئی مثالیں موجود ہیں جہاں محمد نے نہ صرف عہد شکنی کی بلکہ حلف اٹھا کر اسکو بھی پامال کیا۔ یہاں پر اسنے خدا کی قسم کھائی اور یہ بھی اسکیلئے کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ اسکا اللہ اسکی ایجاد تھا اور اسکا اپنا تخیّل بھی اور وہ اتنا بیوقوف نہیں تھا کہ وہ اپنے تخیّل کو ہی یہ اجازت دیدے کہ وہ اسکو ماریہ کے ساتھ جنسی تعلق رکھنے

سے منع کردے۔ خدا ایجاد کرنے کا کلّی مقصد تو یہ تھا کہ وہ جو کچھ چاہے خدا سے منظوری دلوا لے اور اسکو کسی پابندی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ ایسا خدا جو اس پر پابندیاں لگائے پھر تو اسکا پیغمبر بننے کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔

میرے پاس قران کا جو نسخہ موجود ہے اس میں سورۃ تحریم کے ساتھ حاشیئہ میں اسکی تفسیر (وضاحت) بھی درج ہے:

اسکا ذ کر بھی ہے کہ محمد نے اپنی بیویوں کے ساتھ دن مقرر کئے ہوئے تھے، اور جس دن حفصہ کی باری تھی، اس دن اسنے اس کو سندیسا دیا کہ اسکا والد عمر بن خطاب اس کو بلا رہا ہے، اس نے جب یہ حکم پایا تو وہ روانہ ہوگئی۔ پیغمبر نے اپنی لونڈی ماریا قبطیہ کو بلایا جو بعد میں اسکے بیٹے ابراہیم کی ماں بھی بنی، اور جو نجّاشی کی طرف سے ایک تحفے کے طور پر ملی تھی، اور اس کے ساتھ مباشرت کی۔ جب حفصہ واپس لوٹی تو اس نے دیکھا کہ دروازہ اندر سے بند تھا۔ وہ مقفل دروازے کے پیچھے بیٹھ گئی اس وقت تک کہ محمد نے اپنا کام کرلیا اور اس کے گھر سے باہر آیا اور اسکے چہرے سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ جب حفصہ نے اسے اس حالت میں دیکھا اس نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا، تم نے میری عزت کا احترام نہیں کیا، تم نے بہانہ کرکے مجھے گھر سے نکالا تاکہ تم اس لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر سکو اور وہ بھی اس دن جب میری باری تھی اور تم نے کسی اور کے ساتھ جنسی ملاپ کیا۔ تب پیغمبر نے کہا چپ رہو اگرچہ یہ میری باندی ہے اور مجھ پر حلال ہے پھر بھی میں تمہاری تسلی کی خاطر اسکو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ لیکن

حفصہ نے بالکل ایسا نہیں کیا اور جب پیغمبر چلا گیا تو وہ اپنے گھر سے باہر نکلی اور اس دیوار پر دستک دی جو عائشہ اور اسکے کوراٹر کو علیحدہ کرتی تھی اور اسکو سب کچھ بتا دیا۔

مسلمانوں کیلئے قسم کے کوئی معنی نہیں، وہ کوئی وعدہ کر لیتے ہیں اور جب چاہیں اسکو ترک کر دیتے ہیں۔ بخاری ایک حدیث کا ذکر کرتا ہے جس میں محمد کہتا ہے، " اللہ کے کہنے پر اور اسکی رضا سے میں اگر کوئی قسم کھاؤں اور بعد میں مجھے اگر اس سے بہتر مل جائے تو میں وہ اختیار کر لیتا ہوں اور میں اپنی قسم کا کفّارہ ادا کر دیتا ہوں۔"

اور اس نے اپنے پیروکاروں کو بھی ایسا کرنے کی نصیحت کی۔ " اگر تم کبھی قسم کھاؤ اور تم کو بعد میں پتہ چلے کہ کچھ اور اس سے بہتر ہے تو کفّارہ ادا کرکے قسم توڑ دو اور وہ کرو جو تمہارے لئے بہتر ہے۔"

مسلمانوں کا کبھی اعتبارنہیں کرنا چاہئے، ان کے الفاظ کا کوئی مطلب نہیں ہوتا، وہ وعدوں کے پابند نہیں ہوتے اور انکی قسمیں بھی بے معنی ہوتی ہیں۔ یہ خودپرستانہ نفسیاتی ابتری سے بالکل ہم آہنگ ہے۔ خود پرستوں کا اس پر یقین ہوتا ہے کہ انکو ہر چیز کا استحقاق حاصل ہے جو وہ چاہتے ہوں اور کوئی اقرارنامہ ان پر لاگو نہیں ہوتا۔

اخلاقی اقدار سے روگردانی

ایک دن محمد اپنے منہ بولے بیٹےزید سے ملنے اس کے گھر گیا وہاں اس نے اسکی بیوی زینب (محمد کی ہم نام بیٹی کو اس سے غلط ملط

نہ کریں)کودیکھا، وہ گھر میں پہننے والے مختصر لباس میں تھی۔ وہ اس کی خوبصورتی کو سہار نہ سکا اور اس میں جنسی امنگ بیدار ہو گئی،" تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو بہترین خالق ہے اور جو دلوں کو بدل دیتا ہے" اس نے جنسی خواہش سے مغلوب ہو کر آہستگی سے کہا اور گھر سے چلا گیا۔ جب زید کو اس چیز کا علم ہوا تو اس نے احسانمندی کے جذبے کے تحت اس کو محمد کی خاطر طلاق دیدی۔ چند سال قبل محمد نے دعوی کیا تھا کہ وہ آسمانوں پر گیا تھا اس نے کہا تھا کہ وہاں وہ ایک عورت سے ملا تھا۔ اس نے اس کے بارے میں دریافت کیا اور انہوں نے کہا کہ یہ زینب ہے، زید کی زوجہ، اور بعد میں اس نے تاریخی مغالطے پر مبنی یہ کہانی زید کو سنا دی جس نے یہ سمجھا کہ اس کی شادی تو پہلے ہی آسمانوں پر طے تھی اور بعد میں اس نے شادی کی۔ تاہم محمد نے جب زینب کو نیم عریاں لباس میں دیکھا، وہ اپنی آسمانوں والی جھوٹی کہانی بھول گیا، البتہ اس کہانی کو اس سے بہتر کون جانتا ہو گا کیونکہ معراج والا ساراقصّہ بھی توخود اسکا اپنا ہی گھڑاہوا ہے۔

جب زید نے محمد کو بتایا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدیگا تو اس نے کہا" *اپنی بیوی کو اپنے لیئے رکھو اور خدا سے ڈرو*"(قرآن33:37) اس کے بعد زید وہانسے چلا گیا، زینب کے ہونٹوں کی حسین یادیں، اس کی گدّاز ٹانگیں، اس کی ٹھوس چھاتیایوں نے اسکی چولی میں بسنے والے اللہ کو بیدار کردیا اور اس نے ایک آیت نازل کردی جس میں اس نے محمد کی سرزنش کی کہ کیوں وہ لوگوں کی تنقید سے خوفزدہ ہے بلکہ اس کو اسکے ساتھ اپنی جنسی خواہش کی تکمیل کر لینی چاہئے۔

اور جب تم اس شخص سے جس پر خدا نے احسان کیا اور تم نے بھی احسان کیا یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور خدا سے ڈرتے رہو اور اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ کرتے تھے جس کو خدا ظاہر کرنے والا تھا اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ خداہی اسکا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو اور پھر جب زید نے اس سے کوئی حاجت نہ رکھی اور اسکو طلاق دیدی تو ہم نے تم سے اسکا نکاح کردیا تو مومنوں کیلئے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرنیکے بارے میں جب وہ ان سے اپنی حاجت نہ رکھیں (یعنی طلاق دیدیں) کچھ تنگی نہ رہے اور خدا کا حکم واقع ہو کر رہنے والا تھا۔(قرآن33:37)

اپنی بہو سے شادی کی وجہ سے اسکے اپنے پیروکار بھی شرمندگی میں پڑ گئے، لیکن اللہ کے ساتھ کیسے کوئی بحث کرسکتا ہے۔ انکو چپ کروانے کیلئے خالق کائنات اس کی بغل سے نکل آیا اور ایک آیت سنائی کہ محمد کسی کا باپ نہیں ہے مگر وہ اللہ کا پیغمبر ہے اور آخری نبی ہے(قرآن33:40) اس نے دعوی کیا کہ اسکی زینب سے شادی اللہ نے سرانجام دی تاکہ لوگوں کو بتایا جاسکے کہ کسی سے منہ بولے رشتے بنانا مکروہ ہے۔ چونکہ محمد کو اپنی جنسی خواہشات پر قابو نہیں ہے اسلئے منہ بولے رشتے بنانا اسلام میں جائز نہیں اسطرح ان گنت یتیموں کو زندگی میں دوبارہ ماں باپ ملنے کے مواقع سے محروم کردیا۔ کیونکر قادرمطلق خدا منہ بولے رشتے بنانے پر مجروع ہو جائیگا؟

چھاتیوں سے دودھ پینا

اس موضوع سے متعلق ایک اور بڑی مضحکہ خیز کہانی بھی ہے۔ جب محمد نے گود لینے والے رشتوں کو ممنوع قرار دیدیا تو ابو حضیفہ اور اسکی بیوی سہلا جنہوں نے ایک بچہ گود لیا ہوا تھا جس کا نام سالم تھا، محمد کے پاس نصیحت لینے آئے " اے اللہ کے نبی! سالم ہمارے ساتھ ہمارے گھر میں رہائش پذیر ہے" سہلا نے کہا "اب وہ جوان ہو چکا ہے جیسے کہ مرد ہو جایا کرتے ہیں اور اسکو جنسی معاملات کی سمجھ آگئی ہے جیسا کہ مردوں کو آجاتی ہے۔" اس عورت کو جواب میں محمد نے انتہائی ہوشیاری اور چالاکی سے ایک برجستہ حل تجویز کیا، " اس کو اپنی چھاتی سے دودھ پلاؤ" اس نے اس عورت کو کہا، " میں کیسے اس کو اپنی چھاتی سے دودھ پلا سکتی ہوں کیونکہ اب وہ پورا مرد ہے" اس نے اضطراب میں پوچھا، محمد مسکرآیا اور کہا ،" میں یہ جانتاہوں کہ وہ ایک جوان آدمی ہے" دراصل سالم اتنا بڑا ہو چکا تھا(15 سال کا) کہ جنگ بدر میں حصہ لےسکتا تھا۔ ایک روائت میں یہ ہے کہ محمد اس پر ہنسا۔ میری خواہش یہ ہے کہ کوئی زیرک لونڈااس کو کہتا کہ مجھے اپنی بیویوں کے پستان چوسنے دو پھر انکو مجھ سے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں رہیگی۔

محمد کے نزدیک چھاتی سے دودھ پلانے کی صورت میں ماں والا رشتہ قائم ہو جاتا ہے اگر کوئی عورت کسی بچے کو دودھ پلا دے جس نے اسکی کوکھ سے جنم نہ بھی لیا ہو۔ ان روایات سے تحریک پا کر، مصر میں جامعئہ اظہر، جو علوم اسلامیہ میں عالی مقام رکھتی ہے ، کے ڈاکٹر عزّت عطیّہ نے ایک طریقہ دریافت کیا جس کے تحت کام کے دوران مردوں اور عورتوں میں افتراق کیا جاسکے۔ اس نے فتوی

جاری کیا جس کے مطابق عورتوں کو اجازت دی کہ وہ کم ازکم پانچ دفعہ اپنے مرد رفیق کاروں کو اپنی چھاتیوں سے دودھ پلا دیں تاکہ ان کے درمیان خاندانی رشتہ استوار ہو جائے اور وہ کام کے دوران تنہائی میں اکٹھے رہ سکیں "ایک بالغ شخص کو چھاتی سے دودھ پلانے سے تنہائی میں ہونے والی ملاقاتوں کا مسئلہ نہیں رہتا اور شادی پر پابندی بھی نہیں لگاتا۔" اس نے یہ قانون بنا دیا۔ "ایک عورت کام کے دوران اپنے چہرے سے نقاب ہٹا سکتی ہے اور اس کے سامنے اپنے بالوں کی نمائش کرسکتی ہے جس کو اس نے اپنی چھاتی سے دودھ پلایا ہو۔"

ہر چند کہ کچھ مسلمانوں کو اس فتوے سے کوئی مسئلہ درپیش نہیں تھا، کیونکہ یہ ایک مستند حدیث پر مبنی تھا لیکن اس کو قانونی شکل دینے سے سارے مصر اور دنیائے عرب میں تہلکہ مچ گیا اور ڈاکٹر عطیہ کومجبوری کے تحت یہ فتوی واپس لینا پڑا۔

محمد کی پاکیزہ رطوبتیں

13جون2007ء کو MEMRI (The Middle East Media Research Institute)نے ایک مضمون شائع کیا:

اپنی کتاب مذہب اور زندگی ۔ روزمّرہ کے جدید فتوے، میں مصری مفتی ڈاکٹر علی گما نے لکھا کہ محمد کے صحابہ اسکا پیشاب پینے سے فیضیاب ہوتے تھے اور ایک حدیث میں سے پیشاب پینے کا ایک واقع بیان کرتا ہے۔" ام ایمان نے پیغمبر کا پیشاب پیا اور پیغمبر نے اسکو بتایا ' تمہارا پیٹ جہنم کی آگ

میں نہیں ڈالا جائے گا کیونکہ اس میں تمہارے آقا رسول خدا سے متعلق کوئی چیز شامل ہے۔'...

الگما مزید کہتا ہے کہ 'یہ نعمت' اسکے پاک تھوک، پسینے، بالوں، پیشاب اور پیغمبر کے لہو[سے بھی مل سکتی ہے]، یہ اسلئے کہ جو یہ جانتا ہے کہ عشق رسولاللہ میں[اس سے] کوئی پلیدگی نہیں ہوتی، بالکل ایسے ہی جیسے ماں کیلئے اس کے بیٹے کے پاخانے میں۔ ہمارے آقا رسولاللہ [کے معاملے میں] تو اس سے بھی زیادہ ہے کیونکہ ہم اسکو اپنے والد، بیٹوں اور بیویوں سے زیادہ چاہتے ہیں، جو کوئی بھی اسکو پلید سمجھتا تھا یا سمجھ رہا ہے وہ اپنا ایمان بچانے کیلئے توبہ کرے۔'

اس واقعے کے بعد جو شوروغل مچا، گما نے اسکا دفاع کرتے ہوئے کہا: پیغمبر کا تمام جسم جو ظاہر ہے یا پوشیدہ ہے بالکل پاک ہے اور اس میں کچھ نہیں ہے بشمول اسکی رطوبتوں کے جو کسی کیلئے مکرّوہ (ہوسکتی) ہیں۔ اسکا پسینہ کسی بھی پرفیوم سے زیادہ خوشبودار تھا۔ امّ حرم اسکا پسینہ جمع کرتی تھی اور المدینہ کے لوگوں میں تقسیم کرتی تھی۔'

ڈاکٹر گما نے مزید کہا ' الحدیبیہ کے موقع پر، سہیل بن عمر کی حدیث کے مطابق، یہ کہا گیا ' اے خدا، میں کسرا[ایران کا شہنشاہ] کے ساتھ تھا اور قیصر[باظنتین کے شہنشاہ] کے ساتھ اور میں نے دیکھا کہ کسی موقع پر بھی انکے ساتھی انکو اتنی عزت نہیں دیتے تھے جتنی کہ محمد کے صحابی اسکو دیتے ہیں۔ جیسے ہی محمد نے تھوکا ان میں سے ایک انتہائی سرعت

سے لپک کر[اسکا تھوک سمبھال لیتا] اپنے چہرے پر مل لیتا۔ اسی لئے علماء اکرام جن میں ابن حجرالاسکلانی، البیحاقی، الدارقتنی اور الحیثمی نے طے کردیا کہ محمد کا تمام جسم پاک تھا۔

مصر کے محکمہ مذہبی اوقاف کے وزیر ڈاکٹر حمدی ذقذوق نے ڈاکٹر گما کے اس بیان پر شدید تنقید کی۔ اس نے کہا، " اس طرح کے فتوے اسلام کو نقصان پہنچاتے ہیں، اور دشمنان اسلام کو فائدہ دیتے ہیں اور لوگوں کو پسماندگی اور جہالت کی طرف دھکیلتے ہیں'۔ حکومتی اخبار روزنامہ الحرم میں ذقذوق نے مزید وضاحت کی ' اسطرح کے افسوسناک فتوں[جیسے گما کے] نے اسلم کو ڈنمارک میں شائع شدہ کارٹونوں سے بھی زیادہ نقصان پہنچایا ہے کیونکہ اس دفعہ یہ حرام فعل اسلام کے دشمنوں کی طرف سے نہیں بلکہ مسلم علماء سے سرزد ہؤا جنہوں نے عوام کو اسلام کے بارے میں اسطرح کی رآئے سے نوازا ....'

احادیث کی کتب میں دونوں چیزیں ہوتی ہیں، اناج بھی اور بھوسہ بھی، ان میں قابل قبول اور ناقابل قبول دونوں شامل ہیں، اور یہ اسلام اور مسلمانوں دونوں کیلئے اچھا نہیں، اگر ہم بار بار ان میں شامل آلودگی کو پھیلائیں .... ہم میں سے جو کوئی بھی مذہب کے نام پر بات کرتا ہے اسکو اسکے بارے میں سوچنا چاہئیے ... دنیا تبدیل ہو چکی ہے، حالات بدل چکے ہیں، اور یہ مزید قابل قبول نہیں ہے اور اس میں کوئی منطق نہیں ہے کہ مسلم عوام کے دماغوں میں ڈالی جائیں یہ غلیظ کہاوتیں،

بیمار خیالات اور بے بنیاد مفروضے جن کی اصلیّت مکمل طور پر جھٹلائی جا چکی ہے ۔

اکیڈمی برآئے اسلامک ریسرچ کے سربراہ الاظہر شیخ ڈاکٹر محمد سیّد طینطاوی نے ممبر اکیڈمی ڈاکٹر گما کے فتوں پر شدید اعتراض کیا۔ اکیڈمی کے مطابق یہ فتوی آجکل کے حالات میں موزوں نہیں ہے ----

اس کے علاوہ بھی کئی مسلم سکالروں اور عام آدمیوں نے اس پر احتجاج کیا۔ اٹارنی نبیح الوحش نے گما کے خلاف پراسیکیوٹر کے پاس شکائت درج کروائی کہ گما کے فتوے کی وجہ سے سماجی استحکام کو خطرہ لاحق ہؤا ہےاور پیغمبر اور اس کے صحابہ کی شہرت کو نقصان پہنچا ہے۔

الحرم کے ایڈیٹر اسامہ ساریہ نے دلیل دی کہ یہ فتوی روز حاضر کی مسلم طرز حیات سے غیر متعلق ہے، بیشک اس کی بنیاد مذہبی ذرائع ہی ہیں : مذہبی قوانین سے متعلقہ کتابوں میں کئی سوالات اور مسائل ہیں، ان میں کچھ تو طاق نسّیاں کی نذر ہوچکے ہیں۔ اورانکا آجکل کے مسلمانوں کی حقیقی زندگی سے کچھ لینا دینا نہیں، وہ غیر عملی، فلسفیانہ نوعیّت کے ہیں اورصرف بحث مباحثے کیلئے ہیں۔ ماضی میں مذہبی درس دینے والے کہتے تھے وہ سب کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے جو ہر کوئی جانتاہے۔ قبول کردہ رآئے یہ ہے کہ کئی سارے مسائل جو ماضی میں اسلام پر درس دینے والوں کے ذہنوں پر چھائے رہتے تھے اب وہ اس قابل نہیں ہیں کو ان پر بحث کی جائے ۔ یا تو اسلئے کہ انکا تعلق عہد قدیم سے ہے اور عمومی رہن سہن

سے انکا تعلق انتہائی کمزور ہے یا اسلئے کہ اسکی وجہ عوام میں بے چینی اورافراتفری پھیل سکتی ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے اسلامک لاءکے طالبعلم بخوبی واقف ہیں۔

گلا گباللہ، سرکاری روزنامے الگمہؤریہ کا کالم نگار رقم طراز ہے: امّ ایمان کی بیان کردہ کہانی آیا درست ہے یا نہیں، مفتی کو یہ نہیں چاہئے کہ اسکو دوبارہ سنائے[اگر اس کے بارے میں پوچھا جائے تو] مفتی کا جواب یہ ہونا چاہئے، ' تمہیں اسکو جان کر کیا لینا؟ نبی پاک جس کا ماضی قابل احترام ہے، اسکا پیشاب اور لہو قابل احترام ہے لیکن اس سے کیا وہ تو اب ہمارے درمیان موجود نہیں ہے۔ اب اسطرح بے مقصد معاملات کے بارے میں بات کرنا بے محل ہے، اور یہ ہمارے عوام کیلئے نقصان دہ ہے، اور اس کے بارے میں بات کرنے سے اسلام اور مذہب کو نقصان پہنچتا ہے ... '

الاخبار کے کالم نویس احمد رجب نے گما کے بیانات کا مذاق اڑآیا، اس نے لکھا: معزز مفتی کے فتوی[کے متعلق] .... یہ کیسے ممکن ہے کہ واقعی پیشاب پیا جا سکے جب کہ ایسا کرنے کیلئے ایک الگ تھلگ جگہ استعمال ہوتی ہے جو اس[کام] کیلئے مخصوص ہوتی ہے؟ کیا محمد کے صحابہ ہمیشہ اس انتظار میں اسکے اردگرد جمع ہوتے تھے اورہاتھوں میں برتن تھامے ہوئے ہوتے تھے؟ کیا کوئی ذیعقل شخص اسکا تصّور کرسکتا ہے کہ پیغمبر [واقعی] انکو اپنا پیشاب حاصل کرنے دیگا؟

اس میں امید کی ایک جھلک ہے۔ یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمان کسی ایک حد تک تو بیوقوف بن سکتے ہیں مگر اس سے زیادہ نہیں۔ میرا پختہ یقین ہے کہ اگر ایک دفعہ اسلام اپنی برہنہ حقیقت میں ان کے سامنے آجائے اور اسکا یہ گدھا پن واضع ہو جائے تو بہت سارے مسلمانوں کو روشنی مل جائے گی اور وہ اسکو ترک کردیں گے۔

مزید خصوصی مراعات

محمد نے کفّار کی روزے رکھنے کی روآئت کو دوبارہ متعارف کروا دیا۔ تاہم اس کو صبح سے لیکر شام تک بھوکا پیاسا رہنا مشکل ہو رہا تھا اسلئے وہ جب دل چاہے وہ کچھ کھا لیا کرتا تھا۔ ابن سعد لکھتا ہے، " اللہ کا رسول کہا کرتا تھا ' ہم پیغمبر سحری کا کھانا بہ نسبت دوسروں کے دیر تک کھا سکتے اور افطاری پہلے کر سکتے ہیں"

یہ صرف چند مثالیں ہیں کہ کیسے محمد نے وہ کچھ کیا جو اس کو پسند تھا اور اپنے ہرایسے فعل کی اللہ سے منظوری کروا لی۔ کمسن اور ادراک رکھنے والی عائشہ نے یہ چیز بھانپ لی اور کہا، "مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تمہارا خدا تمہاری خواہشات او تمناؤں کو پورا کرنے میں بڑی سرعت سے کام لیتا ہے۔" یہ الفاظ اس نے تب کہے جب اسکے اللہ نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ اپنی بہو زینب کو اپنی دلہن بنا لے۔

جو بھی جنگیں محمد نے لڑیں ان میں سے کسی میں بھی اس نے اپنی جان خطرے میں نہیں ڈالی۔ وہ اپنے لشکر کے عقب میں ہوتا تھا ، اس نے آہنی زنجیروں والی دو دو زرّآئیں اوپر تلے پہنی ہوئی ہوتی تھیں، یہ دونوں اتنی بھاری ہو جاتی تھیں کہ اسکو کھڑے رہنے یا چلنے

کیلئے دوسروں کی مدد درکار تھی۔ اسی حالت میں وہ صفّ اوّل کے لشکریوں کے حوصلے بڑھاتا اور جوانمردی دکھانے کا حکم دیتا اور موت سے نہ ڈرنے کا کہتا اور ان سے وعدہ کرتا کہ اگلے جہان میں انکو اٹھی ہوئی چھاتیوں والی کنواری لڑکیاں اور بہشتی کھانے ملیں گے اور اپنے لئے اس نے یہ مناسب سمجھا یہ سب کچھ اسی جہان میں حاصل ہو جانا بہتر ہے۔ بعض اوقات وہ مٹھی میں ریت بھر کردشمنوں کو کوستے ہوئے انکی طرف ہوا میں پھینکتا تھا۔ بس یہی وہ دلیرانہ کارنامہ تھا جو اس نے جنگوں میں سرانجام دیا۔

اس طرح کی حرکات سے اس کے مقتدّیوں کو الجھن تو ہوئی ہو گی۔ لہذا اس طرح کے شکوک کے خاتمے کیلئے اس نے وحی سنا دی:

> **تم لوگوں نے ان کفار کو قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے انکو قتل کیا اور او محمد جس وقت تم نے کنکریاں پھینکی تھیں وہ تم نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں اس سے غرض تھی کہ مومنوں کو اپنے احسانوں سے اچھی طرح آزما لے۔ بیشک خدا سنتا اور جانتا ہے۔** (قرآن8:17)

جب کبھی بھی اس سے کوئی حماقت سرزد ہوجاتی جس کی وجہ سے اس کے ماننے والوں میں کسی ہلچل کا خدشہ ہو یا اسکی کوئی پیش گوئی سچ ثابت نہ ہوتی تو وہ اس طرح کی وحی کا سہارا لیتا تھا اللہ اہل ایمان کی آزمائش کررہا ہے۔

اپنی جنگی مہمات کی مالی ضروریات کوپورا کرنےکیلئے اللہ کا رسول اپنے پیروکاروں کو نیکی کی ترغیب دیتے ہوۓ کہتا کہ راہ حق میں اپنا مال خرچ کریں اوراس کی خدمت کریں اور اللہ کی طرف سے ملنے والی عنایات کا انتظار کریں۔ جو کوئی اسکی خوشامد کرتا وہ

اسکی حوصلہ افزآئی کرتا اور اگرکوئی انکار کرے یا اس پر تنقید کرتا تواسکےماتھے پر پر تیوریاں پڑ جاتی تھیں۔ قریش کی طرف سے گفت و شنید کیلئے عروہ نے جب اس سے ملاقات کی تب وہ حدّیبیہ میں اپنے لوگوں کے درمیان تھا اور اس نے دیکھا محمد کے پیروکار "جلدی سے وہ پانی جسمیں اس نے وضّوکیا، کلی کی اور اگر اسکا کوئی بال گرا تو وہ اس کو محفوظ کر لیتے تھے"

تاریخدان سر ولیم میور کا ماننا ہے کہ اس امر کو خارج از امکان نہیں سمجھ لینا چاہئے اور نہ ہی یہ کہ وقت گزرنے کے ساتھ اس میں جھوٹ کی آمیزش ہو گئی ہے۔ باقی مذھبی رہنماؤں کی طرح محمد نے بھی اپنے ہی گرد گھومنے والی عبادات رائج کر دیں تھیں۔ اس طرح کی شخصیّت پرستی آجکل کے جدید مسالک میں آج بھی دیکھی جا سکتیں ہیں۔ ایک خودپرست ایسے ہی برتاؤ کا متمنّی ہوتا ہے۔

محمد اپنے آپ کو قانون سے بالا تر سمجھتا تھا۔ اس نے اخلاقی اور تہذیبی ضوابط کو ردّ کر دیا جہاں اس نے سمجھا کہ یہ اسکلئے سازگار نہیں ہیں اور ایسے میں وہ اپنے خدا کو بیچ میں لے آتا تھا تاکہ وہ ایسی آیات نازل کر دے جس سے یہ طے ہو جائے کہ جو کچھ اس نے کہا وہ ٹھیک ہے۔

صحرآئےعرب میں بسنے والے سادہ لوح لوگ تھے، لیکن انکو اپنی بہادری پر فخر تھا اوروہ اس میں اپنی عزت سمجھتے تھے۔ سال میں چند مہینے ایسے تھے چب وہ جنگیں نہیں کرتے تھے۔ وہ مقدّس مہینے سمجھے جاتے تھے اور لوگ آزادانہ طو پر حج کیلئے سفر کرتے تھے۔ اور ان مہینوں میں جنگ و جدل کو بے حرمتی سمجھا جاتا تھا۔ اس طرح کے ایک مہینے میں محمد نے محاصرہ کرنے کیلئےایک

مہم نخلہ بھیجی، یہ ایک ایسی جگہہ تھی جہاں کھجوروں کے جھنڈ تھے، کشمش، مکھن، شراب اور دوسری تجاری اشیاء طآئف سے مکتّہ لے جانے والے تجارتی قافلوں کی گذرگاہ تھی اور گھات لگانے کے لئے مناسب جگہ۔ اس نے آٹھ لوگوں کو نخلہ بھیجا ان کو یہ نہیں بتایا کہ انکا مشن کیا ہے۔ انکو ایک سیل بند خط دیا گیا تھا اور انکے لیڈر کو حکم تھا اسکو منزل پر پہنچ کر ہی کھولا جائے۔ خط کھولنے پر پتہ چلا کہ محمد چاہتا ہے کہ ان مقدّس مہینوں میں تجارتی قافلوں پر حملہ کیا جائے۔ ان میں سےدو کے اونٹ کھو گئے تھے اور وہ صحرا میں انکی تلاش میں سرگرداں تھے اور اسطرح وہ اس حملے میں حصّہ لینے سے بچ گئے۔ باقی چھ نے تبلدلہ خیال کے بعد فیصلہ کیااور اس بات پر متفق ہو گئے کہ رسول کا ہر حکم ماننا ضروری ہے خواہ وہ کتنا ہی غیر اخلاقی، تہذیب سے گرا ہوا اور ضمیر کے منافی ہی کیوں نہ ہو۔ گھات لگانے کی غرض سے انہوں نے سر کے بال مونڈھ لئے تاکہ ایسا لگے کہ وہ حّج کی نیّت سے آئے ہیں۔ جب تجارتی قبیلے کے لوگوں نے اپنے حفاظتی انتظامات کو ڈھیلا چھوڑا تو وہ اچانک ان پر لپکے اور ایک کو وہیں ختم کردیا، دو کو یرغمال بنا لیا جبکہ چوتھا جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ اسلام کے ہاتھوں سرزد ہونے والا یہ پہلا خون ہے، نوٹ کریں، یہ کہانی اس دعوے کو جھٹلا دیتی ہے کہ سمّیہ کو مکہ میں شہید کیا گیا تھا۔ تاریخ اسلام میں جو پہلا خون بہایا گیا وہ ایک مسلمان کے ہاتھوں ایک غیر مسلم کا تھا۔ دشمنیوں کا آغاز مسلمانوں نے کیا۔ انہوں نے اپنی بے قدری پر مذہبی ایذا رسانی شروع کی نہ کہ دوسروں نے۔ اس مارا ماری سے قریش میں صدمے کی لہر دوڑ گئی اور انکو احساس ہو گیا کہ انکا مخالف اقتدار کی ہوس میں کسی ضابطے کا احترام نہیں کریگا۔

لا تعداد ایسی مثالیں موجود ہیں جب محمد نے دھرتی کے قانون توڑے، اخلاقی اقدار، مروّت اور تہذیب کی دھجّھیاں اڑائیں، کاروانوں کا گھیراؤ کیا، دیہاتوں پر حملے کئے اورلوگوں سے دولت چھینی۔ یہ سب کچھ کسی قانون میں بھی جائز نہیں ہے۔ محمد نے چھپ کر غیر مسلح لوگوں پر حملے کئے جب وہ جوابی حملے کیلئے بالکل تیار نہیں تھے، جتنے بھی نہتھے لوگوں کو قتل کیا جاسکا کیا، انکے بچوں اور عورتوں کو غلام بنالیا، اور اپنے اللہ کے ذریعے اس سب کی منظوری کروا لی جو کچھ بھی اس نے کیا۔ اللہ نے جنگ میں ہاتھ آنے والی عورتوں کس ساتھ ہمبستری کی اجازت بھی دے دی بیشک وہ کسی کی منکوحہ ہی کیوں نہ ہوں اور انکے خاوند ابھی زندہ تھے۔ (قرآن (4:24

زنائےمحرم سے لیکر کثیر زوجی، زنابالجبّر سے لیکر بچے بازی، سیاسی اقتال سے لیکر نسل کشی یہ سب کچھ اللہ کے رسول نے خود بھی کیا اور اسکے مقتدّیوں کی بھی۔ وہ طاقت کا متکبّرانہ طور پر بیجا استعمال کرتا تھا اور دوسرے مسلمان بھی۔ وہ دھوکے باز تھا اور اسکے مقتدّی بھی ویسے ہی تھے -

مکمل کنٹرول

"اسلام" کا لفظی مطلب ہے "اطاعت"۔ قرآن کہتا ہے ،"کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب خدا اور اسکا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو اسکام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں۔" (قرآن33:36) سچ تو یہ کہ جو مومن نہیں ہیں انکے پاس بھی کوئی چارہ نہیں۔ وہ بھی اطاعت قبول کر لیں وگرنہ مرنے کیلئے تیار ہو

جائیں۔ محمد نے منکرین کو دغاباز قرار دیا ہے۔ ایک خود پرست کیلئے انکار ناقابل برداشت ہوتا ہے اور ردّعمل گبھراہٹ کی اورخوفزدہ ہو جانے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ اسکی ڈگمگاتی ہوئی حاکمیّت خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ بچپن میں ٹھکرائے جانے کی تکلیف دہ یادیں تشویشناک حالات میں پلے ہوئے شخص کو دھلا دیتی ہیں اور بری طرح مجّروح ہوجاتے ہیں اور انتقام لینے پر اتر آتے ہیں۔

محمد نے اس شخص کوجو اسکا حامی نہیں تھا یا اسکا پیروکارنہیں تھا اسکو اپنا دشمن سمجھا۔ وہ وسوسوں کا شکار رہا وہ سمجھتا تھا کہ اسکے خلاف سازشیں ہورہی ہیں۔ اس نے اپنے آپکو بدخواہی پر مبنی دشمنانہ قوتوں کا شکا ہونے کے خلاف نبردآزما ایک ہیرو کے طور پر پیش کیا۔ اس کے یہ "دشمن" صرف اسکے زرخیز ذھن کی پیداوار تھے وگرنہ حقیقی طور پر انکا کوئی وجود نہیں تھا۔

محمد کی کامیابی کی ایک بنیادی وجہہ اس کے جابجا پھیلے ہوئے جاسوس تھے جو بظاہر اسکی بدنامی کرتے تھے مگر اندرون خانہ اسکیلئے مخبری کرتے تھے اور ان جگہاؤں کی نشاندھی کرتے تھے جو دشمن کے خلاف گھات لگانے کیلئے موزوں ہوتی تھیں۔ وہ اسقدر شکّی تھا کو وہ اپنے پیروکاروں کی بھی ایک دوسرے کے خلاف جاسوسی کی حوصلہ افزآئی کرتا تھا۔ مسلمان آجکل بھی وہی کچھ کرتے ہیں۔ اپنے پیغمبر کیطرح وہ بھی ایک ظالم مظلوم والی ذھنیّت کے حامل ہوتے ہیں اور اسی لئے دہشتگردی کی حمائت کرتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ یہودیوں کی رہنمائی میں سیاہ کار مخفی عالمی قوّتیں ملکر ایک سازش کے تحت اسلام کی تباہی کیلئے کام کررہی ہیں۔ ان کو یقین ہے کہ یہودی ہی دنیا کو کنٹرول کرتے ہیں اور انکا ایک

پراسرار گروہ امریکہ کے ساتھ ملکر جو انکی اطاعت کا پابند ہے مسلمانوں کے خلاف خفیّہ منصوبہ بندی کرتے ہیں اور امریکہ انکے حکم پر مسلمانوں سے جنگ کررہا ہے جو اصل میں ان (یہودیوں) کی ہے۔

مسلمان ایک دوسرے کے قول و فعل سے خبردار رہتے ہیں۔ ہر مسلمان دوسرے پر کڑی نظر رکھتا ہے کہ وہ اسلامی قوانین کی مکمل پاسداری کررہا ہے۔ تمام مسلم ممالک میں ایک ہی قسم کی دہشت والے ماحول والا مزاج پیدا ہو چکا ہے، جہاں پر بمشکل ہی کوئی ذرا سا بھی اسلامی عقائد کے خلاف بات کرنے کی جرآت کرسکتا ہے۔ تمہارا خونی رشتہ دار بھی اس کافر خیالی کی شکائت کر دے گا اور جسکا مطلب ہے آپکی یقینی موت۔

خودپرستی کی مرض میں مبتلا لوگ اسپر یقین رکھتے ہیں کہ وہ بہت خاص ہیں اور اسلئے انکو بن مول نوازشات اور رعایات کا استحقاق ہے۔ محمد نے کبھی انکا شکریہ ادا نہیں کیا جنہوں نے اسکی اطاعت کی ، بلکہ، الٹا انکو کہا گیا کہ وہ اللہ کا شکر ادا کریں کہ انکو خدا کی بندگی کا موقع ملا۔

> **مومنو! اپنے صدقات(اور خیرات) احسان رکھنے اور ایذا دینے سے اس شخص کی طرح برباد نہ کردینا جو لوگوں کو دکھاوے کیلئے مال خرچ کرتا ہے اور خدا اور روز قیامت پر یقین نہیں رکھتا۔ (قرآن2:263)**

محمد کو چاہے جانے کی شدید خواہش تھی کیونکہ یہ اسکو ابتدائی غمگساروں سے نہیں ملی۔ بدعملی کا شکار بچپنا خودپرستی ، استبداد اور ذہنی ابتری کی بنیادی وجہ ہو سکتی ہے۔ اس کے دادا اور چچا کی

طرف سے ملی ہوئی چھوٹ اور حدود و قیود قائم کرنے میں ناکامی نے اسکی خودپرستانہ خصلت والی صورتحال کومزید خراب کیا۔ محمد اپنی ماں کی قبر پر کھل کے رویا مگر وہ آنسو اپنی ماں کیلئے نہیں تھے۔ وہ اس نے خود پر بہائے تھے۔ خود پرستوں کیلئے دوسروں کے احساسات کوئی معنی نہیں رکھتے۔ انکو صرف اپنی ذات، اپنے احساسات، اپنی تکلیفوں اور جذباتی ضروریات کا بے حد فکر ہوتا ہے۔

****

باب سوم

محمد کے وجد آور مشاہدات

انسانی ذہن کی فکر نو محمد کے روحانی مشاہدات پر جو اس نے کھنکھناتے الفاظ میں بیان کئے کچھ اسطرح روشنی ڈالتی ہے۔ حسب معمول اس نے یہ الفاظ کہ اس نے کیا دیکھا اپنے اللہ سے کہلوائے:

وہ آسمان کے اونچے کنارے میں تھے ۔ پھر قریب ہوئے اور آگے بڑھے۔ تو دو کمان کے فاصلے پر یا اس سے بھی کم۔ پھر خدا نے اپنے بندے کی طرف جو بھیجا سو بھیجا۔ جو کچھ انہوں نے دیکھا ان کے دل نے انکو جھوٹ نہ جانا۔ کیا جو کچھ وہ دیکھتے ہیں تم اس میں ان سے جگھڑتے ہو؟ اور انہوں نے اسکو ایک اور بار بھی دیکھا۔ پرلی حد کی بیری کے پاس۔ اس کے پاس رہنے کی بہشت ہے۔ جبکہ اس بیری پہ چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ انکی آنکھ نہ اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔ انہوں نے اپنے پروردگار کی قدرت کی کتنی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ (قرآن53:6-18)ایک اور مقام پر جو نظّارہ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اسکا پرزور انداز میں تصّدیقی بیان دیا: "اور اس نے حق کو خود دیکھا آسمان کے شفاف کنارے پر"۔

(قرآن81:23)

ایک اور حدیث میں اس مشاہدے کا تفصیلی بیان اسطرح ہے:

جب میں چلتا جا رہا تھا میں نے آسمان کی جانب سے آواز سنی، میں نے اوپر آسمان کی طرف دیکھا، اور جو مّد نظر تھا! میں نے اسی فرشتے کو دیکھا جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا، وہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ میں ایسے میں اتنا خوفزدہ ہو گیا کہ زمین پر گر پڑا ۔ پھر میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور کہا ' مجھ پر کمبل دے دو! ، مجھ پر کمبل دے دو!' اس نے مجھ پر کمبل اوڑھا دیا۔

جب کسی نے پوچھا۔ " تم پر خدا کی طرف سے وحی کیسے نازل ہوئی؟" محمد نے جواب دیا:

بسا اوقات تو ایسے ہؤا **جیسے گھنٹیاں بج رہی ہوں** ، وحی کی یہ شکل انتہائی سخت تھی جب یہ صورتحال ہوتی تھی۔ اس کے ختم ہونے کے بعد میں وہ یاد کرلیتا تھا جو اس میں کہا گیا ہوتا تھا۔ کبھی فرشتہ ایک آدمی کی شکل میں آتا ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے میں یاد کر لیتا ہوں۔ عائشہ نے اضافہ کرتے ہوئے کہا: واقعی میں نےدیکھا جب پیغمبر پر وحی نازل ہورہی ہوتی تھی تو **سردیوں کے دنوں میں بھی اس کے ماتھے سے پسینہ بہہ رہا ہوتا تھا۔** (جب نزول وحی کا عمل اختتام پذیر ہوتا)

زید ابن ثابت راوی ہے، " میں اس کے کہنے پر وحی کے الفاظ لکھ لیا کرتا تھا۔ جب اس پر وحی ہوتی اس کو بدن میں جلن محسوس ہوتی اور گرمی سے اسکا پسینہ موتیوں کی طرح نیچے بہنا شروع ہو جاتا۔"

ابن سعد کہتا ہے، " دوران نزول وحی اس پر **اضطرابی کیفیّت** چھا جاتی اور اس کی **حالت غیر اسکے چہرے پر نمایاں ہو جاتی"** اس نے مزید لکھا،" پیغمبر پر جب وحی نازل ہوتی تو چند گھڑیوں کیلئے اس پر **غنودگی** چھا جاتی جیسے کسی شخص کو **نیند آرہی ہو۔"** بخاری کہتا ہے،" اللہ کی طرف سے وحی کا آغاز خوابوں کی صورت میں ہوتا اور وہ سچ ثابت ہوتے **واضع روشنی** کی طرح"۔

مسلم کی ایک حدیث میں ایسے کہا گیا ہے، " عائشہ، رسولاللہ کی زوجہ نے بتایا: وحی نازل ہونے کی پہلی حالت ایسے تھی کہ رسولاللہ کو نیند کی حالت میں منظر دکھائی دیتے تھے۔ اور **اس نے کوئی منظر نہیں دیکھا ہوتا تھا مگر پوہ پھوٹنے کے وقت تیز روشنی کی شعاع"**

طبری کہتا ہے، " پیغمبر نے کہا،' میں سیدھا کھڑے ہونے کی حالت میں ہوتا تھا اور **گھٹنوں کے بل جھک جاتا؛ پھر میں رینگ کر نکل جاتا، میرے شانوں پر کپکپی طاری ہوتی تھی"**۔

بخاری نے بھی ایک طویل حدیث بیان کی ہے جس میں وحی کا تمام حال وضاحت سے بتایا گیا ہے۔

عائشہ سے روایت ہے:

رسولاللہ پر اللہ کی طرف سے وحی کی آمد دوران نیند سچّے خواب کی شکل میں آتی تھی۔ اس کو کبھی کوئی خواب ایسا نہیں آیا جو روز روشن کیطرح واضع(سچّا) نہ ہو۔ وہ تنہائی (غار حرا) میں چلا جایا کرتا تھا، جہاں وہ (صرف)اپنے خدا کی عبادت کرتا تھا، مسلسل کئی (روز اور) شب۔ وہ اپنے ساتھ سفری

خوراک(قیام کیلئے) لے جاتا تھا اور واپس آکر دوبارہ(اپنی زوجہ) خدیجہ سے کھانے پینے کا سامان لے جاتا ایسے ہی ایک اور دورانیّے کیلئے، جو اس نے وہاں قیام کرنا تھا، یہاں تک کہ اچانک اس پر حق آن پہنچا جب وہ غار حرا میں تھا۔ فرشتہ وہاں پر اس کے پاس آیا اور اس نے (ان پڑھ محمد سے) کہا، پڑھ . پیغمبر نے جواب دیا 'میں پڑہنا نہیں جانتا' فرشتے نے مجھے (مظبوتی سے) جکڑھ لیا اور مجھے اتنے زور سے بھینچا کہ میری برداشت سے باہر ہو گیا، پھراس نے مجھے چھوڑ دیا اور دوبارہ پڑھنے کیلئے کہا، اور میں نے جواب دیا، 'مجھے پڑھنا نہیں آتا' اس نے مجھے دوبارہ جکڑھ لیا اور پھر مجھے زور سے بھینچا جو میری برداشت سے باہر تھا اور پھر اس نے مجھے ڈھیلا چھوڑ دیا اور پھر پڑھنے کیلئے کہا، میں نے جواب دیا مجھے پڑھنا نہیں آتا' (یا میں کیا پڑھوں؟) اس کے بعد اس نے تیسری دفعہ مجھے دبوچ لیااور زور سے جکڑا اور پھر چھوڑ دیا اور کہا 'پڑھ' اپنے رب کے نام سے جس نے سب کچھ (جو موجود ہے) پیدا کیا ،اور انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ اور پڑھ تمہارا ربّ بڑا کریم ہے... وہاں تک ... جس کا اسکو علم نہ تھا۔' (قرآن5-1 :96)

پھر اللہ کا رسول اس وحی کے ہمراہ لوٹا، اس کی گردن کے پٹھےگچھّو مچّھو تھے، وہ دہشت زدہ تھاجب وہ خدیجہ کے پاس پہنچا اور کہا، 'مجھے ڈھانپ دو! مجھے ڈھانپ دو!' انہوں نے اس کو ڈھانپ دیا یہاں تک کہ اسکا خوف دور ہو گیا اور اس نے کہا،' او خدیجہ میرے ساتھ کیا گڑبڑ ہے؟'۔ پھر اس نے جو کچھ اس کے ساتھ پیش آیا سب بیان کیا، 'مجھے ڈر ہے کہ مجھے

کچھ ہو جائے گا '، خدیجہ نے کہا، ' کبھی نہیں! یہ تو ایک بشارت ہے، کیونکہ اللہ تمہیں کبھی بے عزت نہیں کرے گا کیونکہ تم اپنے قرابت داروں سے اچھے تعلقات رکھتے ہو، سچ بولتے ہو، غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرتے ہو، اپنے مہمانوں کے ساتھ فیّاضی سے پیش آتے ہو، اور حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرتے ہو اور مصیبت زدوں کے کام آتے ہو'.

خدیجہ پھر اسے ورقہ بن نوفل بن اسدبن 'عبدال' عّزابن کسئے(اپنے چچا زاد) کے پاس لے گئی۔ ورقہ اس کے باپ کے بھائی کا بیٹا تھا جو ظہوراسلام سے قبل عیسائی ہو گیا تھا اور عربی صحیفے لکھا کرتا تھا اور انجیل مقدّس کو عربی میں لکھتا تھا اتنا ہی جتنا کہ اللہ چاہتا تھا۔ وہ ایک معمّر شخص تھا اور بینائی سے محروم۔ خدیجہ نے اس سے کہا، ' اے میرے چچازاد اپنے بھتیجے کی روئیداد سنو۔' ورقہ نے پوچھا ، ' او میرے بھتیجے! تم نے کیا دیکھا؟۔' پیغمبر نے وہ سب کچھ بیان کیا جو اس نے دیکھا تھا۔

ورقہ نے کہا، 'یہ تو وہی نموس (یعنی جبرائیل، فرشتہ جو بھید رکھتا ہے) ہے جس کو اللہ نے موسی کے پاس بھیجا تھا۔ میری خواہش ہے کہ میں جوان ہوتا اور تب تک زندہ رہتا جب تمہارے لوگ تم کو دیس نکالا دینگے۔' اللہ کے رسول نے پوچھا، " کیا وہ مجھے ملک بدّر کر دینگے؟" ورقہ نے ہاں میں جواب دیا اور کہا: ' کوئی بھی شخص ایسا نہیں جو اسطرح کا پیغام لایا ہو جیسا کہ تم لائے ہو اور اسکو عداوت کا سامنا نہ کرنا پڑا ہو، اگر میں اسوقت تک زندہ رہا جب تمہارے لوگ تم کو نکال باہر

کرینگے میں تمہاری بھرپور مدد کرونگا۔' لیکن کچھ دنوں بعد ہی ورقہ کا انتقال ہوگیا اور نزول وحی میں بھی تعّطل پیدا ہو گیا اور پیغمر اسقدر غمگین ہو گیا اور ہم نے کئی مرتبہ سنا کہ اس نے اس نے *کئی دفعہ ارادہ کیا کہ وہ پہاڑ کی چوٹی سے نیچے کود جائے* مگر وہ جتنی مرتبہ بھی خود کو نیچے گرانے کیلئے پہاڑ کے اوپر گیا جبرائیل اس کے سامنے آجاتا اور کہتا، 'او محمد! تم واقعی اللہ کے سچّے رسول ہو' اس پر اس کے دل کو تسلّی ہو جاتی اور خاموشی سے نیچے اتر کر اپنے گھر واپس آجاتا۔ اور جب بھی وحی کی آمد میں تاخیر ہو جاتی وہ پہلے کی طرح ہی کرتا اور جیسے ہی وہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتا، جبرائیل نمودار ہوتا اور اسکو وہی کچھ کہتا جو اس نے پہلے کہا ہوتا تھا۔ [ابن عبّاس نے ' وہ ہی (رات کے اندھیرے سے) صبح کی روشنی پھاڑ نکالتا ہے'(قرآن6:96) کا مطلب یہ بتایا کہ دن کے وقت سورج کی روشنی اور رات کو چاند کی چاندنی]۔

یہ دعوی کہ ورقہ نے بہت سارے آسمانی صحیفوں کے مطالعہ سے یہ اخذ کیا کہ محمد ایک پیغمبر ہے بالکل بکواس ہے۔ کسی بھی صحیفے میں محمد کے بارے میں کوئی نشاندھی نہیں ہے۔ ورقہ انتقال کر چکا تھا اور محمد اس کے ساتھ کوئی بھی جھوٹ منسوب کر سکتا تھا جیسا کہ اس نے اپنے دادا کے حوالے سے بھی کیا تھا کہ اسکی منزل بہت عظیم ہے۔ اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ خدیجہ نے، بطور ایک باہم دستنگر، اس کی لغوّ بیانیوں کو تقوّیت پہنچائی۔ ایسا ہی ایک دعوی محمد نے اسوقت کے بارے میں کیا جب وہ خدیجہ کی ملازمت کے

دوران بصرہ گیاتھا۔ اس نے کہا جیسے ہی تجارتی قافلہ بصرہ کی حدود میں داخل ہؤا وہ ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گیا اور ایک آشیاں نشیں راہب کی اس پر نظر پڑی، "درخت کے سائے میں کون شخص ہے؟" راہب نے شکائت کے انداز میں خدیجہ کے کمسن ملازم میسارہ سے پوچھا جو اس مہم میں محمد کے ساتھ تھا۔ "قریش کا ایک فرد" چھوکرے نے جواب دیا۔ " درخت کے سائے میں بیٹھا شخص اور کوئی نہیں بلکہ پیغمبر ہے۔" راہب نے کہا۔ اس کہانی کے مطابق جو ممکنہ طور پر محمد نے گھڑی تھی، کہ راہب نے اسکا پیغمبرانہ رتبہ اس امر سے جانچا کہ دو چھوٹے چھوٹے بادل اسکو سورج کی تیز دھوپ سے بچا رہے تھے۔ " کیااس کی آنکھوں کے گرد کوئی سرخی مائل چمک ہے جوکبھی ختم نہ ہوتی ہو؟" اس راہب نے پوچھا۔ جب کمسن میسارہ نے ہاں میں جواب دیا، " قوی یقین کے ساتھ یہی وہ آخری پیغمبر ہے: جو کوئی بھی اس پر ایمان لائے گا اسکو مبارک ہو۔"

ایک اور جگہ اس نے دعوی کیا کہ دونوں شانوں کے درمیان بڑا سا تل کا نشان مہر نبوّت ہے۔ میں نے ابھی تک کوئی آسمانی صحیفہ نہیں دیکھا جس میں شانوں کے درمیان تل اور آنکھوں کے گرد سرخ حلقوں کو نبوّت کی نشانیاں قرار دیا ہو۔ مسلسل برقرار رہنے والی آنکھوں کے گرد سرخی کو طبعی لحاظ سےبلیفریٹس (blepharitis) کہا جاتا ہے جو آنکھوں کی پتلیوں میں جلن کے باعث پیدا ہوتی ہے۔ اس بیماری (blepharitis) کی ایک قسم[meibomian gland dysfunction (MGI)] ہوتی ہے جس کے مریض میں اکثر اوقات ایک اور جلدی امراض کی باہم مشترک علامت بھی پائی جاتی ہے جسکو (rosacea and seborrhaic dermatitis)کہاجاتا ہے۔ چہرے پر سرخی

(rosacea) کی ایک علامت ہے۔ علی بن ابوطالب نے بیان کیا تھاکہ محمد کا چہرہ سرخی مائل سفید تھا۔

اس بھروسے پر کہ اس کے ماننے والے اس کی ہربات پر یقین کرلیں گے محمد نے جو کچھ بھی اس کی تصوّراتی دنیا میں وقوع پذیر ہؤا اس نے بیان کردیا، بلکہ اس کی علالتوں سے متعلقہ علامتوں کو بھی نبوّت کی نشانیاں گردانا گیا۔ اگر یہ کہانی سچ ہوتی تو میسارہ ایمان لانے والا پہلا شخص ہوتا مگر اس کے بعد ایسا کوئی ذکر نہیں ہے۔

اوپر بیان کردہ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ظہوراسلام میں خدیجہ کا کتنا اہم کردار ہے۔ محمد جب اس فریب تصوّر سے دوچار ہؤا تو اسکا خیال تھا کہ اس پر جنّات قابض ہو گئے ہیں۔ یہ خدیجہ ہی تھی جس نے اسکو یقین دلایا کہ اسکو خدا نے پیغمبر کے طور پر چن لیا ہے اور اس نے اسکے پاگل پن کو ہوا دی ۔

محمد کے چند واہموں کا تعلق بصارت سے تھا، کچھ مادی تھے اور بقیہ سماعت سے متعلق تھے۔ ابن اسحاق رقم طراز ہے:

اللہ نے جب اپنی وجاہت کو پیغمبر پر ودّیت کرنے کا ارادہ کیا اور جب اسکو نبوّت سے سرفراز کرنا چاہا تو پیغمبر اپنے معمولات کو چھوڑ کر کھیت کھلیانوں سے دور چلا جاتا یہاں تک کہ وہ مکہ کی گھاٹی جہاں وادی میں آنے والے درّے تھے اور کوئی مکان وغیرہ نظر نہیں آتے تھے وہاں تک کوئی ایسا درخت یا پتھر نہیں تھا جس کے پاس سے وہ گذرا ہو اور اس نے یہ نہ کہا ہو، "اے اللہ کے پیغمبر تم پر سلامتی ہو" اور پیغمبر اپنی دائیں طرف مڑتا اور جو کچھ بھی وہ پیچھے چھوڑ آیا تھا تو اسکو درختوں اور پتھروں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔

محمد کے کئی ایک اور فریب تصوّر بھی ہیں، ابو ہریرہ نے بیان کیا :
پیغمبر نے ایک دفعہ نماز ادا کی اور کہا، " شیطان میرے سامنے آیا اور نماز میں مخل ہونے کی کوشش کی لیکن اللہ نے مجھے اس پر فوقیّت بخشی اور میں نے اسکو بڑھنے نہیں دیا۔ بلا شبہ میں نے سوچا کہ اسکو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دوں تاکہ تم صبح اٹھو اور اسکو دیکھو، پھر مجھے حضرت سلیمان کا قول یاد آیا، ' میرے خدا! مجھے اتنی بڑی بادشاہت عطا فرما جو کہ میرے بعد کسی اور کو نصیب نہ ہو' پھر اللہ نے اس(شیطان) کو (باعث خفتّت) سر جھکائے چلے جانے پر مجبور کر دیا"۔

ذھنی ابتری کی ایک علامت یہ بھی ہوتی ہے جب کوئی واہمے اور حقیقت میں تفریق نہ کر سکے۔

عائشہ نے بیان کیا:

اللہ کے پیغمبر پر جادو ہو گیا تھا، اس کے خیال میں یہ ہوتا تھا کہ اس نے اپنی ازواج سے جنسی ملاپ کیا مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہؤا ہوتا تھا۔(سفیّان نے کہا، یہ جادو کی سخت ترین شکل ہے جس میں ایسا ہوتا ہے)۔ پھر ایک دن اس نے کہا، ' او عائشہ، کیا تمہیں علم ہے کہ اللہ نے مجھے ہدایات دیں جس کے بارے میں میں نے اس سے پوچھا تھا؟' دو آدمی میرے پاس آئے اور ان میں سے ایک میرے سرہانے بیٹھ گیا اور دوسرا پاؤں کی طرف، جو میرے سر کی طرف تھا اس نے دوسرے سے پوچھا، 'اس شخص کے ساتھ کیا مسئلہ ہے ؟' دوسرے نے جواب دیا 'یہ جادو کے اثر میں ہے' پہلے والے نے پوچھا' کس نے اس پر جادو کیا ہے؟' دوسرے نے جواب دیا، ' لبد بن

العاصم، جسکا تعلق بنی ذرائق سے ہے اور وہ یہودیوں کا اتحادی اور منافق ہے۔' پہلے والے نے پوچھا 'اس نے کونسی اشیاء کا استعمال کیا ہے؟' دوسرے نے جواب دیا، ' کنگھی اور بال اس میں جڑ گئے۔' پہلے والے نے پوچھا، ' (وہ) کہاں ہے۔' دوسرے نے جواب دیا، ' نر کھجور کے زردانہ کی چھال میں بند ضروان کے کوئیں میں پتھر کے نیچے'۔ پھر پیغمبر اس کوئیں کے پاس گیا اور وہ چیزیں نکال لیں جس کے بارے میں انہوں نے کہا تھا۔ ' یہ وہی کنوآں تھا جو مجھے (خواب میں) دکھلایا گیا تھا۔ اس کا پانی برگ حنا کی ریزش کی مانند تھا اور اسکے کھجور کے درخت شیطانوں کے سروں کی مانند تھے۔' پیغمبر نے مزید کہا، ' پھر وہ چیز وہاں سے نکال لی گئی'۔ میں نے (پیغمبرسے) کہا، 'تم نے کیوں اپنا علاج نشرح سے نہیں کیا؟' اس نے کہا ،' اللہ نے میرا علاج کر دیا ہے: میں نہیں چاہتا میرے لوگوں کے اندر یہ برائی پھیلے۔'

ایک اور حدیث میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے:

اللہ کے رسول کے پاس جب وحی آتی وہ چادر میں لیٹا ہوٗا ہوتا تھا۔ اور یعلہ نے کہا۔ ' کاش میں نے اللہ کے رسول پر وحی آتے ہوئے دیکھی ہوتی۔' اس(عمر) نے کہا، ' کیا تمہیں اچھا لگے گا کہ تم اللہ کے رسول کو وحی آتے ہوئے دیکھو؟' عمر نے چادر کا ایک کونہ سرکا دیا اور اسکو دیکھا تو اس کے منہ سے *خراٹوں کی آوازیں* نکل رہی تھیں۔ اور اس (راوی) نے کہا، 'مجھے ایسے لگا جیسے یہ اونٹ کی آواز ہے۔'

ایک اورحدیث میں یہ بتایا گیا:

جب جبرائیل اللہ کی طرف سے وحی نازل کرتا، وہ (رسولاللہ) اپنی زبان اور ہونٹوں کو جنمبش دیتا، اور اسپر یہ حالت بہت سخت ہوتی تھی اور اس کے پیچ و تاب ظاہر کرتے تھے کہ اس پر وحی کا نزول جاری ہے۔

یہ "نچوڑ" ہے اسکی ذہنی اور جسمانی کیفیّات کا جو "دوران وحی" محمد کے جسم اور دماغ پر اثر انداز ہو رہی ہوتیں تھیں اور جنکا مختلف احادیث میں ذکر ملتا ہے۔

1. نـّظارے (فریب تصوّر) جن میں فرشتے دکھائی دیتے تھے یا نور اور آوازیں وغیرہ سنائی دیتیں تھیں۔
2. جسمانی سکڑاؤ جو اذیّتناک پیٹ درد اور بے آرامی ظاہر کرتاتھا۔
3. اچانک کسی ہیجانی کیفیّت، ذہنی دباؤ اور خوف کا چھا جانا۔
4. گردن کے پٹھوں کا گچّھو مچھّو ہونا۔
5. قابو سے باہر ہونٹوں کی پھڑپھڑاہٹ اور لبوں سے نکلتی ہوئی آوازیں۔
6. سردیوں کے دنوں میں بھی پسینہ آنا۔
7. چہرے کا تمتمانا۔
8. چہرے کی حالت غیر ہو جانا۔
9. دل کی دھڑکن تیز ہونا۔
10. اونٹ کی مانند خراٹے بھرنا۔
11. غنودگی۔
12. خود کشی کے ارادے۔

یہ تمام [Temporal lobe epilepsy (TLE) یعنی ایسی مرگی جس کا کنپٹی کے نچلے حصّے سے تعلق ہوتا ہے] مرگی کی علامات ہیں۔ اس

بیماری کی ایک اور خصوصیّت یہ ہے کہ یہ مرض بغیر کسی پیشگی اطلاع کے مریض کو لاحق ہو جاتی ہے۔ محمد کے روحانی مشاہدات میں یہ بھی شامل ہے۔ بخاری بیان کرتا ہے:

جب رسولاللہ کو وحی کے دوران وقفوں کا سامنا ہوتا تھا، اس نے اسکے بارے میں بتایا، ' ایک دفعہ میں چلا جارہا تھا، یکایک مجھے آسمان کی طرف سے آواز آئی میں نے اوپر دیکھا تو میری حیرانگی کی انتہا نہ رہی کہ وہ فرشتہ جبرائیل جو مجھے غار میں ملا تھا، زمین اور آسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہؤاتھا، میں اس سے خوفزدہ ہو گیا اور گھر واپس آگیا اور کہا،' مجھے ڈھک لو! مجھے ڈھک لو!۔'

خود کشی کے ارادے

وقائع نگار ہمیں بتاتے ہیں کہ محمد نے کئی دفعہ خودکشی کرنے کی کوششیں کیں مگر ہر دفعہ جبرائیل نے اسے روک دیا۔ پہلے پہل اسکو خیال آیا کہ وہ ایک پشین گو بن گیا ہے، " میں نے کسی کو ایک شاعر یا کاہن سے زیادہ قابل نفرت نہیں سمجھا، میں نے کسی کو ان میں سے اپنے سامنے نہیں پایا، میں قریش میں کسی کو بھی اپنی وحی کے بارے میں نہیں بتاؤں گا، میں پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ جاؤنگا اور وہاں سے کود کر اپنی جان دیدونگا۔ وہ مجھے آزاد کر دیں گے اور میں وہی کرنے گیا، جب میں پہاڑی پر چڑھنے کیلئے ابھی اپنے سفر کے درمیان میں ہی تھا کہ میں نے آسمان کی طرف سے آواز سنی، ' او محمد' تم اللہ کے نبی ہو اور میں ہوں جبرائیل، میں نے اوپر دیکھا تو

جبرائیل آدمی کی شکل میں افق کے دونوں کناروں پر اپنی ٹانگیں جمائے کھڑا تھا۔ اس نے کہا، ' او محمد تم اللہ کے رسول ہو اور میں جبرائیل ہوں، میں رک گیا اور اسکو دیکھا، اس منظر نے اس طرف سے میرا دھیان بھٹکا دیا جو میں کرنے جارہا تھا، میں اپنی جگہ پر حواس باختہ کھڑا رہا، میں نے اپنا دھیان اس سے ہٹانا چاہا، لیکن آسمان پر میں نے جس طرف بھی دیکھا اس کو سامنے پایا،"

محمد کےاس نظّارے سے جو مطلب سمجھ میں آتاہےوہ تو یہی ہے کہ وہ جو کچھ بھی وہ دیکھ رہا تھا وہ دراصل اس کے اپنے دماغ میں ہی تھا کیونکہ وہ جس طرف بھی دیکھتا تھا اسکو وہی کچھ نظر آتا تھا ۔ اس کتاب کے سرورق پر جو تصویر دکھائی گئی ہے وہ جبرائیل ہی کی ہے جو بیک وقت متعدد جگہوں پر نظر آرہا ہے۔ یہ ایسے نہیں جیسے کہ محمد نے اپنے سامنے کے منظر کے بارے میں بتایا، اسکو اسکا نظّارہ فریب تصّور کہا جا سکتا ہے۔ فریب تصّور جن غیر نفسیاتی ابتریوں کی صورتوں میں وقوع پذیر ہوتا ہے ان میں شامل ہیں؛ دماغی چوٹ، حسّیات کی محرومی اور psychedelic ادویات کا استعمال اور درد شقیقہ۔ کچھ فریب تصّور ابتدائی قسم کے ہوتے ہیں(مریض کولشکارے، مختلف رنگ اور ہندسی اشکال نظر آتی ہیں) اس طرح کا فریب تصّورoccipital lobe epilepsy یعنی پشت سر سے متعلقہ مرگی کے نتیجے میں ظاہر ہوتا ہے اور دیگر مغالطے جو کہ محمد کو پیش آئے وہtemporal lobe epilepsy seizers یعنی کنپٹی سے متعلقہ مرگی کے دورے تھے ، علاوہ ازیں، دماغی نسّوں میں ابتری سے متعلقہ بیماریاں جیسا کہ Parkinson diseaseاور Creutzfeldt-Jakob والی بیماری۔ فریب تصّور کی اس شکل میں عمومی طور پر جو واضع ہوتا ہے وہ ہے ؛ جانوروں کی شکلیں، انسانوں اور اسطوراتی چیزیں یعنی فرشتے۔ ان

کے علاوہ جو دیگر فریب تصّورکی اشکال ہو سکتی ہیں وہ ہیں سماعتی ، زبان کے چسکوں والی، مشمومی ، مشک سے متعلقہ اور جسمانی ڈیل ڈول میں غیر حقیقی بسیار حجمی۔ بدنی جثّے اور حرکیات اجسامی والے فریب تصّور کا تعلق زیادہ تر کنپٹی والی مرگی کے حملوں سے ہوتا ہے، محمد کو غار حرا میں پیش آنے والے واقعات بھی اسی امر کی وضاحت کرتے ہیں جہاں پر جبرائیل نے اسے دبوچ لیا اور زور سے بھینچا اور بیحد مضطرب اور اذیّتناک صورتحال سے دوچار ہؤا اور اسکو پیٹ میں اسقدر درد محسوس ہؤا کہ جان لبوں پر آگئی۔ اگر آپ رئیس الملائکہ کو کہیں تھوڑا پاگل سمجھنا نہ شروع کردیں تو محمد کے ساتھ جو واقعہ غار حرا میں پیش آیا اور وہ تسّلی بخش طور پر TLE ہی کے زمرے میں آتا ہے۔

سائنٹیفک ریسرچ میں مگن سکاٹ ایٹرن وضاحت کرتا ہے، " انسانی بھیجے کے عضوّ hippocampusاور amygdale کی کارکردگی میں یکلخت تبدیلیوں سے انسانی حسّ سماعت، آوازوں کی شناخت، حّس مشمومی، احساس لمّس اور سونگھنے کی حسّ سے حاصل شدہ ادراک ایسے فریب تصّور کی طرف رہنمائی کرتا ہے جس میں محسوس ہوتا ہے کہ ساز بج رہے ہیں، جھولے آرہے ہیں، جسم فضا میں معلق ہے، عرقیّات والا ذائقہ آرہا ہے، کسی چیز کے جلنے کی مہک یا چوماچاٹی والی راحت مل رہی ہو یا جنت سے آنے والی بھینی بھینی خوشبو یا دوزخ سے آنے والی باس ۔ مثال کے طور پر، جیسا کہ amygdale کے درمیانی حصّے کو حسّ مشمومی کے علاقے سے آنے والے ریشے آپس میں ملاتے ہیں، amygdale کے اس حصّے میں براہ راست تحریک سے قوّت شامہ اور اس کے ساتھ باہم پیش آنے والے واقعات کی رونمائی میں تیزی آجاتی ہے۔ مذہبی عبادات کے دوران

اگربتی کی لپٹیں اور خوشبویات amygdale میں تحریک پیدا کرتی ہیں اس لئے عطریات کا استعمال کیا جاسکتا ہے تاکہ اردگرد کے ماحول میں وقوع پذیر ہونے والی چیزوں کی وضاحت میں توجع کو مرتکز کیا جا سکے - temporal lobe epilepsy seizers کی شکل میں یکایک پیداہونے والی برقی چبھنیں مرگی سے متاثرہ دوسرے پہلؤں پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں، ماحول معطّر ہوجاتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا کہ کچھ ایسا ہونے جارہا ہے جو پہلے کبھی نہیں ہؤا۔"

محمد نے جبرائیل کی حلیہ بیان کرتے ہوۓ بتایا کہ اسکے 600 پر تھے۔ اس کا تو نظّارہ ہی کافی دشوار ہے۔ براق، اسپ شاہی، جس کے اوپر سوار ہو کر اس نے یروشلم سے لیکر آسمانوں تک کا شب معراج والاسفرطے کیا، اسکا سر انسانی تھا اور عقاب والے پر تھے۔ اگر کوئی اس بے تکّی پر ہی نہ ڈٹ جائے کہ ایسا ہی ہے تو یہ بالکل واضع ہے کہ وہ محمد کا فریب تصّور تھا۔

مصری مسلمان سکالر اور مؤرخ اس فرشتے جسے محمد نے آسمانوں پر اپنے اس سفر میں دیکھا،اس طرح بیان کرتا ہے، " پہلا آسمان خالص چاندی کا تھا اور ستارے اس کی محراب دار چھت کے ساتھ سے جڑی طلائی زنجیروں سے لٹک رہے تھے" [اسکا مطلب ہے کہ محمد کو ستاروں کے بارے میں کچھ علم نہ تھا، اسکو ایسے نظر آیا جیسے کرسمس کے موقعے پر جلائی گیں روشنیاں تھیں جو کنوپی جیسی آسمانی چھت کے ساتھ بندھی تھیں، یہ بطلیموسی علم کائنات کے نظریہ سے مطابقت رکھتا ہے اور محمد کے دور کے لوگ اسی پر یقین رکھتے تھے] اور ہر سطح پر ایک چوکس فرشتہ مامور تھا جو شیاطین کو اوپر چڑھنے سے روکتا تھا تاکہ وہ مقدّس ارواح کے جائے مسکن

تک پہنچ کر ناعاقبت اندیشی میں انکے درمیان بہشتی اسرار و رموز سے متعلقہ گفتگو نہ سن لیں۔" [یہ بے جوڑ واقعہ قرآن میں بھی مذکور ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جنّات ایک دوسرے کے کندھوں پر کھڑے ہو کر 'مجلس عظیم ' کی کاروائی سننے کی کوشش کرتے تھے اور انکے اوپرجب تک وہ نیچے نہیں آن پڑتےتھے میزائیلوں کی طرح ستارے برسائے جاتے تھے۔ زمانہ قدیم کے لوگ شہابیات کو ٹوٹ کر گرنے والے ستاروں کے طور پر جانتے ہیں]۔

وہاں پر محمد نے آدم کا حال چال پوچھا اور اسکے علاوہ دیگر چھ آسمانوں میں پیغمبر کی ملاقات نوح، ہارون، موسی، ابراہیم، داؤد، سلیمان، ادریس، یحیحی اور عیسی سے ہوئی۔ اس نے موت کے فرشتے ازرائیل کو بھی دیکھا جو اسقدر بڑا تھا کہ اسکی آنکھوں کے درمیان کا فاصلہ 70 ہزار دنوں کے پیدل سفر کے برابر تھا[یہ فاصلہ ایک اندازے کے مطابق زمین اور چاند کے درمیانی فاصلے کے دس گنے سے بھی زیادہ ہے] اس کی کمان میں ایک لاکھ نفوس پر مشتمل فوجی دستہ تھا اور وہ اپنا وقت ایک بہت بڑی کتاب میں ان لوگوں کے نام درج کرنے میں گذارتا تھا جنکو مرنا اور جنکو پیدا ہونا ہے۔[کیا کوئی ازرائیل کو کمپیوٹر نہیں دے سکتا تاکہ اس کو اس مصیبت سے چھٹکارا مل جائے] پھر اس نے اشکبار فرشتے کو دیکھا جو کہ تمام دنیا کے گناہوں پر آنسو بہا رہا تھا؛ اور کالے تلوں سے بھرپور کرخت دھاتی چہرے والا منتقم فرشتہ دیکھا جو آگ سے متعلقہ عناصرپر حکمرانی پر مامور تھا اور آگ کے شعلوں سے بنے ہوئے تخت پر براجمان تھا اور ایک عظیم الجثّہ فرشتہ جس کا آدھا جسم برف کا تھا اور آدھا آگ کا جس کے گرد چاروں طرف

آسمانی گوّیے مسلسل چینخ چینخ کرپکار رہے تھے: اے خدا ! تم نے آگ اور برف کو اکٹھا کردیا اور اپنے تمام بندوں کو اپنے قوانین کے تابع کردے۔ ساتویں آسمان پر جہاں روحوں کا مستقل بسیرا تھا،ایک فرشتہ تھاجو تمام دنیا سے بڑا تھا اور اسکے 70 ہزار سر تھے، ہر ایک سر کے 70 ہزار منہ تھے، اور ایک منہ میں 70ہزار زبانیں تھیں اور ہر زبان 70ہزار مختلف کلاموں سے خدائے عظیم اور برتر کیلئے کبھی نہ ختم ہونے والی حمد و ثناء گا کر بیان کر رہے تھے۔

محمد ایک غیر معمولی تخیّلاتی طاقت کا مالک تھا۔ تاہم اسکی فکر ایک تانا بانا تھا۔ اسطرح کی کوئی مخلوق سوچ سے بالا تر ہے جو تن تنہا ہی تمام کان و مکان میں سما سکے۔

- محمد نے ایک فرشتہ دیکھا جو تمام دنیا سے بڑا تھا، یہ ایک ایسا بیان ہے جس کے اپنے اندر ہی غلط ہونے کا ثبوت موجود ہے یعنی کیسے کوئی بڑی چیز اپنے سے چھوٹی چیز میں سما سکتی ہے۔
- اس فرشتے کے 70 ہزارسر ہیں اور ہر سرمیں 70 ہزار چہرے ہیں(اسکے4,900,000,000 چہرے ہیں)
- ہر چہرے کے 70 ہزار منہ ہیں(اس کے منہ ہیں343,000,000,000,000)
- ہر منہ میں 70 ہزار زبانیں ہیں (24,010,000,000,000,000,000 زبانیں اس کے منہ میں ہوئیں)

- ہر زبان 70 ہزار محاورے بولتی ہے (وہ 1,680,700,000,000,000,000,000,000 مختلف محاورے یعنی 1.68 septillion محاورے)

اللہ کو اتنی ناقابل قیاس عجیب الخلقت مخلوق پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی اسلئے کہ وہ ہر وقت بے شمار زبانوں میں کبھی نہ ختم ہونے والی حمد و ثناء مسلسل بیان کرتی رہے۔ اس طرح کی مخلوق تو صرف اسکے ذہن میں ہی آسکتی ہے جو شدیدقسم کے فریب تصّور کا مریض ہو۔ اس پر ذرا غور کریں کہ کوئی شخص لا تعداد کمپیوٹر اور ٹیپ ریکارڈر لے آئے اور ان میں وہ پروگرام چلا دے جس میں دنیا کی تمام زبانوں میں اس کی مسلسل تعریف کی جا رہی ہو۔ کیا یہ پاگل پن نہیں ہے ؟ اللہ محمد کے بدل کامل (alter ego) کی تجّسیم ہے، وہ سب کچھ ہے جو وہ بننا چاہتا ہے۔ اللہ کی نفسیات سے محمد کی نفسیات کی جھلک ملتی ہے۔ بطور ایک خود پرست کے اسکی ناقابل تسکین خواہش ہے کہ اس کی تعریف کی جائے اور ایسا ہی اسکا خدا ہے۔

محمد تنہا اور بے یارو مددگا تھا۔ باوجودیکہ اس کی شادی ایک اہم عورت سے ہوگئی تھی مگر وہ اپنی ذاتی حیثیّت میں ایک اہم شخص نہیں تھا ، اسکے اپنے لوگوں نے ہی اسکا تمسخر اڑایاتھا۔ اس کے فریب تصّور میں تر مشاہدات جنکی اس کی زوجہ نے نبّوت کی نشانیوں کے طور پر وضاحت کی وہ اسکی خود پرستی کی سب سے بڑی غذا تھی۔ جب اسطرح کے مشاہدات میں تعطل پیدا ہو جاتا تھا تو وہ مغموم ہو جاتا تھا۔ ویکنن کہتا ہے:

ڈیپریشن خود پرست کے جذباتی میک اپ کا ایک بڑا جزوّ ہے۔ لیکن اکثر اسکا تعلق خود پرستی کی غذا کی عدم موجودگی ہوتا

ہے، زیادہ تر یہ یاد ماضی کے لا تعداد وہ سہانے دن ہوتے ہیں جن میں اس کو بھرپور ستائش اور توجّع ملی ہوتی ہے اور تحسین و آفرین اور مرحبا ... ڈیپریشن تشدد پہ مائل بیجا مداخلت کی ایک شکل ہے۔ تبدیلی حالت کی صورت میں اس متشّدد روّیے کا رخ ایک ڈیپریشن زدہ شخص کی طرف ہوجاتا ہے نہ کہ اس کے گرد انسانی ماحول پر۔ ترمیم شدہ مداخلت بیجا اور تشدّد آمیز طرزحکومت کی خاصّیت دونوں صورتوں میں یعنی خود پرستی اور ڈیپریشن میں پائی جاتی ہے .... تاہم خود پرست جب بھی ڈیپریشن کا شکار ہوتا ہے وہ اپنی خود پرستی قربان نہیں کرتا یعنی اپنا طمطراق، استحقاق رکھنے کی حسّ، خود بینی اور عدم خودشناسی۔

یہ صرف اس امر کی وضاحت ہی نہیں ہے کہ محمد کی ڈیپریشن کی کیا وجہ تھی اور اسکے نتیجے میں اس کے خود کشی پر مائل خیالات، بلکہ اس نے یہ بتا دیا کہ کیوں اس نے اپنے ارادے کو عملی جامہ نہیں پہنایا۔ خود پرست شاید ہی کبھی خود کشی کریں۔ یہ بہت عجیب بات ہے کہ محمد نے کئی موقعوں پر جب خود کشی کا قصدّ کیا تو ہر بار اسے جبرائیل نے بچا لیااور پھر بھی وہ دوبارہ ایسی کوششیں کرتا رہتا تھا۔ خودپرست کبھی خود کشی نہیں کرتے، وہ صرف اسکی باتیں کرتے ہیں تاکہ لوگوں سے اسکے عوض ہمدردیوں کا ذخیرہ کر لیں۔

"کیونکر کوئی خود پرست جو خود کو ایک دیو قامت مورت سمجھ رہا ہو، اور بہت ہی بڑا شخص جو مرکز کائنات ہو خود کشی کریگا؟" اگاتھا کرسٹی(Agatha Christie) اپنی کتاب مردے کا آئینہ Dead Man Mirror میں لکھتا ہے " یہ بہت حد تک قابل قیاس ہے کہ وہ کسی اور

کو تباہ و برباد کر دیگا- کسی خستہ حال رینگنے والے کیڑے کی مانند انسان کو جس نے اس کو ناراض کرنے کی جسارت کی ہو ---- اسطرح کا کام انتہائی لازمی ہے، خود کو متبّرک بنانے کیلئے! لیکن خود کی تباہی؟ اور وہ بھی ایسے شخص کی؟"

یہ سوال کہ " خود پرست کیوں خودکشی کی طرف مائل نہیں ہوتے" ویکنن کا کہنا ہے کہ" خود پرست صیح معنوں میں زومبیز(جنونی) ہوتے ہیں" وہ لکھتا ہے " متعدّد سکالروں اور تھراپسٹوں نے خود پرستوں کی اندرونی کیفیّت جاننے کی جستجو کی، انکی عمومی رائے یہ ہے کہ ان کے ضمیر میں جو بچ گیا ہوتا ہے وہ انتہائی غیرلچکدار، ریزہ ریزہ اور عملی اعتبار سے بالکل بے سود اور بیکار ہوتا ہے-"

آپس میں ایک دوسری کے بالکل برعکس بیماریوں میں مبتلا لوگوں کو ڈیپریشن سے باہر آنے کیلئے ادّویات کی ضرورت ہوتی ہے مگر ایک خود پرست کو جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ ہے "خود پرستی کی غذا کی ایک خوراک جو اسکو پستیوں کی گہرائیوں سے نکال کر اس بلندی پر پہنچا دیتی ہے جہاں وہ خوشی سے پاگل ہوجاتا ہے" یہ بات ویکنن نے کہی-

ٹیمپورل لوب ایپی لیپسی(مرگی)

سب سے پہلے جسے شک پڑا کہ محمد میں، جب وہ پانچ سال کا تھا، مرگی کی علامات موجود ہیں وہ تھیں حلیمہ یا اسکا خاوند- ایک بازنطینی مؤرخ,Theophanes (752-817) ریکارڈ پر موجود پہلا سکالر تھا جس نے دعوی کیا تھا کہ محمد مرگی کا مریض تھا، آج ہم اس دعوے کی تصدیق کر سکتے ہیں-

ٹیمپورل لوب اپپی لیپسی (ٹی ایل ای) کی تعریف پہلی مرتبہ 1985ء میں منظر عام پر آئیInternational League Against Epilepsy (ILAE) نے بتایا کہ یہ ایک ایسی صورتحال ہے کہ جب وقفے وقفے سے بنا کسی اشتعال بیماری کے دورے پڑتے ہوں اور انکی ابتدا وسطی یا بغلی کنپٹی سے منسلک بناگوش سے ہو۔ بیماری کے یہ دورے جنکا تعلق TLEسے ہے یہ عام قسم کے جزوّی حملے ہوتے ہیں جس میں مریض ہوش و حواس نہیں کھوتا(with or without aura) اور پیچیدہ قسم کے جزوّی دورے (اس میں مریض اردگرد کے ماحول سے بے خبر ہوتا ہے) میں متاثرہ شخص اپنے حواس کھو دیتا ہے، پیچیدہ جزوّی دوروں کی صورت میں کیونکہ اس حملے کا پھیلاؤدونوں کنپٹیوں سے منسلک بناگوش اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے جو اس کے بدلے یاداشت میں بے عملی کا سبّب بنتا ہے۔

محمد کو پیش آنے والے دورے دونوں قسموں کے تھے ۔ کبھی کبھی وہ گر پڑتا تھا اور اپنے حواس کھو بیٹھتا اور کبھی نہیں بھی۔ ایک حدیث کے مطابق جب کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی اور ابھی نبوّت کی اطلاع بھی نہیں آئی تھی ، محمد بیہوش ہو کر زمیں پر گر پڑا اور اس کی کھلی آنکھیں آسمان کی طرف تک رہیں تھیں، اسوقت وہ اپنے حواس میں نہیں تھا۔ کافی حد تک یہ ایک مرگی کا دورہ تھا۔

ویب سائٹemedicine.com کے مطابق " temporal interictal epileptiform abnormalities کے عارضے میں مبتلا 90 فیصد لوگ EEG سے حاصل شدہ نتائج کے مطابق ان پر بیماری کے دورے پڑتے رہے ہیں" محمد کو بچپن سے ہی یہ عارضہ لاحق تھا اس نے سفیدکپڑوں میں ملبوس دو آدمی دیکھے جنہوں نے اسکا سینہ چاک کیا اور اسکا دل سفید برف

سے دھویا۔ ہاروے کشنگ نامی امریکی نیوروسرجن جو دماغ کی سرجری کا پہل کار ہے، بتاتا ہے کہ ایک لڑکا جس کی داہنی کنپٹی سے منسلک بناگوش میں پیپ کی تھیلی تھی جسکی وجہ سے اسکوایک سفید لباس والے آدمی کا واضع سہ جہتی منظر دکھائی دے رہا تھا۔ آئرش امریکن نیورالوجسٹ رابرٹ فوسٹر کینیڈی(1884-1952) اولین شناحت کنندوں میں سے تھا جس نے وضاحت سے بتایا کہ کس طرح حقیقی فریب تصّور جس کی فطرت سمعی اور بصری ہوتی ہے اسکا اجراء کنپٹی سے منسلک بناگوش کے اوپر جسمانی حصّے سے ہوتا ہے۔

اپنے ایّام جوانی کے بارے میں بات کرتے ہوئے محمد نے کہا:

"میں نے پایا کہ میں کنکر اٹھائے ہوئے قریش کے بچوں کے ساتھ تھا جیسا کہ لڑکے اس کے ساتھ کھیلتے ہیں. ہم سب نے اپنے کپڑے اتار دیئے تھے کنکر تھامے ہر کوئی اپنی قمیض[اوڑھنے والا کپڑا] کو گلے تک اٹھائے ہوئے تھا، جیسے ہے میں اس راستے پر آگے پیچھے حرکت کر رہا تھا ایک غیبی طاقت نے زوردار تھپڑ رسید کیا اور کہا ،' اپنی قمیض پہن لو' میں نے قمیض اپنے اوپر کس لی اور پتھر کندھے پر اٹھا لئے۔ اپنے ساتھیوں میں سے مجھ اکیلے نے قمیض پہن رکھی تھی"

ایسے لگتا ہے محمد کے خیالی ساتھی بھی ایسے ہی تشدّدپسند اور بدعمل تھے جیسا وہ تھا۔

ٹیمپورل لوب کے دوروں کی مرض کی علامات

بیماری کا حملہ جس کی ابتداء کنپٹی سے منسلک بناگوش سے ہو رہی ہو اس سے قبل ایک صورت حال پیدا ہوتی ہے جس سے ماحول میں اچانک تبدیلی محسوس ہوتی ہے، جیسے کسی شحص کی آمد، پھولوں کی بھینی بھینی مہک یا سردی کی لہر وغیرہ(aura) یا یہ کہ قبل از وقت تمبیّح جیسا کہ معمول سے ہٹ کر اضطرابی کیفیّت، پیٹ کے اندر کھلبلی ہونے کا احساس، فریب تصوّر اور فریب نظّارہ(نظر کا دھوکہ خوشبو محسوس ہونا، ذائقے اور دیگرحسّیات سے متلق دھوکے) اور کسی ایسے واقعے کا گماں ہونا کہ ایسا پہلے کبھی نہیں ہؤا، یادوں اور جذبوں کا ابھر آنا یا اس قسم کے شدّید جذبات کا پیدا ہونا جس کا اس وقت کے موجودہ ماحول سے کوئی تعلق نہ ہو۔ یہ تمام علامات محمد کو لاحق مرض میں نمایاں تھیں۔

مرگی کے حملے جّزوی بھی ہو سکتے ہیں جن میں ہوش وحواس برقرار رہتے ہیں یا کبھی کبھی پیچیدہ صورتحال میں جنکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حملے کے اس دورانیے میں ہوش و حواس میں کمی واقع ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر علامات میں شامل ہیں سر کا غیر معمولی طور پر جمبش میں آنا اور آنکھوں کا پلٹ جانا، اسطرح کے دورے محمد کو تعمیر کعبہ کے دوران پیش آئے۔

وقفے وقفے سے دہرآئی جانے والی جنمبش اور تواتر سے پیش آنے والاپٹھوں کا سکڑاؤ جو جسم کی ایک طرف اثرانداز ہو رہا ہو، ایک بازو، ایک ٹانگ، چہرے کا ایک حصّہ اور جسم کے دوسرے اکیلے حصّوں پر، یہ بھی ٹی ایل ای کی علامات ہیں۔ دیگر علامات میں پیٹ درد اور بے آرامی، متلی ہونا، پسینہ آنا، چہرے کا سرخ ہونا، دل کی

دھڑکن تیز ہونا یا نبض کی رفتار بڑھنا اور بینائی میں تبدیلی آنا گفتگو اور خیالات میں خلل اور اردگرد سے نا آشنائی۔ البتہ، حواس سے متعلقہ فریب تصّور(بصری، سمعی، لمس وغیرہ) بڑی علامات ہیں۔

ڈنمارک کے عالمی نامّورڈاکٹر موگنز ڈیم ماہر امراض مرگی (ایپی لیپٹالوجسٹ) اسی موضوع پر لکھی گئی کئی کتابوں کے مصّنف نے جزوّی دوروں کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے،" عام قسم کے جزوّی دورے جن کی علامات دماغ سے متعلقہ ہوں اور جو بعد میں یاد رکھی جا سکتی ہوں، وہ زمانہ قدیم سے جانی جاتی ہیں اور انکو آعورہ ' aura 'کہا جاتا ہے۔ اکثر اوقات ایسا ہونے سے قبل تشنجّ کا حملہ ہوتا ہے۔ اکثر یہ خواب کی مانند ہوتاہے--- اور مریض کو ایسا لگتا ہے جیسے ہو پاگل ہو جائے گا۔ محمد نے بھی دراصل یہی سمجھا تھا کہ وہ پاگل ہو جائے گا ، یہ تو خدیجہ تھی جس نے اسکو سمجھایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

ڈاکٹر ڈیم رقم طراز ہے، " کافی عرصے سے یہ امر زیربحث ہے کہ جن لوگوں کو مرگی کا مرض لاحق ہوتا ہے انکے شخصی خدّوخال میں کچھ چیزیں نمایاں ہوتی ہیں جو دوسروں میں نہیں ہوتیں، خصوصاً جن لوگوں کو ٹیمپورل لوب ایپی لیپسی کی شکائت ہوتی ہے ان میں جو چیز واضع ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ جذباتی لحاظ سے عدم توازن کا شکار ہوتے ہیں بہ نسبت دوسرے لوگوں کے، شاید ان میں مداخلت بیجا کا رجحان زیادہ ہوتا ہے۔ چند لوگوں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ ہی میں مگن ہوتے ہیں، مالیخولیا میں مبتلا ہونے کی حد تک حسّاس ہوتے ہیں، ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک ہی وقت

میں کئی سارے روگ پال لیتے ہیں اور انکی مذہبی، مجّذوبی، فلسفیانہ اور اخلاقی معاملات میں خصوصی دلچسپی ہوتی ہے ۔"

وہ مزید وضاحت کرتا ہے کہ ٹی ایل ای کے مریض اکثر ڈیپریشن میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان میں خودکشی کے رجحانات اور فریب تصوّر جیسے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان میں یہ احساس پیدا ہو جاتا ہے کہ انکو مذہبی ایذا رسانی کا سامنا ہے۔ تاہم، بہ نسبت ان لوگوں کے جو شزّوفرینیا کے باقائدہ مریض ہوتے ،انکا دوسرے لوگوں کے ساتھ جذباتی لگاؤ قدرے بہتر ہوتا ہے۔ شزّوفرینیا کے برعکس ٹی ایل ای اکثر اپنے ہی گرد گھومتی ہے۔ محمد کے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ ہؤا تھا اور زندگی کے آخری سالوں میں مرگی کے دوروں میں کچھ کمی آگئی تھی۔ تاہم اس کی وجہ سے ایسی قرآنی آیات کے"نزول" میں کوئی رکاوٹ نہیں آئی جو موقع کی عین ضرورت ہوں۔

شروع شروع میں جو آیات مکـّہ میں نازل ہوئیں اور وہ جو بعد میں مدینہ میں نازل ہوئیں ان کے لہجے، کلام اور فقروں کی ساخت میں واضع فرق ہے۔ محمد کے پیغمبرانہ کیرئیر کے اوّلین دور میں جو آیات لکھی گئیں ان کے سٹائل میں شاعرانہ پن ہے اور ان میں قافیہ اور وزن کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے اور وہ مختصر اور دل کو لگنے والی ہیں، ان میں پارسائی، سخاوت، یتیموں کی پرورش اور غلاموں کو آزادی، تحمل اور بردباری، رحمدلی اور دردمندی کے بارے میں پندونصیحت کی بھرمار ہے، اور ساتھ ساتھ کئی قسم کی تمبّیحات ہیں اور انکیلئے دوزخ کے وعدے وعید ہیں جو اسکی دعوت کو قبول کرنے میں متـّامل ہیں۔

"سورۃ شمس" 91 اس دور کی ایک مخصوص سورۃ ہے اس میں ایک فسانہ بیان کیا گیا ہے جو کہ پہلے سے ہی عربوں کو معلوم تھا، کہ اللہ نے ایک اونٹنی کو بھیجا تھا جو قوم ثمود کوخبر دار کرے جنہوں نے ہٹ دھرمی سےکام لیا اور خدا کی اونٹنی کو ذبح کر دیا۔

سورج کی قسم اور اسکی روشنی کی،

اور چاند کی جو اسکے پیچھے نکلے،

اور دن کی جب اسے چمکا دے،

اور رات کی جب اسے چھپا لے،

اور آسمان کی اور اس ذات کی جس نے اسے بنایا،

اور زمین کی اور اسکی جس نے اسے پھیلایا،

اور انسان کی اور اسکی جس نے اس کے اعضاء کو برابر کیا،

پھر اسکو بدکاری سے بچنے اور پرہیز گاری کرنے کی سمجھ دی؛

کہ جس نے اپنے نفس کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا،

اور جس نے اسے خاک میں ملایا خسارے میں رہا۔

قوم ثمود نے اپنی سرکشی کے سبّ پیغمبر کو جھٹلایا،

جب ان میں سے ایک نہایت بدبخت اٹھا،

تو خدا کے پیغمبر نے ان سے کہا کہ خدا کی اونٹنی اور اسکی پانی پینے کی باری سے حذر کرو۔

مگر انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔ تو خدا نے انکے گناہ کے سبّب ان پر عذاب نازل کیا اور سب کو ہلاک کرکے برابر کر دیا۔

اور اسکو انکے بدلے کا کچھ بھی ڈر نہیں۔

سورۃ 113 'الفلق' اسی دورکی ایک اور مثال ہے ۔

شروع اللہ کا نام لیکر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

کہو: کہ میں صبح کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں،

ہر چیزکی برائی سے جو اس نے پیدا کی،

اور شب تاریک کی برائی سے جب اسکا اندھیرا چھا جائے،

اور گنڈونپر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کی برآئی سے،

اور حسد کرنے والے کی برآئی سے جب وہ حسد کرنے لگے۔

جب تک ابھی وہ مکـّہ میں ہی تھا محمد کا دائرہ کار صرف مکـّہ اور اس کے مضافات تک ہی محدود تھا۔ اس نے لکھا:

تو ہم نے تم تک عربی زبان کا قرآن ہی نازل کیا جو خبردار کریگا ام القراء اور اسکے مضافات۔

شہروں کی ماں *ام القراء* مکـّہ کو کہتے ہیں دوسری آیات میں اس نے کہا کہ وہ خاص طور پر ان کے لئے ہی آیا ہے جنکو خدا کی طرف سے ابھی کوئی وحی نہیں آئی۔ اس کے مطابق یہودی اور عیسائی اس کے مطلوبہ سامعین نہیں تھے۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی

امنگوں میں اضافہ ہوتا گیا اور آخرکار اس نے یہ مطالبہ کرنا شروع کردیا کہ یا اسکی اطاعت قبول کرو وگرنہ موت تمہارامقدر ہے۔

بعد میں آنے والی سورتوں میں قانونی زبان کا استعمال ہے، یہ ایک جابر حکمران کی زبان ہے جو وہ اپنی رعایا کیلئے قوانین اور حکنامے صادر کرنے کیلئے استعمال کرتا ہے اور نئے علاقے فتح کرنے کی ترغیب دے رہا ہے۔ اے۔ ایس۔ ٹرٹّن کہتا ہے، " فقرے طویل، بے ہنگھم اور دشوار ہیں تاکہ سننے والے اسکوغور سے سنیں نہیں تو اسکا شعری وزن ٹوٹ جاتا؛ زبان نثر میں بدل گئی اور شاعرانہ الفاظ وقفوں میں بٹ گئے ۔ نفس مضمون قوانین پر مبنی، عمومی واقعات پر تبصرے، حکمت عملیوں کے بیانات، انکیلئے جھاڑیں جو پیغمبر سے ہم آہنگ نہیں خصوصاً یہودی اور اپنی گھریلو مشکلات کے تذکرے۔ یہاں پر تخیّل ناپید اور اس کمزوری کو چھپانے کیلئے گھڑے گھڑائے جملے گھسیڑنا اور کہیں کہیں پہلے والی گرمجوشی بھی امڈ آئی"۔

یہاں پر اسکا تذکرہ بے محل نہیں کہ محمد کا فریب تصّور صرف جبرائیل فرشتے کو دیکھنے کی حد تک محدود نہیں تھا، اس نے اس کا دعوی بھی کیا کہ اس نے جنّات اور شیطان کو بھی دیکھا۔ ایک ایسے موقع پر جب وہ مسجد میں نماز ادا کررہا تھا اس نے اپنی باہنوں کو اسطرح کی حرکت دینا شروع کردی جیسے وہ کسی خیالی شخص سے نبردآزما ہو۔ محمد نے بعد میں بتایا، " شیطان میرے سامنے آیا اور نماز میں مخل ہونے کی کوشش کی لیکن اللہ نے مجھے اس پر فوقیّت بخشی اور میں نے اسکو بڑھنے نہیں دیا۔ بلا شبہ میں نے سوچا کہ اسکو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دوں تاکہ تم صبح اٹھو اور اسکو دیکھو، پھر مجھے حضرت سلیمان کا قول یاد آیا، ' میرے خدا! مجھے

اتنی بڑی بادشاہت عطا فرما جو کہ میرے بعد کسی اور کو نصیب نہ ہو' پھر اللہ نے اس(شیطان) کو (باعث خفت) سر جھکائے چلے جانے پر مجبور کر دیا".

بہت ساری احادیث میں اس نے جّنات کے ساتھ اپنے معرکوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک کہانی میں اس نے یہ بھی دعوی کیا کہ اس نے کئی جنّوں کو مسلمان بنایا ہے۔ قرآن میں کم ازکم تیس موقعوں پر جّنات کے تذکرے ہیں۔

یہ جاننا بہت اہم ہے کہ محمد کو بائیبل کا علم نہیں تھا۔ سلیمان ایک بادشاہ تھا اور پیغمبر نہیں۔ اس نے اسطرح کا نہ کوئی بیان دیا اور نہ ہی ایسی کوئی دعا جیسا کہ محمد نے بیان کیا۔ تاہم اس نے اللہ سے عقل کے حصول کی درخواست کی ناکہ دولت کی۔ محمد نے بادشاہت اور اقتدار کیلئے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

ٹی ایل ای کی دیگر علامات

وہ لوگ جنکو ٹی ایل ای کا عارضہ لاحق ہوتا ہے ان میں مندرجہ ذیل پانچ خصلتیں (بیماری کے حملے کے دوران نہیں بلکہ ان کے وقفوں کے دوران) پائی جاتی ہیں۔

1. **ہائپرگرافیا: ایک ایسی یکطرفہ ذہنی لگن کے امر محسوس کو ظاہر کرتا ہے جس میں ضرورت سے زیادہ روزانہ ڈائری لکھنے کی عادت ہو۔ بظاہر محمد انپڑھ تھا لیکن اس نے قرآن کمپوز کیا اور دوسروں سے لکھوایا۔**

2. ہائپر رلیجیاؤسٹی: مذہبی اعتقادات کا نہ صرف بہت قوّی ہونا بلکہ انکا تعلق الہیاتی نظریات اور تکونیاتی نظریات کی تشریح سے ہوتا ہے۔ مریض کا اعتقاد ہوتا ہے کہ اسکو خدائی رہنمائی حاصل ہے۔ محمد کو بھی ظاہر ہے کہ غیر معمولی حد تک فلاسفی اور تصّوف سے لگاؤ تھا جو ایک نئے مذہب کی ایجاد کا سبّب بنا۔

3. کلنگینیس: ساتھ چمٹے رہنے کی عادت، محمد کے اپنے چچا کے ساتھ چمٹے رہنے کے قصّے ظاہر کرتے ہیں کہ جب وہ بچہ تھا وہ جذباتی لحاظ سے کسی کے ساتھ چمٹے رہنے کا ضرورت مند تھا، اور جب کبھی وہ ٹھکرایا جاتا یا اسکو ٹوکا جاتا تو وہ سخت مجّروح ہوتا۔

4. جنسی معاملات میں تغیّر: محمد کے عورتوں کے ساتھ مجنونانہ لگاؤ میں آخری عمر میں بہت اضافہ ہو گیا تھا، حالانکہ آخری عمر میں اسکی جسمانی اہلیت بہت کم ہوگئی تھی یا بالکل ختم ہو گئی تھی ،اس کے بارے میں ہم آگے چل کر دیکھیں گے ۔

5. اگریسّونیّس : خوامخوا الجھنے پر ہر وقت آمادہ، شدّت جذبات ہونٹوں کی بڑبڑاہٹ میں نمایاں جو کہ مریض میں ایک وقت گرمجوشی اور دوسرے لمحے ناراضگی، چڑچڑا پن جو بعد میں شدّید غصّے اور پر تشدّد سلوک میں تبریل ہوجاتا ہے۔ محمدکا بعض مرتبہ، خصّوصآ اپنے ساتھیوں سے، سلوک بہت دوستانہ ہوتا تھا، اور انکے ساتھ جن پر اسکا گمان ہوتا تھا کہ وہ اس کے مطالبات ماننے میں پسّ وپیش سے کام لے رہے ہیں انتہائی سخت اور جھنجھلاہٹ

والا ہوتا تھا۔ بحاری کہتا ہے،" اگر پیغمبر کو کوئی چیز ناپسند ہوتی تھی تو کراہت کے اثرات اس کے چہرے پر نمایاں ہو جاتے تھے۔"

راتوں رات عرش کا سفر

محمد کے معراج یعنی راتوں رات عرش معلّی کی سیر کے بارے میں بہت سی روایات پائی جاتی ہیں۔ ابن اسحاق نے تانا بانا اس طرح جوڑا ہے کہ جس کی شاخیں اس تنے سے پھوٹتی ہیں جو کہانیاں محمد کےساتھیوں نے خصوصاً اس کی زوجہ عائشہ نے بیان کی ہیں۔ اس تذکرے کے مطابق محمد نے بتایا:

میں حجر میں سو رہاتھا، جبرائیل آیا اوراس نے اپنے پاؤں سے مجھے ہلایا، میں اٹھ کر بیٹھ گیا، مجھے کچھ نظر نہیں آیا اور میں دوبارہ لیٹ گیا۔ وہ دوسری دفعہ آیا اور مجھے پاؤں سے ہلایا، میں اٹھ بیٹھا، میں نے کچھ نہیں دیکھا اور پھر لیٹ گیا۔ وہ میرے پاس تیسری دفعہ آیا اور مجھے پاؤں سے ہلایا، میں اٹھ گیااور اس نے میرا بازوپکڑ لیا اور میں اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا، وہ مجھے مسجد کے دروازے سے باہر لے آیا جہاں ایک سفید رنگ کا جانور کھڑا تھاجو آدھا خچر اور آدھا گدھا تھا اور اسکے دونوں کندھوں کے ساتھ پرموجود تھے جن کی مدد سے اسکے پاؤں حرکت کرتے تھے۔ اسکے اگلے پاؤں وہاں جا کرپڑتے تھےجہاں تک اسکی حد نگاہ تھی۔ اس نے مجھے اس پر سوار کرا دیا، اور وہ میرے ساتھ نکل پڑا اور میرے نزدیک رہا۔ جب میں اس پر سواری کیلئے آیا تو اس نے مزاحمت کی۔

جبرائیل نے اپنا ہاتھ اسکی گردن کے بالوں پر رکھا اور کہا تمہیں شرم نہیں آتی او براق، جو تم اسطرح کا سلوک کررہے ہو؟ واللہ، اللہ کے نزدیک محمد سے زیادہ کوئی قابل احترام نہیں جس نے اس سے پہلے تم پر سواری کی ہو۔ اس جانور کو اسقدر شرمندگی ہوئی کہ وہ پسینے میں شرابور ہو گیا اور سکون سے کھڑا ہو گیا تاکہ میں اس پر سواری کرسکوں۔

راوی بیان جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے، " پیغمبر اور جبرائیل چلتے رہے حتی کہ وہ یروشلم میں مسجد اقصی کے مقام پر پہنچے۔ وہاں انہیں ابراہیم، موسی اور عیسی دوسرے نبیوں کے ہمراہ ملے وہاں پیغمبروننےاسکی امامت میں نماز ادا کی۔ پھر اسکے سامنے دو ظروف لائے گئے جن میں سے ایک میں شراب اور دوسرے میں دودھ تھا۔ پیغمبر نے دودھ والا برتن لے لیا اور دودھ پی لیا اور شراب کو چھوڑ دیا۔ جبرائیل نے کہا،' تم کو فطری طور پر درست رہنمائی ملی ہے ایک اصلی اور سچے قدیمی مذہب کی، اے محمد، تمہارے لوگ بھی ایسے ہی ہونگے ، شراب تمہارے لئے منع ہے۔' پھر پیغمبر مکّہ کی طرف لوٹا اور صبح ہوتے ہی اس نے قریش کے ساتھ اسکا ذکر کیا جو اکے ساتھ پیش آیا۔ ان میں سے اکثر لوگوں نے کہا،" قسم اللہ کی، یہ تو سراسر لغو ہے! ایک قافلہ ایک ماہ میں شام پہنچتا ہے اور ایک ماہ ہی میں واپس آتا ہے، محمد کیسے یہ سفر صرف ایک ہی رات میں طے کرسکتا ہے؟"

ابن سعد کہتا ہے، " اس کہانی کے سننے کے بعد بہت سارے لوگ جو نماز ادا کرتے تھے اور دائرہ اسلام میں داخل تھے، تارک الدین ہو گئے اور دائرہ اسلام سے خارج۔" اور اس کے جواب میں حلفیہ بیان

کی صورت میں یہ قرآنی آیت نازل ہوئی، " یہ منظر ہم نے پیدا کیا جو تم کو دکھایا گیا تاکہ لوگوں کی آزمائش ہو سکے۔

مسلم وقائع نگاروں نے صحیح طریقہ کار سے ہٹ کر اس کہانی کو معتبر بنانے کیلئے اس میں رنگ بھرے، ابن اسحاق نےاس میں اضافہ کرتے ہوئےکہا کہ جب لوگوں نے محمد سے اسکا ثبوت مانگا تو اس نے کہا کہ اس نے فلاں فلاں قافلے کو فلاں فلاں وادی سے گزرتے دیکھا اور جس جانور پر وہ سوار تھا ایک اونٹ اس سے خوفزدہ ہو کرچمپت ہو گیا، پھر محمد کو یہ کہتے ہوئے بتایا گیا کہ ،" میں نے انکو بتایا کہ یہ واقعہ کہاں پر ہؤا، میں اسوقت ملک شام کی طرف محوّ سفر تھا، میں چلتاگیا یہاں تک کہ مکہ سے قریباً 25 میل کے فاصلے پر دجانن میں کوہ تحامہ پر پہنچا، میں ایک قافلے کے قریب سے گذرا جو کہ بنو فلاں فلاں کا تھا۔ میں نے دیکھا لوگ سو رہے تھے، ان کے پاس کسی چیز میں ڈھکی ہوئی پانی کی ایک صراحی تھی، میں نے اوپر سے ڈھکنا اتار دیا اور پانی پیا اور ڈھکن دوبارہ رکھ دیا۔ اسکا ثبوت یہ ہے کہ اس وقت انکا قافلہ درّہ الطائم کے راستے ایک سیاہی مائل اونٹ جس کے اوپر دو بڑے تھیلے لدّے تھے، ایک کالا اور دوسرا کئی رنگوں والا،کی رہنائی میں البائیدہ سے نیچے اتر رہا تھا۔' بائیدہ مدینہ کی جانب مکہ میں تحائم مکہ کے نزدیک ایک اونچی ہموار جگہ ہے، لوگ اسکو جلدی پار کرنا چاہتے ہیں اور پہلا اونٹ جو انہیں ملا جس کےبارے میں وہ ذکر کررہا ہے، انہوں نے لوگوں سے اس پانی کے برتن کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ پانی سے پورا بھرا ہؤا تھا اور اس کے اوپر ڈھکن بھی تھا، اور جب وہ نیند سے اٹھے اس پر ڈھکن تو تھا مگرپانی نہیں، انہوں نے دوسروں سے بھی پوچھا جو مکہ میں تھے اور انہوں نے بھی کہا کہ یہ بالکل درست

ہے، وہ خوفزدہ ہو گئے تھے اور ایک اونٹ بھی چمپت ہوگیا تھا، انہوں نے ایک آدمی کو اسکو بلاتے ہوئے سنا تھا تاکہ وہ اسکو دوبارہ واپس لےسکے۔"

یہ روایات محمد کی وفات کے سو سال سے بھی زیادہ بعد میں لکھی گئیں۔ اتنا عرصہ گذر جانے کے بعد ان دعوں کو سچ ثابت کرنے کا کوئی طریقہ نہیں، تاہم ، تقریباً تمام مسلمان یہ بھول چکے ہیں کہ جس دور کا ذکر محمد نے حلفیہ طور پر کیا کہ اس نے یروشلم کے معبد کا دورہ کیا، اس وقت یروشلم میں اسطرح کی کوئی چیز نہیں تھی۔ جب براق نے ادھر کی پرواز کی تھی اس سے چھ صدیاں قبل ہی رومنوں نے اس کو تباہ کردیا تھا۔ 70ء تک وہاں پر ایک پتھر کے اوپر دوسرا پتھر بھی نہیں تھا۔ بائیبل کے مطابق ہیکل سلیمانی دسویں صدی قبل از مسیح تعمیر ہؤا تھا، ڈوم آف راک کی تعمیر رومن ٹیمپل آف جیوپیٹر کی فراہم کردہ بنیادوں پر 671ء میں ہوئی تھی۔ مسجد الاقصی رومنوں کے بڑے گرجے کے جنوبی کنارے پر ٹیمپل ماؤنٹ کے اوپر بنو امیّہ کے دور میں 710ء میں تعمیر ہوئی۔ یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ محمد نے فلاں فلاں قافلہ اس راستے جاتے دیکھا مگر اس کو ٹیمپل نظر نہ آیا جس کے بارے میں اسکا دعوی ہے کہ وہاں پر اس نے نماز ادا کی جو کہ درحقیقت وہاں موجود ہی نہیں تھا۔

ایک اور حدیث مین بیان ہے کہ اس سچائی کو جاننے کیلئے جو محمد کہہ رہا تھا ابوبکر نے اس سے پوچھا کہ یروشلم کے بارے میں بتائے تو اس نے ایسا کر دیا تو ابوبکر نے کہا، " یہ سچ ہے اور میں اسکی تصدیق کرتا ہوں کہ تم اللہ کے نبی ہو۔" یہ واضع نہیں ہے کہ ابوبکر کبھی یروشلم گیا تھا یا نہیں،عربوں کیلئے اس قصبے کی اتنی اہمیت

نہیں تھی کہ وہاں جایا جاتا۔ تاہم یہ بھی حیران کن بات ہے کہ ابوبکر نے اس ٹیمپل کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ یہ تمام غیر معتبر کہانیاں ہیں جو مسلمانوں نے اس لئے گھڑی ہوئی ہیں کہ وہ اپنے نبی کے بیان کردہ انتہائی اوٹپٹانگ قصّے کو سچ ثابت کرسکیں۔

اس کہانی کا ایک اور نسخہ بھی موجود ہے جو کہ شاید زیادہ قابل قبول ہے کیونکہ اس کی توثیق قرآن میں کی گئی ہے۔ اس نسخے کے مطابق محمد کہتا ہے :

یروشلم میں کام ختم کرنے کے بعد میرے پاس ایک سیڑھی لائی گئی، اتنی عمدہ کہ میں نے اس سے قبل ایسی نہیں دیکھی تھی۔ یہ اسطرح کی تھی کہ جیسے کوئی قریب المرگ انسان اپنی موت کو آتے ہوئے دیکھتا ہے، میرے ساتھی نے اسکو میرے لئے اوپر چڑھنے کیلئے آراستہ کردی اور یہاں تک کہ ہم جنت کے ایک دروازے تک پہنچ گئے جسکو دربانوں کا دروازہ کہا جاتا ہے۔ اسماعیل نامی ایک فرشتہ اس کا انچارج تھا اور اس کی کمانڈ میں بارہ ہزار فرشتے تھے اور ہر ایک کے پاس بارہ ہزار فرشتے انکے ماتحت۔

جب جبرائیل مجھے اندر لے کےآیا اسماعیل نے میرے بارے میں پوچھا کہ میں کون ہوں اور جب اسکو بتایا گیا کہ میں محمد ہوں، اس نے پوچھا اس کو کوئی مشن سونپا گیا ہے جس کیلئے اس کو بھیجا گیا ہے اور اسکا یقین ہو جانے کے بعد اس نے مجھے خوش امدید کہا۔

جیسے ہی میں جنت کے نچلے دروازے سے داخل ہؤا سب فرشتوں نے مجھے مسکراتے ہوئے خوش آمدید کہا مگر ان میں سے ایک جس نے مجھے وہی کچھ کہا، نہ وہ مسکرآیا اور نہ پرمسّرت استقبال کیا جیسا کہ دوسروں نے کیا تھا۔ اور جب میں نے جبرائیل سے وجہ پوچھی، اس نے بتایا کہ اس سے قبل یہ اگر کسی کیلئے بھی مسکرآیا یا بعد میں مسکرآئے گا تو وہ میں ہونگا۔ یہ مسکراتا نہیں کیونکہ یہ ملک ہے اور دوزخ کا نگہبان ہے۔ میں نے جبرائیل سے کہا کہ اس کی یہ حیثیت اللہ کی طرف سے ہے جو کہ اس نے تمہیں بیان کی ہے، 'سردار اور امانتدار ہے' (قرآن81:21)۔ ' کیا تم اسے یہ حکم نہیں دوگے کہ یہ مجھے دوزخ بھی دکھائے؟' اور اس نے کہا ' یقیناً ! او ملک محمد کو دوزخ بھی دکھاؤ'۔ تب اس نے اس کے اوپر سے پردہ ہٹایا اور آگ کے شعلے ہوا میں بلند ہوئے، جب تک میں نے یہ سوچا کہ اس میں تو سب کچھ جل کر خاک ہو جائے گا تو میں نے جبرائیل سے کہا کہ اس سے کہو کہ یہ انکو واپس اسی جگہھ پر پہنچا دے اور اس نے ایسا کر دیا۔

میں ان کی واپسی کا موازنہ ڈھلتے ہوئے سایوں سے کرسکتا ہوں۔ اور جب وہ شعلے وہاں پر واپس آئے جہاں سے وہ نکلے تھے ملک نے انکو اوپر سے ڈھک دیا۔

اور جب میں عرش کے سب سے نچلے حصے میں داخل ہؤا وہاں میں نے ایک آدمی کو بیٹھے ہوئے دیکھا جس کے نزدیک سے ہوکر آدمیوں کی روحیں گذر رہی تھیں، ان میں سے کسی کے ساتھ وہ اچھی گفتگو کریگا اور اور خوشی سے کہے گا ،'

ایک اچھے آدمی کی اچھی روح' اور دوسرے کیلئے وہ کہے گا ' چھی چھی' اور تیوری چڑھاتے ہوئے کہے گا 'برے آدمی کی بری روح'۔

پھر میرے ایک سوال کے جواب میں جبرائیل نے بتایا کہ یہ ہمارا باپ آدم ہے، اپنی اولاد کی روحوں کا جائزہ لے رہا ہے۔ اہل ایمان کی روحوں کو دیکھ کر اس کے جوش میں اضافہ ہوجاتا ہے اور منکرین کی روحوں کو دیکھ کر دکھی ہوتا ہے۔ پھر میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹ کی طرح تھے، ان کے ہاتھوں میں پتھروں کی مانند آگ کے ٹکڑے تھے جنکو وہ اپنے منہ کے اندر ٹھونس رہے تھے اور وہ انکے نچلے حصےسے باہر نکل رہے تھے۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے شکم پروری کی لالچ میں یتیموں کا مال ہڑپ کیا۔ پھر میں نے راستے میں فرعون کے خاندان کے لوگوں کو دیکھا، انکے پیٹ اسقدر بڑھے ہوئے تھے جنکو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا اور جب انکو دوزخ میں ڈالا گیا انکے اوپر سے انکو اپنے پیروں تلے کچلتے ہوئے پیاس کی شدّت میں پاگل اونٹ گذر رہے تھے اور وہ بے بس تھے۔ وہ تھے ناجائز سود خور۔

پھر میں نے ان عورتوں کو دیکھا جو چھاتیوں سے بندھی لٹک رہی تھیں۔ انہوں نے اپنے خاوندوں کی موجودگی میں حرامی بچوں کو جنم دیا تھا۔

پھر مجھے عرش دوئم پر لایا گیا جہاں دو خالہ زاد تھے؛ عیسی ابن مریّم اور جون ابن ذکریا، اور پھر تیسرے عرش پر وہاں ایک شخص تصا جسکاچہرا پورے چاند کی مانند تھا، وہ تھا میرا

بھائی یوسف، یعقوب کا بیٹا۔ اور پھر چوتھا عرش اور وہاں ایک آدمی جسکو ادریس کہتے تھے۔ "اور ہم نےانکو اونچی جگہھ پر اٹھا لیا" سورۃ 19:58 اور پھر عرش پنجم، وہاں پر ایک آدمی جس کے بال سفید اور لمبی داڑھی، میں نے اس سے زیادہ خوش شکل آدمی پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، یہ اپنے لوگوں میں بہت محبوب، وہ تھا ہارون، عمران کا بیٹا۔ اور پھر چھٹے عرش پر جہاں شانویا کی مانند مڑی ناک والا گہرے رنگ کا آدمی، یہ میرا بھائی موسی تھا ۔ اور پھرساتواں عرش، وہاں ایک آدمی کبھی نہ فنا ہونے والی جنت میں محل کے دروازے کے سامنے تخت پر براجمان تھا، روزانہ 70 ہزار فرشتے اندر داخل ہوتے تھے اور انکو روز محشر سے پہلے باہر نہیں آنا تھا، میں نے وہاں کوئی آدمی نہیں دیکھا جو مجھ جیسا ہو، یہ تھا میرا والد ابراہیم۔ پھر وہ مجھے جنت کے اندر لے گیا اور وہاں پر میں نے ایک نوجوان لڑکی کو دیکھا جس کے ہونٹ گہرے سرخ تھے اور میں نے اس سے پوچھا کہ اسکا تعلق کس سے ہے کیونکہ میں اسکو دیکھ کر بہت خوش ہؤا تھا اور اس نے مجھے بتایا کہ "زید ابن حارثہ" اور پیغمبر نے زید کو اس کی خوشخبری دی۔

ایک روایت کے مطابق جب جبرائیل محمد کو ہر آسمان پر لیکر جاتا اور اندر آنے کی اجازت مانگتا تو جبرائیل کو وہاں موجود دربان کو اطلاع دینا ہوتی تھی کہ وہ کس کو ساتھ لے کر آیا ہے، اور یہ کہ اس کے مہمان کو خاص مشن سونپا گیا جس کیلئے اس کو بھیجا گیا ہے، اور اس پر دربانوں کا جواب ہوتا تھا " اللہ اسکو سلامت رکھے، بھائی اور دوست!" اور وہ انکو جانے دیتا، حتّی کہ وہ ساتویں آسمان پر پہنچے جہاں اس کی ملاقات اللہ سے ہوئی اور امّت کیلئے روزانہ پچاس

نمازوں کی ادائیگی فرض ہوئی۔ اور واپسی پر اسکی موسی سے ملاقات ہوئی، اور وہاں جو کچھ ہؤا اسکا حال وہ اسطرح بیان کرتا ہے:

واپسی پر میری ملاقات موسی سے ہوئی جو میرا کسقدر عمدہ دوست تھا! اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم پر کتنی نمازیں فرض کی گئیں تو میں نے بتایا کہ پچاس تو اس نے کہا، "نماز کافی بھاری کام ہے، اور تمہاری امّت کمزور ہے اسلئے تم واپس جاؤ اور اپنے خدا سے کہو کہ امّت کیئے ان کی تعداد میں تخفیف کی جائے، میں نے ایسے ہی کیا اور نمازوں میں 10 کی کمی کر دیگئی۔ پھر میں موسی کے پاس سے گزرا اور اس نے پھر وہی کہا، اور ایسا ہی ہوتا رہا یہاں تک کہ پورے دن اور رات میں پانچ نمازیں ہی باقی رہ گئیں۔ موسی نے پھر مجھے وہی نصیحت کی۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے خدا کے پاس نمازوں کی تعداد کم کرانے کیلئے کئی دفعہ گیا ہوں مگر اب مجھے شرم آرہی ہے اور میں دوبارہ نہیں جاؤں گا۔ تم میں سے جو کوئی بھی اہل ایمان خدا پر بھروسے کی خاطر ایسا کریگا اس کو پچاس نمازوں کا ثواب ملیگا۔

کچھ مسلمان یہ کہتے ہیں کہ یہ عظیم قصّہ مادی دنیا سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ ایک روحانی مشاہدہ ہے۔ تاہم محمد کے وہ دعوے کہ اسکا بنو فلاں فلاں کو اپنے سفر کے دوران حقیقی مقامات پر دیکھا جانا، اونٹ کا بدّک جانا، صراحی سے پانی پیا جانا اس دعوے کی نفی کرتا ہے۔ اس امر کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس عملی مشاہدے کا ذکر قرآن میں موجود ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اس معراج کا مقصد اہل ایمان کے اعتقاد کی آزمائش تھی۔ "روحانیّت" کے نام پر تو بہت سی

لغویات قابل قبول بن جاتی ہیں، مگر اسطرح کا دعوی جس کے بارے میں یہ بتایا جائے کہ یہ حقیقت میں رونما ہؤا ہے تو کفر کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

محمد سچ کہتا تھا(کبھی کبھی)

فائوڈوردوستویوسکی نامی ایک روسی وجودالحیات سے متعلقہ لکھاری کا ماننا ہے کہ محمد سچ بول رہا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ محمد کے مشاہدات اصلی تھے، کم از کم اس کی ذات کی حد تک ۔ دوستویوسکی خود بھی ٹیمپورل لوب ایپی لیپسی کا مریض تھا۔ اس نے اس کے خوائص میں سے ایک کے ذریعے حقیقت آشکارکرتے ہوئے بتایا کہ جب اسپر بیماری کے حملے ہؤا کرتے تھے تو جنت کے دروازے کھل جاتے تو وہ قطار در قطار فرشتوں کو جو بڑے بڑے سنہری بگل بجا رہے ہوتے تھے ،ان کو دیکھ سکتا تھا۔ پھر دو بڑے سنہری دروازے کھل جاتے اور اسکو ایک سنہری راستہ نظر آتا جو سیدھا اللہ کے تخت پر جا کر ختم ہوتا۔

ایک مضمون جسکا عنوان "مذہب اور دماغ" ہے اور وہ نیوزویک کے شمارے مورخہ 7مئی2001ء کو شائع ہؤا اور اس میں کینیڈا کے ایک نیوروسائکالوجی میں ریسرچ کرنے والے نے وضاحتآ کہا:

جب صلیب کا نشان، یا چاندی کی بنی ہوئی تورات کا مذہبی دبدبہ ذہن پر چھا جاتا ہے تو اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دماغ کا وہ حصہ جسکا تعلق بصارت سے ہوتا ہے اور جو آنکھیں دیکھ رہی ہوتی ہیں اس انعکاس کا تعلق جذبات اور یادوں سے بن پاتا ہے اس کی تشریح کرتا ہے اور جان لیتا ہے کہ اس انعکاس کا

احساسات سے کیا تعلق ہے۔ وہ نظارے جو نمازوں اور مذھنی رسوم کی ادائیگی کے وقت ابھر آتے ہیں وہ اس باہم ملانے والے دماغی حصے میں بھی پیدا ہو جاتے ہیں: ٹیمپورل لوب میں برقی ارتعاش (جو کہ سر کی دونوں اطراف میں گھر بنا لیتا ہے اور ان سرکٹوں کو جوزبان کی سمجھ، نظریاتی فکر اور روابط کیلئے ذمہ دار ہوتی ہے، قیام فراہم کرتا ہے) منظر تشکیل دیتا ہے۔

ٹیمپورل- لوب ایپی لیپسی ــــ ان علاقوں میں غیرمعمولی برقی کارگذاری کی توڑ پھاڑـــــ اس کو انتہائی حدوں تک لے جاتی ہے۔ اگرچہ چند ایک جانکاریوں نے ٹیمپورل لوب ایپی لیپسی اور مذھبیّت کے مابین تعلق میں شکوک پیدا کر دیئے ہیں، مگر دوسرے والی جان آف آرک ٹائپ مذھبی نظارں اور آوازوں کی طرف واضع نشاندہی کرتے ہوئے محسوس ہوتی ہیں۔

اگرچہ ٹیمپورل- لوب ایپی لیپسی خاصی کمیاب ہے، محقیقین اس شک میں مبتلا ہیں کہ کسی خاص جانب مرتکز برقی کارگذکری کی توڑ پھاڑ جسکو "عارضی ٹیمپورل- لوب" کہا جاتا ہے، روحانی مشاہدات کا سبّب بنتی ہے۔ اس خیال کو جانچنے کیلئے لارینٹن یونیورسٹی آف کینیڈا کے مائیکل پرسنگر نے ایک رضاکار کے سر پر عارضی تدبیر کے طور پربرقی مقناطیسی ہیلمٹ فٹ کردیا، یہ ہیلمٹ کمپیوٹر کے مانیٹر سے بھی کم دھیمی مقناطیسی فیلڈ پیدا کرتا ہے۔ یہ فیلڈ ٹیمپورل- لوب میں برقی کارگذاری کے جھٹکے چھوڑتی ہے۔ پرسنگر کو رضار کی زبانی پتہ چلا کہ اس کے اندر مافوق الفطرت اضطراب پیدا ہؤا: جسمانی

مشاہدے سے الگ ایک الہامی احساس۔ اس کو شبہ ہے کہ مذہبی جذبات ٹیمپورل لوبز میں ہلکے برقی ارتعاش سے بیدار ہوتے ہیں اور یہ کہ ایسےطوفان فکرمندی، ذاتی بحران، آکسیجن کی کمی، بلڈ شوگر میں کمی اور ہلکی پھلکی تھکاوٹ کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں اور اس وجہ سے شاید کچھ لوگوں کو "خدا مل جاتا" ہے۔

محمد کے روحانی مشاہدات کا ماخذ

یہ ممکن ہے کہ ٹیمپورل لوب میں گدگدی سے روحانی مشاہدات کو ترغیب ملتی ہو۔ جیسا کہ کسی کی "موجودگی" کا احساس ، آوازوں کا سنائی دینا، روشنیوں کا نظرآنا اور بھوتوں کا بھی؟

مذکورہ بالا مائیکل پرسنگر جو کہ کینیڈا کی لارینٹن یونیورسٹی میں نیوروسائیکالوجسٹ ہے، ایسا سوچتا ہے ۔ وہ اس کا اہل ہے کہ ہم پر واضع کر سکے کہ ایک "مذہبی مشاہدہ" ہمارے دماغ کی دو ایوانی مائل بہ حرارت کارگزاری کا محض ایک اضافی اثر ہے۔ سادہ الفاظ میں؛ جب دماغ کا دایاں نصف کرّہ جو کہ جذبات کی آماجگاہ ہے، دماغ کے اس علاقے میں ہیجان برپا ہوتا ہے جس کے بارے میں یہ مانا جاتا ہے یہ ہمارے رائے قائم کرنے کی اہلیّت کو کنٹرول کرتا ہے، اور پھر بائیں طرف کا نصف کرّہ، جو زبان کے استعمال کی آماجگاہ ہے، کو بلایا جاتا ہے کہ وہ بتائے کہ یہ عدم موجود وجود کیا چیز ہے، دماغ ایک "احساسی موجودگی " پیدا کر لیتا ہے۔

پرسنگر کا ایک مضمون جس کا عنوان" جنتر منتر" ہے وہ لکھتا ہے:

پرسنگر....... دلائل کی روشنی میں بتاتا ہے کہ مذہبی جذبات دماغ کے اندر پیدا ہوتے ہیں، حالیہ تحقیق سے پتا چلتا ہے کہ ہمیں اپنی ذات کے بارے میں احساس بائیں ٹیمپورل لوب میں پیدا ہوتا ہے جو ہمارے دماغوں کے تمیز کرنے والے معیّن کردہ نصف کرّہ میں واقع ہے اور جو انفرادی شعور اور خارجی دنیا کے درمیان حدود کے قیام میں مددّگار ہوتا ہے۔ اس لوب کو بند کردوتو آپ کو احساس ہوگا کہ آپ اور کائنات ایک ہیں ـــــ یہ مذہبی مشاہدہ کی بلندترین شکل ہے۔ داہنے ٹیمپورل لوب کوہمارے دماغ کی اس سمّت میں جوش پیدا کرنےپر راغب کریں جو ہمارے دماغ کا زیادہ فعّال اور جذبات سے متعلقہ حصہ ہے تو ایک درست نصف کرّہ برائے حسّ ذات بیدار ہوتا جس میں ہمیں ایسا لگتا ہے کہ یہ ایک "الگ" وجود ہے۔

پرسنگر نے موٹرسائیکل چلاتے وقت پہنے جانے والے ہیلمٹ جو برقی رو کے گذرنے کے سبّب الیکٹرومیگنیٹک فیلڈ پیدا کررہے تھے رضاکاروں کے سروں پر فٹ کردیئے۔ ان رضاکاروں کی آنکھوں پر پٹّی باندہ کرایک خالی کمرہ جسکو مذاقاً " جنت اور دوزخ کا چیمبر" کہا گیا، بٹھا دیا۔ آلٹرنیٹنگ برقی رو کے جھٹکے دینے سے 80 فیصد فاعلوں نے جنہوں نے اس تجربے میں حصہ لیا انکو کمرے میں کسی جناتی مخلوق کی "موجودگی" کا احساس ہؤا، جیسے وہ انکو چھو رہے ہوں یا دبوچ رہے ہوں۔ ان میں سے چند ایک نے کہا کہ انکو جنت کی خوشبو یا دوزخ کی باس کا احساس ہؤا، ان کو آوازیں سنائی دیں، اندھیری سرنگیں نظر آئیں، روشنیاں اور گہرے مذہبی مشاہدات ہوئے۔

ایڈکونرآئےنےبھی مائیکل پرسنگر کے تجربات کے بارے میں لکھا ہے:

نارمل لوگوں کی شخصیات جن میں بلند درجے کی ٹیمپورل لوب ایکٹویٹی ظاہر ہو رہی ہوتی ہے .... دکھا رہے ہوتے ہیں بلند درجے کی:تخلیقی اہلیّت، خیال انگیزی، وسیع یاداشت اور وجدانی کارگری۔ ان میں سے بیشتر جس تجربے سے گذر رہے ہوتے ہیں وہ ہے اعلی درجے کی سراب خیالی یا ماتحت دنیا جو انکی مطابقت پذیری کی پرورش کرتی ہے۔ ان میں سے بیشتر جسمانی اور دماغی کشمکش میں اوندھے منہ گرنے پر مائل ہوتے ہیں اور اس کے بعد ہلکی ڈیپریشن ان پر طاری ہو جاتی ہے۔ اسطرح کے لوگ وافر تعداد میں ایسے تجربات سے گذرتے ہیں کہ انکو احساس ہورہا ہوتا ہے' کسی ہستی کا وجود ہے یایہ کہ بعض اوقات انہوں نے اس کو دیکھا" ، یہ اجنبی قسم کےعقائد کی تصدیق کرتے ہیں بجائے روائیتی مذہبی نظریات کے۔

پرسنگر نے معلوم کیا ہے کہ محتلف فاعلوں نے جنّات سے متعلقہ تصوّرات میں وہ القاب استعمال کئے ہیں جن ناموں سے وہ مانوس ہیں۔ مذہبی لوگوں کے مشاہدے میں انکی مقدّس شخصیات آتی ہیں جیسا کہ۔ علیجہ، عیسی، کنواری مریم، محمد، آسمانی روح وغیرہ وغیرہ، چند فاعلوں نے فرائڈ کی تشریحات سے مطابقت ظاہر کی۔ انہوں نے بتایا کہ، مثال کے طور پر انکا دادا۔

یہ طریقہ قریب المرگ [near-death experiences (NDEs)] لوگوں کے بارے میں یہ جاننے کیلئے استعمال کیا گیا کہ ایسی حالت میں کیا چل رہا ہوتا ہے۔ ہولنگز لکھتا ہے" 1933ء میں مونٹریال کے نیوروسرجن

ولڈر پینفیلڈ نے دریافت کیا کہ جب اس نے بجلی کے جھٹکوں کی مدّد سے ٹیمپورل لوب میں چند نسّوں کے خلیوں کو انگیختا کیا تو مریض کے گذرے ہوئے مشاہدات حسّی اعتبار سے قابل یقین حد تک 'دوبارہ زندہ' ہو گئے۔ 1976 کی متنازعہ اشاعت، *دی اوریجن آف کونشیئسنیس ان دی بریک ڈاؤن آف دی بائیکیمرل مائنڈ*، میں پرنسٹن کے ماہر نفسیات جؤلیئن جینز مدلل انداز میں کہتا ہے کہ ایسا احساس جسمیں یہ بتایا جائے کہ 'اسکو مذہبی مشاہدہ ہؤا' محض دماغ کے دائیں اور بائیں نصف حصوں میں مائل بحرارت باہمی عمل سے وابستہ اطرافی اثرات ہوتے ہیں، اس نے خیال ظاہر کیا کہ ہمارے قدیم آباؤاجداد میں اس قوّی حس کا فقدان تھا جس کے ذریعے اسطرح کی تبدیلیوں میں افراد کی صیح شناخت ممکن ہو اور وہ یہی کہہ دیتے تھے کہ جیسے انہیں آوازیں سنائی دیں اور خداؤں اور دوسری بلند ہستیؤں کے منظر سامنے آئے"۔

شدّید روحانی آگہی کی صورت میں ایسے لمحات میں کیا چل رہا ہوتا ہے؟۔ ہولنگز کہتا ہے " دماغی عضوّ امایگڈلہ جسکا کام اس ماحول کی نگرانی کرنا ہوتی ہے جس کا تعلق خوفزدہ ہونے اور خطرات کو بھانپنے سے ہوتا ہے کی کارکردگی میں تیزی آنے کے سبّب وہ سیلابی ہو جاتا ہے۔ پیریٹل لوب سرکٹس جو سمّت کا تعیّن کرتے ہیں، کام کرنا بند کردیتے ہیں جبکہ سامنے کی طرف کے اورکنپٹی والے سرکٹ جس سے وقت کا احساس ہوتا ہے اور اپنی ذات سے آگہی پیدا ہوتی ہے انکا آپس کا تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ تبّت کے بدّھ بخشؤں کے مراقبوں اور فرانسسکن راہباؤں کی دعاؤں کے دوران برین-امیجنگ سے حاصل شدہ حقائق کو استعمال کر کے یونیورسٹی آف پینیسلیوینیا کے ڈاکٹر اینڈریونیوبرگ نے معلوم کیا کہ سپّیریئر پیریٹل لوب میں پائے جانے

والے نیورون کے ایک بنڈل نے جوکہ دماغ کے بالائی اور عقبی حصے میں ہوتا ہے کام کرنا بند کردیا تھا۔ دماغ کا یہ حصہ وقت اور سمّت کے تعیّن سے متعلقہ معلومات کو مطلوبہ عمل سے گذارتا ہے"

پرسنگر نے ظاہر کیا ہے کہ "روحانی" اور "مافوق الفطرت" مشاہدات دماغ کی دونوں اطراف بائیں اور دائیں ٹیمپورل لوب میں مناسب باہمی رابطے اور ہم آہنگی کے فقدان کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ کمرے کے اندر کسی کا موجود ہونا، جسم سے بالا بالا مشاہدات، جسمانی اعضاء کا اوٹپٹانگ طریقے سے بگڑاؤ اور یہاں تک کہ مذہبی احساسات بھی دماغ میں جنم لے لیتے ہیں۔ پرسنگر ان مشاہدات کو ٹیمپورل لوب ٹرانزیئنٹ یا ٹیمپورل لوب میں نیورل فائرنگ پیٹرن میں عدم توازن کی بڑھوتری بتاتا ہے۔

یہ مشاہدات کس طری مذہبی کیفیّات کو جنم دیتے ہیں؟ پرسنگر کہتا ہے "ہماری 'خودی کا ادراک ' برقرار رکھنے کاکام ٹیمپورل کورٹیکس کا بائیاں نصف کرّہ کرتا ہے، دماغ کی معمول کے مطابق کارکردگی کی صورت میں یہ اس کے دائیں نصف کرّہ کے ٹیمپورل کورٹیکس سے ہم وزن اور ہم آہنگ ہوتا ہے۔ جب دونوں نظام باھمی رابطہ کھو دیتے ہیں جیسا کہ وقتی اور عارضی کھچاؤ کے حملوں کے دوران ہوتا ہے، بائیاں نصف کرّہ اس غیر ہم آہنگ کارگذاری کو' ایک دوسری ذات' کے طور پر بیان کرتا ہے یا ' کسی کی موجودگی کا احساس'، اس لئے فاعلوں کے مشاہدات کے مطابق کمرے میں 'موجودگی' (جس کو وہ یہ سمجھ سکتے ہیں جیسے یہ فرشتے ہیں، بدّ روحیں ہیں یا ایسی مخلوق جیسے جن بھوت) یا اپنے جسموں سے علیحدگی (قریب المرگ کیفیات) یہاں تک کہ 'خدا' کےبھی سامنے ہونے کااحساس ہوتا ہے،اور

جبanygdala (بھیجھے کے اندر گہرائی میں موجود حصہ جس کا جذبات سے تعلق ہوتا ہے) ان غیر مستقل لمحات میں شامل کار ہوتا ہے جذباتی معاملات پرزور طریقے سے ان کیفیّات کو بڑھوتری دیتے ہیں اور اگر انکا تعلق روحانی نظریات سے ہو جائے تو مذھبی احساسات کیلئے انتہائی طاقتور ذریعہ ثابت ہوتے ہیں".

دماغ میں انگیختگی شیڈو پرسن تخلیق کرتی ہے

سوٗیس سائنسدانوں نے معلوم کیا ہے کہ دماغ میں انگیختگی ایک "شیڈو پرسن" کی موجودگی کے احساس کا موجب بنتی ہے جو کہ کسی شخص کی جسمانی حرکات کی نقّالی کرتا ہے، نیچر نامی رسالے کی ایک مختصر رپورٹ اور ایک آن لائن سائنس جرنل physorg.com میں چھپنے والے مضمون جسکا عنوان " دماغ میں انگیختگی شیڈو پرسن تخلیق کرتی ہے" کے مطابق:

اولف بلینک اور اسکے ساتھیوں نے جوکہ فیڈرل پولی ٹیکنیک آف لاؤسانے سے تعلق رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ جانکاری دماغ کے اس پراسس کو جو شزوفرینیا کی علامات ظاہر کرنے میں کارفرما ہوتا ہے کچھ روشنی ڈالیگی بشمول اسطرح کے احساس سے کہ کسی شخص سے سرزد ہونے والی حرکات دراصل کسی اور کے ذریعے ہو رہی ہیں.

ایک ایسی عورت جسکی زندگی میں کسی نفسیاتی مرض کی علامات نہیں تھیں، ڈاکٹروں نے اس کی تشخیص کے دوران جانا کہ اس کے دماغ کا وہ حصہ جسکو بایاں ٹیمپوروپیریٹل جنکشن

کہتے ہیں اسکا سبّب بنا کہ وہ سمجھ رہی تھی کہ کوئی شخص اسکے عقب میں کھڑا ہے۔

مریض نے بتایا کہ وہ "شخص" وہی پوزیشنیں اختیار کررہا تھا جیسی کہ اس کی ہوتی ہیں، اگرچہ اسکو ایسا محسوس نہیں ہورہا کہ یہ اس کا وہم ہے۔ تفتیش کے دوران ایک موقع پر جب مریض سے کہا گیا کہ وہ آگے جھک کر اپنے گھٹنوں سے بغلگیر ہو: اس کے اندرایسا احساس پیدا ہؤا جیسے کہ ایک سائے کی مانند وجود نے اس کو گلے لگا لیا جس کے بارے میں اس نے بتایا کہ اسکو یہ ناگوار محسوس ہؤا۔

نیورسائنٹسٹ کہتے ہیں ایسی معلومات نفسیاتی امراض کے اثرات کو جیسا کہ مالیخولیا، کسی اجنبی دشمن کے تسلط کا احساس ہونے جیسے مسائل کی سمجھ کی طرف ایک قدم ہو سکتا ہے۔

یہ جانکاری ہفتہ وار رسالے نیچر میں ایک گفتگو کے دوران بتائی گئی۔

کیا یہ معلومات اس امر کی وضاحت نہیں کرتیں کہ محمد کو دوران مرگی کیا مشاہدہ ہؤا، اس نے کچھ سنا، کچھ دیکھا اور محسوس کیا؟ محمد کا تعلق اس معاشرے سے تھا جس میں جنّات، فرشتوں، چڑیلوں اور بھوتوں کے ہونے پر یقین کیا جاتا تھا اور یہی وہ مخلوقات تھیں جو اسکے فریب تصّور میں نمودار ہوئیں تھیں۔ یہ جگھڑا کہ خدا ایک ہے، جیسا کہ یہودیوں، عیسایوں اور حنفیوں کا ماننا تھا یا یہ کہ بہت سارے خدا ہیں جوکہ محمد کے خاندان کا ماننا تھا اس زمانے میں زیربحث تھا۔ محمد دوسری جانب " بدیشی" وحدّت الوجود کے عقیدے کی طرف تھا

برخلاف اس عقیدے کے جس کی تصدیق اسکے خاندان نے کی۔ یہاں پر خدیجہ کے اس کردار کی اہمیّت کو کم نہیں کیا جاسکتا جو اس نے محمد کے فریب تصوّر کی رہنمائی دوسری جانب منتقل کرکے ادا کیا۔ خدیجہ ایک خدا کو ماننے والی تھی۔

محمد نے جو بھی مشاہدہ کیا وہ اسوقت کے مطابق حقیقی تھا مگر تھا اسکے ذہن کی پیداوار ۔ جب اسنے ساری کہانی خدیجہ کو سنائی، وہ اپنے خاوند کےبارے میں اسوقت جو سمجھ سکتی تھی وہ تھا یہ کہ یا تو اس پر جنّات کا قبضہ ہو گیا ہے اور یا فرشتوں نے اسکو چھویا ہے، اسلئے جب محمد نے اسکو بتایا " مجھے ڈر ہے کہ مجھے کچھ ہونے والا ہے" اس نے جواب دیا" کبھی نہیں! اللہ تمہیں بے عزت نہیں کریگا"-[223] کیونکہ اس کیلئے یہ قابل قبول نہیں تھا کہ محمد پاگل ہو گیا ہے۔ اس کے پاس ایک ہی نعم البدل تھا کہ وہ یہ سوچے اور اس نے ایسا ہی کیا اور یہ نتیجہ نکالا کہ محمد کو خدا نے پیغمبر کے طور پر چن لیا ہے ۔ اگر خدیجہ کی طرف سے یہ غیر مشروط حمایت اور حوصلہ افزآئی نہ ہوتی تو شاید محمد اسی خیال میں رہتا کہ اس پر جّنات کا قبضہ ہو گیا ہے، اور اپنی اس حالت میں غرق ہوجاتا جیسا کہ اکثر مرگی کے مریض کرتے ہیں۔

وحی کی طاقت سے اونٹنی کا بیٹھ جانا

مسلمان اکثر مبالغہ آرائی کرتے ہوئے محمد کے ساتھ جھوٹے معجزات منسوب کرتے رہتے ہیں۔ فرقہ پرستوں میں یہ عام بات ہے، انکو اپنے گرّو کے ساتھ اسطرح کے معجزات منسوب کرنے کا بڑا شوق ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں اس طرح کا دعوی ہے کو ایکدن محمد اپنی اونٹنی پر

سوار تھا جب اس پر وحی کا نزول ہؤا، اس وحی کا وزن اتنازیادہ تھا کہ اونٹنی اس کو سہار نہ سکی اور گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گئی۔

اونٹنی کا اسوقت بیٹھ جانا جب محمد کے حلفیہ بیان کے مطابق اس پر وحی نازل ہو رہی تھی کا تعلق اس چیز سے ہوسکتا ہے جس کیفیّت سے اس وقت محمد دوچار تھا یہ مزید ایک مرگی ہونے کی علامت ہے۔

بونی بیور، ٹیکساس اے اینڈ ایم یونورسٹی کے کالج آف ویٹرنری میڈیسن کے میں حیوانات کے رّویوں کا ماہر ہے، کہتا ہے، " کتوں اور بلیوں کے بارے میں یہ مانا جاتا ہے کہ یہ مرگی کے حملوں کی پیشگی اطلاع کرنے کی اہلیّت رکھتے ہیں۔ اپنے مالکوں کے بارے میں ایسی حسّ رکھنا کہ ان پر مرگی کا دورہ پڑنے والا ہے انکیلئے معمول کی بات ہے، اور کچھ کتوں کو ایسی تربیّت دی جاتی ہے کو قبل از وقت مرگی کے دورے کی اس شخص کو وارننگ دے دیں۔"

فلوریڈا یونیورسٹی کے ڈاکٹر ریپ اور مسز ڈالزیل نے مطالعے کی غرض سے ایسے لوگوں کا سروے کیا جنکو مہینے میں کم ازکم ایک مرتبہ ضرو مرگی کا دورا پڑتا تھا ان میں سے تیس نے پالتوکتے رکھے ہوئے تھے۔ ان 30 لوگوں میں سے 5فیصد افراد نے بتایا کہ مرگی کا دورا پڑنے سے کچھ دیر قبل انکے کتے عجیب قسم کی حرکات کرنا شروع کردیتے ہیں جو انکے معمول کے خلاف ہوتی ہیں۔ " انہوں نے کہا کہ کئی کتے اس طرح کی حرکات شروع کر دیتے ہیں جو ان کے معمول کے مطابق نہیں ہوتیں" ڈاکٹر ریپ نے وضاحت کی ہے کہ بہت سے تھیوریوں میں یہ بات قابل قدر ہے کہ بعض کتے مرگی کا دورا پڑنے سے پہلے ہی اسے محسوس کرلیتے ہیں۔ اس نے

مزید کہا کہ مرگی کے مریضوں نے بتایا کہ انکے کتے گھر کے دوسرے کمرے میں بھی ہوں تو وہ مرگی کے دورے کا قبل از وقت ہی پتا چلا لیتے ہیں اور یہ ایک ایسا روّیہ ہے جس کی بنیاد برقی یا بصری اشارے نہیں ہوتے۔

مرگی کے دوروں کے پیشگی علم ہونے کی اہلیّت صرف کتوں اور بلیؤں تک محدود نہیں۔ حیوانات میں ایسی حسّیاتی قوت ہوتی ہے جو ہم انسانوں میں نہیں یا ہم یہ کھو چکے ہیں۔ جانوروں کو زلزلہ آنے کی بھی گھنٹوں پہلےپیشگی اطلاع مل جاتی ہے۔ بہت سے حیوان۔ خصوصاً گھوڑے اور مویشی۔ آندھی آنے کو بھی قبل از وقت ہی بھانپ لیتے ہیں۔

4 جنوری2005ء نیشنل جیوگرافک نیوز میں لکھا تھا:

سری لنکا اور انڈیا کے ساحلوں سے انتہائی طاقت ور لہروں کے ٹکرانے سے 10 دن پہلے ہی لگتا ہے کہ جنگلی اور پالتو جانوروں کو علم ہو گیا تھا کہ کیا ہونے والا ہے اور محفوظ مقامات کی طرف چلے گئے۔ چشم دید گواہوں کے بیانات کے مطابق ہاتھیوں نے چینخنا شروع کردیا اور بلند مقامات کی طرف بھاگ نکلے، کتّوں نے گھروں سے باہر نکلنے سے انکار کردیا سرخ رنگوں کی چڑیاں نچلے علاقوں میں بنے گھونسلے چھوڑ گئے اور چڑیا گھر میں بند جانور اپنی پناہگاہوں میں چھپ گئے اور للچائے جانے پر بھی باہر نہیں آئے۔ یہ اعتقاد کہ پالتو اور جنگلی جانوروں میں چھٹی حسّ موجود ہوتی ہے ۔ انکو زمین میں ارتعاش پیدا ہونے کا علم پہلے ہوجاتا ہے ۔ کئی صدیوں سے ایسامانا جاتا ہے۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جانوروں میں خطروں کو بھانپ لینے کی قوّی حس ہوتی ہے، خصوصاً ان کے مالکان میں مرگی کے حملے کے متعلق جو کہ انسانوں میں نہیں۔ جانوروں کیلئے ان کے مالکان میں مرگی کے دوروں کے پڑنے سے قبل بے چینی اور گھبراہٹ کا پیدا ہو جانا بالکل فطری ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ دوران وحی نہ تو محمد کی بیویاں اور نہ ہی اس کے ساتھیوں پر کوئی اثر نظر آتا یا وہ کچھ محسوس کر پاتے۔ اپنے فریب تصّور کے دوران پیش آنے والے ایک واقعے کے مطابق محمد نے عائشہ کو بتایا کہ " یہ جبرائیل ہے۔ وہ تمہیں سلام کہہ رہا ہے اور آداب پیش کررہا ہے۔ عائشہ نے جواب دیا،' میری طرف سے بھی اسکو سلام اور آداب' اور پیغمبر کو خطاب کرتے ہوئے اس نے کہا،' جوتم دیکھتے ہو وہ مجھے نظر نہیں آتا۔'" اسلئے یہ عیاں ہؤا کہ صرف اونٹنی کو پتہ تھا کہ محمد کے ساتھ کیا ہورہا ہے، اور یہ مزید ایک ثبوت ہے کہ محمد کے ساتھ جوہورہا تھا وہ مرگی کے دورے تھے۔

فلپ کنڈرڈ ڈک کا ماجرہ

مرگی کے مریضوں کے تصّفیہ طلب امور کے مطالعے سے ہمیں اس کا بہتر ادراک ہو سکتا ہے کہ محمد کا ماجرہ کیا ہے۔ ایسی مسابقتیں اکثر حیرت انگیز ہو سکتی ہیں۔

سائنس فکشن کا امریکی قلمکار فلپ کنڈرڈ ڈک (1928 تا 1982) اپنے عجیب غریب خیالی نظاروں کے بارے میں چارلس پلیٹ سے بات کرتے ہوئے کہتا ہے، " میننے مشاہدہ کیا میرے دماغ کو ایک اعلی اور

ارفع عقلی اعتبار سے درست دماغ نے فتح کرلیا، ایسا کہ میں تمام عمر پاگل تھا اور یکایک میں عقلمند ہو گیا۔" ڈک کے تمام کام ایک بنیادی مفروضے سے شروع ہوتے ہیں کہ دنیا میں کہیں کوئی ایک اکیلی معروضی حقیقت نہیں ہوتی۔ چارلس پلیٹ ڈک کے ناولوں کو بیان کرتا ہے، " ہر چیز کا تعلق قوّت مدرکہ سے ہے۔ تمہارے پیروں تلے سے زمین سرک سکتی ہے۔ ایک مردخاص ایسا محسوس کرسکتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کےخوابوں میں بس رہا ہے۔ یا یہ کہ وہ اس حالت میں پہنچ سکتا ہے جو خیال انگیز نشے والی ادویات سے پیدا ہوتی ہے اور اسکو حقیقی دنیا میں ہونے سے زیادہ اس حالت میں ہونا بہتر لگتا ہے۔ یا وہ مکمل طور پر کسی دوسری کائنات میں پہنچ جائے۔"

محمد کی طرح ڈک بھی مالیخولیا کا مریض تھا، جذباتی لحاظ سے شیرخوار بچے جیسا تھا، خودپرست تھا، خود کشی پر مائل خیالات کا حامل اور والدین سے بیزار تھا۔ اس کا خیال تھا کہ کے جی بی یا ایف بی آئی اس کے خلاف سازشیں کررہی ہے اور متواتر اس کو پھنسانے کے منصوبے بنا رہی ہیں۔ محمد کی تحریروں میں بھی اسطرح کے وسوسوں کا اظہار ہوتا ہے جس مینوہ مسلسل منکرین اسلام کے بارے میں کہھ رہا ہے کہ وہ انکے خلاف سازشیں کررہے ہیں، اس کے مذہب کی مخالفت کررہے ہیں اور اسکو اور اسکے پیروکاروں کی مذہبی ایذا رسانی میں ملوّث ہیں۔ ڈک کی آخری تین خودنوشت سوانعمریوں میں سے پہلے ناول جسکا عنوان VALIS ہے۔ وہ ایک بیوقوف کی تلاش خدا کے بارے میں ہے جو بعد میں ایک وائرس کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، ایک مذاق، اور وہ بھی وماغ میں پیدا ہونے والا ایک خودنوشت وصیّت نامہ جو ایک محو گردش سیّارے سے موصول ہوتا ہے۔

اس ناول کا محرّک جستجوۓ الہی میں استغراق جو براہ راست خدا سے رازو نیاز اور جسکا اظہار گلابی رنگ کی لیزر شعاع کے پھوٹنے سے ہوتا ہے۔ اس کام میں ڈک نے خدا سے اپنے فرضی تبادلہ خیال کا جائزہ لیا۔

VALIS سرنامیہ ہے *Vast Active Living Intelligence System* کا۔ وہ VALIS کوایک تھیوری کی شکل میں پیش کرتے ہوۓ بتاتا ہے کہ یہ دونوں، "حقیقت کی تخلیق" اور زمیں آسمان سے بالا تر امور سے رابطے کا ذریعہ ہیں۔

لارنس سوٹن *Divie Invasions: A Life of Phlip K. Dick* میں لکھتا ہے کہ ڈک کے روحانی مشاہدات میں سے ایک جو پراسراریّت اور خوف سے متعلقہ ہے، محمد کے مشاہدات سے مشابہت رکھتا ہے۔

پیر کی رات اس نے مجھے بلایا اور کہا کہ گذشتہ رات وہ کسی مہمان کی پھینکی ہوئی انڈین بوٹی (merijuana) پی رہا تھا، اس نے اپنے بارے میں محسوس کیا کہ وہ اس کیفیّت میں داخل ہورہا ہے جس سے ابتک وہ کافی مانوس ہوچکا ہے جسمیں اسے کئی کچھ نظر (عموماً نشے کی حالت والا نہیں) آرہا ہوتا ہے۔ اور اس نے کہا کہ 'میں خدا کودیکھنا چاہتا ہوں۔ کیا میں تم کو دیکھ لوں' پھر اس نے دفعتاً مجھ کو بتایا کہ اسکو انتہائی خوف نے جو اس نے پہلے کبھی محسوس نہیں کیا تھا اس نے اسے چت کردیا ہے اور میں نے آرک اف کونوینٹ کو دیکھا، اور ایک صدا آئی، 'تم مجھ تک منطقی شہادتوں یا قوّت ایمانی اور کسی اور چیز کے ذریعے نہیں پہنچ سکتے، اسلئے لازمی ہے کہ میں تمہیں اسطرح قائل کروں' آرک کا پردہ پیچھے کھینچ لیا گیا

اور اس نے دیکھا، بظاہر ایک خالی جگہ اور ایک تکون جسمیں ایک آنکھ، جو سیدھی اس کو گھور رہی تھی۔ فل نے کہا کہ وہ اسکے ہاتھوں اور گھٹنوں پر تھا، مکمل خوفزدہ، اس متبّرک نظارے کو گوارا کررہا تھا، اتوار 9بجے شام سے لیکر پیر صبح 5بجے تک۔ اس کو یقیقن تھا کہ وہ بس مرنے ہی والا ہے اور اگر وہ ٹیلیفون تک پہنچ پاتا تو طبّی معاونین کو بلا لیتا۔ اس غیبی صدا نے اسکو بتایا،حقیقی اعتبارسے، 'تم اس کیفیّت کو پا لینے میں کامیاب ہوگئے ہو جہاں تم خود سے کہھ رہے ہو کہ تم نے ہر دوسری چیز پر اعتقاد ترک کردیا ہے، میں تمہیں دکھاؤں گا، لیکن تم کبھی اسے فراموش نہ کرپاؤ گے اور نہ ہی اختیار کرسکو گے اور نہ ہی غلط معنی پہنا سکو گے۔'

ڈک، جسکا انتقال 54 برس کی عمر میں بزرگی پالینے سے پہلے ہی ہو گیا تھا اس نے کروڑوں الفاظ رقم کئے۔ اسکا سوانع نگار سوٹن اس کی تحریروں میں سے اقتسابات پیش کرتے ہوۓ اس کے ایک روحانی مشاہدے کی وضاحت کرتا ہے۔

خدا نے مجھ پر اپنا وجود صاف ظاہر کردیا، ایک لا متناہی خلاء، لیکن کوئی عمیق گہرائی نہیں بلکہ آسمانی محرابی چھت، نیلا آسمان جس میں سفید بادلوں کا جمگھٹا۔ وہ کوئی اجنبی خدا نہیں تھا بلکہ میرے آباؤاجداد کا خدا، وہ بہت پیار کرنے والااور رحمدل ایک شخصیّت کا مالک۔ اس نے مجھ سے کہا، 'تم موجودہ حیات میں تھوڑے مصیبت زدہ ہو؛ یہ اس عظیم مسّرتوں کے مقابلے میں ہیچ ہے، جو عظیم فرحت تمہاری منتظر ہے۔ کیا تم ایسا سمجھ سکتے ہو میری خدائی میں تمہیں تمہارے اجر کے

مقابلے میں زیادہ مصیبت گوارا کرنی پڑیگی؟ مجھے اس نے آگاہ کردیا اس عظیم فرحت سے جو مجھے ملنے والی تھی؛ وہ کبھی نہ ختم ہونے والی اور شیریں تھی۔ اس نے کہا، 'میں ابدی ہوں۔ میں تمہیں دکھاؤنگا۔ جہاں پر میں ہوں۔ ابدیّت ہے؛ جہاں ابدیّت ہے، وہاں میں ہوں ----- جو مجھے چھوڑ جاتے ہیں وہ بیماری کا شکار ہو جاتے ہیں؛ جب میرے ساتھ ہوتے ہیں وہ پرواز کرتے ہیں، میں پر ہوں۔ میں شک میں ڈالنے والا ہوں اور شک بھی۔

ممکنات میں سے ایک یہ ہے کہ ٹیمپورل لوب کے دوروں میں تمام طرح کے انوکھے واقعات پیش آتے ہیں، انسانی ذھن میں عجیب ہیجانات......... شخص کے دماغ میں۔ ان اوٹ پٹانگ قسم کے جذبات کا ابھرنا جنکو مریض ایسے بیان کرتا ہے جیسے وہ کسی اور ہی دنیا میں تھا، یا یہ کہ " خدا مجھ سے ملنے کیلئے آیا ہؤا ہے"۔ ممکن ہے صرف یہی طریقہ ہو جس سے وہ اپنے دماغ کے اندر ہونے والی اتھل پتھل کو سمجھ سکتا ہو۔ ایک اور امکان یہ ہو سکتا ہے کہ اس کا تعلق ٹیمپورل لوب کے اس تانے بانے سے ہو جو بیرونی دنیا سے جذباتی معاملے طے کرتا ہو۔ جیسا کہ ہم ادھر ادھر گھومتے پھرتے ہیں اور دنیا سے میل جول کرتے ہیں، آپ کے پاس کوئی طریقہ تو ہوتا ہے کہ کیسے طے کیا جائے کہ کیا اہم ہے، جذباتی لحاظ سے کیا ممتاز ہے اور کیا مطابقت رکھتا ہے اس کے جواب میں جو غیر اہم ہے اور ہیچ ہے۔

یہ کسطرح طے ہوتا ہوگا؟ ہمارے خیال میں جو توجّع طلب ہے وہ ہے امگڈالا اورٹیمپورل لوب میں حسّیاتی علاقوں کا آپس میں تعلق، جو کہ جذبات سے متعلقہ مراکزکی طرف جانے والا راستہ ہے، ان روابط کی طاقت ہی ہے جو یہ طے کرتی ہے کہ کیا چیز ہے جو جذباتی لحاظ سے ممتاز ہے۔ اور اسلئے آپ ایک قسم کے ارضی منظر میں جذباتی ابھار کی بات کرسکتے ہیں جس میں گھاٹیاں اور وادیاں ظاہر کرتی ہیں کہ کونسا زیادہ اہم اور کونسا کم۔ ہم میں سے ہر ایک کے سامنے مختلف قسم کے جذباتی ابھار والا ارضی منظر ہوتا ہے۔ اب ذرا غور کریں کہ ٹیمپورل لوب ایپیلیپسی کی صورت میں کیاہوتا ہوگا جب آپ پر متواتر دورے پڑ رہے ہوں اسوقت جو ہو رہا ہوگا وہ ہو گا تمام پگڈنڈیوں کو غیر امتیازی طریقے سے طاقت دینا۔ اس کی مثال اسطرح دی جاسکتی ہے جیسے گھاٹی دار سطح زمین کےساتھ ساتھ ندی نالوں میں نیچے کی طرف پانی بہھ رہا ہو۔ جب بار بار بارش ہوتی ہے تو وہاں پانی کے بہاؤ میں مسلسل بڑھتا ہؤا رجحان پگڈنڈیوں میں ایک کےساتھ نالی بنا لیتا ہے اور اس نالی کی گہرائی میں مسلسل اضافہ مصنوعی طور پر محتلف قسم کی درآمدگیوں کی جذباتی اہمیّت میں اضافہ کر دیتا ہے ۔ اسلئے محض شیروں، چیتوں اور سپیؤں کوجذباتی لحاظ سے ممتاز سمجھنے کی بجائے اسے ہر چیز ممتاز لگنے لگتی ہے۔ مثال کے طور پرریت کی لہر، لکڑی کی چھال، سمندری گھاس پھوس اور یہ سب کچھ گہری اہمّیت میں نہا جاتا ہے۔ اب، آپ کا یہ رجحان کہ ارد گرد جو کچھ بھی ہورہا ہے اسکی ایک کائناتی اہمیّت ہے اوراسکو آپ روحانی مشاہدے اور مذہبی مشاہدے کا نام دے دیتے ہیں۔

ٹیمپورل لوب کے اندر کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جسکا تعلق خدا سے ہے۔ ہاں مگر یہ ممکن ہے کہ ٹیمپورل لوب کے چند حصوں میں تیزی آنے سے کچھ حد تک مذہبی اعتقادات کیلئے حالات سازگار ہو جائیں۔ ایسا ہونا کم ہی نظر آتا ہے، لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ سچ ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ کیوں ٹیمپورل لوب میں ایسی نیورل مشینری کا وجود ہوگا جس کا تعلق مذہبی اعتقاد سے ہے؟ مھذہب پر اعتقاد بہت عام ہے۔ ہر قبیلہ اور ہر معاشرہ کسی نہ کسی صورت میں مذہبی عبادات کا پابند ہے۔ یہ بھی ہوسکتا کہ مذہبی اعتقادات نے بتدریج ترویج پائی ہو۔ اگر ایسا ہے تو اسکا مطلب ہے کہ یہ معاشرے میں استحکام کیلئے خوش آیند ہو، اورایسا کرنا نہائیت آسان ہوجائے اگر آپ کسی اعلی اور ارفع ہستی کے وجود کے قائل ہوں۔ تو پھر یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ کیوں مذہبی جذبات دماغ کے اندرپرورش پاتے ہیں۔

تاریخ کرشماتی مذہبی شخصیات سے بھری پڑی ہے. ماہرنفسیات ولیم جیمز (1842تا1910) کا ماننا ہے کہ دمشق جاتے ہوئے پال نے جو دیکھا ہوسکتا ہے وہ "مرگی کی طرح دماغی نسوں میں نفسیاتی طوفان سے پیداشدہ زخم ہو" پال نے روشنیاں دیکھیں اور ایک آواز سنی جو یہ کہہ رہی تھی " ساؤل، ساؤل تم نے کیوں مجھے ایذا دی ؟" پھر وہ عارضی طور پر اندھا ہو گیا اور آخرکار عیسائی ہو گیا۔ پال اپنے خیالی نظّارے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے:

مجھے نہائیت عظیم الہامی انکشافات کے سبّب مغرور ہونے سے بچانے کیلئے میرے جسم میں کانٹا چبھویا گیا، شیطان کا پیغام رساں، مجھے عقوبت میں ڈالنے کیلئے۔ میں نے تین دفعہ اپنے

خدا سے درخواست کی کہ اس کو میرے سے دور کردے مگر اس نے مجھ سے کہا۔ "تمہارے لئے میرا فضل و کرم کافی ہے، کیونکہ کمزوری کو رفع کرنے کیلئے میری طاقت کامل ہے۔"

ایک اور مشہور ماجرے کا تعلق سولہویں صدی کی راہبہ سانتا ٹریساآف اویلا(1515تا1582) سے ہے، اسکو واضع نظارے، شدید سر درد اور بےہوشی کے دورے پڑتے تھے، جس کے بعد " مکمل سکون، خاموشی اور روح پھل آور، اور........ عظمت خداوندی کا ادراک" اس کے سوانع نگار کا خیال ہے کہ اس کو بھی مرگی کے دورے پڑتے ہونگے۔

لاپلانٹے کہتا ہے ونسینٹ وین گوہ، گستاوے فلیوبرٹ، لیؤس کارول، مارسل پراؤسٹ، ٹینی سن اور فائیو ڈورڈوسٹیؤویسکی جیسے لکھاریوں اور مصوّروں کو بھی ٹی ایل ای کی شکایت تھی۔ ٹی ایل ای کے مریض اکثر اپنی ذات کے اندرتبدیلیوں کے عمل سے گذرتے ہیں، خصوصاَ لکھنے لکھانے کی مجبوری، مصوّری اور اونچے درجے کی مذہبیّت۔

لاپلانٹے کے مطابق محمد بھی ٹی ایل ای کا مریض تھا۔ حالیہ مثالوں میں مارمونزم کا بانی جوزف سمتھ نمایاں ہے۔ اور سیونتھ ڈے ایڈوینٹسٹ موومنٹ کی بانی ایلن وائٹ جسکو 9 سال کی عمر میں دماغی چوٹ کا سامنا کرنا پڑا جس نے اس کی شخصیّت کو کلیّ طور پر تبدیل کر دیا۔ اسے بھی بہت واضع مذہبی نظاروں سے واسطہ پڑا۔

ہیلن شکمیں، ایک یہودی ملحد ماہر نفسیات نے دعوی کیا کہ اسکو عیسی مسیح کی طرف سے "مطالعے" کی صورت میں پیغام ملتے تھے

جسکو اس نے ' *اے کورس ان مّریکلز'* کے نام سے پکارہ۔ وہ بھی شاید ممکنہ طور پر ٹی ایل ای کی مریضہ تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شکمین نے اپنی زندگی کے آخری دوسال بہت تکلیف، وسوسوں میں غرق ڈپریشن میں گذارے۔

سّید علی محمد باب جو کہ بابی مذہب کا بانی ہے بھی مرگی کا مریض تھا۔ باب کا فارسی بیان (انگلش میں ترجمہ شدہ اون لائن دستیاب ہے) ایک کلاسیکل ایپیلیپٹک تحریر ہے ۔ بسیارگوئی سے بھرپور سٹائلش مگر مواد میں ناکافی۔

مرگی کے مریض دوسرے مشہور لوگ

ہیئیدی ہینسن اور لیئف بورک ہینسن حلفیہ بیان کرتے ہیں سورن کیئرکیگارڈ نے اپنے رسالے میں لکھا ہے کہ وہ مرگی کا مریض تھا اور اس نے تمام عمر اسے صیغہء راز میں رکھا. وہ اس کے بیان کو دہراتے ہوئے کہتا ہے، " تمام آزاریوں میں شاید سب سے زیادہ قربانی طلب بات قابل رحم ہونا ہے اور اس سے بڑھ کے کچھ نہیں جو خدا کے خلاف بغاوت پر اکساتی ہو، لوگ ایسے شخص کو عموماً احمق اور چھچھورا سمجھتے ہیں۔ مگر اس کو واضع کرنا اتنا مشکل نہیں کہ بعینہی یہی ایک پوشیدہ راز ہے کئی مشہورترین اور عالمی تاریخی شخصیات کی زندگیوں کا۔"

ڈنمارک کا فنسفی بالکل سچ کہتا ہے۔ احمق ہونے سے کہیں پرے، ٹی ایل ای کا تعلق صاحب طبع لوگوں سے ہے۔

ٹیمپورل لوب ایپیلیپسی کی تعریف ان الفاظ میں کی جاسکتی ہے کہ یہ تخلیق کاری کی بیماری ہے۔ دنیا کے کئی مشہور اور با صلاحیّت لوگ ٹی ایل ای کے مریض تھے اور یہ بات ثبوت کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ انکی تخلیقی صلاحیّتیں اس بیماری کی مرہون منت تھیں۔ ایک ہزار لوگوں میں 5 سے 10 افراد ٹی ایل ای کے مریض ہوتے ہیں۔ البتہ، یہ سب لوگ شہرت نہیں حاصل کر پاتے۔

ہارورڈ میڈیکل سکول کے پروفیسر اور مرگی پر لکھی گئی کئی کتابوں کے مصنّفSteven C. Schachter, M.D. نے مشہور تاریخی شخصیات کی ایک فہرست ترتیب دی ہے جو ممکنہ طور پر ٹی ایل ای کے مریض تھے۔ بہت سے فلاسفر، قلمکار، عالمی رہنما، مذہبی شخصیات، مصّور، شاعر، کمپوزر، اداکار اور دیگر شہرت یافتہ ہستیاں اس فہرست میں شامل ہیں۔

" قدیم لوگ" Schachter لکھتا ہے،" سمجھتے تھے کہ مرگی کے دورے پڑنے کی وجہ جنّوں اور بدّروحوں کا انسانی جسموں پر قبضہ ہونا ہے۔ پیر فقیر جادو اور دعاؤں کی مدد سے جنّات سے چھٹکارہ حاصل کرنے اور مرگی کا علاج کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس مافوق الفطری طریقے کو قدیم طبیبوں نے جن میں انڈیا کے اتریا اور بعد میں یونانی طبّیب ہیپوکریٹس نے چیلنج کیا اور دونوں نے یہ جانا کہ اسکی وجہ دماغی عمل میں بےترتیبی ہے ناکہ کوئی مافوق الفطرت چیز۔" اس نے مزید کہا، " مرگی کے دوروں میں ایک طاقت پنہاں ہے اور ایک علامت ہے جو تاریخی اعتبار سے اس امر کی نشاندھی کرتی ہے کہ اسکا غیرمعمولی تخلیقی صلاحیّتوں یا قائدانہ اہلیّت سے کوئی تعلق ضرورہے ۔ بہت عرصے سے سکالر ایسی شہادتوں کی وجہ سے اس

سحر میں گرفتار ہیں کہ ناموّر پیغمبر اور مقدّس لوگ، سیاسی رہنما، فلاسفر اور بہت سے دوسرے لوگ جو سائنس اور فنون میں بام عروج تک پہنچے وہ مرگی کے مریض تھے۔

ارسطو وہ پہلا شخص جس نے مرگی اور ذہانت میں مثبت تعلق ہونے کی نشاندھی کی، دعوی کرتا ہے کہ سقراط بھی اس مرض میں مبتلا تھا۔ شکارچٹر نے نوٹ کیا کہ یونیورسٹی آف کیلیفورنیا، سکول آف میڈیسن میں نیورولوجی کے پروفیسر ڈاکٹر جروم اینجل کا خیال تھا کہ مرگی اور ذہانت کی بیک وقت موجودگی محض ایک اتفاق ہے۔

تاہم شکارچٹر بات بڑھاتے ہوئے کہتا ہے، " دوسرے اس بات سے متفق نہیں ہیں، ان کا دعوی ہے کہ انہوں نے چندلوگوں میں مرگی اور قدرتی عنائت میں تعلق پایا ہے۔ ایولاپلانٹے اپنی کتاب *Seized*میں لکھتی ہے ٹیمپورل لوب (جزوّی پیچیدہ) ایپیلیپسی کے دوران غیرمعمولی دماغی کارگزاری تخلیقی عمل اور آرٹ سے متعلقہ کام میں مثبت کردار ادا کرتی ہے۔ نیوروسائیکالوجسٹ ڈاکٹر پال سپئیرز اس سوچ کا حامل ہے : 'بعض اوقات وہی چیز جو مرگی کا سبّب بنتی ہے وہ ایک تحفہ ثابت ہوتی ہے۔ اگر آپ اپنے (دماغ کا) کچھ حصہ زندگی کے شروع میں ہی گنوا دیں تو اسکا متبادل حصہ ضرورت سے زیادہ کارآمد بن جانےکا امکان ہوتا ہے۔'"

یہ دلچسپ تھیوری ہے۔ اگر سپیئرز ٹھیک کہتا ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ یہ ٹی ایل ای نہیں ہے جو ذہانت اور تخلیق کاری میں مددگار ہے بلکہ یہ تو دماغ کے اس نقصان کے ازالے کا رّد عمل ہے۔

شکارٹر کو جن جینیئس لوگوں کے بارے میں گمان تھا کہ یہ مرگی کے دوروں میں مبتلا تھے انکی ایک چھوٹی سے فہرست درج ذیل ہے۔

ہیرئٹٹبمیں: ایک سّیاہ فام عورت جس نے امریکہ کے جنوب میں بسنے والے اپنے سینکڑوں ساتھی غلاموں کو آزادی دلوا کر کینیڈا میں ہجرت کی، اور اسکو اپنے لوگوں کیلئے "موسی" کا لقب دیا گیا۔

سینٹ پال: عظیم ترین عیسائی انجیلی مبلغ جس کے بغیر عیسائیت شاید یورپ نہ پہنچتی اور ایک عالمی مذہب بن پاتی۔

جون *آف آرک*: قرون وسطی کے فرانس کے ایک دوردراز دیہات کی انپڑھ جوان دیہاتی کی بیٹی جس نے اپنی حیران کن عسکری فتوحات کی بدولت تاریخ کا رخ موڑ دیا۔ تیرہ برس کی عمرمیں جون نے اپنے وجدآور لمحات کا ذکر کیا جس میں اسنے روشنی کے لشکارے دیکھے، اولیاؤں کی آوازیں سنیں اور فرشتوں کے منظر دیکھے۔

ایلفرڈنوبل: سویڈن کا کیمسٹ اور صنعتکار جس نے ڈآنیمائٹ ایجاد کیا اور نوبل انعام کیلئے رقوم فراہم کیں۔

دانتے: *لاڈواناکومیڈیا* کا مصّنف

سر والٹر سکاٹ: اٹھارویں صدی کےرومانوی عہد کی ایک اوّلین ادبی شخصیّت۔

جوناتھم سوفٹ: انگریز طنزنگار، *گلیور ٹریولز* کا مصّنف۔

ایڈگر النّ پوء: انیّسویں صدی کا امریکی مصّنف۔

لارڈ بائرن، *پرسی بائیشی شیلے*،اور *الفرڈ لارڈ ٹیلیسن*: عظیم انگلش رومانوی شاعروں میں تین،

چارلس ڈکنز: *اے کرسمس کیرول* اور *اولیورٹوسٹ* جیسی کاسیکل کتابوں کا وکٹورین مصّنف۔

لیوس کیرول: *ایلس ایڈوینچرز ان دی ونڈرلینڈ* کا مصنّف جو ہو سکتا ہے اپنے ہی ٹیمپورل لوب سیزرز کے بارے میں لکھتا رہا ہو۔ جن احساسات کے تحت ایلس کی مہمات کا آغاز، جیسا کہ کسی سوراخ میں گرجانا، یہ بہت سارے ان لوگوں سے مماثلت رکھتی ہے جن کو مرگی کے دورے پڑتے ہوں۔

فویوڈوریوسکی، عظیم روسی ناول نگار، *جرم اور سزا* اور *کارمازوو برادران* جیسے کلاسیکل ناولوں کے مصنف جس کے بارے میں بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ اس نے مغربی ناول نگاری کو اونچائی کی آخری ممکنہ حدود تک پہنچایا۔

محمد کو غالباً پانچ برس کی عمر میں پہلا دورہ پڑا۔ دوستویوسکی کی 9 برس کی عمر میں پہلا دورہ پڑا۔ تخفیف شدت کے بعد جو 25 سال کی عمر تک جاری رہی، اس کو چند دنوں یا مہینوں کے بعد دورے پڑتے تھے، اچھے اور برے دنوں کے درمیانی عرصوں میں۔ اس یا وجدآور آعورا جو بڑی نوعیّت کے دوروں سے چند سیکنڈ پہلے وقوع پذیر ہوتا تھا وہ ایک انتہائی خوشگوار احساس ہوتا تھا جو بعد میں انتہائی دکھ کے احساس اور خوف میں تبدیل ہو جاتا تھا۔ اس کے مشاہدات محمد والے مشاہدات کے مشابہ تھے ؛ جیسا کہ دوزخ کے مناظر خوفناک تھے، عتاب اور ایزا رسانی کے ہولناک مناظر۔ یہ ہیں چند ایک واقعات کی مثالیں:

تو جو کافر ہیں ان کیلئے آگ کے کپڑے قطع کئے جائیں گے اور انکے سروں پر جلتا ہؤا پانی ڈالا جائے گا اس سے انکے پیٹ کے اندر کی چیزیں اور کھالیں گھل جائیں گیں اور انکو مارنے کیلئے لوہے کے ہتھوڑے ہونگے۔ جب وہ چاہیں گے کہ دوزخ

سے نکل جائیں تو پھر اسمیں لوٹا دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا جلنے کے عذاب کا مزا چکھتے رہو۔ (قرآن:22سورۃ، آیات19تا22)

اور جن کے بوجھ ہلکے ہونگے وہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے تیئیں خسارے میں ڈالا ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور آگ ان کے مونہوں کو جھلس دیگی اور وہ اس میں تیوری چڑہائے ہوئے ہونگے۔ (قرآن: 23سورۃ ،آیات 103 اور104)

دوستویوسکی نے اندھا کردینے والی روشنی کی جھلک دیکھی، اس پر وہ چینخ اٹھا اورایک یا دوسیکنڈ کیلئے اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا، بعض اوقات ایپلیپٹک ڈسچارج سارے دماغ میں پھیل جاتا ہے جس سے ایک ثانوی ٹونک-کلونک (گرینڈ مال) دوروں کی کیفیّت جنم لیتی ہے اور اس کے بعد اسکو کچھ یاد نہ رہتا تھا کہ ان واقعوں کے دوران کیا بات چیت ہوئی اور وہ اکثر اس کے بعد مغموم ہو جاتا اور کئی دنوں تک احساس جرم اور چڑچڑے پن میں مبتلا رہتا۔

کاؤنٹ لیؤ ٹالسٹائے: انیسویں صدی کا عظیم روسی مصّنف جس نے *ایناکرینا* اور *وار اینڈ پیس* تحریر کیں بھی مرگی کا مریض تھا۔

گستاو فلیوبرٹ: ایک اور بڑی ادبی شخصیّت، انیسویں صدی کی فرانسیسی صاحب طبع ادبی شخصیّت جسنے دو شاہکار *میڈم باوری* اور *اے سینٹیمینٹل ایجوکیشن* تحریر کیے۔ شکارچٹر کے مطابق، " فلیوبرٹ کے خاص دوروں کی شروعات قیامت آنے کے احساس سے ہوئیں تھیں، جس کے بعد اسکا احساس خودی عدم تحفظ کا شکار ہو جاتا ہے، جیسا کہ وہ کسی دوسری جہت میں پہنچا دیا گیا ہو۔ اس نے لکھا اس

کے دورے اسطرح واقع ہوئے جیسے ' میرے کمزور دماغ میں تصوّرات اور خیالات کا ایک گرداب جس کے اندر میرے ہوش و حواس اس طرح ڈوب گئے جیسے طوفان میں ایک کشتی' اس نے گریہ زاری کی، یادوں کا طوفان امڈ آیا، شعلہ فشاں فریب تصوّر اور منہ میں جھاگ، داہنے بازو میں غیر ارادی حرکت، دس منٹ کیلئے بے سدّھ پڑےرہنے کے بعد قے کرڈالی۔"

ڈیم آگاتاکرسٹی: پراسراریت والے ناولوں کے برطانوی مصنف کے بارے میں بھی گمان ہے کہ وہ مرگی کا مریض تھا۔

ٹرومین کیپوٹ: *کولڈ بلڈ* اور *بریک فاسٹ ایٹ ٹفینیز* کا مصنف۔

جارج فریڈرک ہینڈل: مسیح کا مشہور عالی قسم کا موسیکار۔

نکولوپیگاننی: ایک عظیم وائلن نواز۔

پیٹرشیئکووسکی: نامور روسی موسیکار جس نے ناٹک کے ناچ *سلیپنگ بیوٹی* اور *دی نٹکریکر* کی دھنیں ترتیب دیں۔

لڈونگ وین بیتھوون: دنیا کا عظیم ترین اور بیمثال کلاسیکل موسیکار۔

شکارچٹر کہتا ہے۔ " بہت سےمشہور لوگوں میں سے جن کے بارے میں تاریخدانوں نے قلمبند کیا کہ یہ مرگی کے مریض ہیں ان میں یہ صرف بطور نمونہ پیش کئے گئے ہیں ۔" دراصل ایسی فہرست جس میں بہت مشہور لوگ جن کے بارے میں امکان پایا جاتا ہے کہ وہ مرگی کے مریض ہیں اور ان کی تشخیص ہوئی بہت طویل ہے۔ محمد کا شمار بری صحبت کے لوگوں میں نہیں ہوتا۔ اس کی قوّت خیال انگیزی، اسکی ڈپریشن، اسکے خوکشی کے ارادے، اسکی جھنجھلاہٹ،

اسکی مذہب میں دلچسپی اور اس کا روز محشر اور حیات بعد از موت کے بارے میں تصوّر، اس کے سمعی اور بصری فریب تصّور اور بہت سی جسمانی اور نفسیاتی خصوصیات وضاحت کرتی ہیں کہ وہ ٹی ایل ای کا مریض تھا۔

ٹی ایل ای کے مزید واقعات

23 اکتوبر 2001ء کو پی بی ایس ٹیلی ویژن نے ایک دستاویزی فلم نشر کی۔ جن لوگوں کے انٹرویو نشر کئے گئے ان میں سے ٹی ایل ای کا مریض جون شیرون بھی تھا۔ اس انٹرویو میں جون شیرون کا والد اور وی۔ ایس رامچندرن جو یونیورسٹی آف کیلیفورنیا سین ڈی ایگو میں نیورولوجسٹ ہے۔ یہ ماجرہ انتہائی دلچسپی کا حامل ہے اگر اس کا موازنہ محمد کے ساتھ کیا جائے جو اس کے بارے میں ہم جانتے ہینتو یہ پیغمبر کی ذہنی کیفیّت اور اسکی بیماری پر مزیدروشنی ڈالے گی۔

جان شیرون: یہ حالت غیر کے دورے میرے اوپر، میری جان پر، روح پر اور سب پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ اور جب ان میں سے ایک کیفیّت مجھ پر طاری ہو جاتی ہے تو میرا تمام بدن بے چین ہو جاتا ہے اور میں بس ------ اوہ --- یہ وہی کچھ ہے۔

راوی: جون کے مرگی کے دورے بنیادی طور پر ٹیمپورل لوبز میں بنا کسی ترتیب کے نیورون کا گروپ دھماکے شروع کردیتاہے تو ایک برقی ہیجان پیدا ہوتا ہے جو دماغ کے باقی حصوں کی کارکردگی سے مطابقت نہیں رکھ رہا ہوتا۔

ماضی قریب میں جون کو آج تک پیش آنے والے تمام واقعات کا بدترین واقعہ پیش آیا۔ وہ اپنی محبوبہ کے ساتھ صحرا میں گیا ہؤا تھا، دونوں نے بہت زیادہ شراب پی لی، جسکے نتائج تباہ کن ہو سکتے تھے۔ جون کو یکایک دوروں کی بوچھاڑ کا سامنا کرنا پڑا، ان میں سے ہر ایک کا دورانیہ تقریباً پانچ منٹ تھا جسکی وجہ سے شدید اینٹھن برپا ہوئی اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ آخرکار جون اپنے باپ کو فون پر اطلاح دینے میں کامیاب ہو گیا جو اسے گاڑی میں لاد کر صحرا سے نکال کر گھر لے آیا۔

جون شیرون: گھر واپسی پر، میں اور وہ ہر چیز کے بارے میں فلسفیّانہ سوال جواب میں مشغول ہو گئے۔ اور میں بالکل چپ نہیں کرسکتا تھا ایک دفعہ میں ..... واپس گھر کے راستہ پر چلتا جارہا تھا اور چلتا جارہا تھا، یہ ایسے ہی تھا جیسے کہ میں بجلی کی مدد سے چل رہا ہوں۔

جون شیرون،سر .... بنیادی طور پر یہ جسم کے اندر ایک بھونچال کی طرح ہے اور بھونچال کی طرح اس میں بعد میں آنے والے جھٹکوں کا احتمال ہوتا ہے اور جیسے بھونچال کی وجہ سے تباہی ہوتی ہے اور دوبارہ تعمیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ چیزوں کو تھم جانا ہوتا ہے۔ زیادہ اہم یہ ہے کہ جس کے ساتھ میرا واسطہ ہوتا ہے وہ ہیں اسکے عواقب اور نتائج، خصوصی طور پر اس آخری واقعے کے بعد ۔ یہ بہت حد تک ایسے تھا جیسے میں سلواڈور ڈالی کی پینٹنگ میں داخل ہو گیا ہوں، یکایک ہر چیز غلط ملط ہو گئی جیسے خوابوں میں اکثر ہوتا ہے۔ اسکا نچوڑ یہ ہے کہ اس کے ان دوروں میں کیا پنہاں ہے ــ

عواقب اور نتائج ــ جہاں پر اسکا دماغ پہنچ جاتا ہے، اس کی یاداشت، اسکا ذھن، اسکی سوچ وبچار کی صلاحیّت اور ہر دوسری چیز۔

راوی : اور جب جون کے دورے اختتام پذیر ہوئے وہ بالکل تھک چکا تھا لیکن اسے قادرمطلق ہونے کا احساس ہؤا۔

جون شیرون : میں گلی کوچوں میں یہ کہتے ہوئے بھاگا جا رہا تھا کہ میں خدا ہوں، اور پھر یہ چھوکرا سامنے آگیا اور میں محض ایک ، جیسے، اسکو اور اسکی بیوی میں اپنی تہی گاہ کو گھسا رہا ہوں، میں ایسے تھا جیسے، "You want to f-ing bet, I ain't God?"

جون شیرون سر:اورمیں نے ہوبہو یہی کہا ! You asshole, get back in here

تمہارے خیال میں تم یہ کیا کررہے ہو؟ تم اپنے پڑوسیوں کو تنگ کر رہے ہو۔ وہ پولیس کو بلانے جارہے ہیں۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟

جون شیرون : میں نے محض اسکی طرف دیکھا، خاموش اور ساکت ، اس سے معافی چاہی، اور جیسے ' نہیں۔ کوئی بھی پولیس کو بلانے نہیں جارہا۔' جیسے میں نے فقرے کا آخری حصہ نہیں بولا، اور میں نے اپنے دل میں سوچا ' کوئی بھی خدا کے خلاف پولیس نہیں بلائے گا!'

راوی : جون کبھی بھی مذہبی نہیں رہا تھا، اور پھر بھی ان دوروں کی وجہ سے اس کے اوپر روحانی احساسات طاری ہو گئے۔

ولیانر ایس۔ رامچندرن جو مرکز دماغی اور قوّت آگہی کا ڈائریکٹر ہے اور سائیکالوجی ڈیپارٹمنٹ اور نیوروسائنسز پروگرام کا یونیورسٹی آف کیلیفورنیا، سین ڈی ایگو میں پروفیسر ہے۔ اس نے ٹیمپورل لوب ایپیلیپسی کا وسیع مطالعہ کیا ہے۔

وی۔ ایس رامچندرن : بہت پہلے سے ہم جانتے ہیں کہ چند ایک مرگی کے مریضوں میں جن کو دورے پڑنے کا اجراء ٹیمپورل لوبز سے ہوتا ہے انکو شدید قسم کے مذہبی آعورا کا سامنا ہوتا ہے۔ وہ بڑی شدّت سے اس کیفیّت سے گذر رہے ہوتے ہیں کہ خدا کی اس سے ملاقات ہو رہی ہوتی ہے۔ بسا اوقات یہ خدا انکا اپنا من گھڑت ہوتا ہے اور بعض اوقات تو ان میں منتشر خیالات کے سبب یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ کون و مکاں میں یکجان ہو گیاہے ۔ ہر چیز کے معنی ضرورت سے زیادہ پھیلاؤ کا شکار ہیں۔ مریض یہ کہے گا، " آخرکار میں حقیقت میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ ڈاکٹر۔ میں حقیقی طور پرخدا کو سمجھتا ہوں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ کائنات میں میرا کیا مقام ہے اور کون و مکاں کی سکیم میں۔" کیوں یہ ایسا ہوتا ہے، اور کیوں ایسا اکثر ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو ٹیمپورل لوب کے دوروں کے مریض ہیں۔

جون شیرون : اوہ میرے خدا۔ تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ میں اپنے دماغ کے مطابق بالکل درست ہوں۔ میں یہ جانتا ہوں کہ میں باہر نکلوں گا اور لوگوں کو اپنے پیچھے لگا لونگا۔ سروں کے اوپر چادریں اوڑھے دھماکے کرتے ہوئے لوگوں کی طرح نہیں، احمقوں کی طرح نہیں ـــ لیکن اب یہ پیغمبروں کی نئی پیڑھی

ہے ۔ اور یہ تمام پیغمبر تھے وہ لوگ جو زمین کے نزدیک اپنے بازو پھڑ پھڑا رہے تھے، کیا یہ وہی تمام تر پیغام تھا، خدا کی طرف سے تحفے، یہ تمام وقت؟

وی ۔ایس۔ رامچندرن : یہ ممکن ہے، کیا ایسا نہیں ہے؟ ہاں؟

جون شیرون : میں کبھی بھی مذہبی نہیں تھا۔ لوگ کہتے ہیں، "نہیں، تم مستقبل کے اندر نہیں جھانک سکتے ... اونہھ، اونہھ" یہ ہے وہ تحفہ، لیکن تم اس کی قیمت ادا کرنا ہوگی، میری طرح مضروب ہوکر۔

وی ۔ایس۔ رامچندرن : اب، کیوں اسطرح کے مریضوں کو گہرے مذہبی مشاہدات ہوتے ہیں جب انکو اس طرح کے دورے پڑ رہے ہوتے ہیں؟ اور کیوں یہ لوگ ہر وقت الہامی اور مذہبی معاملات میں ہی مگن رہتے ہیں اور دوروں کے پڑنے کے درمیانی وقفوں میں بھی ؟

تاہم، مرگی محمد کی ان خصوصیات کی وضاحت نہیں کرتی جیسا کہ اس کی بے رحمی، دوسروں کے احساسات سے لاعلمی، اسکا قتل عام اور اسکا سگ طبع ہونا۔ یہ سب کچھ اس کے خودپرستی کے مریض ہونے کے سبب تھا۔ یہ اسکی ذاتی اور ذہنی ابتری کا مجموعہ تھا جس نے یہ نادرالظہور نمونہ تخلیق کیا۔ محمد کے اندر طمطراق اور قادر مطلق ہونے سے متعلق خیالات کا ہجوم تھا۔ مرگی کے زیر اثر ملنے والے نظاروں نے اسکے احساس بزرگی میں بڑھوتری دی اور اسکو یقین ہوگیا کہ اصل میں وہی ہے جسکو خدا نے بطور پیغمبر چنا ہے۔ اتنا کچھ ہونا شاید کافی نہ تھا جو اس نے ایک باہم دستنگر

(کوڈیپینڈینٹ) عورت سے شادی کرلی جو اپنی عظمت اپنے خاوند کے قابل دید اور دلچسپ واقعات کے ظہور میں تلاش کرتی تھی۔

محمد کو اپنے پیغمبرانہ مشن پر مکمل یقین تھا۔ یہ اسکی خود اعتمادی تھی جس نے اسکے قریبی ساتھیوں کو اکسایا کہ وہ بھی اس کے اس یقین کی تصدیق کریں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن میں جتنی بھی "آیات نازل" وہ اس پر مرگی کے حملوں کے دوران عالم بے ہوشی میں ہوئیں ۔ یہ حملے شاید اسکی زندگی کے آخری سالوں میں تھم گئے تھے۔ تاہم، اپنے آپکو برحق ہونے کے یقین کے سبّب وہ موقع کی مناسبت سے آیات کی ترویج کرتا رہا۔ ایک خود پرست ہونے کے ناطے اسکی تصدیق اس کے پیروکاروں کے ذریعے ہوتی رہی۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ کون کس کو بیوقوف بنا رہا تھا۔ محمد کو اپنے دعوں پر مکمل یقین تھا۔ باوجود اس کے اس نے آزادانہ جھوٹ بولے، کئی آیات اپنی ضرورت کے مطابق گھڑیں ۔ اور پھر بھی، جب لوگوں نے اس پر اعتماد برقرار رکھا اسکی دوبارہ تصدیق ہو گئی۔ نتیجتاً اس نے یہ سمجھ لیا کہ اللہ نے اسے یہ حق دیا ہے کہ وہ کسی بھی ایسے شخص کو جو اسکو تسلیم نہ کرے اسکو جو چاہے سزا دے۔ وہ خدا کی آواز تھا اور اسکی مخالفت کا مطلب قادرمطلق کی مخالفت تھی۔ اسکا خیال تھا کہ اسکو جھوٹ بولنے کا استحقاق حاصل ہے۔ اگر اس نے جھوٹ بولا تو وہ ایک اچھے مقصد کیلئے تھا لہذا وہ بالکل مبنی بر انصاف تھا۔ جب اسنے بیگناہوں کا قتل عام کیا اور انکو لوٹا تو یہ سب کچھ اس نے انتہائی روشن ضمیری کے ساتھ کیا۔ اسکا مقصد اسقدر عالیشان تھا کہ اس نے اپنے ہر اقدام کو جائز تصّورکیا۔ اسے اپنے فریب تصّور پر مکمل یقین تھا اور اس نے اپنے راستے میں آنے والے ہر شخص کو مٹا دیا۔ مندرجہ ذیل قرآنی آیات کے اندر ہی انکی وضاحت موجود ہے۔

اور جو خدا اور اسکے رسول کی نافرمانی کریگا اور اسکی حدوں سے نکل جائیگا اسکو خدا دوزخ میں ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہیگا اور اسکو ذلت کا عذاب ہوگا۔ (قرآن 4:14)

اس روز کافر اور پیغمبر کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش ان کو زمین میں مدفون کر کے مٹی برابر کردی جاتی اور خدا سے کوئی جھوٹ چھپا نہیں سکیں گے۔ (قرآن 4:42)

جو شخص خدا اور اسکے پیغمبر کی نافرمانی کریگا تو ایسوں کیلئے جہنم کی آگ ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس کے اندر رہیں گے۔ (قرآن 72:23)

جنسیّت، مذہبی مشاہدہ اورٹیمپورل لوب ہائپر ایکٹیویشن

احادیث محمد کے جنسی طرزعمل پر کافی روشنی ڈالتی ہیں۔ کیا جنسیّت کا ٹی ایل ای سے بھی کوئی تعلق ہے؟ اگر ایسا ہے اور یہ محمد کی جنسی عادات کی وضاحت کر سکتی ہیں تو ہم پر ایک اور شہادت عیّاں ہو جائے گی کہ محمد ٹی ایل ای کا مریض تھا، نیوروسائنٹسٹ رہون جوزف (Rhawn Joseph) کا خیال ہے کہ ایسا ممکن ہے، وہ رقم طراز ہے:

لمبک سسٹم اور کمتر ٹیمپورل لوب ایکٹویٹی اپنے شباب پر ہو تو جنسّیت میں تبدیلیاں اور مذھبی سرگرمی میں گہرآئی تک چلے جانا بالکل عام ہے، یہ بات قابل غور ہے کہ صرف دورحاضر کے مبّلغین انجیل ہی نہیں بلکہ قدیم مذھبی رہنما، بشمول ابراہیم، یعقوب اور محمد میں بھی جنسی خواہش شدت سے پائی جاتی تھی اور وہ بہت ساری عورتوں کے ساتھ جنسی رشتے میں حصہ دار رہے تھے، یا انہوں نے دوسروں کی بیویوں سے جنسی تعلقات رکھے، یا انہوں نے دوسرے لوگوں کی بیویوں پر قبضہ کرنے کیلئے ان کے شوہروں کو مار دیا(محمد اور بادشاہ داؤد) ----- بہت سے پیغمبران اور دیگر مذھبی شخصیات میں کلوور- بکی سنڈروم کی علامات پائی گئیں ہیں، جیسا کہ گوبر کھانا (Ezekiel) اور اس کے علاوہ ٹیمپورل لوب، لمبک ہائپرایکٹیویشن اور ایپیلیپسی بشمول ہیلیوٗسینیشن کیٹالیپسی، پاگل پن یا ہکلاہٹ۔

موسی کو تو بات چیت میں سخت دقّت کا سامنا تھا۔ اللہ کا رسول محمد بظاہرڈسلیکسک اور اگریفک تھا [ایک دماغی ابتری جسکی وجہ سے جّزوی یا کلی طور لکھنے کی اہلیّت نہیں ہوتی] مزید براں اللہ کے کلام کے حصول کیلئے، محمد ایک خاص انداز سے اپنے حواس کھودیتا اور بیخودی کی حالت کو پہنچ جاتا(آرم سٹرونگ 1994؛ لنگر 1983)۔ درحقیقت، اس میں اصلی معنوں میں پہلی روحانی- مذھبی تبدیلی اسوقت رونما ہوئی جب اسکو رئیس الملائکہ جبرائیل نے ٹھوکر مارکرنیند سےجگایا اور اسکو اپنی باھہوں میں اسقدر زور سے جکڑا کہ اس کی سانس اسکے پھیپھڑوں میں رک گئی۔ اسکو متعّدد باربھینچ کر اس کا دم

گھونٹا اور حکم دیا کہ وہ اللہ کا نام لے یعنی قرآن پڑھے۔ بہت سے ایسے واقعات میں یہ پہلا واقعہ تھا جس میں جبرائیل محمد کے سامنے عظیم الجثّہ عکس نما کے پورے منظر کی صورت میں سامنے آیا۔

'خدا' کی آواز یا اس کے فرشتوں کی آواز کے مطابق، محمد نے نہ صرف کہنا شروع کیا بلکہ 23سالوں تک بنا کسی ترتیب کے اللہ کے بتائے ہوئے مختلف نظریات کی تلاوت ترنم کے ساتھ کرتا رہا، ایسا کرتے رہنا تکلیف دہ اور اینٹھن بھرا تھا (آرم سٹرونگ 1994؛ لنگز1983)۔ اس مذہبی چاشنی کے علاوہ بتایا جاتا ہے کہ محمد میں 40 مردوں جتنی جنسی طاقت تھی۔ اس نے کم ازکم 9 بیویوں اور لاتعداد لونڈیوں بشمول ایک کمسن لڑکی، کی جنسی کفالت کی (لنگز 1983)۔ ایک ایسا واقعہ بھی ہے جب ناگہانی انکار کی صورت میں مراقبے میں چلا گیا اور پھردعوی کیا کہ 'خدا' نے کسی اور شخص کی بیوی کو اسکی بیوی بنا دیا ہے۔

اس (محمد) کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ ان منکروں کو یا تاجروں کو جو اس کی مخالفت کرتے تھے انکو جان سے مار دیتا تھا(یا کم ازکم موت کا حکم صادر کردیتا). اسطرح کے روّیوں میں جب ایسی چیزیں بھی شامل ہو جائیں جیسا کہ بڑھتی ہوئی جنس پرستی، انتہائی اونچے درجے کی مذہبی گرمجوشی، بیخودی کے غوطے، مزاج کا اتارچرھاؤ، اور ممکنہ عظیم الجثّہ فرشتے کے متعلق سمعی اور بصری فریب تصّور یقینی طورپر اسطرف اشارہ کرتے ہیں کہ لمبک سسٹم اور کمتر ٹیمپورل لوب اسطرح کے مشاہدات کی نیورولوجیکل بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

دراصل محمد ایک خوفناک ڈیپریشن کا شکار تھااور ایک موقع پر اس نے اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی سے گرانا چاہا اور اسکو رئیس الملائکہ جبرائیل نے روکدیا۔[242]

یہ تاثربہت عام ہے کہ محمد میں کئی لوگوں جتنی جنسی قوّت تھی۔ کئی احادیث اس اعتقاد کی وجہ ہیں۔ ایک حدیث سلمہ سے منسوب ہے جو کہ محمد کی خادمہ تھی اور جس نے کہا: "ایک رات پیغمبر(اس پر سلامتی ہو) کی تمام 9 بیویاں(محمد کی اور بیویاں بھی تھیں جسکواس نے طلاق دیدی تھی) اس کی وفات تک اس کے ساتھ رہیں۔ پیغمبر ان تمام کے ساتھ ہمبستری کرتا تھااور جب وہ ان سب کے ساتھ معاملہ تمام کرلیتا تو مجھے پانی لانے کو کہتا تاکہ وہ وضو/غسل کرلے، میں نے پوچھا یارسوﷲ کیا ایک غسل کافی ہے؟ اس کا جواب تھا یہ بہتر اور زیادہ پاکی دیتا ہے"

تاہم میری تحقیق مجھے اس مقام تک لے جاتی ہے کہ محمد کا یہ قوّت مردمی کا دعوی بالکل بیہودہ ہے، دراصل وہ اپنی زندگی کی آخری دہائی میں نامرد ہو گیا تھا۔ محمد ایک ناقابل تسکین جنسی شہوت کا مریض تھا جس کا مداوا وہ اپنی بیویوں اور باندیوں کے ساتھ پھسلانے اور پچکارنے کے عمل سےکرتا تھا بغیرکسی جنسی ملاپ کے۔

ہالینڈ کی یونیورسٹی آف انٹریچٹ کی تحقیق کے مطابق اندر سے اٹھنے والے منومی ہیجان(endogenous opioids) برپا کرنےوالے الموسوم اچھا احساس دلانے والے کیمیکلز جو دماغ میں جنم لیتے ہیں وہ جنسی بھوک میں اضافہ کرتے ہیں مگر جنسی کارکردگی کو گھٹاتے ہیں[244] ایک اور سٹڈی میں محقیقین نے آزمائش کی کہ باہم متضاد بیماریوں کے حامل مریضوں میں جب جنونی کیفیّت طاری ہوتو بلند درجے کی

منومی کارگذاری عمل میں آتی ہے۔ بطور ایک خودپرست محمد حد درجے کا متلوّن مزاج تھا، گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشا، بعض اوقات وہ خوشی میں پاگل اور طاقت سے بھرپور مگر دوسرے لمحے اسقدر رنجیدہ کہ خودکشی کرنے چل پڑتاتھا۔ حاصل کردہ معلومات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ وہ حد درجے کا شہوت پرست تھا، تاہم وہ متعدد جوان اور جنسی اعتبار سے صحتمند عورتوں کےساتھ جنسی تعلق کے باوجود بے اولاد رہا۔ اس کا مطلب یہ ہؤا کہ وہ جنسی اختلاط کا اہل نہیں تھا۔

البتہ، میرے اس نظریے میں کچھ خامی تھی۔ اگر محد اپنی زندگی کے آخری سالوں میں نامرد تھا، جیسا کہ میں نے مان لیا، تو پھر وہ ابراہیم کا والد کیسے بن گیا جبکہ وہ ساٹھ سال یا اس سے بھی زیادہ کا تھا؟ ابراہیم کی پیدائش گھنگھریالے بالوں والی سفیدفام خوبصورت قبطی باندی ماریا کے ہاں ہوئی، جس سے محمد کی دوسری بیویاں حسد کرتی تھیں اور ناپسند کرتی تھیں۔ مجھے شک تھا کہ یہ بچہ کسی اور کا ہےمگر ایسا ثابت کرنے کیلئے میرے پاس کوئی شہادت نہیں تھی۔ پھر مجھے مل گئی۔

مجھے ابن سعد کی بیان کردہ ایک کہانی مل گئی جس میں وہ بتاتا ہے کہ ایک قبطی مرد ماریہ کو ملنے اکثر مدینہ آیا کرتا تھا، اور یہ افواہ پھیل گئی کہ وہ اسکا چاہنے والا ہے۔ ماریہ کو اپنی پہلی رہائش گاہ سے لیجا کرمدینہ کے شمال میں ایک باغ میں رکھا گیا تھا؛ بظاہر یہ سب اس لئے کیا گیا تھا کیونکہ محمد کی دوسری بیویوں کا اسکے ساتھ اچھا سلوک نہ تھا۔ یہ افواہ محمد تک بھی پہنچ گئی۔ اس نے علی کو اس قبطی مرد کو قتل کرنے کیلئے بھیجا۔ اس آدمی نے جب علی کو

اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو اس نے فوراً اپنا تہمت آگے سےاٹھا دیا اور علی نے دیکھا کہ وہ عضّوتناسل (اوارت) سے محروم تھا اور علی نے اس کی جان بخش دی۔

ہجوم کو چپ کرانے کیلئے یہ عذر کافی معقول تھا۔ عائشہ پر بھی الزام تھاکہ اس کا مدینہ کے ایک شخص صفوان سے معاشقہ تھا، جسکی وجہ سے کچھ شور ہؤا۔ عائشہ نے یہ الزام مسترد کردیا اور کہا کہ صفوان مخنث ہے۔

طبری اس قبطی آدمی کے بارے میں بتاتا ہے:

خداکے پیغمبر کے پاس بھی مبّرنامی ایک ہیجڑہ تھا جو اسے المقواقص نے دو غلام لڑکیوں کے ہمراہ بطورتحفہ دیا تھا، ان میں ایک ماریہ تھی جسے باندی بنا لیا گیا اور دوسری(جس کا نام) سرن تھا جوحسن بن ثابت کو مل گئی صفوان بن معطّل کے اس کے خلاف جرم کرنے کے بعد۔ سرن نے عبدالرحمن بن حسن نامی ایک بیٹے کو جنم دیا۔ المقواقص نےاس ہیجڑے کودو لڑکیوں کے ہمراہ بھیجاتھا تا کہ وہ حفاظت کے ساتھ انکو(مدینہ) پہنچا دے۔ اس نے وہاں پہنچ کرانہیں اللہ کے پیغمبرکی خدمت میں پیش کردیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ وہی تھا[جس کے ساتھ] ماریہ پر الزام تھا کہ اس نے[کچھ برا] کیا ہے۔ اور یہ کہ اللہ کے رسول نے علی کو بھیجا تاکہ وہ اسکو قتل کردے۔ اور جب اس نے علی کو دیکھا اور اس کی نیّت کو کہ وہ کیا کرنے والا ہے تب اسنے اپنے آپ کو عریاں کردیا تاوقتیکہ یہ بات علی پر عیاں ہوجائے کہ اس مکمل طور پر آختہ کردیا گیا ہے اور اب اسے کے

پلےکچھ نہ تھا جو کہ عموماً مردوں کےپاس ہوتاہے۔ اسلئے علی اس کو قتل کرنےسےبازرہا۔

اپنی بیگناہی ثابت کرنے کیلئے اس قبطی مرد کی اوآرت کی بےنقابی والی کہانی بالکل بناوٹی ہے۔ کیوں پیغمبر خداایک بیگناہ شخص کوقتل کریگا، اور، اس کے بعد، کیونکر یہ شخص جان سکاکہ علی کس وجہ سے اسےقتل کرنا چاہتا ہے؟

ایک اور روایت کے مطابق کہا جاتا ہے کہ مبّر ایک عمررسیدہ شخص تھا۔ قاری کو چکر دینے کی یہ ایک اور کوشش ہے۔ مبّر مقواقص کی طرف سےمحمد کیلئے ایک تحفہ تھا۔ ماریہ اوراسکی بہن سرن کے ہمراہ وہ اس طویل سفر میں انکا محافظ تھا؟ اس بات میں کوئی حکمت نہیں کہ مقواقص نے ایک عمررسیدہ شخص کوبطور تحفہ یابطور ان لڑکیوں کے محافظ کے بھیجا ہو۔ اسطرح کے فعل سے تو وہ اس ابھرتے ہوئے جابر حکمران کوبےعزت کرنے کا مرتکب ہو جاتا حالانکہ وہ تو بظاہر اس کوراضی رکھنا چاہتا تھا۔

اس معاملےکو مزید دبانے کیلئے اورپریشانی سے بچنے کیلئے جو اسطرح کے واقعات سے جڑی ہوتی ہیں ـــ خصوصی طور پران معاشروں میں جہاں بڑے بوڑھے بزرگوں کی مردانہ وجاہت اورپاسداری کی جاتی ہو اور غیرت کے نام پر قتل کی روایات رائج ہوں ـ محمد کےاس دعوے کا تذکرہ عام ہے یہ جب ابراہیم کی پیدائش ہوئی تب جبرائیل فرشتے نے سلام پیش کرتے ہوئے اس کی تصدیق کی تھی کہ وہ اسکا والد ہے " اسلام و علیکم او ابا ابراہیم" (ابراہیم کے والد تم پر سلامتی ہو)۔ یہ حدیث بھی بعد کے دنوں میں بنائی گئی جعل سازی ہوسکتی ہے اور اسلئے گھڑی گئی ہو کہ افواہوں کا ازالہ کیا

جاسکے۔ اس طرح کی تصدیق کی کیاضرورت تھی؟ کیا محمد کو اس کے والد ہونے پر شک تھاکہ اس نے یہ کہانی ایجاد کی کہ جبرائیل نے اسے ابا ابراہیم کہا تاکہ یہ گپ شب بند ہو جائے؟

محمد کیلئے اسطرح کا جھوٹ بہت سہل تھا۔ ابراہیم کا اپنے بیٹے ہونے کے دعوے سے کوئی بھی اسکی قوّت مردمی پر انگلی نہیں اٹھا سکتا تھا۔

اس حقیقت کے باوجود کہ ماریہ وہ واحد عورت تھی، خدیجہ کے علاوہ، جس کے ہاں محمد کا بیٹا پیدا ہؤا، اور اسکے باوجود کہ وہ انتہائی خوبصورت عورت تھی محمد نے اس سے شادی نہیں کی۔

ابن سعد بیان کرتا ہے کہ جب ابراہیم پیدا ہؤا محمد اسے عائشہ کےپاس لے گیااور کہا " دیکھو یہ کسقدر مجھ جیسا ہے" عائشہ نے جواب دیا "مجھےاس میں کوئی مشابہت نظر نہیں آتی" محمد نے کہا "کیا تم اس کے سفید گول مٹول رخسار نہیں دیکھ رہی؟" اس پر اس نے کہا " تمام بچوں کے رخسار ایسے ہی گول مٹول ہوتے ہیں" ۔

یہ دعوی کہ محمد میں چالیس مردوں جتنی قوّت مردمی تھی ایک جھوٹ ہے۔ یہ جان بوجھ کر بولا گیا تاکہ اسکا نامرد ہونا ظاہر نہ ہو۔ محمد کے ہاں خدیجہ کے بطن سے چھ بچے پیدا ہؤے جو کہ شادی کے وقت پہلے ہی 40 برس کی عمرکوپہنچ گئی تھی۔ یہ بچے اس دوران پیدا ہؤے جب اس کی عمر25 اور 35 کے درمیان تھی۔ پھر بھی اسکی جوان بیویوں اور لونڈیوں نے جن کی تعداد 20 سے زیادہ تھی اسکی عمر کے آخری عشرے میں کسی بچے کو جنم نہیں دیا۔

فرانسیسی نیورولوجسٹ، ہینری جین پاسکل گیسٹؤٹ (1915 تا 1995) 249 کہتا ہے،" 1950 کی دہائی سے ہی محقیقین یہ جانتے ہیں کہ مرگی کےسبب شدید جنسی خواہش کے باوجود بھی عضو تناسل میں اکڑ پیدا نہیں ہوتی" اور پرچرڈ سی پی سیژرز کے نتیجے میں پیدا ہونے والی ہائپرپرولیکٹینیمیا کو مرگی کے سبب قوّت مردمی میں گربڑی سے مشروط کرتا ہے۔

ہم پہلے یہ پڑھ چکے ہیں کہ محمد کا خیال ہوتا تھا کہ وہ جنسی ملاپ کرچکا ہے مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہؤا ہوتا تھا۔ اس کے بارےمیں بھی ایک حدیث ہے کہ وہ اپنی بیویوں کےساتھ ہمبستری نہیں بلکہ محض " سہلانہ پچکارنہ" ہی کرتا تھا۔ وہ ان کے پاس جاتا تھا بعض اوقات ایک ہی رات میں سب کے پاس مگر جنسی ملاپ نہیں کرپاتا تھااور محض قبل ازملاپ ترغیبات تک ہی محدود رہتا۔ عائشہ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اس نے کہا،" تم میں سے کسی کو بھی خود پہ اتنا کنٹرول نہیں تھاجتنا کہ پیغمبر میں تھا کیونکہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ جنسی ملاپ نہیں، صرف انکو سہلاتا پچکارتا تھا۔" عائشہ محض بچی تھی۔ اس کو شاید علم نہ تھا کہ اسکا بڑھتی ہوئی عمر والا جلیل القدرشوہرخود پر کنٹرول کا مظاہرہ نہیں کررہاتھا بلکہ وہ ایسا کرنے سے قاصر تھا۔ اور ایک جگہ اس نے کہا " میں نے کبھی بھی پیغمبر کا اوارت(عضوتناسل) نہیں دیکھا یا نظر نہیں آیا"۔ میں اس بات کو قاری پر چھوڑتا ہوں کہ وہ اس کا کیا مطلب نکالتا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ محمد میں کوئی شہوانی جذبات نہیں تھے، وہ جنسی راحت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں گنواتا تھا۔ اسکی ناقابل تسکین جنسی خواہش اس امر کا اظہار ہے کہ اس کے حرم میں اتنی ساری

بیویاں ہونے کےباوجود بھی اسے اور کی خواہش تھی، اصل میں وہ جنسی فاقہ کشی کا شکارتھا۔ ایک حدیث میں بیان ہے کہ جب اس نے بنو جون کے قصبے پر حملہ کیا تو جینیہ نامی ایک کمسن لڑکی کو اسکی دائی سمیت اس کےپاس لایا گیا۔ پیغمبر نے اس سے کہا، " خود کو بطورتحفہ میرے حوالے کردو"(آجکل کے طرز کلام کے مطابق: مجھے اپنے ساتھ جنسی ملاپ کرنے دو) لڑکی نے جواب دیا، " کیا ایک شہزادی اپنے آپکو ایک معمولی آدمی کے سپرد کرسکتی ہے؟" جب محمد نے اسے مارنے کیلئے اس پر ہاتھ اٹھایا تب اس لڑکی نے پکارا۔" میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں" تو محمد نے ہاتھ روک لیا۔ بظاہروہ احساس جرم سے مغلوب ہوگیا اور اپنے پیروکاروں میں سے ایک کوحکم دیا کہ اس لڑکی کودو عدد سفید لینن کے لباس دیں۔ صاف ظاہر ہے کہ محمد اور لوٹ مار میں سرگرداں اس کے ساتھی اپنے ساتھ اسطرح کے لباس تو اٹھائے نہیں پھر رہے تھے کہ اپنے ستمزدوں کو بطورتحفہ پیش کرسکیں، وہ لازماً اس لڑکی کے قبیلے سےچرائے گئے ہونگے۔

جیؤنیہ لازماً کم عمر لڑکی ہوگی کیونکہ اسکےساتھ دائی بھی تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ اس لڑکی نے اسطرح کے آدمی کے ساتھ جو اسکو موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا اسقدر دلیری سےجواب دیا "کیا ایک شہزادی اپنے آپ کوکسی معمولی آدمی کے حوالے کرسکتی ہے؟" کسی شخص کوباور کرانے کیلئے یہ کافی ہے کہ وہ ایک بچی تھی۔

اس حدیث کا انگریزمترجم "شادی" کے لفظ کو بریکٹوں میں گھسیڑ دیتا ہے۔ یہ لفظ اصلی تحریر کا حصّہ نہیں تھا۔ عربی میں لکھی ہوئی

عبارت میں یہ لفظ اس طرح لکھا ہے – *ھبی نفسک لی*- لفظ حبّہ کبھی شادی کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔

حدیث میں لکھا ہے محمد نے اسے مارنے کیلئے ہاتھ اٹھایا تاکہ وہ چپ ہو جائے۔ مترجم نے جب یہ دیکھا کہ محمد کا یہ فعل غیرموزوں تھا تو اس نے مارنے کے لفظ کو "تھپکی" میں تبدیل کر دیا۔ یہاں پر یہ عربی لفظ آہوا "ہاوا" سے نکلا ہے۔ اس کو کسی صورت بھی تھپکی نہیں کہا جا سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سرعت اور پورے زور سے جیسے کدّال کی مدد سے زمین کھودنے میں زور لگایا جاتا ہے۔

جیؤنیہ نے کیوں آہ بھرتے ہوئے کہا " میں اللہ کی پناہ مانگتی ہوں تم سے"۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ محمد صرف اسکو تھپکی دے رہا تھا۔ صاف ظاہر ہے وہ جارحیّت سے پیش آرہا تھا۔

ان انگریزی ترجموں سے ہمیں جو تاثرّ ملتا ہے اس کے سبّب ہم قرآن اور احادیث میں چھپی برائیوں کی گہرائی کا ندازہ لگانے میں ناکام ہو جائیں گے۔ مترجم حضرات نے بڑی مہارت کے ساتھ تشدّد آمیز الفاظ کو نرمی کا جامہ پہنایا ہے۔ جب ہم محمد کے بارے میں اس کے مقتدّیوں کےتحریر کردہ واقعات کو پڑھیں جن میں انہوں نے محمد کو ایک نہایت ہی پارسا ہستی کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے تو ضرور ہمیں بین السطور پڑھنے کی کوشش کرنا چاہئے تاکہ ہم حقیقت کو جان سکیں۔ اس طرح کے واقعات کو گول کر جانا اس وقت مشکل ہو جاتا ہے جب دوسری زبانوں میں انک ترجمہ کیا جاتا ہے۔

محمد کی نامردی کے قصّے محض قیاس آرایاں ہیں۔ آپ ایسا کہہ سکتے ہیں، لیکن ایک ایسی حدیث بھی ہے جوہرشک کو رفع کردیتی ہے۔ ابن سعد اپنے معلّم وقدی کی روایت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

" الله کا رسول یہ بتایا کرتا تھاکہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جن میں جنسی ملاپ کی قوّت کم ہے، پھر الله نے برتن میں پکا ہؤاگوشت بھیجا، میں نے اس میں سے کھایا، میں نے پایا کہ مجھ میں طاقت آگئی اور میں جب چاہوں یہ کام کرسکتا ہوں"

یہ اعتراف اس نے خود اپنے منہ سے کیا ہے۔ یہ اب آپ پہ منحصر ہے کہ آپ اس الف لیلوی قصّے کےبارے میں کیا فیصلہ کرتے ہیں کہ الله کسقدراپنے منظور نظر پیغمبرکی جنسی من مرضیوں کے بارے میں فکرمند تھا کہ اس نے ایسے گوشت کا ایک برتن بھیجا تاکہ اس کی نامردی کا علاج ہوسکے، یا یہ نتیجہ نکالیں کہ ہمارا احساس برتری کا شکار جوانمرد جنگجؤ پیغمبر ــ جیسا کہ بہت سے عرب جو اپنی قوّت مردمی کو اپنے مرد ہونے کی نشانی سمجھتے ہیں اور متواتر اس پر فخر ہونے کا اظہار کرتےرہتے ہیں ــ پھڑیں مار رہا تھا اور اپنی نامردی کو چھپانے کی کوشش کررہاتھا۔ کیوں الله نے اس درد شقیقہ کا علاج نہیں کیا؟ کس جانور کا گوشت ایسا ہے جس میں ویاگرہ جیسی تاثیر ہے۔

ایک اور حدیث کے مطابق محمد کہتا ہے،" جبرائیل میرے لئےکھانے کا ایک برتن لایا۔ میں نے اس میں سے کھایا اور مجھ میں 40 مردوں جتنی قوّت مردمی پیدا ہو گئی۔"

کیونکہ یہ دعوی باکل بیہودہ ہے اسلئے یہ بات زیادہ منطقی ہے کہ محمد نے یہ کہانی گھڑی ہے تاکہ اس حقیقت کو چھپایا جاسکے کہ محمد جنسی اعتبار سے نااہل تھا۔ ایک خودپرست جو اسقدر بےپایاں شان وشوکت والی انا کا مالک ہو اس کیلئے یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس کو نامرد سمجھا جائے۔

محمد کی سوانع حیات کو اگر بین السطور پڑھا جائے تو اس کی زندگی کے کئی سارے راز بے نقاب ہونگے۔ یہ بہت حیرت انگیز ہے کہ جس دن ابراہیم کا انتقال ہؤا، محمد مسجد میں گیا اور نماز کے بعد، سب موضوعات میں سے، جس موضوع کے بارے میں واعظ کی وہ تھا زناکاری اور زانیّوں کوجو سزا دی جائیگی۔ وہ ممبر پر چڑھ کر سانڈھ کی مانند ڈکارنا شروع ہو گیا:

او رسول کے مقتدیو! اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی اللہ سے زیادہ غیرتمند نہیں ہے[محمد نے پڑھا] اس نے منع کردیا ہے اپنے غلاموں کو، چاہے وہ مرد ہیں یا عورت، کہ وہ زنا (غیرقانونی جنسی ملاپ) سے دور رہیں۔ او محمد کے مقتدیو! اللہ کی قسم! اگر تم کو پتہ چل جائے جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو گے بہت کم اور رؤو گے زیادہ۔

غیرت کا مطلب کسی شخص کی شرم وحیا اور عزت کا احساس ہے۔ اسکا اصل مطلب ہے کسی چیز کا مالک کل ہونا۔ کسی کی غیرت کو اسوقت ٹھیس پہنچتی ہے جب کوئی چیزیا کوئی شخص جو اس کیلئے محترم ہو اور اس کو بگاڑا جائے۔ مثال کے طور پر اگرتم کسی مسلمان کی بیوی کو چھوتے ہو، اس کی بہن یا بیٹی کو، یا وہ عورت جو تمہارے ساتھ بدفعلی کرتی ہے تو اسکی غیرت مجروح ہوتی ہے ۔ نتیجآ، اسکو اس کا انتقام لینا چاہئے تاکہ اس کی عزت بحال ہوجائے۔ اگر اس میں غیرت بہت زیادہ ہے، تو وہ یا تو آپکو قتل کر دے یا اپنی رشتہ دار اس عورت کو، صرف اسی صورت میں اسکی عزت بحال ہو سکتی ہے، اور جو اس پر کسی ردّ عمل کا مظاہرہ نہیں کرتا تو وہ بے شرم اور بے غیرت ہے۔

نوٹ فرمائیے کہ محمد اللہ کی غیرت کا ذکر کررہا ہے، اگر اللہ کی کوئی عورت رشتہ دار ہی نہ ہو تو کیسے اس کی غیرت مجروح ہوگی۔ یہ سمجھنا قطعاً دشوار نہیں ہے کہ محمد نے خود کو اللہ والی شناخت دی۔ وہ اپنی غیرت کے بارے میں بات کررہا تھا۔ اسکو ماریہ پر شک تھا اور زناکاری پر عبرتناک عذاب کے بارے میں یہ شعلہ فشاں واعظ انتہائی بے موقع تھا جبکہ اس کے بچے کی تجہیزوتکفین ہو رہی تھی۔ اللہ اسکا ہمزاد تھا۔ اس بات کی اہمیّت کو بڑہانے کی غرض سے اس نے کہا:

مجھے دوزخ کی آگ (اب) دکھلائی گئی ہے، ایسا بدترین اور اندوہناک منظر جو پہلے کبھی نہیں دیکھا اور میں نے آج دیکھا۔

کیا وہ یہ الفاظ ماریہ کو سنانے کی خاطر کہہ رہا تھا۔ اپنے بیٹے کی تجہیزوتکفین کے موقع پر زناکاری اور دوزخ کی آگ کے ڈراووں کے کیا معنی؟

* * * * * * * * * * * * * * * * * * * *

باب چہارم

دیگر دماغی امراض

خود پرستی کی بیماری کے ہمراہ زیادہ ترکئی اور ملتی جلتی بیماریاں بھی ہوتی ہیں ۔ جیسا کہ، طبّی اعتبار سے، ٹی ایل ای کے مریض میں متعدّد نفسیاتی امراض کی شناخت کی گئی ہے۔ سائکیٹری میں سائیکالوجی اور مینٹل ہیلتھ کونسلنگ کوماربڈٹی کا تعلق ایک مریض میں بیک وقت متعدّد بیماریوں کا پایا جانا ہے۔ اس باب میں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ محمد میں کئی اور ملتی جلتی بیماریاں بھی تھیں جن میں اوبسیّسو-کمپلسّو ڈس آرڈر یعنی بے ترتیب مجبورکن والہانہ لگاؤ بہت نمایاں ہے۔

بےترتیب مجبورکن- والہانہ لگاؤ کا مرض

Obsessive-Compulsive Disorder (OCD)

کینیڈین مینٹل ہیلتھ ایسوسی ایشن کے مطابق اوسی ڈی(OCD) ایک اینگزائٹی ڈس آرڈر ہے جوکہ طبّی ابتریوں کے اس گروپ کا حصہ ہے جسمیں سوچنے سمجھنے، روّیہ اپنانے، جذباتیات ،اور حسّیات سے متعلقہ صلاحیتیں متاثر ہوتی ہیں۔

مجموعی طور پر یہ ابتریاں دماغی صحت سے متعلقہ مسائل کاحصہ ہوتی ہیں۔ یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ دس میں سے ایک اینگزائٹی ڈس آرڈر کا مریض بعض اوقات اپنی زندگی میں..... ان لوگوں کیلئے جو اینگزائٹی ڈس آرڈر کے مریض ہیں بےہنگھم لگاؤ تواتر سے پیدا ہونے والے خیالات کے گورکھدھندےمیں الجھا دیتا ہے ۔ ایسے خیالات مذہبی رسومات (لوازمات) کی طرف انکی رہنمائی کرتے ہیں، بعض اوقات ایکدن میں کئی کئی گھنٹے..... شکوک وشبہات اور پریشانیاں، توہمات اور مذہبی لوازمات ان میں سے ہر کسی کیلئے بہت عام معمول ہے۔ او سی ڈی اس وقت وقوع پذیر ہوتا ہے جب تفکرات بے ہنگھم لگاؤ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں تومذہبی لوازمات اسقدر بڑھ جاتے ہیں کہ انسانی حیات پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے دماغ میں چلنے والے پلاسٹک کے ریکارڈ میں جھری پڑ جائے اور سوئی اسی جگہ اڑ جائے اور گانے کا ایک ہی حصہ بار بار بجتا رہے۔

بے ہنگم لگاؤ بار بار ذہن میں آنے والے خیالات و نظریات، یکا یک پیدا ہونے والا خیال یا منظر کا نام ہے؛ یہ بیجا دخل اندازی ہے اور غیر منطقی ہے۔ عام قسم کے مجبورکن بے ہنگھم لگاؤ ذہنی آلودگی، شکوک و شبہات اور گمراہ کن مذھی اور جنسی خیالات کےگرد گھومتے ہیں...... اکثر، کسی ایک شخص کے بے ہنگھم لگاؤ میں اسکے ساتھ شامل ہوتے ہیں خوف کا احساس، تنفر اور شبہات، یا اس قسم کا عقیدہ کہ اس طرح کے اعمال جاری رہنے چاہیئیں تا کہ.... او سی ڈی کے مریض اپنے اس پاگل پن سے چھٹکارا مذہبی رسومات کی بجاآوری میں تلاش

کرتے ہیں، وہ ایسا بار بار کرتے ہیں، اور اکثر کسی خاص "ضابطے" کے تحت۔

او سی ڈی کے مریض بچوں میں اضافی نفسیاتی الجھنوں کے ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ انکو اس طرح کی صورتحال کا سامنا ہوتا ہوکا جیسا کہ پینک ڈس آرڈر یا سوشل فوبیا، ڈیپریشن، سیکھنے سکھانے میں ابتری، ٹک ڈس آرڈر، ڈسرپٹو بحیویئر ڈس آرڈرز اور ڈسمورفک ڈس آرڈر(امیجنڈ اگلینیس)۔

مندرجہ بالا تعریف کے مطابق اس کا احتمال ہے کہ محمد کوایگزائیٹی ڈس آرڈر کا مرض بھی لا حق تھا ۔ اس کو مذہبی لوازمات سے بھی والہانہ لگاؤ تھا، جیساکہ وضو کیسے کیا جائے؛ کتنی دفعہ نماز پڑھی جائے اور اور کیسے پڑھی جائے۔ اس نے بڑی تفصیل سے وضاحت کی کہ منہ کیسے دھویا جائے اورناک، کان ، ہاتھ وغیرہ اور کس ترتیب سے۔ یہ تمام لوازمات بشمول ادائیگی نماز کے وقت نمازی کی مختلف پوزیشنیں بے معنی ہیں، لیکن اس کے لئے اس کی بہت اہمیّت تھی۔ یہاں تک کہ اگرنماز پڑھنے والے سے کوئی معمولی سے بھول بھی ہو جائے تو اسکی نماز نہیں ہوتی۔ نماز تو اللہ کے ساتھ گفتگو کرنا ہے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ گفتگو قبول نہیں ہوئی۔ لیکن محمد کے نزدیک نماز کا مطلب کچھ اور ہے۔ یہ تو جیسے وہ چوٹے موٹے کام ہیں جو گھر کے نوکر چاکر معمول کے مطابق کرتے رہتے ہیں تاکہ مالک منظور کر لے۔ یہ واحد طریقہ ہے کہ کوئی جان سکے کہ وہ او سی ڈی کا مریض تھا۔ او سی ڈی کے مریضوں کو اعداد ، رسومات اور نمونوں سے خاص لگاؤ ہوتا ہے ۔ محمد کو تین کے ہندسے سے بڑا لگاؤ تھا۔ بہت سارے ایسے لوازمات ہیں جنہیں مسلمان تین تین دفعہ عمل میں

لاتے ہیں۔ اسکی کوئی منطقی وضاحت نہیں ہے سوائے اسکے کہ وہ محمد کی سنت ہے۔

مندرجہ ذیل چند ایسی مذہبی رسومات ہیں جن ادائیگی نماز سےقبل عمل کرنا ضروری ہے:

- اس کی نیّت باندھنا کہ یہ عمل عبادت کی غرض سے ہے۔
- تین دفعہ پانی کے ساتھ کلی کرنا۔
- تین دفع نتھنوں میں پانی گھسا کر انکی صفائی کرنا۔
- تمام چہرے کی تین دفعہ دھلائی۔
- دائیں بازو کی کہنی کے سرے تک دھلائی اور اسی طرح بائیں بازو کی۔
- گیلے ہاتھوں کے ساتھ مکمل سر یا اسکے کسی حصے کا مسح کرنا۔
- کانوں کے اندر کے حصے کا مسح شہادت کی انگلیوں کے ساتھ اور کانوں کا نچلا حصہ انگوٹھوں کے ساتھ ۔ یہ سب گیلی انگلیوں کے ساتھ کرناہو گا۔
- گیلے ہاتھوں کے ساتھ گردن کے گرد مسح۔
- دونوں پیروں کی ٹخنوں تک تین دفعہ دھلائی پہلے دائیں پاؤں کی۔

تین دفعہ ہر چیزکے دھونے کا کیا مقصد؟ سر اور گردن کا گیلے ہاتھوں سے مسح کرنے کی کیاضرورت ہے؟ یہ ایسے ہی بے مقصد قسم کی رسومات ہیں جس کا نہ ہی کوئی صفائی سے تعلق ہے اور نہ ہی روحانیّت سے۔

محمد کا مذہبی لوازمات سے والہانہ لگاؤ اس عمل سے جسے *تیّمّم* کہا جاتا ہے بھی عیاں ہوتا ہے۔ جب پانی دستیاب نہ ہو، یا کوئی ایسی وجہ کہ پانی کا استعمال نہ کرنا ہو اس *تیّمّم* کا حکم دیا۔ یہ مندرجہ ذیل طریقے سے انجام دیا جاتا ہے:

- دونوں ہاتھوں کو مٹی، ریت یا پتھر پر پھیرو
- دونوں ہاتھوں کو جھٹکو اور چہرے پر ملو جیسے وضو کرتے وقت کیا۔
- دوبارہ ہاتھوں کو جھٹکواور پہلے دائیں بازو پر بائیں ہاتھ کی مدد سے کہنی تک پھیرو اور پھربائیں بازو پر دائیں ہاتھ سے۔

یہ قوانین بےہودہ ہیں۔ ادائیگی نماز کی مختلف حالتوں کے بارے میں بھی یہی کہا جاسکتا ہے، جیسا کہ *قیام* (کھڑے ہونا)، *سجود*(زمین بوش)، *رکوع*(جھکنا) اور *جلسا* (بیٹھنا)۔ اسلام ایسے بے ڈھنگےقوانین سے بھرا پڑا ہے جومحمد کا نمونوں اور ہندسوں سے والہانہ لگاؤ ظاہر کرتا ہے اور اسکے او سی ڈی کےمریض ہونے کا بھید کھولتا ہے۔

ذیل میں بیان کئے گئے چند مذہبی لوازمات ہیں جنکو مسلمان محمد کی سنّت تصوّر کرتے ہیں اور بڑی احتیاط سے ان پرعمل کرتے ہیں۔جن کا قطعاً کوئی مقصد نہیں ماسوائے اسکے کہ محمد کا اس سے تعلق تھا، اوران پر عمل نہ کرنے والوں کو سخت سزا ملےگی اور جو ان پر عمل کریں گے انکو انعام ملیگا۔

- زمین پر بیٹھ کر کھانا۔
- دائیں ہاتھ سے کھانا۔

- اس طرف سے کھانا جو آپ کے سامنے ہو۔
- کھانے سے پہلے جوتے اتارنا۔
- جب کھانا کھایا جارہا ہو تو دونوں گھٹنے زمین پر ہوں یا ایک گھٹنا اٹھا ہؤا ہو یا دونوں گھٹنے اٹھے ہوئے ہوں۔
- جب کھانا کھا رہے ہوں تو مکمل خاموشی منع ہے۔
- تین انگلیوں سے کھانا کھائیں۔
- بہت گرم کھانا نہیں کھانا چاہئیے۔
- کھانے پر پھونک مت ماریں۔
- کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنا۔
- ایک مسلمان کو دائیں ہاتھ سے پانی پینا چاہئیے۔ شیطان بائیں ہاتھ سے پانی پیتا ہے۔
- بیٹھ کر پانی پینا۔
- تین سانسوں میں پانی پینا اور ہر آخری گھونٹ کے اختتام پر برتن کو ہونٹوں سے الگ کرنا۔
- اپنا بستر خود بچھانا۔
- بسترچھوڑنے کے بعد تین دفعہ بسترجھاڑنا۔
- دائیں طرف سونا۔
- سوتےوقت دائیں ہتھیلی دائیں رخسار کے نیچے رکھنا۔
- سوتے وقت گھٹنوں کو ہلکا سا مڑا رکھنا۔
- کعبے کی طرف منہ رکھنا۔
- سونے سے قبل تین دفعہ سورۃ اخلاص، سورۃ فلق، سورۃ الناس پڑھنا اوراس کے بعد تین دفعہ سارے جسم پر پھونکیں مارنا۔
- سو کر اٹھنے پر چہرے اور آنکھوں پر اپنی ہتھیلیاں ملنا۔

- جب رسوللہ کوئی لباس پہنتے تو ہمیشہ دائیں طرف سے شروع کرتے ۔
- جب رسوللہ لباس اتارتے تو ہمیشہ بائیں بازو کی طرف سے کرتے۔
- مردوں کیلئے لازم ہے کہ انکا لباس ٹخنوں سے اوپر ہو اورعورتوں کا ٹخنوں سے نیچے۔
- مردوں کے سرپر پگڑی لازم اور عورتوں کو ہر وقت سر پر دوپٹہ۔
- جب جوتا پہننا ہو تو پہلے دایاں جوتا اور پھر بایاں۔
- جب جوتا اتارنا ہو تو پہلے بایاں اور پھر دایاں۔
- جائے حاجت میں سر ڈھانپ کر جانا۔
- حاجتگاہ میں داخلے سے قبل دعا پڑھنا۔
- حاجتگاہ میں پہلے بایاں پاؤں اندر رکھنا۔
- پیشاپ بیٹھ کر کرنا۔ کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرنا۔
- حاجتگاہ سے باہر آتے وقت دایاں پاؤں پہلے باہر نکالنا۔
- حاجتگاہ سے باہر آکر دعا پڑھنا۔
- حاجت کے وقت قبلہ کی طرف نہ منہ اور نہ ہی پیٹھ کرنا۔
- حاجتگاہ میں مکمل خاموشی۔
- پیشاپ کی چھینٹوں سے مکمل پرہیز(اس میں لاپرواہی قبر کے عذاب کا سبب بنتی ہے)۔
- مسواک (لکڑی کا ٹوتھ برش) کا استعمال رسولاللہ کی بہت بڑی سنت۔ اور وہ جو وضو کے وقت مسواک کا استعمال کرے اور

اس کے بعد صلواۃ پڑھے اسکا ثواب 70 گنا زیادہ ہے۔ اور بروز جمعہ غسل کرنا۔

- مشت کے برابر لمبی داڑھی رکھنا۔
- اپنے جوتے بائیں ہاتھ میں اٹھانا۔
- مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں پہلے اندر رکھنا۔
- مسجد سے باہر نکلتے وقت بایاں پاؤں پہلے باہر نکالنا۔

عائشہ نے محمد کےبارے میں ایک کہانی بتائی جب محمد آدھی رات کو اٹھ کر قبرستان دعا پڑھنے گیا۔

جس دن میری باری تھی، رسوللہ (اس پر اللہ کی سلامتی ہو)نے رات میرے ساتھ بسر کرنا تھی، اس نے میری طرف پیٹھ پھیر لی، اپنا بالا پوش اوڑھ لیا اور جوتے اتار دیئے اور اپنے پیروں کے نزدیک رکھ لئے، اور اپنی شال کا ایک کونا بچھا لیا اور لیٹ گیا تاوقتیکہ اسنے سمجھا کہ میں سو چکی ہوں۔ اس نے اپنا بالاپوش اٹھایا اور آہستگی سے اپنے جوتے پہنے، دروازہ کھولا اور باہر نکل کر دروازہ آہستگی سے بند کردیا۔ میں نے اپنا سر ڈھانپ لیا، اپنا نقاب پہن لیا اور کمر بند کس لیا اور اس کے پیچھے ہو لی یہاں تک کہ وہ بقیع (قبرستان) پہنچ گیا۔ وہ وہاں پر کھڑا ہو گیا اور کافی دیر کھڑارہا۔ پھر اس نے تین دفعہ اپنے ہاتھ اٹھائے، اور واپس لوٹا اور میں بھی واپس لوٹی۔ اس نے اپنی چال میں تیزی پیداکی اور میں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اسنے بھاگنا شروع کردیا اور میں نے بھی بھاگنا شروع کردیا۔ وہ (گھر) پہنچ گیااور میں بھی (گھر) پہنچ گئی۔ میں، تاہم، اس سے پہلے (گھر) میں داخل ہوئی اور جب میں بستر میں داخل ہوئی تو

وہ (نبی پاک) گھر میں داخل ہوئے، اور کہا: ایسا کیوں ہے، او عائشہ، تمہاری سانس کیوں پھولی ہوئی ہے؟ میں نے کہا : کچھ نہیں۔ اس نے کہا: مجھے بتاؤ وگرنہ صبطل اور اوارے مجھے بتادینگے۔ میں نے کہا :اللہ کےرسول، میرےماں باپ تجھ پر قربان ہوں، اور پھر اسکو(ساری کہانی) سنا دی۔ اس نے کہا: کیا وہ اندھیرا سا (تمہارا سایہ) تھا جو میرے آگے تھا؟ میں نے کہا : ہاں۔ اسنے مجھےسینےپر مارا جس پر مجھے درد ہؤا، اور سا نے کہا: کیا تم نے سوچا کہ اللہ اور اللہ کا رسول تمہارے ساتھ ناانصافی کریگا؟ عائشہ نے کہا، جو کچھ بھی لوگ چھپاتے ہیں، اللہ کو اسکا علم ہو جاتا ہے۔ اس نے کہا: جبرائیل میرے پاس آیا جب تم نے مجھے دیکھا۔ اس نے مجھے بلایا اور تم سے چھپائے رکھا(اسلئے کہ وہ تمہارے پاس نہیں آیا تھا)، کیونکہ تم نے پورے کپڑے نہیں پہنے ہوئے تھے۔ میں نے سمجھا تم سو چکی ہو، اور میں نے تمہیں جگانہ پسند نہیں کیا، اس ڈر سے کہ کہیں تم خوفزدہ نہ ہوجاؤ۔ اس (جبرائیل) نے کہا: تمہارے آقا نے تمہیں حکم دیا ہے کہ بقیع کے مکینوں کےپاس جاؤ(ان لوگوں کے پاس جو قبروں میں سوئے پڑے ہیں) اور انکیلئے مغفرت مانگو۔ میں نے کہا : اللہ کے رسول، میں کیسے انکیلئے دعا مانگوں (میں کسطرح انکیلئے مغفرت کی دعا مانگوں)؟ اس نے کہا: کہو، اس شہر(قبرستان) کے مکینوں تم پر خدا کی سلامتی ہو ایمان والو اور مسلمانو، اور اللہ ان پر بھی اپنا رحم کرے جو ہم سے پہلے گذرے ہیں ،اور وہ جو بعد میں آئیں گے، اور ہم بھی، اللہ نے چاہا، تو تم سے ملیں گے۔

اللہ ضرور پاگل ہے کہ آدھی رات کے وقت پیغمبر کو حکم دیتا ہے کہ مرے ہوئے لوگوں کیلئے دعائے مغفرت کرے۔ کیا وہ انکواپنے پیغمبر کو اتنے نامناسب موقع پر تکلیف دیئے بغیر معاف نہیں کرسکتا؟ کسقدر تعجّب ہے کہ محمد کے ساتھی اس کے عجیب وغریب روّیے کو جوکہ نشاندھی کرتا ہے کہ وہ نفسیاتی مریض ہے بلکہ وہ اسے اسکے پرخلوص ہونےکے ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

ایک حدیث میں محمد اپنے پیروکاروں کی سرزنش کرتا ہے" اپنی ایڑیوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ" اور گیلے ہاتھ سے ان مسّح کرو۔ محمد کی اس میں غرض صفائی نہیں بلکہ ایک رسم ہے۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے اسطرح بچا سکتا ہے کہ اپنے پیروں کے اوپر یا جرابوں کے اوپر سے گیلے ہاتھ پھیر لے:

> **المغیرہ بن شعابہ سے روائت ہے: میں ایک دفعہ اللہ کے رسول کے ساتھ ایک سفر میں ہمرکاب تھا کہ وہ رفع حاجت کیلئے چلا گیا(فارغ ہونے کے بعد) میں نے اسپرپانی ڈالا اور اس نے وضو کیا؛ اس نے اپنا چہرا دھویا، کہنیوں تک بازو دھوئے اور گیلے ہاتھوں کو اپنے سر پر پھیرا اور اپنے چمڑے کے موزوں پر۔**

ایک اور حدیث میں بخاری حمران(عثمان کا غلام) کے حوالے سے بتاتا ہے:

> **میں نے دیکھا 'عثمان بن' عفّان نے آبخورہ منگوایا(اور جب وہ آگیا) اس نے اسکے ہاتھوں پر پانی ڈالا اس نے انہیں تین دفعہ دھویا اور پھر اس نے اپنا دایاں ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا اور پانی سے کلی کی، پھر اس نے اپنی ناک میں ڈالا اور ناک سے سانس باہر نکال کر اس کو صاف کیا۔ پھر اس نے اپنا چہرا دھویا**

اور کہنیوں تک دونوں بازوؤں کو تین بار دھویا، اپنے گیلے ہاتھ سر پر پھیرے اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک تین دفعہ دھویا۔ پھر اس نے کہا، " اللہ کے رسول نے فرمایا،' اگر کوئی اسی طرح وضو کرے جیسے میں نے کیا ہے اور دو رکعت نماز ادا کرے اور اس کے دوران کسی اورچیزکے بارے میں (سوائےاس وقت کی نماز) نہ سوچے تو اس کے تمام گناہ معاف ہوجائیں گے۔" [پھر اس نے مزید کہا] " میں نے رسول کو یہ کہتے ہوئے سنا،' اگرکوئی شخص مکمل صیح وضو کرے اور با جماعت فرض نماز ادا کرے، اللہ اس کے وہ گناہ جو اسنے اس(نماز) کے اور (اگلی) نماز جب وہ ادا کریگا تک کے سب گناہ معاف کردیگا۔

یہ انتہائی غیرموزوں ہے۔ صرف وہ شخص ہی ایسا سوچ سکتا ہے کہ بعض مذہبی رسومات کی ادائیگی سے ہی گناہ معاف ہوجاتے ہیں جو او سی ڈی کا مریض ہو۔ جبّرکے تحت کرائے گئے عوامل کا مطلب ہے تواتر سے دہرائے جانے والے روّیے یا ذہنی عوامل جسکے ذریعے ایک شخص کو ہانکا جاتا ہے کہ وہ چند ضابطوں کے تحت زندگی گزارے اور ان پر سختی سے عمل کرے، اور ان روّیوں اور ذہنی عوامل کا مقصد یہ ہو کہ مصیبت سے بچا جائے یا اس کو کم کیا جائے یا ایک ہیبتناک واقعہ یا صورتحال سے بچا جائے، جیسا کہ دوزخ سے۔

اسلام بے معنی رسومات اورضابطوں سے بھرا پڑا ہے۔ وضو، غسل، لازمی نمازیں اور لازمی حج اور روزے وغیرہ کے ضابطے، اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ محمد کو ان لوازمات سے پاگل پن کی حدتک لگاؤ تھا۔ اس نے یہ تک بھی سمجھایا کہ رفع حاجت کے بعد پیٹھ صاف کرنے کیلئے کتنی مٹی کی ڈھیلیوں کی ضرورت ہو گی۔ (ان کی تعداد

طاق ہندسوں میں ہونی چاہئیے۔ تین ڈھیلیاں چار سے بہتر صفائی کرتی ہیں)

ایک حدیث کے مطابق محمد نے بتایا کہ، " جب تم میں سے کوئی پیشاب کررہا ہو، اس کو اپنا عضوّ تناسل تین دفعہ صاف کرنا ہوگا۔" ایران کے آیت اللہ نے یہ نتیجہ نکالا کہ عضوتناسل کو تین دفعہ سکیڑنے کے بعد کپڑوں پرگرنے والے پیشاب کے قطرے پاک ہوتے ہیں اور ان سے نماز فسسق نہیں ہوتی۔

شزوآیڈ اور شزوٹائپل ڈس آرڈر

(Schizoid and Schizotypal Disorders)

ہو سکتا ہے کہ محمد کوشزوآیڈ پرسنیلیٹی ڈس آرڈر کا مرض بھی لاحق ہو۔ شزوآیڈ ایک ایسی حالت کا نام ہے جس کی وجہ سے لوگ سماجی مصروفیات سے بیزار ہوتے ہیں اور دوسروں سے میل جول رکھنے سےمتواتر کتراتے ہیں۔ اس ابتری کے شکار لوگ عمومی طورپراکیلے ہی رہتے ہیں اور ان میں دوسروں کےساتھ تعلق بنانے کی اہلیّت مفقود ہوتی ہے۔

ایسے لگتا ہے کہ محمد اس پر پورا اترتا ہے خاص طور پر اپنے بچپنے اور ایّام جوانی میں، اور جب تک اس نے اپنے پیغمبر ہونے والا کیرئیر شروع نہیں کیا تھا جب وہ ان لوگوں میں گھرا رہتا تھا، جو اس کے دوست نہیں اور جواس کے ہم پلہ ہوں بلکہ اس کے حق میں رائے دینے والے اور اسکے مدّاح تھے۔ محمد صرف اسی حا لت میں خود کو

مطمئن پاتا تھا۔ اس وقت تک وہ تنہا ہی رہا، پژمردہ اور مزاح سے تہی۔ وہ سماجی اجتماعات میں مدّعو نہیں کیا جاتا تھا۔ شخصیّت سازی کی عمر میں محمد بالکل سپاٹ اورمحدود جذبات رکھنے والا تھا، اور اردگرد کے ماحول سے قطعی لا تعلق نظر آتا تھا۔ اسی دوران وہ اندر سے جذباتی سکون کا متلاشی تھا، اور اردگرد کے ماحول کے بارے میں انتہائی حسّاس اور بوکھلایا ہؤا۔

شزوآیڈ پرسنیلیٹی ڈس آرڈر کے مریض یا تو تعلقات بنانے اور انکو قائم رکھنے کی اہلیّت ہی نہیں رکھتے اور یا وہ دوسروں کی کمپنی میں فکر مند رہتے ہیں اور گھٹن محسوس کرتے ہیں۔ اسی لئے وہ اپنی اندرونی دنیا میں لوٹ آتے ہیں اور اپنے لئے تحفظ ڈھونڈھتے ہیں۔

اپنے پیغمبری مہم سے پہلے محمد تنہا تھا۔ خدیجہ سے شادی سے قبل وہ بکریاں چرانے والے زنانہ پیشے سے منسلک تھا جہاں دوسرے لوگوں سے میل جول کم سے کم تھا۔ ایک موقع پرجب وہ ایک نارمل جوان کی طرح حرکتیں کررہاتھا تو اس نے ایک شادی کی محفل میں گھسنے کی کوشش کی، اس نے اپنے آپ کو مشکل میں پایا، اس کا جی متلایا اور بھار سے نیچے جھکا اذیّتناک اینٹھن کیوجہ سے۔ وہی محمد جو بعد میں بوڑھی عمر میں جاکر ایک پھول پھول منڈلانے والا بھنورا بن گیا تھا، اپنے ایّام جوانی میں مخالف جنس کے ساتھ تعلقات اسطوار کرنے کی اہلیّت نہیں رکھتا تھا اور کنوارہ ہی رہا جب تک کہ خدیجہ نے اس کے ساتھ شادی کرنے کی تجویز نہیں دی۔ یہ سب کچھ اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ وہ شزوآیڈ پرسنیلیٹی ڈس آرڈر کا مریض تھا۔

ویکنن وضاحت کرتا ہے، " نقّالی کرنے والے اداکار خودپرستوں سے مشابہت رکھتے ہیں ۔ دونوں کو زبردستی توجع حاصل کرنے کی

خواہش ہوتی ہے اور توجع کا مرکز نہ بنےرہنے کی صورت میں سخت بے چین اور انتہائی مایوس ہو جاتے ہیں۔ ان کو تو محفل کی جان بننا ہوتا ہے۔ اور مرکزی کردار کی عدم ادائیگی کی صورت میں، خود کو ناکارہ محسوس کرتے ہیں، انکو غش پڑ جاتی ہے، اور گم سم ہوجاتے ہیں۔"

شزوآیڈ پرسنیلیٹی ڈس آرڈر کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ وہ "شزوفرینک سپیکٹرم" ڈس آرڈرزکا حصہ ہے، جس میں شزوٹائپل ڈس آرڈر اور شزوفرینیا بھی شامل ہے۔ ان تمام حالتوں میں علامات یکساں ہوتی ہیں، جیسا کہ بھائی بندی والے تعلقات بنانے کی صفت کی عدم موجودگی اور پیار بھرے جذبات کے اظہارکی ناپیدگی۔ جن لوگوں میں شزوآئڈ پرسنیلیٹی والےآثار پائے جاتے ہیں انمیں نمایاں فرق یہ ہوتا ہے کہ وہ عموماً ادراکی ابتریوں، مالیخولیا یا فریب نظر والی خصوصیات اور شزوٹائپل پرسنیلیٹی یا شزوفرینیا کے تحت پیش آنے والے حادثات کے تجربے سے نہیں گذرتے۔

محمد عجیب وغریب قسم کے اعتقادات کا مالک تھا، اسکو جن بھوت ، فرشے، شیاطین اور بدّروحیں نظر آتی تھیں۔ اسکا دعوی تھا کہ وہ جنّات کے شہر میں گیا اور اس نے انکے درمیان ایک رات گذاری۔ اس کو مالیخولیا تھا جیسا کہ قرآن سے ظاہر ہوتا ہے۔ سن بلوغت میں شزوٹائپل پرسنیلیٹی ڈس آرڈر کے آثارگوشہ نشینی یا بلند درجے کی سوشل اینگزائٹی کی جانب کشش کا سبب بن سکتے ہیں۔ بچہ اپنی عمر سے کم کارگردگی دکھا رہا ہوتا ہے یا اپنے ہمرکابوں سے سماجی اعتبار سے قدم بہ قدم نہیں ہوتا۔ محمد بارے میں یہ حرف بحرف درست

ہے، حالانکہ وہ اشرافیہ سے تعلق رکھتا تھا جہاں ہر کوئی لکھنا پڑھنا جانتا تھا وہاں وہ ناخواندہ ہی رہا۔

باوجود اس حقیقت کے زیادہ امکان اسی کا ہے کہ شزوآئیڈ کی علامات اور کسی حد تک شزوٹائپل پرسنیلیٹی ڈس آرڈر کا وجود بھی محمدکے اندر تلاش کیا جاسکتا ہے، یہ کہنا قطعی مشکل نہیں کہ محمد میں سائیکوسز یا شزّوفرینیا کی علامات بھی موجود تھیں۔

مالیخولئیے والا شزوفرینیاز

شزّوفرینیا کی بے بہا اقسام ہیں۔ جو قسم محمد پر بالکل فٹ بیٹھتی ہے وہ ہے مالیخولیئے والا شزّوفرینیا۔ مالیخولیئے والے شزّوفرینیا کی صورت میں روزمّرہ کی سوچنے سمجھنے اور کام کرنے کی صلاحیّت دوسری اقسام کے شزّوفرینیا سےقدرے بہتر ہوتی ہے۔ مریض کو اپنی یاداشت، توجع مرتکز کرنا اور جذبات میں بے رونقی جیسے مسائل کا سامنا نہیں ہوتا۔ پھر بی، مالیخولیے والا شزّوفرینیا تشویشناک صورتحال ہے، تاحیات الجھن ہے جو کسی بھی پیچیدگی کا سبب ہو سکتی ہے، بشمول خودکشی پر آمادہ روّیہ۔

مالیخولئیے والے شزوفرّینیا کی علامات اورنشانیوں میں شامل ہیں:

- سمعی فریب تصّور، جیسا کہ نامعلوم آوازیں سنائی دینا
- مغالطے میں رہنا ، اسطرح کا خیال کہ اسکا کوئی ساتھی ورکر اسے زہر دینے جا رہا ہے
- اضطرابی کیفیّت

- غصہ
- گم سم رہنا
- تشدّد
- زبانی بحث وتکرار
- سرپرستانہ روّیہ
- خود کشی پر مائل روّیہ

مالیخولئیے والے شزّوفرینیا کی صورت میں، آپ موڈ سے متعلقہ مسائل یا سوچ بچار والے معاملات، اور توجع مرکوز کرنے جیسے جھمیلوں سے متاثر ہونے سے کسی حد تک بچےرہتے ہیں۔ بلکہ، آپ ان چیزوں سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں جنہیں مثبت علامات کہا جاتا ہے۔

مثبت علامات وہ علامات ہوتی ہیں جو معمول سے ماورا خیالات کی موجودگی کی نشاندھی کرتی ہیں اور ایسے ادراک کی جو اکثر حقیقت سے دور لے جاتا ہے۔ مغالطےاور فریب تصّور مالیخولئیے والے شزّوفرینیا کی مثبت علامات ہیں۔

- **مغالطے** ۔ مالیخولئیے والے شزّوفرینیا کی صورت میں مغالطوں کا رخ اس ادراک پر ہوتا ہے کہ اکیلے آپ ہی کو نقصان پہنچانے کا ہدف بنایا جارہا ہے۔ آپکا دماغ پیش انے والے واقعات کی غلط ترجمانی کررہا ہوتا ہے اور آپ اسی بات پر پکے ہوجاتے ہیں اور اس کے برعکس کچھ سوچتے ہی نہیں۔ مثال کے طور پرآپ یہ سمجھنا شروع کردیں کہ حکومت آپ کی ہر چال پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہے یا یہ کہ آپکے ساتھ کام کرنے والاآپکے دوپہر کے کھانے میں زہر ملا دیگا(یہاں آپ اس بات کو بھی ذھن میں لائیں جس میں محمد اپنے دادا کے حوالے سے کہہ رہا ہے کہ

اس کے دادا نے دودھ پلانے والی آیا کو تمبیع کی تھی کہ وہ اسے یہودیوں اور عیسائیوں سے محفوظ رکھے کہیں وہ اسکو کوئی نقصان نہ پہنچائیں)۔ اور آپ اس مغالطے میں بھی ہوں کہ مثال کے طورپر آپ بڑی شان والے ہیں ۔ ایسا اعتقاد کہ آپ پرواز کرسکتے ہیں، اور یہ کہ آپ بہت جانے مانے ہیں اور آپ کے تعلقات بھی ایسے ہی لوگوں کے ساتھ ہیں۔ اس طرح کے مغالطوں کے نتائج تشدّد اور بیجا مداخلت کی صورت میں بھی ظاہر ہو سکتے ہیں اگر آپ اس پر یقین کرلیں کہ آپکیلئے لازمی ہے ان لوگوں کے خلاف اپنا دفاع کریں جو آپ کو نقصان پہنچانے پر تلے ہوئے ہیں۔

- **سمعی فریب تصّور**۔ سمعی فریب تصّور سنائی دینے والی چیزوں سے متعلقہ ادراک کو کہتے ہیں ۔۔ عموماً منہ سے نکلی ہوئی آوازیں ۔ جو کسی اور کو سنائی نہ دے رہی ہوں۔ یہ سنی جانے والی چیزیں ایک اکیلی صدا یا بہت ساری صدائیں ہو سکتی ہیں۔ یہ صدائیں آپ سے ہمکلام ہوسکتی ہیں یا آپس میں۔ یہ صدائیں عموماً ناخوشگوار ہوتی ہیں۔ یہ صدائیں آپ کی فکر اور اعمال پر رواں تنقید بھی ہو سکتی ہے، یا آپ کواپنی حقیقی غلطیوں یا وہ جو ابھی آپ کے ذھن ہی میں ہوں کے بارے میں پریشان کررہی ہوں۔ صدائیں آپ کو ان کاموں کا حکم دے رہی ہونگی جو آپ کیلئے اور دوسروں کیلئے نقصان دہ بھی ہو سکتے ہیں۔ اگر آپ مالیخولئیےوالے شزّوفرینیا کے مریض ہیں تو آپکو یہ صدائیں حقیقی لگیں گی۔ ہوسکتا ہے کہ آپ بولنا شروع کردیں یہ ان صداؤں پر چلّائیں۔

جھوٹے ذاتی اعتقادات کے علاوہ، بغیر کسی دلیل اورشہادتوں کے برعکس کسی چیز پر آپکا مکمل بھروسہ، فریب تصّور، تتر بتر خیالات، بے آرامی اور پرتشدّد/خواہمخواہ الجھنے والا روّیہ، یہاں پر ایک مخصوص سنڈروم بھی ہے جو شزّوفرینیا کی ایک قسم 'کیٹاٹونک بیحیوئیر' والی خصوصیات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے جس میں متاثرہ شخص کا بدن اکڑ سکتا ہے اور وہ کسی قسم کا ردعمل ظاہر کرنےسے قاصر ہو جائے گا۔

محمد کے تتربترخیالات کا اندازہ قرآن سے لگایا جاسکتا ہے، جس کی بہترین تعریف ان الفاظ میں کی جاسکتی ہے کہ وہ مصّنف کا ایک ڈراؤنا خواب تھا۔ وہ بھی تشدّد پر اتر آنے والا اوازار شخص تھا۔ صرف 10 سالوں میں اس نے 70 سے زیادہ جنگیں لڑیں، تمام اچانک کئے گئےحملوں کی صورت میں۔ جہاں تک اسکے کیٹاٹونک بیحوئیر کا تعلق ہے، ایک ایسا سنڈروم جس میں پٹھوں کے اکڑاؤ اور دماغ کے غوطے کھانے والی خصوصیات ہوتی ہیں، اس کو سمجھنے کیلئے اس کے چچاذاد بھائی علی کا بیان کافی ہے، جس نے کہا،" جب وہ چلتا تھا تو اپنے قدم بڑے جوش سے اوپر اٹھاتا تھا جیسے کوئی چڑھائی چڑھ رہا ہو۔ جب وہ کسی شخص کی طرف مڑتا تو وہ اپنا پورا جسم گھماتا۔"

محمد کے بچپنے کی چند کہانیاں، خصوصاً اس کے عجیب قسم کے فریب تصّور، مختلف آوازیں سنائی دینا اور لوگوں کا اس کے ساتھ اوٹ پٹانگ حرکات کرتے دیکھنا سے بھی تاثر ملتا ہے کہ وہ بچوں میں پائے جانے والے شزّوفرینیا میں بھی مبتلا تھا، یہ ایک ایسی ابدی دماغی بیماری(جو تمام جسم کو متاثر کرتی ہے:سائکوسس) جسمیں حقیقت کو نارمل انداز سے ہٹ کر بیان کیا جاتا ہے، اور بچے کی

کارکردگی پر گہرے منفی اثرات مرتب کرتی ہے۔ بچوں والا شزّوفرینیا میں فریب تصّور، مغالطے، غیر منطقی روّیے اور الٹی پلٹی سوچیں شامل ہیں۔

باہم متضاد ابتری

(Bipolar Disorder)

محمد میں manic-depressive (بائی پولرڈس آرڈر کا مقبول عام نام) ہونے کے امکانات بھی نمایاں ہیں۔ باہم متضاد ابتری کی صورت میں موڈ میں ڈرامائی الٹ پلٹ واقع ہوتی ہے۔ انتہائی "اونچائی" اور/یا زود رنجی سے غمگینی اور ناامیدی، اکثر ایسے وقفوں کی صورت میں جسمیں درمیانی عرصوں میں موڈ نارمل رہا ہو۔ گھڑی میں تولہ اور گھڑی میں ماشا ہونے والے واقعات کو مینیا اور ڈپریشن کہا جاتا ہے۔ شدید قسم کے موڈ کے اتار چڑھاؤ کے رموز اوقاف شدہ ہموار روّیوں والے وقفے اس ابتری کی خصوصیات کو بیان کرتے ہیں۔

بی ڈی (بائی پولر ڈس آرڈر) کی علامات ہیں: جنون کی حالت میں ہونے والے مرحلے میں، چڑچڑاپن، بلند درجہ کی خود تکریمی، بے خوابی، طاقتور ہونے کا احساس، تیز رفتار خیالات، خطروں سے مبّرا ہونے کا احساس، جانچنے کی صلاحیّت میں کمی، ابھرتی ہوئی جنسی امنگ، اور اس چیز سے انکار کہ کچھ غلط ہونے والا ہے۔ اورمغمومیّت کی حالت میں، ناامیدی اور بیقدرے ہونے کا احساس، یا

غم آلودگی، تھکاوٹ، احساس مرگ یا خودکشی، اور خود کشی کی کوششیں۔

ابن سعد نے ایک حدیث بیان کی ہے جس کی وضاحت بائی پولر ڈس آرڈر کی علامت کے طور پر کی جاسکتی ہے۔ وہ لکھتا ہے: " بعض اوقات پیغمبر اسقدر روزے رکھتا تھا، کہ جیسے وہ ایسا کرنا چھوڑے گا ہی نہیں، اور کبھی بہت عرصہ روزے نہیں رکھتا تھا جیسے وہ اب کبھی روزہ رکھے گا ہی نہیں۔"

ان اشارات کی بنیاد پر، یہ صاف ظاہر ہے کہ محمد بیشتر قسم کی نفسیاتی اور ذہنی ابتریوں میں مبتلا تھا۔ ایک سیانےOccam's razor کے محاورے کے مطابق کوئی گڑ سے مرجائے تو اس زہر دینے کی کیا ضرورت یعنی جب کسی امر کی وضاحت کیلئےکم سے کم مفروضوں سے کام بن جائے تو زیادہ کی کیا ضرورت۔ اگر ٹی ایل ای اور این پی ڈی ہی محمد کی کارکردگی اور اسکی پیغمبرانہ حیثیّت کی کلی کھول دے تویہ مابعدالطبیعاتی سہارے ، یہ بھان متی کا کھیل، اور یہ بےجواز الہامی توجیحات کی کیا ضرورت ؟ اب ہمارے پاس ایک سائنٹیفک شہادت موجود ہے کہ محمد غالبآ ذہنی مریض تھا، جو کہ اس ہمعصرپہلے سے ہی جانتے تھے۔ افسوس، وہ اس کی سفّاکانہ طاقت کی بھینٹ چڑھ گئے اور یہ صدائیں خاموش کرا دی گئیں۔

یہ قدرت کی کیسی ستم ظریفی ہے کہ ایک ارب سے زیادہ لوگ اس پاگل شخص کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں، اسکو پیغمبر مانتے ہیں اور ہر لحاظ سے ویسا بننا چاہتے ہیں۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کی مسلم دنیا کمزور ہوتی جارہی ہے۔ مسلمانوں کی حرکات کو اس زیادہ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ پاگل ہیں۔ یہ اسلئے ہے کہ انکا راہنما اور قابل تقلید

شخص ذہنی خلل کا شکار ہے۔ جب صیح العقل لوگ بھی کسی پاگل کی تقلید کرتے ہیں تو وہ بھی پاگل ہو جاتے ہیں۔ درحقیقت یہ، ہمیشہ سے ہی ایک تکلیف دہ صورتحال رہی ہے۔ اتنی کثیر تعداد میں خود کا پیداکردہ پاگل پن صیح معنوں میں ایک گندگی ہے۔

غار حرا کا معمہ

اس کتاب کی پروف ریڈنگ کے دوران ایک دوست نے ڈیلفی کے غیبی کلام کے بارے بہت دلچسپ بات نوٹ کی، جو اس چیز کی وضاحت کرتی ہے کہ کیسے محمد کو غار میں نبوّت کی نوید ملی۔

اوریکل آف ڈیلفی قدیم یونانی ٹیمپل کا مقام ہے۔ تمام یورپ سے لوگ استخارے کی نیّت سے ماؤنٹ پرناسس کے مقام پر آ کر پائتھیہ سے مخاطب ہوتے ہیں۔ پائیتھا مختلف خواتیں کا تراش کردہ ایک ایسا کردار ہے جس کے ذریعے اپالو دیوتا نے گفتگو کی۔

اپالو کے گرجے کے ایک پادری پلوٹرک نے زیرزمین ایک کھائی سے اٹھنے والے بخارات کو پائیتھا کی پیغمبرانہ طاقت سے منسوب کیا۔ مزار سے ملحقہ اس علاقے کے بارے میں ایک حالیہ سٹڈی آثار شناسوں کے دوبارہ وہاں جانے کی وجہ بن رہی ہے تاکہ وہ اس قیاس کی جانچ کرسکیں کے زہریلے دھوئیں نے پائیتھا کوبولنےپر مجبورکر دیا۔

اگست 2001 ء کے *نیشنل جیالوجی* کے شمارے میں اس سٹڈی کا ذکر کیا گیا اور اس سے یہ ظاہر ہؤا ہے کہ ڈلفیا کے گرجے کے نیچے دو

فالٹ لائنیں ایک دوسروں کو قطع کرتی ہیں۔ اس سٹڈی کے نتیجے میں اس چیز کی شہادت بھی ملی ہے کہ ایک نزدیکی چشمہ سے اٹھنے والی گیسوں میں فریب تصّور(ہیلئیوسینیشن) کی طرف مائل ہونے والا عنصر شامل ہے اور وہ گرجے والی چٹان میں محفوظ ہو گئیں۔

جیلی ڈی بوئر جو کونیکٹیکٹ، مڈلٹاؤن کی ویسلیان یونیورسٹی میں بطور جیالوجسٹ کام کررہا ہے اور وہ اس سٹڈی کا مشترک مصنف بھی ہے، کہتا ہے، " پلوٹرک کا علمی مشاہدہ درست ہے۔ درحقیقت وہاں پر ایسے گیسیں تھیں جن کا نکاس چٹان کی دراڑوں سے ہورہا تھا۔" ان میں سے ایک گیس جو ڈیلفی گرجے کے قرب وجوار میں چشمے کے پانی میں پائی گئیں اتھائلین(Ethylene) بھی ہے۔ اتھائلین سے میٹھی خوشبو نکلتی ہے اور نشہ آور تاثر پیدا ہوتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا جیسے کوئی ہوا میں تیر رہا ہو یا ایک غیر مجسم اونچے درجے کی فرحت مل رہی ہو۔

واشنگٹن ڈی سی کی جارج واشنگٹن یونیورسٹی کی کلاسک پروفیسر ڈائنی حیرث-کلائن کا ماننا ہے کہ اتھالین ایک مظبوط حریف ہے جو پائیتھا کی بیخودی والے روّیے کی وضاحت کرتا ہے۔ اس نے کہا ، " معاشرے کی توقعات سے وابستہ، ایک تنگ جگہ میں محسورعورت اس طرف راغب ہوسکتی ہےکہ اس کے منہ سے غیبی کلام کے فوّارے پھوٹیں۔"

روایاتی تشریحات کے مطابق، پائتھیا گرجے کے تہہ خانے میں ایک چھوٹے سے بند چیمبر میں غیب گوئیاں حاصل کرتی تھی۔ ڈی بوئر کا ماننا ہے کہ اگر پائتھیا مہینے میں ایکبار ہی وہ اپنے چیمبر میں جاتی تھی، جیسا کہ روایت میں بیان ہے، تو پھر اتنی دیر میں جمع شدہ نشہ

آوّرگیسیں اسقدر تو مظبوط ہوجاتی ہونگی کہ انکا سامنا کرنے سے بیخودی والی صورتحال پیدا ہونا ناگزیر تھی۔

ذہنی طور پر بیمار لوگ اکثراپنے ایما پر الکحل اور دوسری ادویات کا استعمال کرتے رہتے ہیں۔ یہ عین ممکن ہے کہ غار میں فرحت بخش گیسیں بھری رہتی ہوں، جس کی وجہ سے اسکو طلب ہوتی ہو کہ وہ زیادہ سے زیادہ وقت وہیں گزارے۔

اگرچہ محمد کو بچپنے سے ہی متعدد بار مرگی والے بے ہوشی کے دوروں کی شہادتیں موجود ہیں، ہمیں ان ممکنات کو ردّ نہیں کرنا چاہئیے کہ غارحرا میں بھی فریب تصوّر کی طرف مائل کرنے والی گیسوں کے بخارات کی موجودگی ہو جو اسکو مختلف خیالی مناظرکی طرف دھیان کرنے کا سبب بنتی ہوں۔ " اگر ایتھائلین کی معمولی سی مقدار بھی انتہائی فرحت بخش ہو سکتی ہے تو یہ اس امر کی وضاحت کیلئے کافی ہے کہ کیوں محمد آخر میں بہت سے ایّام غاروں میں ہی گذارتا تھا۔ یقیناً یہ ایک اپنے ڈھنگ کا منفرد روّیہ ہے، خاص طور پر ایک شادی شدہ شخص کیلئے جسکے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں، وہ کئی کئی دنوں کا کھانا ساتھ لیکرجائے، صرف اسلئے کہ اس نے غار میں قیام کرنا ہے! لیکن اگراس کو اس غارمیں پرمسّرت احساس حاصل ہو، پھر تو یہ کم پراسرار ہے۔"

غارحرا زیادہ سے زیادہ ساڑھے تین میٹر لمبی اور ڈیڑھ میٹر چوڑی ہے، جو کہ ایک چھوٹے باتھ روم کے برابر ہے۔ اگر خدا ہر جگہ موجود ہے، تو کیوں محمد اس غار سے ہی اسقدر دلچسپی رکھتا ہے؟

زہریلی گیسوں کے علاوہ، ان غاروں اور دوسری بند جگہوں میں پھپھوندی اور دیگر جرثومی حیات دماغ کو متاثر کرسکتی ہیں۔

"فرعونوں کی پھٹکار" میں بھی کم وبیش اہراموں کے اندر جم جانے والی تباہ کن پھپھوندی ہی اسکا سبب ہوسکتا ہے۔

غاروں کے اندر ایسے بخارات کا ارتکاز گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ اس کا انحصار آنے والے زلزلوں پر ہے جو زمین کے اندر سے نشہ آوّر رس باہر نکالتے رہتے ہیں۔ اس امر کا امکان رّد نہیں کرنا چاہئیے کہ جن دنوں میں محمد تن تنہا غار میں اپنے شب وروز گذارتا تھا وہ غار آلودہ تھی۔

باب پنجم

محمد کے جسمانی عارضے

جسمانی اعتبار سے محمد ایک بیمار شخص تھا۔ جوانی میں وہ ضرور خدیجہ کی نظر میں ایک خوش شکل شخص ہوگا، وہ خود بھی ایک خوبصورت عورت تھی۔ تاہم آخری سالوں میں اس کے خدّ وخال بے میل ہو گئے تھے جو اس کے ساتھیوں کو عجیب لگتے تھے۔ انس نے بیان کیا، " پیغمبر کے ہاتھ اور پاؤں بڑے بڑے تھے، میں نے کسی اور کو ایسا نہیں دیکھا تھا، نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد، اور اس کی ہتھیلیاں نرم تھیں۔"

ہاتھوں اور پیروں کے علاوہ، اسکے کئی خدوحال بگڑ گئے تھے۔ امام الترمذی،274 نے کتاب جواہر (مناقب) میں بہت ساری احادیث جمع کیں ہیں جن میں محمد کے جسمانی خوائص بیان کئے گئے ہیں۔ اس کا جائزہ لینے سے ہمیں اسکی صحت اور بیماریوں کے بہت سے سراغ ملتے ہیں۔ محمد کے پیروکاروں نے سیدھے راستے سے ہٹ کراسکواعلی اور افضل بنا کر پیش کیا ہے ۔ اسکی تجّلی کی صفتّ بیان کر تے ہوئے اسکو چاند سے بھی زیادہ پر نور کہا، کہ ہر کوئی

اس کی ماہ نوری کے پیش نظر دہشت واحترام میں استادہ ہوجاتا اور اسکی دبّدبہ براندام موجودگی سے، وغیرہ۔ یہ سب درونی گفتار سازی ہے اور اس میں کوئی حقیقت پر مبنی سائنٹیفک چیز نہیں ہے اور میں اس کا تذکرہ بھی نہیں کرونگا۔ درج ذیل اس کے بارے میں اسکے پیروکاروں کے بیان کردہ چند معروضی تذکرے ہیں۔

علی نے بیان کیا: " پیغمبرکا قد نہ نہ ہی دراز تھا اور نہ ہی پست۔ اسکے ہاتھوں اور پیروں کی انگلیاں موٹی موٹی تھیں۔ اس کا سر اور جسم کے جوڑ بڑے تھے۔اس کی چھاتی سے لیکر ناف تک بالوں کی پتلی سے قطار تھی، جب وہ چلتا تھا تو وہ ہوبہو آگے کی طرف جھکا ہؤا ہوتا تھا، جیسا کہ کسی ڈھلوان سے نیچے اتر رہا ہو۔ میں نے اس سے پہلے اور اس کے بعد کسی کو ایسے نہیں دیکھا۔ اسکا سر اور ڈارھی بڑے تھے۔"

ایک اور حدیث میں یہی راوی بیان کرتا ہے: "اسکا قد درمیانہ تھا۔ اس کے بال قدرے ہلوراری تھے۔ اسکا چہرہ گولائی نما تھا۔ اسکا رنگ سرخی مائل سفید تھا، اس کی آنکھیں گہری سیاہ اورپلکیں بہت لمبی تھیں۔ اس کے کندھوں کے جوڑ اور کولہے دراز تھے۔ اس کے ہاتھوں اور پیروں کی انگلیاں موٹی اور باہم پیوستہ تھیں۔ جب وہ چلتا تو اپنے قدم زور سے اوپر اٹھاتا جیسے کوئی چڑھائی چڑھ رہا ہو۔ جب وہ کسی شخص کی طرف مڑتا تو اپنا پورا وجود گھماتا۔ اس کی گردن ایسی (ہموار اور چمکدار) جیسے چاندی میں ڈھلا ہؤا مجسمہ۔ اسکا جسم بہت مظبوط اور پٹھے طاقتور تھے، اسکی چھاتی اور پیٹ برابرتھے (تازہ پانی کی ایک مچھلی کی مانند)۔ اسکے شانے چوڑے تھے،

بڑے جوڑوں والے۔ جب وہ کپڑے اتارتا تو اسکے آعضاء روشنی چھوڑتے(روغنی جلد)۔ اس کے بازؤں، کندھوں اور پیروں کی انگلیوں کے اوپروالے حصے پر بال تھے۔ اس کے بازؤں کے اگلے حصے لمبے تھے،اور ہتھیلیاں چوڑی۔ اسکے ہاتھوں اور پیروں کی انگلیاں باہم پیوستہ اور بڑھی ہوئیں تھیں۔ اس کے پاؤں اسقدر ہموار کہ پانی اس پر ٹھہرتا ہی نہیں تھا"۔

ہند ابن ابی حالہ نے بھی بیان کیا:" پیغمبر کا ...... سر بڑا تھا۔ اس کے بال ہلواری تھے۔ اسکا رنگ گلابی تھا، کشادہ پیشانی، کمان جیسے اورگھنے ابرو جودرمیان میں جڑے ہوئے نہیں تھے۔ انکے درمیان ایک رگ تھی جو ابھرکر نمایاں ہوجاتی جب اسکو غصّہ آتا تھا۔ اسکی ناک عقابی تھی اور روشنی پڑنے پر زیادہ اونچی دکھائی دیتی تھی۔ اس کی بہت گاڑھی اورگھنی داڑھی تھی باہر کو نکلی ہوئی، رخسار اوپر کو اٹھے ہوئے نہیں تھے، دہن مظبوط اور سامنے والے دانتوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ اس کی گردن ہموار اور چمکدار جیسے چاندی میں ڈھلا ہؤا مجسمہ۔ اسکا جسم بہت متوازن، مظبوط اور پٹھے طاقتور تھے، چھاتی اور پیٹ برابر تھے۔ اسکے شانے کشادہ اور جوڑ بڑے تھے۔ اس کے بازؤں کے اگلے حصّے لمبے تھے، ہتھیلیاں چوڑی اوراسکے ہاتھوں اور پیروں کی انگلیاں باہم پیوستہ اور بڑھی ہوئیں تھیں۔ اس کے تلوّے درمیان سے ہلکے اوپر اٹھے ہوئےاس کے پاؤں اسقدر ہموار کہ پانی اس پر ٹھہرتا ہی نہیں تھا۔

جب وہ چلتا تو اپنے قدم زور سے اوپر اٹھاتا، سامنے کی طرف ہلکا سا جھکا ہوٗا، زمین پر پاؤں آہستگی سے رکھتاتھا۔ جب وہ کسی شخص کی طرف (دیکھنے کیلئے) مڑتا تو اپنا پورا وجود گھماتا۔ اسکی نظریں زیادہ تر زمین پرجھکی ہوئی رہتیں اور آسمان کی طرف کم۔ وہ چیزوں کو گھورنے کی بجائے سرسری نظر سے دیکھتا۔"

محمد کے ایک اور ساتھی کی حدیث، جابر ابن صمورا بیان کرتا ہے: پیغمبر کا دہن بڑا اور آنکھیں کشادہ تھیں۔

محمد کا چچازاد، ابن عبّاس کا کہنا تھا، " پیغمبر کے سامنے والوں دانتوں میں خلاء تھا"۔

ایک اور موقع پر، علی نے بتایا: " اس کے ہاتھ اور پاؤں بھاری اوردبیز تھے (مگر کھٹور نہیں)۔ اسکا سر بڑا تھا، اور ہڈپیر بھی۔ جب وہ چلتا، تو آگے کی طرف جھک جاتا جیسے کوئی چڑھائی چڑھ رہا ہو۔ اس کی جلد سفید تھی، اور اسمیں سرخی جھلکتی تھی۔ اس کے جوڑ بڑے بڑے تھے جیسا کہ اس کے شانے (طباقت وی سے حاصل کردہ، شائع شدہ

(Livingislam.org

بخاری نے بھی لکھا ہے کہ محمد کی ٹانگیں اور پاؤں سوجھے ہوئے تھے۔

احادیث سے حاصل شدہ محمد کے جسمانی خوائص کی ایک فہرست درج ذیل ہے:

- بھاری، دبیز اور لحیم ہاتھ پاؤں

- کشادہ اور گندھے ہوئے آٹے جیسی ہتھیلیاں
- بڑا سر
- ہڈپیر بڑے بڑے
- سینہ چوڑا، چوڑے شانے کندھوں کے جوڑ بڑے
- بازوں کے اگلے حصے لمبے
- لمبی اور دبیز ہاتھوں پیروں کی انگلیاں
- لمبی لحیم عقابی ناک دیکھنے میں اوپر کو اٹھی ہوئی
- چوڑا دہن اور موٹے ہونٹ
- بڑی بڑی آنکھیں
- دانتوں کے درمیان فاصلہ
- چاندی نما لمبی گردن
- چمکدار جلد (چربیلی)
- گھنی داڑھی اور بال، کمان جیسےگنجان ابرو
- جھک کر چلنا جیسے چڑھائی چڑھ رہا ہو (درشتی، کڑاپن)
- تیز تیز چلنا (بیقراری)
- گردن گھمانے میں مشکلات، پورا دھڑ گھمانا (ارد گرد کے ماحول سے عدم مطابقت، پٹھوں میں اکڑاؤ)
- سرخی مائل سفید جلد
- پسینے کی زیادتی
- خاص قسم کی مہک جس کوضرورت سے زیادہ پرفیوم کے استعمال سے دبانا
- اونٹ جیسے خراٹے
- متواتر سردرد(خاتمے کیلئے ہجامہ کا استعمال)

- عمر کے آخری حصّے میں نامردی
- ہونٹوں میں غیرارادی جنمبش
- شرمیلا پن اور دکھلاوے کی پارسائی

یہ تمام ہارمونل ابتری (ACROMEGALY) کی علامات ہیں۔ ایکرومیگیلی ایک غیرمعمولی انررونی رطوبتوں کے اخراج سے متعلقہ سنڈروم ہے، اسمیںmesenchymal hyperplasia(خلیوں کی حد سے زیادہ سرعت سے افزآئش جو آپس میں پیوست نسیخ کی صورت اختیار کرلیں) والی خصوصیات پائی جاتی ہیں اور کھوپڑی کے نیچے بینائی سے منسلک نسّوں کے ساتھ پائی جانے والی غدّود (pituitary glands) سےرطوبتوں کا حد سے زیادہ اخراج اسکا سبب ہے۔ اسکا اظہار عموماً آہستگی سے پرورش پانے والی انتہائی خطرناک صورتحال ہے، کیونکہ یہ قبل ازوقت پک جانے والی تبدیلیاں (بیک وقت نمودار ہونے والی تبدیلیاں) ہیں جوجلد پر اثرانداز ہوتی ہیں، جن کی وجہ سے جلد چمکدار اور اور گندھے ہوئے آٹے کی طرح نرم ہو جاتی ہے۔ مندرجہ بالا کھوپڑی کے اندر پائی جانے والی غدودیں جب بچوں کے معاملے میں حد سے زیادہ رطوبتیں خارج کرنا شروع کردیں تو اس کے نتیجے میں بعض اوقات ہڈیوں میں ضرورت سے زیادہ بڑھوتری(gigantism) عمل میں آتی ہے۔ عام طور جس عمر میں جاکرایکرومیگالی کی تشخیص ہو پاتی ہے تب تک مریض 40 سے لیکر 45 سال کی عمر کو پہنچ چکا ہوتا ہے۔ اگر اسکا علاج نہ کیا جائے تو مرض شدّت اختیار کر لیتی ہے اور ساٹھ سال کی عمر کے لگ بھگ مریض کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

انسانی صحت کیلئے تکلیف دہ ایک پہلو یہ ہے کہcartilaginous tissues یعنی بہت سے ہمشکل اور ایک ہی جیسے افعال سرانجام دینے والے خلیوں کا ایک جگہ اجتماع اور انکے مابین پیدا ہونے والی رطوبتوں کے اخراج سے جسمانی عضوّیات کی لمبائی میں اضافہ یا سوجھن پیدا ہو جانا اورacral bone ('acro ' کا مطلب ہے زیادتی جبکہ'megaly 'سے مراد بہت بڑا ہونا یا عظیم الجثّہ) کا وقوع پذیر ہونا ہے۔ انگلیاں، ہاتھ اور پاؤں کے سائز میں اضافہ نظر آتا ہے، جیسے نرم خلیئے سوجھنا شروع ہو جائیں۔ اس معاملے میں جو ایک بہت خاص بات پائی جاتی ہے وہ ہے acromegaloid facial appearance syndrome یعنی چہرے کے خدوخال میں بڑھوتری کی نمود، ماتھے کا ابھار، مینڈیبولر پروٹرژن، بڑھی ہوئی ناک، بڑے کان، زبان کے سائز میں اضافہ، اور معمول سے زیادہ بڑے ہونٹ۔ ہڈیوں اور cartilage (یعنی جسم کے بیشتر حصوں کے باہم منسلک خلیوں کا سخت مگر لچکدار روّیہ) کی افزآئش میں ضرورت سے زیادہ اضافہ arthrits (جوڑوں کا درد) کا مرض لاحق ہونے کا سبب بنتا ہے۔ جب tissues (ننھے اجسام) میں گھاڑا پن آجائے تو نسّیں اس کے جال میں آجاتی ہیں اور اسکی وجہ سے ہاتھوں کی کمزوری اور numbness (یعنی معمول سے ہٹکرعجیب قسم کا احساس جو جسم کے کسی بھی حصے میں نمودار ہوسکتا ہے عموماً، انگلیوں، بازؤں اور ٹانگوں میں درد) والی خصوصیات کے حامل carpal tunnel syndrome (کمزوری، انگلیوں اور ہتھیلیوں میں درد وغیرہ) وقوع پذیر ہوتا ہے۔ جبڑوں کے سائز میں اضافہ سامنے کے دانتوں میں فاصلے کا سببّ بنتا ہے۔

دیگر علامات میں شامل ہے، تنگ منہ کے گہرے گھاؤ اور آواز پیدا کرنے والے ریشوں (vocal cords) میں کشادگی کے سبّب آواز کا

بھاری پن اور اوپر والی سانس کی نالی میں رکاوٹ کے سبّب خراٹے، حد سے زیادہ پسینہ آنا، بدبو دار جلد، تھکاوٹ اور کمزوری، سردرد، بینائی میں خلل اور نامردی۔ جسم کے عضویات میں بڑھوتری بشمول جگر، تلّی، گردے اور دل۔

محمد کے حلیئے کے بارے میں بیان میں ہم نے پڑھا کہ اس کی رنگت گلابی تھی۔ تاہم، دیگر بہت سی احادیث میں بیان ہے کہ جب وہ اپنی بغلیں دکھانے کی غرض سے ہاتھ اوپر اٹھاتا، اور یا گھڑسواری کے دوران اس کی رانیں عریاں ہو جاتیں، تو اس کے ساتھیوں نے جانا کہ ان کی رنگت سفید تھی۔ ایکرومیگیلی کے مریضوں میں لگ بھگ 40 فیصد لوگوں کی رنگت میں اونچے درجے کی رونمائی کافی حد تک ہمیشہ عریاں رہنے والے (بول چال سے متعلقہ) حصّوں میں پائی جاتی ہے۔ اس کا تعلق شاید melanotrophic (رنگت میں تبدیلی لانے والے مواد کا جمنا) والے ہارمون کی افزآئش میں زیادتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسکا چہرہ سرخی مائل سفید تھا جبکہ اسکا باقی جسم جو روشنی لگنے سے بچا رہتا تھا وہ سفید تھا۔

پاؤں کے عقبی حصے سے تلے تک کی بناوٹ بھی ایکرومیگیلی کی علامات میں سے ایک ہے۔ اوپر بیان کی گئی ایک حدیث میں اسکا ذکر بھی ہے۔

حدیث میں کہا گیا ہے کہ اسے شدت سے پسینہ آتا تھا اور ناگوار مہک کو دبانے کیلئے پرفیوم کا بھرپور استعمال کیا جاتا تھا۔

صیح مسلم میں ہیکل ایک حدیث کا ذکر کرتا ہے جسکے مطابق کہ محمد بہت طاقتور عطریات کا استعمال کرتا تھا جس کی خوشبو بعد میں

دیر تک قائم رہتی تھی اور گلیوں میں لوگوں کو پتا چل جاتا تھا کہ محمد کا یہاں سے گذر ہؤا ہے۔

جابر نے کہا:" **جو کوئی بھی اس راستے پر سے جاتا تھا جہاں سے اللہ کے پیغمبر کا گذر ہؤا ہوتا تھا، اس کو ادھر سے عطر کی خوشبو آتی تھی اور اسے یقین ہو جاتا تھا کہ اللہ کاپیغمبر ادھر سے گذرا ہے".**

محمد اتنا ہوشیاربھی تھا کہ اپنی بیویوں سے ملنے جانے سے قبل پرفیوم کا استعمال کرتا تھا۔ بہت سی احادیث کے مطابق عائشہ کا کہنا ہے: " میں اللہ کے پیغمبر پر عطر لگاتی تھی اور اسکے بعد وہ اپنی بیویوں سے ملنے جاتا تھا۔" وہ عطر کے استعمال میں اسقدر زیادتی کا عادی تھا کہ عائشہ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا، " میں اللہ کے نبی پر اعلی ترین دستیاب عطر اتنی دیر تک لگاتی رہتی تھی جب تک کہ اس کے سر اور داڑھی چمکنا نہ شروع کردیتی۔"

اس چیز کا ذکر بھی ہے کہ محمد نے تسلیم کیا تھا کہ، "تمہاری دنیا میں سے میرے لئیے جوپسندیرہ بنائی گئیں وہ ہیں عورتیں اور خوشبو۔" اس کے ساتھیوں میں سے ایک ، الحسن البصری نے لکھا ہے،" اللہ کے پیغمبر نے کہا، " میں نے اپنی زندگی میں جن دو چیزوں کو بہت چاہا ہے وہ ہیں عورتیں اور خوشبو ۔"(زمین پر جو اتارا گیا)

اس روایت سے متعلقہ ایک اور نسخے کے مطابق جسے عائشہ نے ایسے بیان کیا، " اللہ کے پیغمبر کو اس دنیا میں تین چیزیں بہت پسندیدہ ہیں: خوشبو، عورتیں، اور کھانا؛ اسکو [پہلی] دو تو مل گئیں، مگر اچھا کھانا نہیں۔" یوں نہیں کہ محمد کے پاس اچھے کھانے کی گنجائش نہیں تھی۔ اس کے پاس ان ہزاروں لوگوں کی دولت تھی جنکو اس نے زیر

کیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ بھوک کی شدّت بھی ایکرومیگیلی کی ایک اور علامت ہے۔

پرفیوم کے استعمال کا پہلے سے ہی شدّت سے ذہن میں ہونا اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ اپنے بدن سے پیدا ہونے ناگوار مہک کے بارے میں چوکنا تھا اوراسکو چھپانے کی بھرپور کوشش کرتا تھا۔ سر درد ایکرومیگیلی کی ایک اور علامت ہے جسے محمد ہجامہ کی (ایک قسم کا قدیم طریقہ علاج) مدد سے ختم کرنا چاہتا تھا۔

لہل جمال نامی آبکدے کے مقام پر احرام (حج کا لباس) باندھے ہوئے پیغمبر ایک بیماری کے علاج کے پیش نظر اپنے سر پر ہجامے پر عمل پیرا ہوتا تھا۔ ابن عبّاس نے مزید کہا: اللہ کا رسول احرام پہنے ہوئے اپنے سر پر ہجاوہ کسے ہوئے ہوتا تھا اپنی یکطرفہ سردرد کے پیش نظر۔

ایکرومیگیلی سے انتہائی حالتوں میں فشار خون کی بلندی اور خون کی گردش کی حالت مخدوش ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں ہاتھ اور پیر ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔

ابو جوحیفہ نے کہا۔" میں نے اسکا ہاتھ پکڑا اور اپنے سر پر رکھا تو مجھے وہ برف سے بھی ٹھنڈا لگا اور اور اس میں کستوری مشک تھا۔"

ہیکل بھی ایک اور حدیث بیان کرتا ہے جو درج ذیل ہے:

جابر بن صمورہ ــ جو اسوقت ایک چھوٹا بچہ تھا ــــ نے کہا:" جب اس نے میرے رخسار پونچھے، مجھے محسوس ہؤا کہ اس

کے ہاتھ بہت ٹھنڈے اور معطّر تھے جیسے کسی مشک ساز کی دکان سے برآمد ہوئے ہوں". [صیح مسلم2/256]

ایکرومیگیلی کے چند مریضوں میں ریڑھ کی ہڈی میں دونوں اطراف جھکاؤ ہوتا ہے سامنے اور پچھلی طرف بھی (Kyphoscoliosis)۔ محمد کے آگے کی طرف جھک کر چلنے کی یہ بھی ایک وجہ ہوسکتی ہے۔ مزید یہ کہ بینائی والی نسّوں کے درمیان پائی جانے والی غدود کی معمول سے زیادہ بڑھوتری، جو دماغ کے اندر گہرائی میں ہوتی ہیں، سر درو، تھکاوٹ، بینائی میں خلل، اور/یا ہارمون میں عدم توازن کا باعث بنتی ہیں۔

محمد کا جسم اور پٹھے مظبوط تھے۔ اور چھاتی اور پیٹ برابر تھے۔ ایکرومیگیلی کے مریضوں میں چھاتی کی ساخت پیپے کے مانند ہو جاتی ہے جسکی وجہ ریڑھ کی ھڈی اور جسم کا سطحی اتار چڑھاؤ ہوتا ہے۔ ریڑھ کی ہڈیوں کے مہروں میں بڑھوتری آ جاتی ہے اور لمبے ہو جاتے ہیں، جبکہ گردن کے قریبی حصّے اور سب سے نچلی پسلی اور کولھے کے وسطی علاقے میں c5-6 مہرونمیں گاڑھا پن آجاتاہے اور چھاتی کے قریبی حصّے میں مہرے لاغر ہو جاتے ہیں اور اسکا نتیجہ کبڑے پن میں ظاہر ہوتا ہے، اور ایک بے قائدہ قسم کا، ابھرا ہؤا خمدار ریڑھ کی ھڈیوں کا سلسلہ، اور نتیجے کے طور پر کمر کے اوپر والے حصّے میں خمدار ابھار۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے پیچھے کے اوپر والا حصہ اورکندھوں کے جوڑ بڑے تھے۔

پسلیوں اور مرمری ھڈیوں کے جنکشن بھی نمایاں ہو جاتے ہیں اور بڑھے ہوئے لگتے ہیں جیسا کہ مالاکے دانے۔ بدنی اعضاء کی دوبارہ ترتیب چھاتی کی لچکدار میکانیات کوتبدیل کر دیتی ہے اور نمایاں انداز

سے عمل تنفس کے پٹھوں کی کارکردگی کو ناقص بنا دیتی ہے، جو پٹھوں کی کمزوری/بربادی جیسے مزید بگاڑکا سبّب بنتی ہے جسکا تعلق ایکرومیگلی سے ہے۔ سانس لینے میں دشواری خون میں آکسیجن کی کمی (ہائپوایگزیمیا)کا سبّب بنتی ہے۔ مریض کو لمبے لمبے سانس لینا پڑتے ہیں۔

ابن سعد انس کی بیان کردہ ایک حدیث کا ذکر کرتا ہے: " اللہ کا پیغمبر جب کوئی جب کچھ پیتا تو تین سانسوں میں ایسا کرتا اور کہتا،' یہ بہتر ہے، آسان تر ہے اور خوش ذائقہ۔' انس نے پھر کہا کہ جب سے یہ میں نے سیکھا ہے، میں بھی پیتے وقت تین دفعہ سانس لیتا ہوں۔" انس نے سمجھا پینے سے پہلے گہرے سانس لینا سنّت رسول ہےاورایسا کرنے میں بھی رسول کی پیروی کرنا چاہتا تھا، حالانکہ درحقیقت وہ محمد کے سانس لینے میں تنگی تھی جوکہ بیماری کی ایک علامت ہے۔ یہ چیز ہمیں بتاتی ہے کہ کس حد دماغ کا استعمال کئے بغیر مسلمان اپنے پیغمبر کی ہمسری کرتے ہیں۔

اسکے علاوہ بھی چند احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ محمد کو سانس لینے میں تنگی کا سامنا تھا اور اس کے نتیجے میں وہ آہستگی میں کلام کرتا تھا تاکہ وہ الفاظ کی ادائیگی کے دوران سانس لے سکے۔ ابن سعد عائشہ کے حوالے سے بات کرتا ہے، جس نے یہ کہا:

> **اللہ کا پیغمبر اتنی روانگی اور تیزی سے بات نہیں کرتا تھا جتنی کہ تم کرتے ہو۔ اس کی گفتگو کے درمیان وقفے اورآہستگی ہوتی تھی تاکہ جو کوئی اسکو سنے اسے سمجھ آجائے۔ اللہ کے پیغمبر کی گفتگو گانے جیسی نہیں تھی، بلکہ وہ لفظوں کو لمبا کرتا اور زوردار تلفظ استعمال کرتا ۔**

ایکرومیگلی میٹابولک ریٹ(غذا کے بدن کا حصہ بن جانے کی شرح) میں اضافے کا سبّب بن سکتا ہے، جس کا نتیجہ پسینے کی زیادتی(hyperhidrosis)، خلاف معمول گرمی کی عدم برداشت اور/یا جلد میں روغن پیدا کرنے والی غدودوں (sebum)کی وجہ سے چربیلے پن کی زیادتی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور،خلاف معمول روغنی جلد کا سبّب بنتی ہے۔ حدیث کے مطابق محمد کثرت سے ہاتھ منہ دھوتا تھا، کچھ تو اپنی معمول سے زیادہ چربیلی جلد اوربدّبو سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے اورباقی او سی ڈی کی وجہ سے۔ وفات سے پانچ روز قبل اس کے درجہ حرارت میں اسقدر اضافہ ہو گیا کہ وہ بے ہوش ہوگیا اور اسے کافی درد محسوس ہؤا۔ اسنے اپنی بیویوں میں سے ایک کو حکم دیا "محتلف کوؤں سے سات قراب (جانورں کی کھال سے بنے ہوئےپانی کی مشکیزے) لا کر ڈالو تاکہ میں باہر جاکر لوگوں سےملوں اور ان سے بات کروں"

شاید اس وجہ سے کہ محمد کو اس کا احساس تھا کہ اسکی شکل بگڑ چکی تھی اورباقی جسم بھی بدشکل ہوگیا تھا اسنے تصویر کشی سے منع کردیا۔ اس نے اس بات کو ترجیح دی کہ لوگ اس کے پیغام پر زیادہ توجع دیں ناکہ اس کی شکل پر۔ اس کی جانچ سے علم ہؤا کہ اسکا پیغام اس کی صورت سے زیادہ بدشکل ہے۔

ایک تصویر ہزار الفاظ جیسی ہوتی ہے۔ بائیں طرف ایک عام نقش پا ہے۔ اور دائیں طرف محمد کا بھاری بھدّا اور لحیم نقش پا۔ صرف حدیثوں سے ہی نہیں یہ پتا چلتا کہ محمد ایکرومیگلی کا مریض تھا بلکہ کانسی میں ڈھلا ہؤا یہ پکّا ثبوت بھی ہمارے پاس ہے۔

بابـ ششم

محمد کا فرقہ

ہمیں اکثر مسلمانوں کے مضحکہ خیز تصوّرات سے شدید دھچکا لگتا ہے۔ ان میں سے لاکھوں کی تعداد میں مسلمان بلوے کرتے ہیں، گرجا گھروں کو نذرآتش کرتے ہیں، اور ان گنت بیگناہ لوگوں کو موت کی نیند سلا دیتے ہیں محض اس لئے کہ ایک اخبار نے محمد کے کارٹون شائع کردیئے یا پوپ نے ایسا بیان دے دیا کہ قرون وسطی کے شہنشاہ نے کہا تھا کہ تشدّد اللہ کی فطرت سے مطابقت نہیں رکھتا۔

عام طور پر لوگ کسی ایسے مذہبی نظام جسکے پیروکار کثیر تعداد میں ہوں حق میں تعصّب کا شکار ہوتے ہیں۔ ان کا ماننا ہوتا ہے کہ محض کثیر تعداد میں مان لیا جانا ہی اسلام کے سچ ہونے کا ثبوت ہے۔ لیکن کیا اسلام واقعی ایک مذہب ہے؟ یہ ایک جھوٹ ہے جسے انگریزی میں *argumentum ad numerum* کہا جاتا ہے۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ تمام مذاہب کی ابتداء فرقوں سے ہوئی اور وہ رفتہ رفتہ ماننے والوں کی تعداد میں اضافے کے سبب مذہب ہونے کا

درجہ پا گئے۔ تاہم، چند ایک خوائص ایسے ہیں جن کی بنیاد پر مذہب اور فرقے کے درمیان تمیز کی جاسکتی ہے۔

کیرول ویڈ " نفسیات 101 " میں کہتا ہے، مذہب، سیاست، اور دیگر فرقوں کےبارے میں کئے گئے مطالعہ جات میں اسطرح کے تشدد آمیز تہدیدی روّیئے کے کئی ایک کلیدی اقدام کی شناخت کی ہے :

1. لوگوں کو جسمانی طور پہ یا جذباتی لحاظ سے تکلیف دہ صورتحال میں دھکیلا جاتا ہے؛

2. ان کے مسائل کو ایک مختصر سے فقرے میں ڈھال دیاجاتا ہے، اور اسی پر بار بار زور دیا جاتا ہے۔

3. انکو ایک کرشماتی لیڈر کی طرف سے غیرمشروط محبت، قبولیت، اور توجع ملتی ہے؛

4. ایک گروہ کی بنیاد پر انکو ایک نئی شناخت ملتی ہے؛

5. وہ ایک جال میں پھنس جاتے ہیں (دوستوں، عزیزواقارب، اور مجموعی معاشرےسےمکمل علیحدگی) اور انکی معلومات حاضرہ تک رسائی محدود کردی جاتی ہے۔

اسلام کی ابتدائی تشکیل میں یہ تمام خوائص کارفرما تھے۔

ڈاکٹر جنجل لیلچ اور ڈاکٹرمائیکل ڈی لینگون نے ایک فہرست ترتیب دی ہے جس میں اسطرح کی تمام خصلتیں بیان کی گئی ہیں جو بعد میں ایک کتاب کی صورت میں شائع ہوئیں جسکا معاون مصنف لیلچ تھا، اس میں فرقوں کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔کسی گروپ یا نظریئے میں جتنے بھی زیادہ خوائص ہونگے اور انکی جتنی عملداری ہوگی اتنا ہی وہ فرقہ بہتر سمجھا جائیگا۔

مندرجہ ذیل فہرست میں یہ خوائص شامل ہیں ، اور میں نے پوائنٹ بائی پوائنٹ اسلام سے انکا موازنہ کیا ہے۔

1. یہ گروہ انتہائی پرجوش اور بغیر کوئی سوال کئیے اپنے لیڈر(خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ) کووابستگی کا قول دےچکا ہوتا ہے اور اسکے نظام اعتقاد، نظریہ، اور اعمال کو بالکل سچ سمجھتا ہے اور ایک قانون کی حیثیّت دیتا ہے۔

مسلمان اپنے عقیدے کے بارے میں انتہائی پرجوش ہیں اوراپنے پیغمبر کے ساتھ بنا کسی چوں چراں کے مکمل وابستگی رکھتے ہیں اور اسکی کتاب قران انکیلئے برحق ہے اور ایک قانون کی حیثیّت رکھتی ہے۔

2. سوال جواب، شک وشبہ، اختلاف کی حوصلہ شکنی بلکہ واجب السزا۔

مسلمانوں کو اس چیز سے منع کردیا گیا ہے کہ وہ ایمان کے بنیادی اصولوں پر کوئی سوال کریں، اور ان سے انکار کی سزاموت ہے۔

3. تبدیلی ء ذہن کی مشقیں (جیسا کہ مراقبے، نعتیں گانا، ذکر کرنا، ملامت آمیزی کے اجلاس، اور مضمحل کرنے کیلئے دستوالعمل) کا اکثر استعمال جس کی مدد سے فرقے کے متعلق اور اس کے لیڈر کے بارے میں شکوک و شبہات کی بیخ کنی۔

دن میں پانچ دفعہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں اپنے تمام کام چھوڑ کر تواتر سے دہرائی جانے والی رسم نماز ادا کرتے ہیں اور

تلاوت قرآن بھی۔ علاوہ ازیں، پورے سال میں پورا ایک مہینہ روزے رکھنا پوہ پھوٹنے سے لیکر غروب آفتاب تک کھانے پینے سے اجتناب، ایک ایسی مشقت جو موسم گرما میں جان پر بھاری ہوتی ہے۔ ان مذہبی رسومات کی ادائیگی کے بارے میں بماوقت انہماک ، اور ان کی عدم ادائیگی کا خوف، اور کسی رکن اسلام کی عدم مناسبت پر کسی قسم کے شک کی قطعاً کوئی گنجائش نا ہونا۔

4. **لیڈرشپ احکامات صادر فرماتی ہے، بسا اوقات خاصی تاکید کے ساتھ، جیسا کہ ، ممبران کی سوچ، انکے افعال اور محسوسات کیسے ہونے چاہیئیں۔ مثال کے طور پر، ممبران کسی کے ساتھ ڈیٹ پر جانے کےلئیے، روزگار کی تبدیلی، اور شادی کرنے کی قبل از وقت اجازت لیں ۔ اور لیڈران ہی انکو بتاتے ہیں کہ کپڑے کیسے پہننا ہیں، رہائش کہاں پر رکھنی ہے، بچے پیدا کرنے ہیں یا نہیں، بچوں کی تربیّت کیسی کرنی ہے، اور اسی طرح دوسرے کام بھی۔**

مسلمان کیلئے زندگی گزارنے کے تمام طریقے پہلے سی ہی طے ہیں۔ اس کو بتایا جاتا ہے کہ حرام (ممنوع) کیا اور حلال (جسکی اجازت ہو) کیا ہے، کون سی چیز کھانا ہے، کس ہاتھ سے کھانا ہے اور کونسی انگلیاں چاٹناں ہیں، لباس کیسا پہننا ہے، بال کسطرح کے کٹوانے ہیں، دانتوں کو کیسے صاف کرنا ہے، نماز کی ادائیگی میں کون کونسے لوازمات ضروری ہیں، رفع حاجت کا طریق کار کیا ہو گا اور ہوا خارج کرنے سے پرہیز کرنا ہے (کیونکہ اس صورت میں نماز فسق ہو جاتی ہے)۔ مسلمان کو

شادی سے قبل مخالف جنس سے تنہائی میں ملاقات کی ممانعت ۔ شادی کروانے کا اختیار بڑوں کے پاس۔ بچوں اور بڑوں کیلئے بڑوں کی حکم عدولی کی صورت میں پہلے سے مقررشدہ جسمانی سزائیں اور ایزارسانی۔

5. یہ گروپ خواص کی حکمرانی کے نظریئے کا حامی ہوتا ہے، اسکے لیڈران خود کو بلند مرتبہ پر سرفرازی کا حقدار سمجھتے ہیں۔ مثال کے طور پر، جو لیڈر ہوتا ہے اسکو مسیحا سمجھا جاتا ہے، ایک خاصالخاص ہستی، ایک اوتار ۔ یا پورا گروپ اسکا لیڑر/یا لیڈر پوری انسانیّت کا نجات دہندہ ہوتا ہے۔

مسلمانوں کا دعوی ہے کہ ان کا پیغمبر ایک خاص مرتبے کا حامل ہے، اور وہ تمام دوسرے مذاہب کوذلیل کرتے ہیں، بشمول یہودیّت اور عیسائیّت جنکی عزت کے وہ دعویدار بھی ہیں۔ قران کے مطابق عیسی اور موسی وہ نہیں ہیں جیسا کہ بائیبل کے یسوع اور موسز(Moses) ہیں۔ بالکل ایسی صورت میں اگر ان کے پیغمبر کی تحقیر کی جائے تو آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں۔ اپنے "عالی اعتقاد" کی بنا پر وہ خود کو دنیا میں افضل ترین سمجھتے ہیں۔ جب وہ غیر مسلم ممالک میں بس رہے ہوتے ہیں تو وہ لگاتار اس کوشش میں لگے ہوتے ہیں کہ حکومت کی طرف سے انکو ترجیحی سلوک ملے۔ ایسا کرنے سے، انہیں اکثر ایسی مراعات مل جاتی ہیں جو کہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو نہیں ملتیں ۔ مثال کے طور پر سرکاری درسگاہوں میں مسلم طلباء کو ادائیگی نماز کیلئے ایک خصوصی سہولت عنائت کردی جاتی ہے۔ اونٹریو

میں مسلمانوں نے دباؤ ڈالا کہ اسلامی قانون (شریعت) کوقانونی حیثیّت دی جائے تاکہ ان پر کینیڈین قوانین کا اطلاق نہ ہو۔ اس کوشش کو شکست کا سامنا کرنا پڑا، زیادہ تر ہم ان تارکین اسلام کے شکرگذار ہیں جنکی انتھک مخالفانہ کوششوں کے سبب ایسا ہؤا۔

6.گروپ نے ہم اور تم والی معاندانہ گروہ بندی تمام کرّہ ارض میں پھیلا دی جو عالمی برادری میں چپقلشیں پیدا کر سکتی ہیں

مسلمانوں میں ہم اور تم والی معائندانہ ذہنیّت نقطہ ء عروج پر ہے۔ وہ غیرمسلموں کو بلا کسی تمیز کے *کافر* گردانتے ہیں، ایک انتہائی حقارت آمیز اصطلاح، جس کا مطلب ہے وہ اشخاص جو توہین خداوندی کے مرتکب ہؤے ہوں۔ ان کے نزدیک دنیا ہمیشہ کیلئے دو حصوں میں تقسیم ہے ایک دارلسلام (امن کا گھر) اور دوسرا دارالحرب(مقام جنگ)۔ غیرمسلم ممالک دارالحرب ہیں۔ ہر مسلمان پر یہ فرض ہے کہ وہ دارلحرب میں جہاد کرے، اور لڑے، غیرمسلموں کو مار دے اور انکو زیر کرکے اس علاقے کودارالسلام میں تبدیل کردے۔ اسلام کے مطابق امن ایک ہی صورت میں بحال ہو سکتا ہے اور وہ ہے غیرمسلوں کو زیر کرنا اور اسلامی قوانین کے تابع بنانا۔ مقصد زیادہ تر سب کو مسلمان بنانا نہیں، بلکہ اسلام کی بالادستی ہے۔ غیرمسلم بدستوراپنے مذہب کے مطابق زندگی بسر کرسکتے ہیں صرف ضمّیوں کی شکل میں، ایک ایسی اصطلاح جس کا مطلب ہے " زیرحفاظت" اور یہ سہولت صرف یہودیوں اور عیسائیوں کیلئے ہے۔ عیسائی اور یہودی(اہل کتاب) کو پناہ دستیاب رہے گی تاوقتیکہ وہ جزّیہ جو کہ ایک

قسم کا پروٹیکشن ٹیکس ہے ادا کرتے رہیں اور شرمساری اور غلامی والی زندگی بسر کرتے رہیں۔ جیسا کہ قرآن میں کہا گیا ہے۔ جزّیہ کی عدم ادائیگی کی صورت میں جلاوطنی یا سزائے موت۔ یہ ہے وہ ضابطہ جس پر مافیا کارفرما ہے۔ اگر آپ کوئی کاروباری ہیں، تو آپکو حراساں کیا جاسکتا یا مارا بھی جاسکتا ہے، اور بچنے کیلئے آپ ٹیکس کی ادائیگی کردیں۔ جہاں تک ان منکروں کا تعلق ہے جو"زیر حفاظت" کے ذمّرے میں نہیں آتے (یعنی مشرکین، ملحد اور فطرت پرست وغیرہ) انکیلئے ضروری ہے کہ وہ ایمان لے آئیں یا مرنے کو تیار ہوجائیں۔

7.لیڈر کسی حاکم اعلی کو جوابدہ نہیں ہے۔

مسلمانوں کیلئے محمد کا ہر فعل قانوں کا درجہ رکھتا ہے۔ اسکے کسی فعل کی کوئی بازپرس نہیں۔ اس کو شادیاں کرنے کا استحقاق تھا اور اس کے علاوہ بھی جتنی مرضی عورتوں سے بغیر شادی کئیے ہی جنسی تعلقات رکھ سکتا تھا۔ وہ عام شہریوں پر حملہ آور ہوسکتا تھا، نہتھے لوگوں کو قتل کرسکتا تھا، ان کی جاگیروں کو لوٹ سکتا تھا، بچوں اور عورتوں کو غلام بنا سکتا تھا اور ان کے ساتھ ریپ بھی کرسکتا تھا۔ وہ اپنے ناقدین کو شازش کرکے مروا بھی سکتا تھا، انکو ٹارچر کرکے چھپےخزانوں کے راز بھی اگلوا سکتا تھا۔ وہ بچوں کے ساتھ بھی جنسی مراسم رکھ سکتا تھا۔ وہ اپنے مخالفین کے ساتھ جھوٹ بول سکتا تھا اور انکو دھوکہ بھی دے سکتا تھا۔ وہ انتہائی سردمہری سے جنگی قیدیوں کا قتل عام کرسکتا تھا۔ اس کے پیروکاروں کو ایسی چیزوں کی کوئی پرواہ نہیں۔ پہلے تو انتہائی تندمزاجی سے آپ پر پیغمبر کے بارے میں بغض رکھنے کا الزام لگا کر ان الزامات کا انکار

کریں گے، اور جب کوئی ثبوت فراہم کردیا جائے تو پھر اسکی ہر بدکاری جسکا پہلے وہ شدید طریقے سے انکار کرچکے ہوتے ہیں کے جواز فراہم کرکے اس کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کریں گے۔ مسلمانوں کیلئے محمد کے افعال اس امر کے تابع نہیں ہیں جن کو عام انسان صیح یا غلط تصّور کرتا ہے۔ بلکہ یہ ہی کسی چیز کے غلط اور صیح ہونے کا معیار ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر محمد نے کوئی جرم کیا ہے تو وہ ایک نیکی کا کارنامہ تصوّر کیا جاتا ہے اور بنا کسی حیل و حجّت کے وہ اسکے پیروکاروں کیلئے مشعل راہ بن جاتا ہے۔ مسلمان اس کے اہل ہیں کہ جتنا مرضی ظالمانہ، وحشیانہ اور غیر مہذب فعل کا ارتکاب کریں وہ بڑی روشن ضمیری سے کرتے ہیں کیونکہ اسوقت وہ اپنے پیغمبر کی سنت(پیغمبر کا کیا ہؤا عمل) پر عمل کررہے ہوتے ہیں۔

8. گروپ اس کی تعلیم دیتا ہے یا اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ ہم ہر چیز سے بالا ترہیں اور اصل چیز انکے مقاصد ہیں اور ان کے حصول کیلئے جو راستہ بھی اپنایا جائے وہ جائز ہے۔ نتیجآ اس کے ممبران کسی بھی ایسی کاروائی کا حصّہ بن سکتے ہیں یا طور طریقوں کو اپنا سکتے ہیں جنکو وہ اس گروپ کا حصّہ بننے سے پہلے وہ غلط یا غیراخلاقی تصوّر کرتے تھے (مثال کے طور پر، دوستوں اور عزیز و اقارب سے لغو بیانی، یا جعلی طور پر خیرات اور صدقات جمع کرنا)

اسلام میں ہمیشہ حصول مطلب ہی جواز فراہم کرتا ہے اس کیلئے طریقہ کار خواہ کچھ بھی ہو۔ مثال کے طور پر کسی کی جان لینا غلط ہے، لیکن اگر اس کا مطلب اسلام کی سربلندی ہے، تو یہ

بہت اچھا ہے۔ خود کشی منع ہے مگرغیرمسلموں کے قتل کرنے کی غرض سے کئے گئے خودکش بم دھماکے ایک مقدّس عمل ہے۔ ساتھی مسلمانوں کے ہاں چوری کرنا منع ہے مگرکفّار کے مال کو لوٹنے کا حکم محمد نے دیا اور خود بھی اس پر عمل کیا۔ شادی کے علاوہ جنسی ملاپ کی ممانعت مگر کافر عورتوں کی عصمت دری روّا ہے۔ زمین پر قانون الٰہی کی حکمرانی کی خاطرجو انکا غرور ہے یہ کچھ بھی کرسکتے ہیں اور اس کے علاوہ سب کچھ ثانوی حیثیّت رکھتا ہے۔ تاریخ اسلام بتاتی ہے کہ لوگوں نے اپنے والدین کو بھی قتل کیا اور انکے خلاف جنگ کی۔ اس طرح کے افعال اہل ایمان کے خلوص کا اظہار ہوتا ہے۔ اسلام میں جھوٹ بولنا منع ہے مگر اسلام کی ترقی کے خاطر غیر مسلموں کو دھوکا دینے کیلئے جھوٹ جائز ہے۔

9. لیڈرشپ اپنے ممبران کو کنٹرول کرنے کیلئے انکو احساس شرمندگی/ یا احساس جرم والی صورتحال میں پھنسائے رکھتے ہیں۔ اکثر اس کام کیلئے ہم مرتبہ لوگوں کی مثالیں دیکر دباؤ ڈالتے ہیں اور بہت باریک بینی سے ان پر اثر ڈالتے ہیں۔

مسلمانوں میں احساس جرم والے خیالات ان پر بری طرح حاوی ہوتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان اس کے برعکس چلے جسکی اسے اجازت دیگئی ہو تو دوسرے مسلمانوں پر یہ لازم ہے کہ اس عورت یا مرد کو شرعی قوانین کے بارے میں یادہانی کرائے اور اسکو شرع کے مطابق چلنے کی ہدایت دے۔ بیشتر مسلم ممالک، خصوصآ ایران اور سعودی عرب میں تو ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اس امر کو یقینی

بنائے کہ سب لوگ شریعت پر عمل پیرا ہوں۔ مارچ 2002ء میں سعودی مذہبی پولیس نے سکول میں پڑھنے والی بچیوں کو جلتی ہوئی عمارت سے اسلئے باہر آنے نہیں دیا کیونکہ وہ اسلامی لباس پہنے ہوئے نہیں تھیں۔[295] نتیجے کے طور پر 15 لڑکیاں زندہ جل گیں۔

10. گروپ یا اس کے لیڈر کےاطاعت شعاروں کے لئے واجب ہے کہ وہ اپنے عزیزواقارب اور دوستوں سے قطع تعلقی کر لیں، اورگروپ میں شامل ہونے سے قبل پورے طور پراپنے ذاتی مقاصد اور دیگرمصروفیات کو ختم کردے۔

جو لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں انکو اس چیز کی ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ اپنے دوستوں اور اقربا سے اگر وہ غیر مسلم ہیں تو تعلق منقطع کرلیں ۔ جیسا کہ باب دوم میں ذکر کیا گیا ہے، مجھے ان غیرمسلم والدین کی طرف سے جنکے بچوں نے اسلام قبول کرلیا تھا انگنت دل دہلا دینے والی روئیدادیں موصول ہوئیں، جس کے مطابق انہوں نے قطعی لا تعلقی اپنا لی تھی۔ کبھی کبھار انکو ٹیلیفون کال آئے گی یا کوئی سردمہری والی ملاقات؛ مسلمان بچے اور شریک حیات ملاقات کرنے آئیں بھی تو وہ اسقدر پھیکی، روکھی اور گھٹی ہوئی ہوگی کہ پہلے سے دل برداشتہ والدین مزید غمگین ہو جائیں گے۔ اس طرح کی ملاقات کا مقصد والدین کو دعوت اسلام دینا ہوتا ہے اور جیسے ہی والدین کی طرف سے مزاحمت کا سامنا ہو تو بچے واپس چلے جاتے ہیں۔

11. گروپ ہر وقت ذہنی طورممبرشپ بڑھانے میں فکرمند ہوتے ہیں

مسلمانوں کا اوّلین مقصد اسلام کی سربلندی ہے۔ اسلام کی سربلندی کی یہ مشق دعوی کہلاتی ہے۔ ہر مسلمان کا یہ فرض کہ وہ نئے لوگوں کو مسلمان بنائے، اس کی شروعات اپنے فیملی ممبرز اور دوستوں سے ہوتیں ہے۔ اسلام کا پھیلاؤ ہر مسلمان کے دماغ کا خلل ہے۔

12. گروپ کے ذہن پر وقت یہ بات سوار رہتی ہے کہ کیسے رقم اکٹھی کی جائے۔

جہاد کیلئے فنڈ جمع کرنا مسلمانوں کے اوّلین مقاصد میں سے ایک ہے۔ آجکل اس کو اسلامی "صدقات" کہتے ہیں۔ تاہم محمد کے وقت، اور اسلام کے پھیلاؤ کے تمام عمل کے دوران، جہاد کیلئے رقم کا بندوبست زیادہ تر لوٹ مار کے ذریعے ہؤا۔ اسلام کا سب سے بڑا مقصد روئے زمین پر سب سے بڑی دنیاوی قوّت بننا ہے۔

13. ممبران سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ اپنے وقت کا عام معمول سے زیادہ حصہ گروپ اور گروپ سے متعلقہ کاموں کو دیں۔

مسلمانوں کی اوّلین مصروفیت اسلام ہے۔ ان کیلئے لازمی ہے کہ وہ باقاعدگی سے مسجد جائیں، نماز پنجگانہ کے فرض کی ادائیگی کریں، واعظ سنیں وغیرہ وغیرہ۔ وہ اپنی فکر میں اسقدر مگھن ہو جاتے ہیں کہ وہ کسطرح سے اپنے دینی فرائض کو سرانجام دیں؛ کیا پہنیں، کیا کھائیں، اپنی نمازیں کس طرح ادا کریں، وغیرہ، ان کیلئے اس کےعلاوہ کچھ کرنے کیلئے گویا وقت ہی نہیں بچتا۔ دراصل، انکو یہ تک بھی سمجھایا جاتا ہے کیا سوچنا ہے اور کیا نہیں۔

14. ممبران کی حوصلہ افزآئی کی جاتی ہے بلکہ ان پر لازم کردیا جاتا ہے کہ وہ صرف اپنے ہی گروپ کے ممبران کے ساتھ زندگی گذاریں/ یا سماجی تعلقات رکھیں.

مسلمانوں کو اس بات کی تعلیم دی جاتی ہے کہ وہ کفّار سے اجتناب برتیں اور صرف مسلمانوں کے ساتھ ہی میل ملاپ رکھیں۔ قرآن منع کرتا ہے کہ کسی کافر سے دوستی رکھی جائے(قرآن 3:28) انکو نجّس (غلیظ ، ناپاک) (قرآن9:28) تصّور کرتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ انکے ساتھ روکھے پن سے پیش آؤ(قرآن9:123)۔ محمد کے مطابق غیرمسلم اللہ کی نظر میں "انتہائی پاجی حیوان" ہیں (قرآن 8:55)۔

15. سب سے زیادہ وفادار ممبر(" سچّے ایماندار") یہ محسوس کرتے ہیں کہ گروپ سے باہر کوئی زندگی نہیں ہے۔ انکا ایمان ہے کہ اس کے علاوہ زندہ رہنے کا اور کوئی طریقہ نہیں ہے، اور اکثر اس بات سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں کہ اگر وہ اس گروپ کو چھوڑ دیں(یا محض ایسا گمان ہی کریں) اور یا کوئی اور اسے چھوڑے تو اس کی پاداش میں وہ سزاوار ہوسکتا ہے۔

اسلام کو چھوڑنے کا خیال ہی سچے مسلمان کیلئے اتنا ناقابل برداشت ہے کہ اس کے بارے میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس حقیقت کے باوجود کہ حالیہ چند سالوں میں لاکھوں مسلمانوں نے ترک اسلام کیا مگر دل کی اتھاہ گہرائیوں میں مسلمان سنگ خارا کی مانند ہیں اور انکا ایمان ہے کہ کوئی بھی مسلمان کبھی حقیقت میں ترک اسلام نہیں کر سکتا، اور اسطرح کے تمام دعوے من گھڑت ہیں اور ایک سازش ہیں تاکہ اہل ایمان کے ایمان کو ضعف پہنچایا جا سکے۔ مسلمانوں کی

طرف سے جو ای میلز مجھے موصول ہوتی ہیں ان میں نظریہ ایک ہی ہے۔ یہ تمام لوگ مجھے اگلے جہان میں دوزخ کی آگ کا ڈراوا دیتے ہیں۔ دوزخ کے عذاب اور بدلے کے خوف کے درمیان مسلمان اپنے ہی بنے ہوئے مکڑی والے دہشت انگیز جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔

تخلیق اسلام کا مطلب انسانی روحانیّت سکھانا نہیں تھا، اور نہ ہی انکو روشن خیال بنانا۔ روحانیّت کا پیغام اسلام میں ثانوی حیثیّت رکھتا ہے یا صیح معنوں میں اسکا کوئی وجود ہی نہیں۔ اسلام میں پارسائی کا مطلب محمد کی تقلید ہے، ایک ایسا شخص جسکا دور دور تک پارسائی سے کوئی تعلق نہیں۔ روزے اور نمازوں جیسی مذہبی رسومات تو محض غیرمسلموں کو لبھا کر پھنسانے کا ایک طریقہ ہے تاکہ اسلام کا ظاہری پن پاکبازی اور روحانیّت سے بھرپور دکھایا جاسکے۔ جھوٹے پیغمبر بے ضرّرقسم کے روپ میں ہی دوسروں کو دھوکہ دے سکتے ہیں۔

دشواری جسقدر،اتنا ہی بہتر

مسلمان اکثر سوال کرتے ہیں: اگر محمد اسقدر جھوٹا تھا تو اس نے اتنا سخت اور پابندیوں بھرا مذہب کیوں بنایا؟ درحقیقت اسلام عملی طور پر دنیا کا مشکل ترین مذہب ہے۔ یہ بہت کچھ طلب کرتا ہے، اور بہت ساری پابندیوں کے ساتھ، مذہبی لوازمات، اور فریضے۔ کیا کسی مذہب کی پیروی میں پیش آنے والی مشکلات ایک رکاوٹ ہے؟

کسی بھی عقیدے کا بنیادی اصول ہے کہ وہ بعیدالعقل ہو، جس کو اسطرح سے بھی بیان کیا جاسکتا ہے: جتنی بھی زیادہ کسی مذہبی تعلیمات کی پیروی میں دشواری ہو گی، اتنا ہی اس کا پرتاثیر ہونا لازمی ہوگا۔ یہ ہماری نفسیات کا حصہ ہے کہ ہم ان باتوں کے زیادہ

مدّاح ہوتے ہیں جن کیلئے ہمیں زیادہ محنت درکار ہو۔ دوسری جانب، وہ کچھ جو ہمیں آسانی سے دستیاب ہواور مفت مل جائے اسکی قدر قیمت نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ فرقے سخت گیری کی تعریف کرتے ہیں اور آسان زندگی کو ناچیز جانتے ہیں۔ واقعی یہ سختیاں ہی ہیں جو ہمیں اپنی طرف کھینچتی ہے۔

تمام فرقے فطری طور پر سخت دشوار ہوتے ہیں۔ مارمون کثیر زوجی کے فرقے جسکو فنڈامینٹلسٹ چرچ آف جیسز کرائسٹ آف لیٹر ڈے سینٹس (ایف ایل ڈی ایس) کہا جاتا ہے اس کے پیشوا ویرن جیف کے پیروکاروں نے اسکے لئے مفت خدمات فراہم کیں اور اور اپنی ساری کمائی اس کے قدموں میں ڈھیر کردی۔ اس نے دو ملیّن ڈالر ماہانہ سے زیادہ کمائی کی جبکہ اسکے پیروکار فلاحی اداروں کی امداد پر زندہ رہے۔ جیف کا اپنے پیروکاروں پر مکمل کنٹرول تھا۔ اس نے انکو ٹی وی دیکھنے ، ریڈیو یا میوزک سننےسے منع کررکھا تھا، ماسوائے اس کے اپنے گیتوں کے۔ اس نے انہیں رہنے کے لئے گھر فراہم کئے ہوئے تھے اور ان کو بتایا ہؤا تھا کہ وہ غیر عقیدے کے لوگوں سے میل ملاپ ہرگز نہ رکھیں۔ ان کے لئے جیون ساتھی بھی وہ خود تلاش کرتا، اور اگر وہ کسی سے ناخوش ہو جاتا تو اس شخص کی ازواج کو حکم دیتا کہ وہ اس سے علیحدہ ہو جائیں، اور اسکا حکم مانا جاتا تھا۔ فرقے کی مانگ تھی مکمل اطاعت، اور اس کے ساتھ، عظیم قربانی۔

دوسرے فرقوں کا بھی جائزہ لیں، جیسے کہ جم جونز، شوکو اساحارہ، مونیز یا ہیون گیٹ کے فرقہ جات۔ عملی اعتبار سے فرقے آسان نہیں تھے۔ ممبرز سے اکثر یہ کہا جاتا تھا کہ وہ اپنی تمام جمع پونجی رہبر کے حوالے کردیں، اپنی ملازمتیں ترک کردیں، اور اسکی پیروی کی

خاطر اپنے دوستوں، عزیز و اقربا کو پیچھے چھوڑ دیں۔ ان کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ انتہائی سادہ زندگی بسر کریں اور بعض اوقات انکو جنسی فرحت کے حصول سے بھی منع کردیا جاتا تھا۔ اور اسی دوران فرقے کے پیشواء کو سب کچھ اس کی خواہش کے مطابق میسّر تھا۔ ڈیوڈ قریش اپنے پیروکاروں سے کہتا تھا کہ عورتیں خدا کی ملکیّت ہیں؛ اور چونکہ وہ مسیح ہے اسلئے وہ تمام اسکی ہیں۔ وہ اپنے پیروکاروں کی ازواج اور کمسن بیٹیوں کے ساتھ سوتا تھا، لیکن انکو تجّرد کی ہدائیت کرتا تھا۔ شوکو اساحارا، جم جونز اور عام طور پر تمام فرقہ جات کے پیشواء نافرمانوں کو کڑی سزآئیں دیتے تھے۔ اسقدر بدعملیوں اور سختیوں کے علاوہ پروکاروں کیلئے بدترین سزا مذہبی حقوق سے اخراج تھا۔ بعض اوقات ایسا کیا جانے پر فرقہ پرست پیروکار خود کشی کرلیتے تھے۔

فرقے کے پیشواء ناخلف ممبران کو شہر بدر کردیتے تھے۔ جولوگ ساتھ رہنا چاہتے تھےفرقے سے اخراج کی صورت میں مغلوب ہو جاتے تھے اور تنہا رہ جاتے تھے۔ اسی طرح مسلمانوں نے بھی اقلیّتوں کو زبردستی اپنے اندر ضم کرلیا۔

فرقے قربانیاں مانگتے ہیں۔ ان کے ماننے والے قربانیوں کے ذریعے ہی اپنی وفاداری اور ایمان کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ فرقہ پرست کی راہنمائی اس طرح کی جاتی ہے کہ وہ اپنا سب کچھ حتی کہ اپنی جان کو قربان کرکے ہی خدا کو یا اپنے گرو کو راضی کرسکتا ہے۔ اساسی دلیل یہ ہے کہ جس چیز کیلئے آپ جتنی بڑی قربانی دینگے اس کی قدر و قیمت بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ کوئی قربانی بھی بڑی نہیں ہوتی جب آپکی نجات داؤ پر لگی ہو۔ محمد نے بہشت کی ابدی زندگی کا عندیہ دیا

تھا، ان لوگوں کیلئے جو اس پر ایمان لائیں گے اور اس کے نصب العین کیلئے قربانیاں دینگے کیلئے بہشتی حوروں کا جھنڈ اور 80 مردوں جتنی مردانہ قوّت۔ قربانیاں جتنی زیادہ ہونگیں اس حساب سے اجر بھی زیادہ ملیگا۔ اپنے پیروکاروں کی حوصلہ افزائی کہ خاطر کہ وہ اس کے نصب العین کے حصول میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیں اس نے کہا:

جو مسلمان (گھروں میں) بیٹھ رہتے ہیں (اور لڑنے سے جی چراتے ہیں)اور کوئی عذر نہیں رکھتے اور وہ جو خدا کی راہ میں اپنے مال و جان سے لڑتے ہیں وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر اللہ نے درجے میں فضیلت بخشی ہے۔ گو نیک وعدہ سب سے ہے لیکن اجر عظیم کے لحاظ سے خدا جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں کہیں فضیلت بخشی ہے۔(قرآن 4:95)

بالفاظ دیگر، اگر آپ اہل ایمان ہیں، آپ کو اجر تو ملے گا، لیکن آپکا اجر ان کے برابر نہیں ہو گا جو جہاد کریگا، جو اپنا مال اور جان بھی قربان کریگا اور اس کے نصب العین کے حصول کی خاطر شہادت پائے گا۔

جتنا زیادہ کوئی فرقہ خطرناک ہوگا، اتنے ہی مشکل اسکے لوازمات ہونگے۔ کچھ فرقے تو آپ کو مکمل ممبر ہی نہیں سمجھتے جبتک آپ اپنی وفاداری کے ثبوت میں بڑی بڑی قربانیاں نہ دیں۔ محمد نے اپنے پیروکاروں کو یقین دلا دیا تھا کہ اسطرح کی قربانیاں ضروری ہیں اور تکمیل ایمان کے لئے لازم ہے۔ فرقے کی خاطر مال خرچ کرنا اور اپنی

کمائی اپنے رہبر کے حوالے کرنا ایمان کے ساتھ اپنی وابستگی کا اظہار ہے۔

فرقے کے رہبران خودپرست ہوتے ہیں اور داؤ پیچ کے ماہر۔ انکو یہ دیکھنا بہت اچھا لگتا ہے کہ لوگ بڑی گرمجوشی سے انکیلئےکاموں میں مگھن ہیں، اسطرح انکو اپنے طاقتور اور مختارکل ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ انکو اپنے پیروکاروں کی طرف حلقہ بگوشی اور قربانیوں کی ادائیگی کی صورت میں خودپرستی کی غذا ملتی ہے۔ ان کی تقلید میں اندھے پیروکار کچھ بھی کرنے کیلئے تیار ہوتے ہیں بشمول جنگجوئی،خفیہ سازشوں کے ذریعے مخالفین کا قتل اور اپنی جان دے دینا تاکہ انکی خدمات کو قبولیت کا درجہ مل جائے۔ اس طرح کا تابعدارانہ روّیہ اپنےخود پرست رہبرکی تسلط آمیز حاکمانہ خواہش کی تکمیل کرتا ہے۔ وہ اپنی طاقت سے لطف اندوز ہو رہے ہوتے ہیں جبکہ اس کے پیروکاراسکی ہٹ دھرمی کو اسکے نصب العین کی سچائی سمجھنے غلطی کر رہے ہوتے ہیں۔

کیوں اکثر مرد ہی پیغمبر ہوتے ہیں؟ وہ اسلئے کہ خودپرستی کا مرض زیادہ مردوں کو ہی ہوتا ہے۔ اگرچہ عورتیں بھی خودپرستی کی مریض ہو سکتیں ہیں مگر مردوں میں اس کی اکثریّت ہے۔ اس لئے زیادہ پیغمبر مرد ہیں اور فرقوں کے رہبر عورتوں کی بہ نسبت زیادہ مطلق العنان ہوتے ہیں۔

فرقوں کی خصوصی علامت ہے کہ ان کے مذہبی لوازمات خاصے مشقت طلب ہوتے ہیں۔ ان پر بڑے محتاط انداز میں عمل پیرا ہونے کی سبب ان کے پیروکاروں کو یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ نجات پا لیں گے۔ ان لوازمات کے ساتھ انکو پاگل پن کی حد تک لگاؤ ہو جاتا ہے اور وہ

سمجھتے ہیں کہ ان کی عدم ادائیگی گناہ ہے۔ ان بے تکی رسومات کی ادائیگی لازمی سمجھی جاتی ہے اس مفروضے کے تحت کہ یہ خدا کی رضا کیلئے ہیں یا "حصول آگہی" کیلئے۔ تاہم، ان رسومات کی ادائیگی کے پیچھے اصل مقصد اپنے پیروکاروں کو کنڈے میں پھنسا کر رسّی سے باندھے رکھنا ہے۔ رسّی کی لمبائی جتنی کم ہوگی اتنا ہی ان پر لیڈرکا کنٹرول سخت ہو گا۔ حقیقت میں ان رسومات کا خدا سے کوئی تعلق نہیں۔ اسکا مقصد تو ایک خود پرست کیلئے اپنے پیروکاروں پر زیادہ سے زیادہ کنٹرول حاصل کرنا ہے۔

صوم وصلواۃ کے اسلامی فریضوں کا مقصد خیالات اور جذبات کی عدم مرکزیّت ہے۔ مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ مخصوص کھانوں سے اجتناب کریں، موسیقی نہ سنیں اور مخالف جنس سے سماجی تعلقات سے گریز کریں۔ مسلمان عورتوں کو حکم ہے کہ وہ اپنے آپ کوشدید گرمی کے موسم میں بھی کئی پردوں میں ڈھانپ کر رکھیں اور ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنیں، اور انپر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے غیرمسلم عزیز و اقربا سے مکمل قطع تعلقی کرلیں۔ یہ وہ تمام سختیاں اور قربانیاں ہیں جن کے بارے میں مسلمانوں کا خیال ہے کہ اس کے بدلے میں انکو نیک اجر ملیگا۔ اس کے ماننے والوں کو اسطرح کی قربانیوں اورلوازمات سے گہرا لگاؤ ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ ان تکالیف سے گذر رہا ہوتا ہے تو ان انعامات اورجزاؤں کی گنتی کررہا ہوتا ہے جو کہ اس کو اگلے جہان میں ملنی ہیں اور انتہائی خوشی اور فرحت محسوس کررہا ہوتا ہے۔ خلاف قیاس، ماننے والے کو جتنی زیادہ تکلیف ہو رہی ہوتی ہے اسکو اتنا ہی زیادہ مزہ آرہا ہوتا ہے اور سکون مل رہا ہوتا ہے۔ اہل ایمان کیلئے یہ کوئی عجب بات نہیں ہے کہ وہ رضاکارانہ

طور پررضائے الٰہی کے استخراج کیلئے توبہ استغفار اور اپنے آپ کو سزا دے رہے ہوتے ہیں۔

ہم انسانوں کا اس مقولے کو سچ تسیم کرنے کا رجحان ہوتا ہے کہ " بنا تکلیف کے کچھ حاصل نہیں"۔ ہمارے قدیم اباؤاجداد دیوتاؤں کی خوشی کی خاطر قربانیاں دیا کرتے تھے۔ یہ عقیدہ اسقدر خندقوں میں گھرا ہؤا ہے کہ بعض معاشروں میں لوگ انسانوں، یہاں تک کہ اپنے بچوں کو بھی قربان کردیا کرتے تھے۔

اسلام پر عمل کرتے وقت پیش آنے والی دشواریاں (اس کے علاوہ دوسرے فرقوں میں بھی) اور سخت ترین قربانیاں ہی جنکو اپنانے سے "پارسائی" کاحصول ہی دراصل اسلام کی اصل کشش ہے۔ جتنا بھی کسی فرقے کا اتباء مشقت طلب ہوتا ہے اتنا ہی وہ سچا نظر آتا ہے۔ وہ لوگ جو قربانیاں نہیں دیتے وہ احساس جرم کا شکار رہتے ہیں۔ احساس جرم بعض اوقات قربانی دینے سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔

چند مشہور خودپرست مذہبی پیشوا

بہت سے علماء کیلئے محمد کی شخصیّت ایک معمہ ہے۔ ان لوگوں کیلئے جو اس کے پیغمبری کے دعوے کو تسلیم نہیں کرتے اس کی شخصیّت انتہائی پر اثر اور کرشمہ ساز تھی۔ وہ اپنے اردگرد کے لوگوں کو اس درجہ مسحور کرسکتا تھاکہ وہ جوش میں آکر کسی کو بھی قتل کرسکتے تھے اور اس کے کئے گئے وعدوں کی اطاعت میں اس کے حکم کے تحت اپنی جان بھی قربان کر سکتے تھے۔ وہ اسقدر

ارادے کی پختگی کوان کے اندر لا سکتا تھا، جوش اور ولولے کو اجاگر کرسکتا تھا، ان کو پرشکوہ سمجھنے پر مجبور کرسکتا تھا، اور وہ اتنے قلیل عرصے میں اتنا طاقتورکیسے ہوگیا؟ اس کیا راز کیا ہے؟

محمد کی اسقدربڑی کامیابی کے پیچھے جو طاقت کارفرما تھی وہ تھی اس کی چاہے جانے کی حسرت۔ انسانی تاریخ کے عظیم خود پرست کی کامیابی کا راز اس امر میں پنہاں ہے۔ یہی ہے جو انکوعلی التواتر انتھک محنت پر آمادہ کرتا ہے۔

ان لوگوں کی کمی نہیں ہے جنہوں نے پیغمبری اور مسیحائی کے دعوے کئے۔ اسی طرح ان بیوقوفوں کی بھی کمی نہیں جنہوں اظہار وفاداری کی خاطردوسروں کو مارا بھی اور اپنی جان کی قربانی بھی دی۔

خودپرست عزت، مدّح سرآئی اور طاقت کے بل بوتے پر چلتے ہیں۔ خود پرست ٹھگی کے ماہر فنکار ہوتے ہیں۔ انکو شدید خواہش ہوتی ہے کہ انکو شناخت دی جائے۔ وہ بہت ضدّی، ہیرا پھیری کرنے والے اور اپنی ہٹ کے پکے ہوتے ہیں۔ وہ بہت چالاک، مکار اور باوسیلہ ہوتے ہیں۔ چند مشہور خود پرستوں میں شامل ہیں: نپولین، ہٹلر، سٹالن، میسولینی، پول پاٹ، ماؤ، صدّام حسین، عیدی امین، جم جونز، ڈیوڈ قریش، شوکو اساحارہ اور چارلس مینسن۔ خود پرست جذباتی ابتری کا شکار ہوتے ہیں۔ انکی نظر میں حصول اقتدار کا جواز فراہم کرنا زیادہ اہم ہوتا ہے، اور اس کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ جھوٹ منوا کراعتمادسازی کرتے ہیں اور بہت پر اعتماد نظر آتے ہیں۔ تاہم یہ سب کچھ اندرونی خوف اور عدم تحفظ سے بچنے کیلئے ایک دکھلاوہ ہوتا ہے۔ آیئے چند ایک خودپرستوں کو نزدیک سے دیکھ کر انکا محمد سے

موازنہ کرتے ہیں۔ اس تقابلی جائزے سے ہمیں ممکنہ طور پر مسلمانوں کے اجتماعی روّیے کاپتہ چلیگا اور انکی اسلام کے ساتھ اندھی عقیدت کا۔

جم جونز

جم جونز نےعام نفیس قسم کے لوگوں کو قائل کر لیا کہ وہ مسیحا (تمام امور کی سوشلزم) ہے۔ اس نے انکو راغب کیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں کو چھوڑ کر اس کے ہمراہ اس کے "مدینہ" چلیں جو کہ جنگل کے وسط میں واقع ہے۔ اس نے گھانا کی حکومت کوسبز باغ دکھا کر مفت میں 300 ایکڑ زمین حاصل کرلی۔ اس نے اپنے پیروکاروں کو اس بات پر قائل کرلیا کہ وہ اسکو انکی بیویوں کے ساتھ سونے دیں۔ اس نے اپنے پیروکاروں کا حوصلہ بڑھایا کہ وہ بندوقیں اٹھا لیں اور ہر اس شخص کو قتل کردیں جو انکے ساتھ اختلاف کرے۔ یہ لوگ اپنے اعتقاد میں اسقدر اندھے ہو گئے کہ انہوں نے ایک سینیٹر اور اس کے محافظ کو قتل کردیا۔ پھر اس نے بنا کسی مزاحمت کے اپنے پیروکاروں کو ترغیب دی کہ وہ سائنائڈ پوشن پی کر اجتماعی خودکشی کرلیں - 911 لوگوں نے اپنی مرضی سے وہ سب کچھ کیا جو اس نے کہا تھا اور مرگئے۔ انہوں اپنے بچوں کو بھی مجبور کیا کہ وہ بھی زہر پی لیں۔ ہم اس کے بارے میں مزید بات اگلے باب میں کریں گے۔

ڈیوڈ قریش

ڈیوڈ قریش نے اپنے پیروکاروں کو واکو، ٹیکساس سے باہر اپنے نام پر بنائے گئے ایک احاطے میں جمع کرلیا۔ اس نے ان سے کہا کہ وہ

خدا کا بیٹا ہے اور انہوں نے اس کی بات کو مان لیا۔ اس کا پہلا اعلان جنوبی کیلیفورنیا کے سیونتھ ڈے ایڈوینٹسٹ چرچ کے نام تھا، جس کا ایک حصہ یہ تھا: " میری سات آنکھیں اور سات سینگ ہیں۔ میرا نام لفظ خدا ہے ------ اپنے خدا سے ملنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔"

قریش کے فرقہ کے ایک سابقہ ممبر مارک برالٹ جسے ویرمن (ڈیوڈ قریش کا اصلی نام) نے شروعات میں اپنا گماشتہ بنایا اس نے لکھا: " میرے ہاں عورتیں ہیں جو مجھ سے محبت کی بھیک مانگتی ہیں۔ ذرا سوچو؛ ان گنت کنواریاں۔" سال دو سال بعد کم از کم بیس نوجوان عورتیں اس کے پاس تھیں ان میں سے دو کی عمر 14 سال جبکہ ایک 12 سال کی تھی۔ جسطرح اللہ اپنے رسول کی جنسی ضروریات کی طرف خاصہ متوجہ تھا، اسی طرح ڈیوڈ کا خدا بھی اس کی جنسی ضروریات کے بارے میں بہت فکر مند تھا، جلد ہی اس نے خدا کا بیٹا ہونے کا رتبہ حاصل کرلیا اوراپنے پیروکاروں کی بیویوں سے جنسی تعلقات کا مطالبہ شروع کر دیا ۔ ان عورتوں سے جن کے بارے میں اس کا ماننا تھا کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر دوسرے لوگوں سے شادی کر چکی ہیں وہ اس کی ملکیّت ہیں۔ " تم سب لوگ محض جنسی ملاپ کا ایک حصہ ہو، بس تم یہی کچھ ہو۔" ڈیوڈ نے اپنے پیروکاروں سے کہا، " تم نے ان کے ساتھ خدا کی اجازت کے بغیر شادی کی۔ اس سے بھی بری بات یہ کہ تم نے میری بیویوں سے شادی کی۔ خدا نے سب سے پہلے انہیں میری جنس تحویل میں دیا تھا۔ اسلئیے میں انہیں واپس لے رہا ہوں" مارک برالٹ کے مطابق، ایسے بیانات کی وجہ سے سب کو صدمہ پہنچا، لیکن انہوں اس پر کسی ردّعمل کا اظہار نہیں کیا، اسی دوران قریش اس طرح کی باتیں کہتا رہا:" تو سکاٹ: ایسا محسوس کرنا کیسا لگتا ہے کہ تمہاری شادیاں ختم ہو چکی ہیں ؟"

برالٹ کے مطابق ڈیوڈ نے 1989 میں " اس نے اپنے آدمیوں کی بیویوں کے ساتھ جنسی تعلقات بنا لئے ---- اور ان عورتوں کو ہدائت دی کہ وہ حیض کے دورانیے میں اس وقت جب حمل ٹھہر جانے کے امکانات زیادہ ہوں اس کی اسے اطلاع دیں تاکہ حاملہ ہونے کے امکانات زیادہ سے زیادہ ہوں۔" اس کے آدمیوں کے مطابق، اس نے انہیں کہا ہؤا تھا کہ ان کا کام ہے کہ " سلیمان بادشاہ کے بستر کی حفاظت کریں۔" اس نے نہ صرف ان کی بیویوں سے ہمبستری کی انکو حاملہ کیا ---- اور 20 سے زیادہ بچوں کا باپ بھی بنا۔ بلکہ اپنی اولاد تک کے ساتھ بھی جنسی تعلقات بنائے۔ " بچوں کو کسی بھی وجہ سے تھپڑ ماردیا جاتا تھا؛ جب وہ 16 گھنٹے بائیل کی پڑھائی کے دوران چلانا شروع کر دیتے تھے، یا ڈیوڈ کی گود میں بیٹھنے سے انکار کر دیتے تھے، یا پغمبر کی خواہشات کو پورا کرنے سے انکارکی جرآت کرتے تھے ---- کچھ عورتوں کا خیال تھا اپنے عاشق خدا کے بیٹے کو خوش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خصوصی طور پر اسوقت جب بچے ڈسپلن توڑیں تو ان کو گھمبیر سزا دی جائے۔ لیکن بعض اوقات بڑوں کیلئے یہ اتنا آسان نہیں تھا کہ وہ بچوں کو ماریں۔ ان کو بچوں کی پیٹھ کوئی جگہ ہی نظر نہیں آتی تھی جس پر نیل نہ پڑے ہوئے ہوں یا خون نہ بہہ رہا ہو۔" بعض اوقات عورتوں کو بھی اسی طرح کی سزآئیں دی جاتی تھیں۔ 29 سالہ ایک عورت جس نے یہ اعلان کیا تھا کہ اسکو آوازیں سنائی دیتی ہیں اس کو اپنی جاگیر کے اندر ہی ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں قید کردیا گیا۔ اس کو مارا پیٹا جاتا اور بار بار گارڈ اس کی عصمت دری کرتے۔

محمد کی طرح قریش بھی رزو حشر کا پیغمبر تھا۔ اس کے پیروکاروں نے خود کو مصلح کیا ہؤا تھا۔ پولیس کی طرف سے حملہ ہؤا تو انہوں

نے چار اے ٹی ایف کے ایجنٹوں کو مار دیا اور اپنے احاطے کو بوبی ٹریپ کرلیا اور دھماکے سے اڑا دیا اور اسطرح اپنے خاندان سمیت موت کے منہ میں چلے گئے مگر ہتھیار نہیں ڈالے۔ اس کے نتیجے میں 90 لوگوں کی موت واقع ہوئی۔

یہ کہانی ناقابل یقین ہے۔ کس طرح کوئی شخص اس حد تک بیوقوف بن سکتا ہے؟ البرٹ مذاق نہیں کررہا تھا جب اسنے کہا،" دو چیزوں کی کوئی حد نہیں: ایک تو کائنات اور دوسری انسانی حماقت؛ اور میں وسعت کائنات کے بارے میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔"

آرڈر آف دی سولر ٹیمپل:اس الہامی فرقے کے 74 لوگ اوٹ پٹانگ قسم کی اجتماعی مذہبی رسومات کی نذر ہوئے۔ اس فرقے کے زیادہ تر ممبران اعلی تعلیم یافتہ اور کھاتے پیتے لوگ تھے، ابوبکر، عمر، علی اور محمد کے دوسرے ساتھیوں سے زیادہ ذہین۔

یہ فرقہ سورج کو بہت اہمیت دیتا تھا۔ ان کی شعلہ فشاں خودکشی ۔ قتل سے متعلقہ مذہبی رسومات کا مقصد اس فرقے کے ممبران کو ستارے "سرّس" پر آباد ایک نئی دنیا میں پہنچانا تھا۔ اس ٹرپ کے دوران مددگار عملہ کے بہت سے لوگ جن میں بچے بھی شامل تھے سروں میں گولیاں مارنے سے ہلاک ہوئے، پلاسٹک کے کالے لفافوں سے دم گھٹنے سے ہلاک ہوئے یا انکو زہر دیکر ہلاک کیا گیا۔

گروپ کے جانے پہچانے دو لیڈروں میں ایک تھا بیلجئیم کا ہومیوپیتھک ڈاکٹر لیرک جورٹ اور دوسرا ایک دولتمند تاجر جوزف ڈی میمبرو۔ وہ اس فرقے کے محمد اور ابو بکر تھے۔ تاہم انکو اپنے پاگل پن پر اسقدر پکا ایمان تھا کہ انہوں نے اپنے پیروکاروں کے ساتھ خود بھی خودکشی

کرلی۔ اسطرح کا کام محمد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ محمد نے کبھی اپنی جان کو خطرے میں نہیں ڈالا۔ وہ ہمیشہ اپنے محافظوں میں گھرا رہا اور کبھی بھی دشمن کا تنہا سامنا نہیں کیا۔

انکی موت کے بعد جو خط جاری کیا گیا اس میں جورٹ اور ڈی میمبرو نے لکھا تھا "*ہم یہ دنیا حق اور علم کامل کی ایک نئی جہت کی تلاش میں چھوڑ رہے ہیں، منافقتوں کی اس دنیا سے بہت دور۔*" [297] فرقہ پرستوں کو موت سے دیوانگی کی حد تک لگاؤ ہوتا ہے۔ یہ کافی حد تک اس سے ملتا جلتا ہے جسکی تبلیغ محمد کیا کرتا تھا، فرق یہ تھا کہ محمد دنیا سے زیادہ لگن محسوس کرتا تھا اور اس کو چھوڑنے کا اسکا کوئی ارادہ نہ تھا۔ وہ شہادت کا بہت مدّاح تھا، لیکن صرف دوسروں کیلئے۔ اس نے خودکشی کی کبھی وکالت نہیں کی ۔ اس کی بجائے اس نے اپنے پیروکاروں کو جہاد کرنے کیلئے ورغلایا، دوسروں کو مار دو اور خود مرجاؤ۔ اس نے انہیں بتایا کہ زندگی سے زیادہ موت سے پیار کرو، لوٹو اور مال غنیمت اکٹھا کرو، عورتیں اور غلام گھیرو" اللہ اور اسکے رسول کیلئے"۔ وہ دوسرے فرقوں کے برعکس بہت حد تک اپنا فائدہ سوچتا تھا لہذا وہ اتنا مخلص نہیں تھا۔

ہیونز گیٹ: 26 مارچ 1997 کو "ہیونز گیٹ" نامی ایک فرقے کے29ممبران نے فیصلہ کیا کہ وہ "*اپنے کنٹینر چھوڑ دیں*" اورایک ساتھی طیارے پر سوار ہوجائیں " ہیل باب کومٹ کی ٹیل میں چھپ کر"۔

ہیونز گیٹ کے پجاری تین دنوں میں تین شفٹوں میں ہلاک ہوئے، زمین پر اپنی آخری دعوت اڑانے کے بعد۔ فرقہ پرستوں کے ایک گروپ نے زہر کھایا، فینوباربیٹل کی ایک مہلک خوراک کو پڈنگ یا سیب کی

چاشنی میں ملا کراور اس کے بعد ووڈکا (ایک روسی تیزنشہ آور مشروب) کا دور لگایا، وہ لیٹ جاتے جبکہ ان کے دوسرے ساتھی ان کے چہروں پر پلاسٹک کے لفافے چڑھا دیتے تاکہ ان کی موت جلد واقع ہو جائے۔ موت کے اس عمل کے ہر راؤنڈ کے بعد فرقہ پرست صفائی کر دیتے۔ آخری دو ساتھیوں نے خود کو مارنے سے پہلے کرایے پر لی ہوئی بلڈنگ کا کوڑا صاف کیا اور اس کو صیح سلامت حالت میں لائے۔ اس خواہش کے پیش نظر کے بعد کی زندگی میں کام آئے تمام لاشوں کی کوئی نہ کوئی شناخت ساتھ تھی۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان کی جیبوں میں پانچ پانچ ڈالر کے بل اور ریزگاری بھی تھی اور انکے چھوٹے چھوٹے سوٹ کیس بھی ان کے کوٹوں اور بستروں کے اندر لپٹے ہوئے تھے۔ جس طرح مسلمان خود کش بمباراپنے جسم کی شیو بناتے ہیں اور ان میں سے کچھ، حفظ ماتقدّم ، بہشتی حوروں سے سہاگ رات منانے کی پیشگی تیاری کے طور پراپنے عضو تناسل کو ایلویمنیم کی ایک دھاتی پرت میں لپیٹ لیتے ہیں یہ فرض کرکے کہ وہ دھماکے کے بعد محفوظ رہے گا، ہیون گیٹ پجاریوں نے بھی یہ سوچا ہو گا کہ وہ اپنے جسم اورسوٹ کیس بہشتی سفر میں اپنے ساتھ لے جائیں گے۔

چارلس مینسن: یہ غیرمعروف ذہنی مریض ساٹھ کی دہائی میں ایک مقام پرقریب قریب 100 اشخاص (لگ بھگ اتنے ہی اور ایسے ہی اوصاف کے مالک جتنے کہ محمد کی مکی زندگی کے دوران تھے) جن میں عورتیں بھی شامل تھیں جن کو ایک "فیملی" کہا جاتا تھا۔ وہ انکا مسیحا سمجھا جاتا تھا۔ اس نے ان باغی چھوکروں کے ذھن میں بٹھا دیا تھا کہ دور حاضرکی تہذیب گوروں اور کالوں کے درمیان ایک نسلی امتیاز کی جنگ کے نتیجے میں ختم ہونے کو ہے جس میں

کالے فتحیاب ہونگےاورکیونکہ ان کودنیا کا نظام چلانے کی اہلیّت نہیں ہے لہذا وہ مدد کیلئے اس کے پاس آئیں گے اور تب اسکے پیروکار دنیا پر راج کریں گے۔ اس کو اپنے اس فریب تصوّر پر اسقدر یقین کامل تھا کہ اس کے پیروکاروں کو اس کے پاگل پن پر کسی قسم کی بدگمانی نہیں تھی۔ انہوں نے وہ سبھی کچھ کیا جس کا انہیں کہا گیا، جس میں عصمت فروشی، چوریاں اور قتل کی وارداتیں بھی شامل ہیں۔ یہ سب اس سے مختلف نہیں تھا جو کچھ محمد اپنے پیروکاروں سے کرواتا رہا۔ اس نے انکو حوصلہ دیا کہ وہ لوٹ مار کیلئےحملے کریں اور زناکاری کریں، اور انہوں نے ایسا کیا۔

وعدے کے مطابق جب 1969 میں نسلی امتیاز کی جنگ شروع نہیں ہوئی تو اس نے خود شروع کرنے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے پیروکاروں کو حکم دیا کہ وہ امیر لوگوں کے گھروں میں بلا تشخیص داخل ہوں، اور انکو اس طرح ہلاک کریں کہ دیکھنے میں ایسے لگے جیسے یہ کام سیاہ فام لوگوں کا ہے۔ ان نوجوان لوگوں نے بالکل ویسے ہی کیا جیسا کہ انکو مینسن نےحکم دیا۔ وہ بہت مشتاق تھے کہ وہ اسے خوش کریں اورحقیقت میں وہ اس کے تعمیل حکم میں دوسروں سے سبقت لے جانا چاہتے تھے۔ ان کا ایمان تھا کہ مینسن خاص الہامی قوّت کا مالک تھا اور اسکو خاصا غیب کا علم ودّیعت ہؤا ہے۔

مینسن کا اس کے پیروکاروں پر اتنا گھرا اثر تھا کہ 1975ء میں لنٹ فرومی اس کی "گرلز" میں سے ایک بطور سکویکی(کوکیں مارنے والی) جانی جاتی تھی اس نے امریکی صدر فورڈ کو قتل کرنے کی کوشش کی اور اسے عمر قید کی سزا ہوئی۔ " وہ بہت لائق، ذھین اور خوش اندام ہے،" فورمی کے اٹارنی نے اس کے بارے میں کہا۔ " اسے

اور کچھ نہیں ہے، بس تھوڑی پاگل ہے، جب آپ اس سے بات کررہے ہوتے ہیں تو سب کچھ ٹھیک ہوتا ہے جب تک آپ مینسن کے بارے میں کوئی بات نہیں کرتے"۔ سب فرقہ پرست ایسے ہی ہوتے ہیں۔ وہ نارمل اور ذھین ہوتے ہیں، اس وقت تک جب آپ انکے روحانی پیشواء کے بارے میں کوئی بات نہیں کرتے۔ مسلمان عمومی اعتبار سے خوش خلق ہوتے ہیں جبتک کہ آپ نے محمد کا نام نہیں لیا۔ پھر یکلخت، ان کے سر پر خون سوار ہو جاتا ہے، انکو پاگل پن کا دورہ پڑ جاتا ہے اور انمیں سے کچھ تو قاتل اورخونخوار ہو جاتے ہیں۔ تمام فرقہ پرست ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔ وہ پاگل پن اپنے ذھنی مریض روحانی پیشواء سے حاصل کرتے ہیں۔

مینسن کی ایک اور جیالی، سنڈرا گڈ، جسے 1976ء میں میل کے ذریعے قتل کی دھمکیاں دینے کے جرم پر دس سال کی سزا ہوئی تھی۔ قید سے رہائی ملتے ساتھ ہی اس نے کورکوران جیل، جس میں مینسن بند تھا، کے قریب ہی رہائش احتیار کرلی اور 2001ء تک اسکی ویب سائٹ کی نگرانی کرتی رہی۔ یہ ہے برین واشنگ کی تاثیر۔ فورمی کی تیارکردہ قاتلانہ سازش کے ایک ہفتہ بعد سی بی سی ریڈیو والوں نے سنڈرا گڈ کا ایک انٹرویو نشر کیا ۔ اس نے کہا، " دنیا میں تمام لوگ واجب القتل ہیں۔ یہ محض شروعات ہیں۔ یہ محض شروعات ہیں ان لاتعداد اقتال کی جن کا آغاز ہونے کو ہے۔" جب اس سے یہ پوچھا گیا کہ اس کو درختوں کے کاٹے جانے کی تو پروا ہے مگر ان انسانوں کی نہیں جنکو وہ قتل کرنا چاہتی ہے؟ گڈ نے جواب دیا: " وہ لوگ جو حیات کے قاتل ہیں، وہ ہارپ سیلز کے ہتھیارے ہیں، وہ درختوں کے قاتل ہیں، وہ سمندروں کو زہر آلود بنا رہے ہیں، دریاوں کو اور ہر قسم کی حیات کو اور ہم سبکو ختم کررہے ہیں۔"

فرقہ پرست اپنی دہشت گردانہ کاروائیوں کا جواز تلاش کر لیتے ہیں۔ یہی حیلہ جوئی اسلامی دہشت گردی کا جواز ہے۔ پہلے وہ مغرب کی کسی من گھڑت شخصیّت کو مسلمان بچوں کے قتل کا مورد الزام ٹھہراتے ہیں اور پھر اس جھوٹ کی آڑ میں شہریوں اور بچوں کی ہلاکت جیسے گھناؤنے جرائم کا جواز گردانتے ہیں۔ ہم متعدد بار یہ سن چکے ہیں کہ "قابل احترام" اور جانے مانے مسلمان ٹی وی پر آکر یہ کہتے ہیں، " ہم دہشتگردی کی مذمّت کرتے ہیں مــگــر(ہاں ہر جگہ ایک مگر ہوتی ہے) یہ ردّعمل ہے اسکا جو اسرائیل، امریکہ اور مغربی ممالک وغیرہ میں مسلمانوں کے خلاف ہو رہا ہے۔"

مینسن کو ابھی تک لاتعداد میلز موصول ہوتیں ہیں، امریکہ میں کسی بھی قیدی سے زیادہ، ان میں زیادہ تر تعداد نوجوانوں کی ہے جو اسکی " فیملی" کو جوائن کرنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ ممکنہ حد تک اس امر کی وضاجت نہیں کرتا کہ کیوں اسلام کا فرقہ ابھی تک پھل پھول رہا ہے؟ برے لوگ ہمیشہ ہی بری تعلیمات کی طرف کشش رکھتے ہیں۔

جیسا کہ کہ دوسرے تمام فرقوں میں ہوتا ہے اسی طرح مینسن کا بھی ایک نصب العین تھا۔ اس کا نصب العین ہوا، اشجار، پانی، اور جنگلی حیات (اے ٹی ڈبلیو اے) کا تحفظ تھا۔ اس نے اس نصب العین کو اتنا اہم بنا دیا تھا کہ اس کے حصول میں انسانوں کا قتل بھی روا تھا۔ تیس سال سے زیادہ جیل کاٹنے کے باوجود فورمی ابھی تک مینسن کی وفادار ہے: " مینسن نے مجھے بتایا کہ وہ مجھے ایک حقیقی دنیا دے سکتا ہے،" فورمی نے ایک انٹرویو میں بتایا۔ " لگ بھگ چالیس سال قبل اس نے مجھے کہا تھا کہ روپیہ پیسا بھی لوگوں کیلئے اتنی ہی محنت کریگا جتنی کہ لوگ اس کی خاطر کرتے ہیں۔ وہ ہوا اور پانی، زمین

اور حیات کی بات کررہا تھا۔ مجھے نہیں پتا کہ ایسا کیونکر ہوگا مگر میں اس کا منتظر ہوں۔ میں اس کیلئے سخت محنت کرونگا اور اسطرح کی دنیا کو ممتاز کرونگا جو آگے چل کر نہ صرف ہمیں سہارا دیگی بلکہ آنے والی نسلوں کی بقاء کا سبب بھی بنے گی۔" بیچاری عورت ابھی تک اس پر یقین رکھے ہوئے ہے۔ یہ کسی کو قائل کرنے کا ایک بیّن ثبوت ہے کہ برین واشنگ کتنی طاقتور ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان اسلام کو نہیں چھوڑ رہے؛ اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی کہ محمد نے ایک شرمناک اور مذموم زندگی گذاری۔ ایمان ایک قوّی دوا ہے جو ایمان رکھنے والے کی سوچنے کی اہلیّت کو مفلوج کردیتی ہے۔ ایک امریکی فلاسفرایلبرٹ ہبّرڈ نے کہا، " انسانی جوہر کی تو کوئی حد ہو سکتی ہے مگر احمقانہ پن کی نہیں۔"

قاتلانہ حملوں کی ایک واردات میں مینسن نے اپنے ستم زدوں کے گھروں میں کھڑکی سے جھانک کر دیوار کے ساتھ آویزاں بچوں کی تصویروں کو دیکھا۔ پہلے اس نے سوچا کہ اس گھر کو چھوڑ دیا جائے، پھر اس نے اپنا ذہن تبدیل کرلیا اور کہا کہ نصب العین اتنا اہم ہے کہ بچوں کو راستے کی رکاوٹ نہیں بننا چاہئیے۔

ایک یہودی، جوزف کوہن، اے۔ کے۔اے۔ یوسف خطاب نے، جو مسلمان ہو گیا تھا، Youtube.com پر دستیاب ایک انٹرویو میں کہا کہ ہر اسرائیلی جائز طور پر واجب القتل ہے۔ جب اس سے بچوں کے بارے میں پوچھا گیا، تو اس نے کہا کہ انکا مارا جانا انکیلئے باعث رحمت ہے کیونکہ اس سے قبل کہ وہ بڑے ہو کر کوئی گناہ کریں اس سے پہلے ہی وہ مرجائیں گے اور اسطرح وہ جنت میں جائیں گے۔

جوزف کونی ایک پاگل شخص ہے جسکا دعوی ہے کہ وہ "روحانی وسیلہ" ہے۔ وہ لارڈز رزسٹینٹ آرمی (ایل آر اے) کا بانی ہے، جوکہ گوریلوں کا جتھا ہے اور 2006ء تک یوگنڈا میں ایک الہیاتی حکومت کی تشکیل کی خاطر برسرپیکار تھا، جوحلفیہ طور پر 10 کمانڈمینٹس پرمبنی ہونگیں۔ اس نے 1987ء سے لیکر اس وقت تک کم وبیش 20000 بچوں کو اغوا کیا اور انکو قتل کردینے والی مشینوں میں تبدیل کردیا۔ ان بدقسمت بچوں کو زبردستی اس کام کیلئے تیار کیا گیا، بہت حد تک ایسے جیسے مدرسوں میں مسلمان بچوں کو کیا جاتا ہے۔ نامانتے والوں کو وحشیوں کی طرح پیٹا جاتا اور انکے جسموں پر اس مار پیٹ کے نشان پڑ جاتے۔

کونی کٹّر زوجی پر عمل پیرا تھا۔ وہ اتوار کے روز عیسائیوں کے خدا کی عبادت کرتا اور تسبیح کرتا اور انجیل سناتا تھا؛ لیکن جمعہ کے روز اسلامی الجمعہ نماز ادا کرتا۔ وہ کرسمس کا تہوار بھی مناتا اور رمضان کے تیس روزے بھی رکھتا اور خنزیر کے گوشت کی ممانعت بھی کرتا۔

جوزف کونی

جوزف کونی نے اپنے کمسن جنگجوؤں کو قائل کیا ہؤا تھا کہ قوّت ایمانی سے اور درود و صلواۃ کی مدد سے ان کے اندر مقدّس روح سرایت کرجائیگی اور انکی دوران جنگ حفاظت کریگی۔ اس نے لڑاکا جوانوں سے وعدہ کر رکھا تھا کہ ایک جادوئی طاقت سے وہ جنگ میں فتحیاب ہونگے اور انکو یہ باور کرا رکھا تھا کہ جو گولیاں انپر چلائی جائیگی وہ آدھے راستے میں پلٹ کر انکو ہی مار دینگی جنہوں

نے وہ فائر کئے ہونگے۔ محمد نے اپنے پیروکاروں کو بتایا ہؤا تھا کہ فرشتے انکی مدد کو آیئں گے اور بیس مومن دو سو کفار پر بھاری ہونگے اور ایک سو مومن ایک ہزار کافروں کا قلع قمع کر دیں گے۔ (قران-8:65)۔ کونی نے اپنے لڑکوں کو پانی کی ایک بوتل دی تھی اور کہا تھا کہ یہ یوگنڈا کی فوجوں کے خلاف تمہاری مدد کریگی۔ اس نے انہیں بتایا ہؤا تھا کہ اگر وہ اس بوتل کے اندر جو ہے وہ گرا دینگے تو ایک دریا بہہ نکلے گا اور دشمن افواج کو ڈبو دیگا۔ محمد کا وطیرا تھا کہ وہ مٹھی بھر ریت دشمنوں کی طرف پھینکتا تھا اور انکو کوستا تھا۔ محمد اور کونی دونوں عقب میں حفاظت میں رہتے اور جبکہ وہ اپنے پیروکاروں کی حوصلہ افزائی کررہے ہوتے تھے کہ موت سے مت ڈرو۔ محمد اور کونی میں ایک مماثلت یہ ہے کہ ان دونوں کا بدّروحوں پر ایمان تھا۔

2005ء میں اٹرنیشنل کرمینل کورٹ (آئی سی سی) نے جوزف کونی کے خلاف مجرم انسانیّت کے وارنٹ گرفتاری جاری کردئیے۔ جو الزامات اس پر لگائے گئے ان میں شامل تھے قتل، حبس بیجا، زنا بالجبّر اور جنسی غلامی، شہریوں کے ساتھ ظالمانہ سلوک، شہری آبادی پر اراداۃ حملے کروانا، لوٹ گھسوٹ، زنابالجبّر کی ترغیب دینا، باغیانہ کاروائیوں کیلئے بچوں کی جبّری بھرتی۔ یہ وہی الزامات ہیں جو محمد پر بھی لاگو ہو سکتے ہیں۔

محمد کی طرح کونی میں بھی انکار برداشت کرنے کی صلاحیّت بہت کم تھی۔ جس کسی نے بھی ایل آر اے کی تعلیمات کے حصول میں پس و پیش کا مظاہرہ کیا، یا راہ فرار حاصل کرنے کی کوشش کی اس کو

سزاملتی تھی ۔ اکثرکونی کی "سپرٹ آرمی" میں نوواردوں کے ہاتھوں وحشیانہ پٹائی ہوتی جو انکی موت پر منتج ہوتی۔

محمد کی کامیابی کی وجہ یہ ہے کا اس کا ظہور وہاں ہؤا جہاں کوئی مرکزی حکومت نہیں تھی جو اسے روکتی۔ اس نے بنا کسی روک ٹوک کے یورشیں کیں، لوٹ مار اور فتوحات کیں، ایک لٹیرے سے آغاز کیا اور منازل طے کرتے ہوئے ایک شہنشاہ بن گیا۔ اس نے ایک روحانی پیشواء کو ملنے والی رغبت اور فاتحین کی سّفاکی کو باہم یکجا کیا۔

خودپرست اکثر کامیابیوں سے ہمکنار ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ بے پناہ قوّت ارادی کے مالک ہوتے ہیں۔ وہ اپنا احساس تنہائی اور دوسروں کی طرف سے پائی جانے والی محبت میں کمی کے عوض طاقت اور اقتدار کا حصول چاہتے ہیں۔

بڑے جھوٹ کی طاقت

ایڈولف ہٹلر نے (1925) میں اپنے *Mein Kampf* میں لکھا: "کسی قوم کا ایک بڑاحصہ ایک بڑے جھوٹ کو آسانی سے مان لیگا بہ نسبت ایک چھوٹے جھوٹ کے" ہٹللر اس کام میں بڑا ماہر تھا۔ وہ جھوٹ بولنے کا ماسٹر تھا۔ اس نے مزید کہا:

بڑے جھوٹ میں ہمیشہ معتبر ہونے کی صلاحیّت ہوتی ہے؛ کیونکہ کسی قوم کے وسیع تر عوام بنیادی طور پر جذباتی ہونے کے سبب ہمیشہ جلد بہکاوے میں آجاتے ہیں بجائے اسکے کہ وہ عقل سے کام لیکر ایسا کریں یا رضاکارانہ طور پر؛

ان کے ذہن ابتدائی دور کے انسانوں کی طرح بھولے ہوتے ہیں اور وہ بہت جلد چھوٹے کی بہ نسبت ایک بڑے جھوٹ کے شکار ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ اپنے روزمرّہ کی زندگی میں چھوٹے چھوٹے جھوٹ بولتے رہتے ہیں اور کسی بڑے جھوٹ بولنے میں شرم محسوس کرتے ہیں۔ ان کے دماغوں میں کبھی یہ بات نہیں آسکتی کہ وہ بہت ہی بڑے جھوٹ گھڑسکیں، اور وہ یہ بھی نہیں مان سکتے کہ کوئی دوسرا اسقدر ڈھٹائی کا مالک ہو سکتا ہے کہ وہ سچ کو رسواکن اندازمیں تڑوڑ مڑوڑ سکتا ہے۔ اگر حقیقت ان کے سامنے بھی آجائے کہ یہ سب کچھ ایسے ہے تب بھی وہ تامل سے کام لیں گے اور یہی سوچتے رہیں گے کہ اس کی کوئی اور وضاحت بھی ہو سکتی ہے۔ بھدّے اندازمیں ڈھٹائی سے بولا ہوٗا جھوٹ اپنے پیچھے کچھ نشانیاں چھوڑ جاتا ہے، اس کو مکمل طور پر دبا دینے کے بعد بھی، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو دنیا کے ماہر جھوٹ ساز اور ملکر سازشیں کرنے والے جھوٹ بولنے کے ماہر فنکار بھی جانتے ہیں۔

ہٹلر کے بارے میں آپکی ناپسندیدگی کہیں ان الفاظ کی صداقت کو دھندلا نہ دے۔ جہاں کسی بات کو کریڈٹ جاتا ہو تو ضرور ہمیں اس بات کا کریڈٹ دینا چاہئے۔ ہٹلر نے ایک سچے فلاسفر کی طرح بڑے جھوٹ کی طاقت کی وضاحت کی ہے کہ کس طرح اس کی مدد سے کروڑوں لوگوں کو بیوقوف بنایا جا سکتا ہے۔

ایک اور اچھا بیان جارج اورویل کی طرف سے ہے جو *سیاست اور انگریزی زبان* کا مصنف ہے۔ اس نے لکھا: " سیاسی زبان..... اس لئے

بنائی گئی ہے کہ جھوٹ کو توانا اور برحق بنائے اور قتل کوعزت دے اور خالص ہوا کو استحکام بخشے۔"

بڑے جھوٹ اتنے اجنبی ہوتے ہیں کہ سننے والا اکثر چونک جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ اس کے اہل ہی نہیں ہوتے کہ وہ اس کا مکمل جائزہ لے سکیں۔ اور جب جھوٹ انتہائی بڑا ہو تو ایک اوسط درجے کا انسان ورطہ حیرت میں ڈوب جائیگا کہ کیسےکوئی اتنی ڈھٹائی اور بیباکی میں ایسی بات کہہ سکتا ہے۔ اب آپ کے سامنے سنگین قسم کی تین صورتیں ہیں جن میں سے ایک کے چناؤ کا مشکل فیصلہ آپکو کرنا ہے: وہ شخص، جو یہ کہہ رہا ہے، یا تو ضرور وہ پاگل ہے، کوئی نیم حکیم ہے یا پھر وہ سچ کہہ رہا ہے۔ اب، کسی بھی وجہ سے، جیسا کہ اس شخص کیلئے آپکے دل میں اسکی تعظیم ، اس کی کرشمہ ساز شخصیّت یا اس کے ساتھ آپ کی وابستگی، اس کو چھوڑ دینے کا خیال بھی آپ کی برداشت سے باہر ہوگا، اور یہ کہ دراصل اسکا ذہنی توازن درست نہیں یا وہ ایک شیخی خورا عطائی ہے؟ پھر آپ کے پاس ایک ہی چوائس رہ جاتا ہے کہ آپ اس کی ہر بات کا یقین کریں خواہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے ایک پاگل پن ہی ہو۔

بڑا جھوٹ ہمارے عمومی شعور کے ذریعے سچ جاننے کے پیمانے کو ہی تترّ بترّ کردیتا ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے کلو تک وزن کرنے کے کنڈے پر آپ ٹنوں کا وزن ڈال دیں۔ وہ وزن کی درست پیمائش بتانے سے قاصر ہوگا۔ وزن بتانے والی سوئی شاید صفر پر ہی رک جائے، اسلئے۔ جیسا کہ ہٹلر نے درست سمت میں رہنمائی کی کہ بڑا جھوٹ اکثر چھوٹے جھوٹ سے زیادہ معتبر ہوتا ہے۔

جب محمد نے اپنی ساتویں آسمان پر جانے کی روئیداد سنائی، پہلے پہل ابوبکر کو دھچکا لگا۔ ایسےلگا جیسے یہ مکمل پاگل پن ہے۔ اس کے پاس دو راستے تھے: ایک تو یہ کہ وہ مان لے کہ جو اسکا بھروسہ مند دوست ہے، جسکو اس نے بطور پیغمبر مانا اور تعظیم دی اور اس کی خاطر اس نے اپنے مال اور عزّت کی قربانی دی، اپنے تمسخر اڑآئے جانے کو برداشت کیا، وہ عجیب و غریب ناقابل عمل خیالات کا حامل ہے یا جھوٹا ہے، یا پھر وہ اس کی خیالی داستانوں پر یقین کرلے اور اس پر بھی کہ جو بھی وہ کہے درست ہو گا۔ اس کے پاس کوئی درمیانی مقام نہیں تھا۔

ابن اسحاق کہتا ہے جب محمد نے اپنے خیالی نظارے کا دوسروں سے ذکر کیا، " بہت سے مسلمان منکر ہو گئے۔ کچھ لوگ تو ابوبکر کے پاس گئے اور کہا، ' تم اپنے دوست کے بارے میں کیا سوچتے ہو؟ وہ حلفیہ طور پر کہہ رہا ہے کہ وہ گذشتہ رات یروشلم گیا اور وہاں نماز ادا کی اور مکہ واپس آگیا! اس نے جواب دیا کہ وہ پیغمبر کے بارے میں غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں، لیکن انہوں نے کہا عین اسی وقت تو وہ مسجد میں تھا، لوگوں کو اس کے بارے میں بتا رہا تھا۔ ابوبکر نے کہا، ' اگر وہ ایسا کہہ رہا ہے تو وہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اور اس میں تعجّب کی کیا بات ہے؟ وہ مجھے اللہ کے ساتھ کی ہوئی بات چیت بھی بتاتا ہے، عرش سےزمین پر اتری ہوئی، جو اس پر دن یا رات میں کسی گھڑی بھی نازل ہوتی ہے اور میں اس پر یقین رکھتا ہوں۔ وہ اس سے کہیں زیادہ غیرمعمولی ہیں جن پر تم ہچکچاہٹ کا اظہار کررہے ہو۔"

منطق کسی بھی سقم سے پاک ہے۔ ابوبکرجو کہہ رہاتھا وہ یہ ہے کہ جب آپ عقل کا استعمال چھوڑ دیں اور نامعقول باتوں پر یقین کرنا شروع کردیں، تو پھر آپ کسی بھی بات کا یقیں کرسکتے ہیں۔ ایک دفعہ جب آپ اپنے آپ کو بیوقوف بننے پر آمادہ کرلیتے ہیں ، تو پھر آپکو اس امر کی تیاری کرلینی چاہئیے کہ آپ لا متناہی طور پر بیوقوف بنیں گے کیونکہ بیوقوفی کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ کتنے لوگ ہیں جو ایک 54 سالہ بوڑھے آدمی کو اپنی 9 سالہ لڑکی کے ساتھ ہمبستری کی اجازت دے سکتے ہیں؟ ابوبکر نے ایسا کیا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ انتہا درجے کے بیوقوف ہوں۔ اتنی بڑی بیوقوفی صرف اسی وقت ممکن ہے کہ جب آپ اندھے اعتقاد کے مالک ہوں۔

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ابوبکر نے اسوقت تک اپنی بہت ساری دولت محمد اور اس کے نصب العین پر اٹھا رکھی تھی۔ اس شخص کا بہت کچھ داؤ پر لگا ہؤا تھا۔ اس مقام پر پہنچ کر، اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ سب کچھ کرتا رہے جو بھی محمد نے اسے کہا ہو۔ اس بات کا یقین کرنا کہ اسکے ساتھ دھوکہ ہؤا ہے اسکا خیال بھی اس کیلئے بہت تکلیف دہ تھا۔ وہ اپنی بیوی کو کیسے اس کی وضاحت کرسکتا تھا؟ وہ مکہ کے عقلمند لوگوں کو کیسے یہ بات سمجھا سکتا تھا جو اس پر ہنس رہے تھے اور اسے کہہ رہے تھے کہ تم تو بیوقوف ہو؟ ابوبکر کے لئے واپسی کے دروازے بند ہو چکے تھے۔ اسے اپنے وقار کی حفاظت کرنا تھی اور اسکا مطلب یہ ہے کہ اس کو کسی بھی قسم کے شک کو واپس دھکیلنا تھا۔ وہ سب کچھ جو وہ کرسکتا تھا وہ بس یہی تھا کہ اس کا اعتقاد مزید گہرا ہوتا جائے اور وہ اندھا دھند محمد کی پیروی کرے اور اسی سمت چلتا جائے جہاں وہ اسے لے جائے ۔ اپنے ضمیر کو چپ کرانے کیلئے اور اپنے آقا کی ہر

خواب خیالی پر یقین کرنے کیلئے۔ جب آپ اپنا سب کچھ کسی پر چھوڑ دیں اور اس کیلئے اتنی قربانیاں دیں، تو آپ کا اپنا تشخّص ختم ہو جاتا ہے اور آپ اس کے ہاتھ میں پتلی بن جاتے ہو۔ یہ ہے وہ جو فرقوں کے رہبر اپنے حق میں رائے رکھنے والے سے طلب کرتے ہیں۔ صرف اسی قسم کی وفاداری ہی خود پرستوں کی خواہشات کو تسکین دیتی ہے۔

ہٹلر، سٹالن اور کئی اور جابّر لیڈر پاگل تھے۔ جنہوں نے انکا پاگل پن دیکھا تھا وہ دوسروں کے ساتھ اس کے بارے میں کوئی سرگوشی بھی نہیں کر سکتے تھے۔ جابّر رہبروں کی "عالی عقلی" ان کا نا نظر آنے والا شہنشاہی چوغا ہے۔ اس کے حّواری اسکی خوبصورتی کی ستائش کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔ جو انکے قریبی حلقے کا حصہ نہیں ہوتے وہ ان دوسرے لوگوں کے یقین کامل کے سبب انکے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے بڑا جھوٹ دوام پکڑتا ہے اور اس پر کسی قسم کی تنقید بھی گوارہ نہیں کی جاتی۔

تشدّد کا استعمال

پختہ یقین ہونے کے علاوہ ایک ذہنی مریض کاذب اپنے جھوٹ کا دفاع کرنے کیلئے ہر وقت تشدّد کرنے کیلئے تیار رہتا ہے۔ اپنے دعوے کو منوانے کیلئے طاقت کا استعمال ایک منطقی دھوکہ ہے جس کا اکثرآمروں نے بڑی کامیابی سے استعمال کیا ہے۔ اس دھوکے کو انگریزی میں *Argumentum and baculum* کہا جاتا ہے۔ یہ اس وقت وقوع پذیر ہوتا ہے جب کوئی شخص طاقت کے استمال میں یا اس کے

دھمکاوے میں پناہ ڈھونڈتا ہے تاکہ وہ دوسروں کو اس سمت میں دھکیل سکے جہاں وہ اس کے مطلوبہ مقاصد کو سمجھ لیں۔

Argumentum de baculum کی تعریف ان الفاظ میں کی جاسکتی ہے " جس کی لاٹھی اس کی بھینس"۔ یہ دھمکی بلاواسطہ ایسے ہے:

- **تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کردو۔ (قرآن 9:5)**
- **میں ابھی ابھی کافروں کے دلوں میں رعب و ہیبت ڈالے دیتا ہوں: تو انکے سر مار کر اڑا دو اور انکا پور پور مار کر توڑ دو۔ (قرآن 8:12)**

اور بلواسطہ ایسے ہے:

- **اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور کفر کیا وہ جہنّمی ہیں۔**
- **اور وہ(جس نے کفر کیا) اس کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور قیامت کے دن ہم اسکو عذاب آتش سوزاں کا مزہ چکھائیں گے۔**
- **اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا انکو ہم عنقریب آگ میں داخل کریں گے، جب انکی کھالیں گھل اور جل جائیں گیں تو ہم اور کھالیں بدل دینگے تاکہ ہمیشہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں۔ بیشک خدا غالب حکمت والا ہے۔ (قرآن4:56)**

دھمکی بڑے جھوٹ کو لابدی ڈرامائی حّس فراہم کرتی ہے۔ اسکا اثر اسقدر گہرا ہوتا ہے کہ کوئی اس سے لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ " کیسے کسی کو اتنا یقین ہو سکتا ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں مبتلا کردیگا اگر

وہ اس پر ایمان نہیں رکھتا۔" یا " یا کیونکر کوئی شخص بہت سارے لوگوں کو محض اسلئے قتل کردیگا کہ وہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے؟" آپ اس پر حیران ہوتے ہیں اور اوندھے منہ داخل ایمان ہو جانے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں جو دھمکیوں کی عدم موجودگی میں نہ ہوتا۔ آرگومینٹم ایڈ بیکولم اپنا کام کر گیا۔ انتہا درجے کا تشدد انتہا درجے کی قائل کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ شمالی کوریا کے باسی حرف بحرف اپنے لیڈر کم جنگ II کی پرستش کرتے ہیں۔ تیقن کا یہ مقام ایک آمر کے انتہائی پر تشدد ہونے اور انکار کی قطعی کوئی گنجائش نہ ہونے کے سبب ملتا ہے۔ جب آپ کے وجود کا دارومدار ہی ایمان پر ہو تو آپ کسی چیز پر بھی ایمان لے آئیں گے۔

جب شوکو اساحارا کے پیروکاروں کو حکم ملا توانہوں نے ٹوکیو جانے والے زیر زمین راستوں میں بے گناہ لوگوں کو ہلاک کرنے کی خاطرسرن گیس چھوڑ دی، کسی نے بھی اس مکروہ حکم پر کوئی سوال نہیں کیا۔ انہوں نے اپنے ضمیر کو مار دیا اور اس کو اپنے گرو کی عظیم تر حکمت کی نشانی سمجھ کر مان لیا۔ ان کے سامنے دو راستے تھے: یہ مان لیں کہ وہ پاگل ہے، اور انکو بیوقوف بنایا گیا ہے، اور تسلیم کرلیں کہ ان کی قربانیاں رائیگاں گئیں، یا اپنے آپ کو منا لیں کہ اس آدمی کی عقل اتنی عظیم ہے کہ وہ اس کی گہرائی تک پہنچ ہی نہیں سکتے اسلئے انکو اس پر کوئی سوال نہیں کرنا چاہئے۔ ان لوگوں نے اساحارہ کے ساتھ رہنے کی خاطر اپنا سب کچھ چھوڑ دیا۔ انہوں نے واپسی کے تمام راستے بند کر دیئے۔ ان کے پاس پیچھے کچھ نہیں بچا تھا، وہ اسکو چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتے تھے۔ کیونکہ اساحارا پر انگلی اٹھانا اور اس کا انکار کرنا ناقابل برداشت تھا، اس لئے ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا سوائے اسکے کہ وہ اس بات

پر یقین کرلیں کہ وہ جو کچھ کہتا ہے وہ درست ہے۔ انکو کوئی شک پیدا ہوتا تو وہ اس جھٹک دیتے اور اپنے آپ کو مجبور کرتے کہ ہمیں اسی پر ایمان رکھنا ہے۔

ڈاکٹر اکیو ہائیاشی ایک نامی گرامی ڈاکٹر تھا وہ اسا حارا کا ایک پرجوش پیروکاربن گیا تھا۔ وہ ان پانچ لوگوں میں سے ایک تھا جنکو حکم ملا تھا کہ وہ ٹوکیو کے زیرزمیں راستوں میں زہریلی سرن گیس نصب کریں۔ ہائیاشی ایک تربیّت یافتہ فزیشن تھا اور اس نے منافقانہ حلف وفاداری اٹھا رکھا تھا کہ وہ لوگوں کی زندگیاں بچائے گا۔ ایک مقام پر، مہلک مواد کے پیکٹوں کو پنکچر کرنے سے پہلے اس نے ایک عورت کو اپنے سامنے بیٹھے پایا اور ایک لمحے کیلئے وہ وسوسے میں پڑا۔ اسکو پتہ تھا کہ وہ اس عورت کی موت کا سبب بننے والا ہے۔ لیکن پھر اس نے یکلخت اپنے ضمیر کو سلا دیا اور اپنے آپ کو قائل کرلیا کہ اساحارا بہتر جانتا ہے، اور اس کیلئے یہ درست نہیں ہوگا کہ وہ اپنے آقا کی عقل پر سوال اٹھائے۔

اومیر ایک 16 سالہ لڑکا تھا جو ایک جنگ میں محمد کے ہمراہ تھا۔ محمد بہت تابدارانہ اندازمیں شہادت کا ذکر کررہا تھا کہ اس لڑکے کے من میں جوش شہادت جاگ اٹھا۔ اس کی مٹھی میں جو کھجوریں تھیں وہ اس نے پرے پھینکیں، جو وہ کھا رہا تھا، اور وہ جوش میں پکارا" کیا یہ ہے وہ چیز جو مجھے جنت سے دور رکھے ہؤے ہے ؟ فی الواقع، ان میں سے میں کوئی اور نہیں چکھوں گا، جب تک کہ میں اپنے رب سے مل نہیں لیتا!" ان الفاظ کے ساتھ ہی، اس نے تلوار نکالی، اور دشمنوں کی صفوں میں جا گھسا، اور جلد ہی اسے وہ قسمت مل گئی جس کی اسکو حرص تھی۔

ایک دفعہ جب تم ایمان لے آؤ تو تم ہر ایسے خیال کو رّد کردیتے ہو جس میں یہ اندیشہ ہو کہ تم اپنے محبوب پیغمبر کو جھوٹا سمجھ رہے ہو۔ ذھنی مریضوں کا کوئی ضمیر نہیں ہوتا۔ وہ جھرٹ بول سکتے ہیں اور وہ لاکھوں لوگوں کو بلا تاسفّ موت کے گھاٹ اتارنے کی صلاحیّت رکھتے ہیں ۔ وہ اسکو اپنا استحقاق سمجھتے ہیں۔ ہٹلر کو یقین تھا کہ وہ اللہ کا کام کررہا ہے۔ اس کے بیانات میں سے ایک الہامی بیان اس امر کی وضاحت کردیتا ہے۔ اس نے لکھا:

اس لئے آج میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اپنے خدا کی منشاء پر چل رہا ہوں: یہودیوں کے خلاف اپنا دفاع کر کے، میں اپنے خدا کا کام کر رہا ہوں۔

آیت اللہ منتظری، جس کے بارے میں اس وقت تک یہ سمجھا جاتا رہا کہ وہ خمینی کا جانشین ہوگا، جب تک کہ ان کے درمیاں اختلافات پیدا نہیں ہوئے، اس نے اپنی سرگذشت میں لکھا کہ جب خمینی نے 3000 سے زیادہ نافرمان لڑکوں اور لڑکیوں کے قتل عام کا حکم دیا، تو اس نے اعتراض کیا۔ خمینی نے کہا کہ وہ خود اللہ سے اس بات کا جوابدہ ہوگا اور منتظری کو چاہیئے کہ اپنے کام سے کام رکھے۔ خودپرست ذھنی مریض اپنے تمام برے اعمال کوپوری طرح درست سمجھتے ہیں اور وہ پہلے شخص ہوتے ہیں جو خود اپنے جھوٹ پر ایمان لاتے ہیں۔

ہٹلر نے بہت سے جرمنوں کی اعانت محض ایک بڑے جھوٹ کے ایما پہ حاصل کی۔ ہٹلر ایک دم بخود کردینے والا مقرر تھا۔ جب وہ بولتا تھا، اس کی آواز مسلسل اونچی ہوتی جاتی تھی، جیسے جیسے وہ جرمنی کے ممکنہ دشمنوں پر اپنا غصہ نکال رہا ہوتا تھا۔ اس نے جرمنوں کی حب الوطنی کو بیدار کیا۔ اس کا یہ خیال کہ جھوٹ جسقدر

بھی بڑا ہوگا اتنی ہی اس کی پذیرآئی ہو گی، درست ثابت ہؤا۔ لاکھوں جرمنوں نے اس کے جھوٹ کو سوئیکار کیا۔ وہ اس سے محبت کرنے لگے اور اس کی شعلہ فشاں تقریروں کو سن کر آبدیدہ ہو جاتے۔

ابن سعد ایک حدیث کو بیان کرتا ہے جس سے محمد اور ہٹلر کے درمیان مماثلت واضع ہو جاتی ہے۔ اس نے لکھا:

خطبوں کے دوران، جیسے جیسے اس کی آواز بلند ہوتی جاتی اس کی آنکھیں سرخ ہوجاتی اور وہ غصے سے بولتا جیسے کہ امیر لشکر اپنی فوجوں کو تنمبیع کرر ہا ہو' میں اور رست خیز ان دو انگلیوں کی طرح ہے(شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے).' وہ کہتا تھا ' بہترین رہنمائی محمد کی رہنمائی ہے اور بدترین چیز اس میں تبدیلیاں کرنا ہے اور تبدیلیوں کا نتیجہ ہے غارت ہونا'.

ایسے ہی موقعوں پر سعد کا کہنا ہے: " اپنے خطبوں کے دوران پیغمبر چھڑی کا استعمال کرتا تھا"۔ (شاید یہ اپنا دبدّبہ ظاہر کرنے کا طریقہ تھا)

دوسروں کا جوڑ توڑ کے ذریعے اس قدرکڑے استعمال کا ہم اور آپ جیسے لوگوں میں ملکہ نہیں ہے کہ سیکھ جائیں اور اس کے ماہر ہو جائیں۔ ہماری سب سے بڑی " نا اہلی" ہمارا ضمیر ہے۔ اس طرح کی اہلیّت خودپرست ذھنی مریضوں میں ہو سکتی ہے جنکا کوئی ضمیر نہیں ہوتا۔ ہٹلر، ماؤ، پول پوٹ، سٹالن اور محمد جیسے خود پرست جو ضمیر سے خالی ہوتے ہیں۔

وہ ترش رو ہوگیا

اسلامی معاشرے بد عملی، بزرگ/ خاندان پرستی، زن بیزاری اور آمر پرستی کا شکار ہیں۔ صرف عورتوں کے ساتھ ہی برا سلوک نہیں کیا جاتا، بچوں کو بھی اکثر بدعملی کا نشانہ بنایا جاتا ہے، انکو مارا پیٹا جاتا ہے اور انکی تضحیک کی جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ بڑے ہو کر ڈرے ڈرے رہتے ہیں، ان میں خودتکریمی پست درجے کی ہوتی ہے، ان میں طمطراق کی ہوائی سوچیں اور خود پرستی کے مرض کی علامات ظاہر ہو رہیں ہوتیں ہیں۔

میرے ایّام جوانی میں میرا ایک افغانی دوست تھا جس میں اسطرح کی خوبیاں پائی جاتی تھیں۔ ایک دن اس نے مجھے بتایا کہ وہ ایک " ہٹلر بننا" چاہتا ہے۔ ہٹلر اسلامی ممالک کی ایک ہردلعزیز ہستی ہے۔ میں اس احمقانہ بات پر خفا ہؤا اور اس پر اپنا نقطہ نظر بتا کروہاں سے چل دیا۔ میرے سے دوستی کے کھس جانے کے خوف سے، وہ اگلے دن میرے پاس چلا آیا اور مجھ سے کہنے لگا پچھلی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ پیغمبر میری نقص بینی کرتے ہوئے مجھے کہہ رہے ہیں کہ تمہیں تو "روحانی ہٹلر" بننا ہے۔ یہ احمقانہ روّیہ خود پرستی کے مرض میں مبتلا ایک شخص کی ذہنی سوچ کی مثال فراہم کرتا ہے۔ خود پرست جوڑتوڑ کے بادشاہ ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ آپ سے ایک قدم آگے ہی ہوتے ہیں۔ قرآن میں ایک بہت ہی دلچسپ سورۃ عبس، (وہ ترش رو ہوگیا) ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد کا بھی وہی بیمارانہ طرز فکر تھا۔

شروع شروع کے مسلمان زیادہ تر غلام یا باغی قسم کے نوجوان چھوکرے تھے جن کا معاشرے میں کوئی مقام نہ تھا۔ محمد کو اسکا علم تھا اور اپنے مقصد کو سنجیدگی فراہم کرنے کی غرض سے اس کے لئے لازم تھا کہ چند باثر لوگوں کو ساتھ ملائے۔ ابوبکر کا ساتھ مل جانا خدیجہ کے اثرورسوخ کے سبب تھا۔ جہاں تک اسکا تعلق تھا، وہ ایسے ہے کہ اگر خدیجہ جیسی اہم شخصیّت نے اسلام قبول کرلیا ہے تب تو ضرور یہ سچ ہی ہو گا۔ جیسے ہی ابوبکر مسلمان ہؤا عمر کا مسلمان ہوجانا آسان ہو گیا اور پھر چل سو چل۔ منطق کی زبان میں اسے *argumentum ad verecundiam* یا منصب کی کشش کہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا مغالطہ ہے جس میں کسی اخذ کردہ نتیجے کو جواز فراہم کرنے کیلئے کسی اہم آدمی کی تعریف کا سہارا لیا جائے۔ مسلمان اکثر اسی مغالطے میں پناہ ڈھونڈھتے ہیں۔

اپنے مشن کے اوائل میں، ایک دفعہ محمد مکہ کی اشرافیہ میں بیٹھا تھا اور انکو اپنے دعوی کے بارے میں قائل کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ اس کے پیروکاروں میں سے ایک، ابن امّ مکتم نامی بوڑھا نابینا شخص، اس کے پاس ایک سوال لیکر آیا۔ محمد کو اس کی مداخلت پسند نہ آئی اور اس نے منہ موڑ لیا۔ اس کے گرد بیٹھے لوگوں نے اس ہتک عزت کا نوٹس لیا۔ انہوں نے اسکے دوہرے معیاروں اور منافقت پر اسکو تنقید کا نشانہ بنایا۔ محمد کے پاس اس پریشان کن صورت حال سے باہر نکلنے کا کوئی طریقہ نہیں تھا سوائے اسکے کہ اللہ اس کی خود کو برترسمجھنے والے رعب کو درست قرار دے دیتا۔ اگلے ہی دن اس نے دعوی کیا کہ اسے ایک سورۃ نازل ہوئی ہے جس میں اللہ نے اسے ایک اندھے کو نظرانداز کرکے امیر آدمیوں کو متاثر کرنے کی کوشش پر دانٹا ہے۔

محمد ترش رو ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے۔

کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا۔

اور تم کو کیا خبر شاید وہ پاکیزگی جاصل کرتا۔

یا سوچتا تو سمجھانا اسے فائدہ دیتا۔

جو پروا نہیں کرتا۔

اسکی طرف تو تم توجہ کرتے ہو۔

حالانکہ اگر وہ سنورے تو تم پر کچھ الزام نہیں۔

اور جو تمہارے پاس دوڑتا آیا۔

اور خدا سے ڈرتا ہے۔

اس سے تم بے رخی کرتے ہو۔

دیکھو یہ قرآن نصیحت ہے۔

پس جو چاہے اسے یاد رکھو۔

قابل ادب ورقوں میں لکھا ہؤا۔

جو بلند مقام رکھے ہوئے اور پاک ہیں۔

ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں۔(قرآن 80:1-15)

ان آیات میں محمد اپنے اوپر الزام لے رہا ہے بلکہ اپنے اللہ کو بھی اپنی سرزنش اور اظہار انکساری کرنے کیلئے بیچ میں لا رہا ہے۔ پھر بھی، بطور ایک خودپرست اسکو اپنے عیب بینوں پر زیادہ الزامات

دھرنے ہیں جو آیت 17 سے آگے بیان ہیں، اس میں اس نے ان لوگوں کوطعنے دیئے اور ان پر اپنا زہرآلود غصہ نکالا ہے جو اس پر ایمان لانے سے انکاری تھے۔

اگرچہ یہ سورۃ محمد کے خودپرستانہ روّیئے کی ایک اور علامت ہے، مسلمان اس کو اس طرح نہیں دیکھتے۔ وہ اس کے مچھلی کا شکار کرنے والے داؤ پیچ میں اٹک چکے ہوتے ہیں، اور اسکو وہ اسکا خلوص سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ اس سے کہیں پرے؛ اس کو اس نظر سے دیکھنا چاہیئے کہ وہ صرف نقصان کا ازالہ تھا۔ محمد کے پاس اور کوئی راستہ نہ تھا سوائے اسکے کہ وہ اس الزام کو قبول کرلے۔ تم کس طرح کسی پر الزام دھر سکتے ہو اگر اس نے پہلے سے ہی اسے قبول کرلیا ہو؟

کیوں ہر کوئی محمد کی تعریف کرتا ہے؟

ایک ایسا سوال جو مسلمانوں کو ٹھٹکتا ہے وہ ہے اگر محمد اتنا ہی برا ہے تو کیوں اس کے حوّاری اس کی اسقدر تعریف کرتے ہیں؟ کیوں کوئی بھی اس کی ملامت کی بات نہیں کرتا، اس کے انتقال کر جانے کے بعد بھی؟

بس اسکا جواب یہ ہے کہ ایک ایسے معاشرے میں جہاں شخصی فرقوں کی پرستش کی جاتی ہو، دل کی بات کہہ دینا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ سچ بولنا آپکے حقّہ پانی بند ہونے کا سبب بھی بن سکتا ہے، اس سے

بھی برا ہوسکتا ہے، آپ کی جان بھی جاسکتی ہے۔ لوگوں کی اکثریت بھیڑچال کی عادی ہوتی ہے اور وہ بہاؤ میں بہہ جاتے ہیں۔ وہ جو مخالف نقطہ نظر کے حامل ہوتے ہیں انکو اپنا منہ بند رکھنا پڑتا ہے تاکہ انکا سر کندھوں پر سلامت رہے۔

عبدﷲ ابن ابی سارہ، جو کاتبین وحی میں سے ایک تھا، مدینہ سے فرار ہو کر مکہ میں پناہ حاصل کرلی اور وہاں جاکر اس نے اس راز سے پردہ اٹھایا کہ محمد خود قرآن گھڑتا ہے۔ جب محمد نے مکہ فتح کیا اس نے ابن ابی سارہ کو تلاش کیا اور اس کے قتل کا حکم دے دیا، حالانکہ اس نے اعلان کیا ہؤا تھا کہ اگر لڑائی کے بغیر اہل مکہ ہتھیار ڈال دیں تو کسی کو قتل نہیں کیا جائیگا۔ ابن ابی سارہ کی زندگی کا بچاؤعثمان کے بیچ بچاؤ کا مرہون منت ہے جو کہ اسکا رضائی بھائی تھا۔ جب عثمان نے مداخلت کی، محمد چپ ہو گیا۔ اس کے ساتھیوں نے سوچا محمد رضامند ہو گیا ہےاور اس نے ابن ابی سارہ کو جانے دیا ہے۔ اس کے بعد اس نے شکایت کی کہ وہ اسلئے چپ رہا کیونکہ وہ عثمان کی درخواست کو ردّ نہیں کرسکتا تھا، لیکن اس چیز کی توقع رکھتا تھا کہ اس کے پیروکار اس کے دماغ کو سمجھ لیں گے اور اسے قتل کردینگے۔ کیسی منافقت ہے !

جب ناقدین کو خاموش کردیا جاتا ہے، چاپلوسیئے اور جوتے چاٹنے والے اپنے آپکو محبوب بنانے کی غرض سے اپنے لیڈر کی قصیدہ سرآئی، بے جا تعریف اور پھلانے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ عراقیوں کی کثیر تعداد صدّام سے نفرت کرتی تھی، پھر بھی بہت سے لوگ عراق میں اس کے بارے میں اسکی تعریفیں سننا چاہتے تھے، ابھی جب وہ اقتدار میں تھا۔ ایک خودپرست حقیقت سے اتنا دور جاچکا ہوتا

ہے کہ وہ انہیں تعریفوں پر یقین کر بیٹھتا ہے اور یوں وہ خودفریبی کا شکار ہو جاتا ہے۔ چونکہ محمد کے بارے میں یہ ایمان ہے کہ وہ پیغمبر ہے، اور اس کی دہشت کا دور حکومت اس کی وفات کے بعد بھی ختم نہیں ہؤا۔ جو اس کے بڑے جھوٹ کے شکار ہوچکے ہیں انہوں نے اسکی دہشت کو دوام بخشا، اور اس کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو خاموش کروا دیا، بالکل ایسے ہی جیسے اب ہو رہا ہے۔ جیسے ہی ان سب لوگوں کا انتقال ہو گیا جو محمد کو شخصی طور پر جانتے تھے، اس کے بعد میں آنے والی نسلوں کے پاس سچ جاننے کا کرئی ذریعہ نہ تھا اور وہ اسی پر یقین کرتے آئے اور یوں جھوٹ آگے سے آگے پھیلتا گیا۔ محمد کی وفات کے بعد، مدّح سراؤں نے اس کی جاپلوسی جاری رکھی، اور اسکی تعریفوں کے پل باندھ کر اسے آسمان پرچڑھا دیا، اور یہاں تک کہ اسے کئی معجزات کے ساتھ بھی نواز دیا۔ اس سے انکی عزت میں اضافہ ہؤا اور وہ پارسائی کا رتبہ حاصل کر گئے۔ محمد کے ساتھ کئی ایسے معجزات بھی منسوب کئے جاچکے ہیں جن کے بارے میں وہ بذریعہ قرآن تسلیم کرچکا ہے کہ اس کیلئے ایسا کرنا ممکن نہیں۔

چودہ سو سال گذر جانے کے بعد بھی، کروڑوں مسلمان اسی طرح کررہے ہیں جیسا کہ محمد کررہا تھا جب وہ مدینہ میں تھا۔ جو لوگ اس سے کے مخالف ہیں وہ بات کرنے سے خائف ہیں، اور انہیں فوری طور پر چپ کروا دیا جاتا ہے، جبکہ پیغمبر کی " اوصاف" بیان کرنے، حمد و ستائش اورچاپلوسی کی چاکری جاری رکھنے والے قابل تعظیم ٹھہرائے جاتے ہیں۔ سچ کی فتح تعریفوں اور منافقت سے بھرے اس جبّری ماحول میں کیسے ممکن ہے؟

بہت سی کہانیاں موجود ہیں جن میں ناقدین محمد کو قتل کردینے کی احکامات مجود ہیں اور عمر کے بارے میں بھی، جو کہ محمد کا دست راست تھا، اور جو ہر وقت اپنے آقا کے اس حکم کا منتظر رہتا تھا کہ کوئی اس کے آقا کی حکم عدولی کرے اور تلوار کھینچ کر اسکا سر تن سے جدا کردے۔ محمد نے شتائش گری کی حوصلہ افزائی کی اورآزادانہ سوچ اور تنقید کو موجب سزا قرار دیا۔ لوگ اس جبّر میں جکڑے ہوئے ماحول میں گھر گئے اور آخرکاراس کے ملکوتی اوصاف پر ایمان لے آئے اور ان پر اعتقاد اصلی اور حقیقی رنگ اختیار کر گیا۔

حال ہی میں، سرجنز کی ایک ٹیم شمالی کوریا میں موتیا کے مریضوں کی امداد کرنے گئی۔ بینائی واپس آنے پر جوان اور بوڑھےقطاروں میں کھڑے ہو گئے، سب سے پہلے ان لوگوں نے جو کام کیا وہ تھا ڈکٹیٹر کم جنگ II اور اسکے باپ کی دیوار پر لٹکی ہوئی تصویر کے سامنےسجدہ شکر بجا لانا، یہ دیکھ کر ڈاکٹر دم بخود رہ گئے جبکہ ان کو ان ڈاکٹروں کا شکریہ ادا کرنا چاہئے تھا جنہوں نے انکی مدد کی ناکہ ان دو ظالموں کی جنہوں نے انہیں کئی سال اندھا ہی رہنے دیا۔

محمد کا مشن جزوّی طور پر اسلئے پھیلا کیونکہ اسکا ظہور اس وقت پر اس مقام پر ہؤا جہاں پر جاہل، توہم پرست، اور جنگجو وطن پرستوں کا بسیرا تھا۔ اسکو اپنے لوٹ مار پر مبنی مذہب کی پرورش کیلئے جسطرح کے لوگ درکار تھے وہ اسکے اوّلین پیروکاروں کی شکل میں وہاں پہلے سے موجود تھے۔ جنگجؤانہ وطن پرستی، ہٹ دھرمی، سرکشی، خودبینی، احساس بزرگی، احمقانہ پن، پھنّے خانی، لالچ، شہوت پرستی، زندگی سے بیزاری اور دیگر رزیل قسم کے اوصاف

جو کہ اسلام کے نشان تصدیق ہیں وہ پہلے سے ہی عرب میں بطور *materia prima* پائے جاتے تھے۔ یہ اوصاف بعد میں ان اقوام پر لاگو ہوگئے جو اسلام کا شکار بنے۔ وہ جو پہلے سے ہی ایسے بنیادی اوصاف رکھتے تھے جو کہ اسلام میں پائے جاتے تھے انکو ایک موافق ہموار زمین اور اپنے کجرو ، مجرمانہ ذائقے کو ایک " الہامی" تصدیق مل گئی۔

فرقوں کے رہبروں کا جنسی چسکا

ایک خوپرست جو بے پناہ اقتدار کا مالک ہو، ایک فرقے کے رہنما میں ایک قسم کا احساس استحقاق پیدا ہو جاتا ہے کہ اس طرح کی جنسی من مرضیاں کرے جن کا اختیار وہ اپنے پیروکاروں کو نہیں دیتا۔ محمد کے اوصاف میں ایک اور چیز شامل ہے جو اسے فرقوں کے پیشواؤں میں شامل کر دیتی ہے وہ ہے اس کا اپنے اقتدار کا ناجائز استعمال جس کے تحت اس جنسی راحت کے حصول کی خاطر اپنے پیروکاروں کا استعمال کیا اور ان عورتوں کا جو جنگوں میں اس کے ہاتھ لگیں۔ اسے جوان اور خوبصورت عورتوں سے رغبت تھی۔نیچے دی گئی ایک فہرست عہد حاضر کے ان روحانی پیشواؤں کی ہے جن کو اسی طرح کا جنسی چسکا تھا۔

- جم جونز(1931 تا 1978)، پیپلز ٹیمپل کا بانی، بہت سی عورتوں کے ساتھ جنسی مراسم رکھے، ان میں سے چند ایک کے بچوں کا باپ بھی بنا۔

- ڈیوڈ قریش(1959 تا 1993)، برانچ ڈیویڈئینز کا لیڈر، اپنے پیروکاروں کی جنسی زندگی کو پابند کردیا، اور خود بارہ سال تک کی عمر کی لڑکیوں سے بھی بیاہ رچاتا رہا کیونکہ عہدنامہ قدیم کے زمانے میں یہ بلوغت کی عمر سمجھی جاتی تھی۔
- چارلس مینسن (1934 تا----) اپنی بہت سی پیروکار عورتوں کے ساتھ جنسی مراسم رکھے۔ ان میں سے تین کے بچوں کا باپ بھی بنا۔
- رائل (1946 تا---) رائل ازم کا بانی، سینکڑوں عورتوں سے جنسی مراسم، " --- ہر دن ایک نئی، تمام جوان اور خوبصورت فدائین جن کا خیال تھا کہ ایک قسم کا خدا ہے"۔ اس کی پندرہ سالہ سابقہ بیوی نے بتایا، "---- ماہ و سال گذر جانے کے بعد میں نے یہ جانا کہ یہ ساری رائیلین تحریک زیادہ سے زیادہ جنسی تسکین کیلئے ایک شعبدہ بازی تھی"۔
- بھگوان شری رجنیش (1931 تا 1990) کا اپنی پیروکار عورتوں میں سے چند ایک کےساتھ جنسی رشتہ تھا۔ ٹم گیسٹ کے مطابق، جس کی ماں نے اس وقت اس فرقے میں شامل ہوئی جب وہ چار سال کا تھا، اوشو موومنٹ کے گروپ لیڈر اکثر 14 تا 15 سال کی عمر والی لڑکیوں کو جنسی عمل میں شامل کرتے۔
- ستھیا سائیں بابا(1926 تا----) Salon.com کے مطابق، "---بڑھتی ہوئی تعداد وفاداریاں ترک کرنے والوں نے جو اپنے پرانے آقا کی یہ کہہ کر تحقیر کررہے تھے کہ وہ جنسی پریشان کنندہ تھا--- اور یہاں تک کہ بچے باز بھی مگر اس کی پیروی میں کوئی رخنا نہیں پڑا۔

- کینتھ ایمانیؤل ڈائرز(1922 تا 2007) جسکا تعلق کینجا کومیؤنیکیشن سے تھا اس پر الزام تھا کہ اس نے متعدّد بار بچوں کے ساتھ دست درازی کی ہے۔ اس کے علاوہ اس کے اپنے گروپ کی عورتوں کی کثیر تعداد کے ساتھ بدفعلی کے الزامات بھی تھے۔ انہی الزامات کی شنوائی کے دوران ہی اس نے خودکشی کرلی۔

قسمت کا پھیر

یہ صرف قست کا پھیر تھا، درحقیقت یہ انہیں کا ایک سلسلہ تھا جس نے محمد کو وہ مقام دے دیا جو اب اس کے پاس ہے۔ اس کی پیدائش ایک محبت سے عاری ماں کے ہاں ہوئی، اور زندگی کے وہ سال جو شخصیت سازی میں بہت اہم ہوتے ہیں جہاں ایک بچے کو بے لوث پیار کی ضرورت ہوتی ہے، اس کی پرورش ایسے گھر میں ہوئی جہاں دوسروں کے بچے پالے جاتے ہیں اور وہاں اس نے سیکھا کہ وہ یتیم ہے۔ اور جب وہ وقت آیا کہ ڈسپلن سیکھے، اس کے دادا اور چچا نے اسے خراب کردیا۔

ماہرین نفسیات کا خیال ہے خود پرستی پیدائشی بھی ہو سکتی ہے۔ اگرچہ ہمیں اس کا یقین نہیں کہ آیا آمنہ، محمد کی والدہ، این پی ڈی کی مریضہ تھی یا نہیں مگر ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک نا پختہ ذہن کی، خود غرض، اور بے مہر عورت تھی جس نے اپنے اکلوتے بچے کو غیروں کے ہاں پلنے کیلئے بھیج دیا جبکہ بظاہر اس کا کوئی جواز نہ تھا۔ زندگی کے پہلے پانچ سالوں میں ملنے والے پیار کی تھوڑ، اور بعد میں ڈسپلن کا نہ ہونا،

نارسسٹک پرسنیلیٹی ڈس آرڈر کا بڑا سبب بنتا ہے جو ایک ایسا خاصہ ہے جس کا ثبوت اس کی تمام زندگی ہے۔

محمد اپنے بچپنے سے ہی تنہا تھا۔ اس نے خود کو دوسرے بچوں سے دور ہی رکھا اورکوئی دوست بھی نہ بنایا۔ خدیجہ سے شادی جس کی وجہ سے اسے اہل مکہ کی نظروں میں عزت ملی تب تک وہ تنہا ہی رہا۔ بلکہ شادی کے بعد بھی وہ اپنا زیادہ تر وقت تنہا ایک غار میں گذارتا تھا۔ وہ ان لوگوں کی صحبت میں پر سکون نہیں تھا جو اس کے ساتھ ہمسری کا سلوک کرتے تھے۔ وہ صرف اسوقت مطمئن ہؤا جب وہ توجع کا مرکز بن گیا۔ وہ صرف اپنے پیروکاروں کے ساتھ ہی آرام میں تھا جنکو اس نے جھوٹے دعوں اور خالی بہشتی وعدوں کے عوض اپنی تعظیم کرنے پر آمادہ کر لیا تھا۔

سنہ 9 هجری کے قریب(مدینہ آجانے کے نو سال بعد) عربوں کا ایک گروپ جس کا تعلق بنو تمیم سے تھا وہ اسے ملنے آیا۔ عربوں کی روآیت کے مطابق انہوں نے اسے اپنی ازواج کے ہجرات کے باہر سے ہی پکارنا شروع کردیا۔ " اوئے محمد! ہم بہت دور سے تمہیں ملنے آئے ہیں۔" محمد کو انکا لہجہ پسند نہ آیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کو بڑے ادب اور احترام سے بلایا جائے جیسے کہ بادشاہوں کو بلایا جاتا ہے۔ اس نے انکی پکاروں کا جواب نہیں دیا اور اپنے غیر مرئی خدا کے منہ میں یہ الفاظ ڈالے جن میں اس نے اس شدید خواہش کا اظہار کیا کہ ہر کوئی اسے تعظیم کے ساتھ بلائے۔

مومنو(کسی بات کے جواب میں) خدا اور اسکے رسول سے پہلے نہ بول اٹھا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو۔ بے شک خدا سنتا جانتا ہے۔اے اہل ایمان اپنی آواز پیغمبر کی اواز سے اونچی نہ کرو اور

جس طرح آپس میں اس طرح زور سے بولتے ہو ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ پیغمبر خدا کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں خدا نے انکے دل تقوے کے لئے آزما لئے ہیں ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔ جو لوگ تم کو ہجروں کے باہر سے آوازیں دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ اگر وہ صبر کئے رہتے یہاں تک کہ تم خود نکل کے ان کے پاس آتے تو یہ ان کیلئے بہتر تھا اور خدا تو بخشنے والا مہربان ہے۔(قرآن 5-49:1)

یہ لوگ ایسا کچھ نہیں کررہے تھے جس سے ایسا لگے کہ وہ خدا کی ہتک عزت کررہے تھے۔ انہوں نے تو صرف محمد کے ساتھ ایک عامیانہ سا روّیہ استعمال کیا تھا، جو اسکے گمان میں نہیں تھا۔ یہ اللہ کے الفاظ نہیں ہیں، بلکہ ایک خود پرست کا ان سے ذاتی سروکار ہے چونکہ اس کی خواہش ہے کہ اس کو مانا جائے اور اس کی عزت کی جائے۔

جیسے کہ قسمت میں تھا، محمد کی ملاقات ایک ایسی مالدار عورت سے ہوئی جس کی ذہنی ابتری کی اپنی ہی رمزیں تھیں۔ خود پرست اکثر باہم دستنگر رفیق حیات چن لیتے ہیں۔ ان کے درمیان ایک ایسا رشتہ تھا جو کہ ہر لحظہ بدلتی ہوئے مختلف حالات میں ہم آہنگی کے راستے ڈھونڈھ لیتا تھا جو کہ حیران کن انداز میں بڑا " کارآمد" اور دیرپا تھا۔ وہ ایک دوسرے سے محبت نہیں کرتے اور نہ ہی وہ اس عالی منش جذبے کی سمجھ رکھتے تھے، بلکہ ان دونوں کو ایک دوسرے کی ضرورت تھی کیونکہ دونوں کو اپنی خود پرستی کی غذا ایک دوسرے سے حاصل ہوتی تھی۔

یہ نتیجہ اخذ کرنے کے کافی شواہد ہیں کہ محمد کو ٹیمپورل لوب ایپیلیپسی کا عارضہ لاحق تھا۔ اسلئے جب اس نے کہا کہ اسے گھنٹیوں کی آوازیں سنائی دیتیں ہیں، لشکارے پڑتے ہیں، اور فرشتےاور جن بھوت نظر آتے ہیں تب وہ کوئی جھوٹ نہیں بول رہا تھا ۔ اس کو اپنی زندگی میں متعدد بار مرگی کے دورے پڑے تھے، جو اس وقت شروع ہوئے جب وہ پانچ برس کا تھا اور بعد میں بلوغت اور جوانی میں بھی۔

تاہم مرگی کے دورے عمر بڑھنے کی ساتھ ساتھ ختم ہو گئے۔ ٹی ایل ای میں اکثر ایسا ہوتا ہے۔ باوجود اسکے وہ اس کو دل سے مانتا تھا کہ وہ اللہ کا پیغمبر ہے اور اسکو اسکی خودپرستانہ فطری خواہش نے اسکو اس چیز پر ابھارا کہ اس کی شان وشوکت برقرار رہے اور اپنے اس فریب تصوّر کے بعد میں بھی وہ آیتیں گھڑتا رہا۔ بطور ایک خودپرست کے اسے یقین تھا کہ وہ اعلی ہستی ہے، اور نہ صرف جھوٹ بولنے کی کھلی چھٹی ہے بلکہ وہ ہر قسم کے قوانین سے بھی بالا ہے، اور جو کچھ بھی اس نے کیا وہ قابل قبول اور قانون کے مطابق ہے۔ خود پرست اپنے آپ کو معاشرے کی وضع قطع کے پابند نہیں بنانا چاہتے۔ قاعدے قوانین تو صرف عام لوگوں کیلئے ہوتے ہیں، ان کیلئے نہیں۔ وہ اپنے آپ کو ہر قسم کے قانون سے بالا تر سمجھتے ہیں اور کسی پابندی کے قائل نہیں ہوتے۔ خود پرست یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کائنات کا مرکز ہیں، اور انہی کے دم سے یہ زمانہ قائم ہے، افضل ترین تخلیق ہیں اور ہر کسی پہ لازم ہے کہ وہ اس سے محبت کریں ، اس کی عزت کریں اور اسکا خوف بھی کھائیں۔ ان کے نزدیک دوسروں کی قدر اور ضرورت بس اتنی ہی ہوتی ہے وہ انکے جاہ و جلال کی وجہ بنیں

اور مسلسل اسکو اسکی خود پرستی کی غذا فراہم کرتے رہیں ــ اور اگر وہ ایسا نہیں کررہے تو انکو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ ایک خود پرست میں یہ اہلیّت ہوتی ہے کہ وہ کروڑوں لوگوں کو ضمیر کی آواز کے مطابق اور بغیر کسی خلش کے ہلاک کر دے۔ صدام حسین نے لاکھوں عراقیوں کا زہریلی گیس کے ذریعے قتل عام کر دیا، اور اپنے خلاف چلائے گئے مقدمے کےدوران وہ آخری دم تک اس کا دفاع کرتا رہا، یہ کہہ کر کے کہ وہ سربراہ مملکت ہے اور اپنے ملک میں استحکام لانے کی غرض سے یہ اسکا اختیار قطعی ہے۔ اس کو اس خون خرابے پر ذرا بھی ملال نہیں تھا۔ صدام ، محمد اور ہٹلر نے لغو بیانی سے کام لیا اور انکو جھوٹا کہنا بڑا آسان ہے کیونکہ وہ خود اپنے جھوٹوں پر یقیقن کرتے تھے۔ محمد کے بہت سے فریب تصّور اس کے لئے حقیقی تھے۔ پھر بھی وہ اکثروبیشتر جھوٹ بولتا تھا کیونکہ اسے پکا یقین تھا کہ اسے اسکا استحقاق حاصل ہے اسلئے کہ وہ یکتا ہے، خاص الخاص ہے اور قانون سے بالاتر۔ کوئی بھی شخص نہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے اور نہ ہی جھوٹا۔ محمد بھی اس سے کچھ مختلف نہ تھا۔ غار والا اس کا مشاہدہ حقیقی تھا۔ اکثر اوقات وہ جھوٹ بولتا تھا اور خود کو اس پر حق بجانب سمجھتا تھا۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ وہ اسقدراہم ہے اور اسکا نصب العین اتنا عالی شان کہ سچ بولنے جیسی "چھوٹی چھوٹی تفصیلات" کو اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں بننا چاہئے۔ اسطرح کے ضوابط، اسکا خیال تھا کہ، گھٹیا لوگوں کیلئے بنے ہیں اور جسکو خدا نے اپنے رسول کے طور پر چن لیا ہو، اور وہ اس کی عمدہ ترین مخلوق ہو اور یہاں تک کہ

کائنات کی تخلیق بھی اسی کی خاطر کی گئی ہو تواس کیلئے ایسا کرنا ضروری نہیں۔

محمد کو اوبسیسّو کمپلسّو ڈس آرڈر کی بھی شکایت تھی۔ یہ اسکی مذہبی رسومات سے والہانہ لگاؤ کی وجہ بھی بیان کرتا ہے۔ ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جن پر وہ تنہائی میں بھی عمل کررہا ہوتا تھا جب کوئی بھی اسے نہیں دیکھ رہا ہوتا تھا۔ اس کے ساتھیوں کا خیال تھا کہ یہ اس کے خلوص کو ظاہر کرتا ہے۔

محمد توہمات میں یقین رکھنے والا شخص تھا۔ اس نے بڑی بے ہودہ اور ملامت آمیز باتیں کی ہیں جو اسکے پیروکار بغیر کوئی سوال اٹھائے ہڑپ کر گئے، حیسا کہ:

اگر تم میں سے کوئی نیند سے جاگے اور وضو کرے، تو اسے چاہئے کہ وہ تین دفعہ ناک میں پانی ڈالے اور سانس باہر کو نکالے کیونکہ شیطان تمام رات ناک کے اوپر والے حصے میں بسیرا کرتا ہے۔

محمد نے جب یہ فاتر العقل بیان دیا وہ جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔ اس کو اس پر مکمل یقین تھا جو اس نے کہا۔

محمد کو سمجھنے کیلئے ہمیں اسکے ذہنی مرض کو سمجھنا ضروری ہے۔ وہ جھوٹا نہیں تھا بلکہ عبادت کرنے والے ذہنی خبط کا شکار تھا۔ اس نے جھوٹ بولے،اور اس یقین کے ساتھ کہ اسکو ایساکرنے کا استحقاق ہے اور اس پر نالاں ہؤا اگر کوئی دوسراس پر یقین نہ کرتا تھا۔ اس نے اس چیز کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہیں کی کہ اپنے دعوں کا کوئی ثبوت پیش کرے۔ جہاں تک اسکا

تعلق ہے، اصل حقیقت ہے کہ وہ اتنی اعلی اور ارفع ہستی تھی، کہ جو دعوی بھی اس نے کیا وہ اپی حیثیّت میں خود ہی ایک ثبوت تھا اور ہر کسی پہ لازم تھا کہ وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس سے اتفاق کرے یا نیست و نابود ہونے کیلئے تیار ہو جائے۔

آج، ایک ارب لوگ جو بصورت دیگر صاحب عقل ہیں اور ہوشیار چالاک بھی ہیں اور ایک ذہنی مریض کے ساتھ اندھی عقید ت کے حامل ہیں اور اس کے پیروکار بھی ہیں۔ محمد کے دیوانے پن کی نشانیاں اس کی تمام امت میں نمایاں ہے۔ مسلمان اپنے نصب العین کے پھیلاؤ کی خاطر بڑی بے شرمی سے جھوٹ بولتے ہیں۔ ایماندار لوگ بھی جو کبھی اپنے مقصد کی خاطر بھی جھوٹ نہیں بولتے وہ بھی اسلام کی خاطر بڑی ڈھٹائی سے جھوٹ بولتے ہیں۔ ایک طرف تو ان کو علم ہوتا ہے کہ وہ جو کہہ رہے ہیں وہ جھوٹ ہے اور دوسری طرف اس پہ وہ بڑے ثابت قدم ہوتے ہیں اور سخت مجروع ہو جاتے ہیں اکر انکو مخالفت کا سامنا کرنا پڑے۔ " تمہیں جرآت کیسے ہوئی کہ تم ایک ارب لوگوں کے عقیدے پر سوال اٹھاؤ؟" مسلمان انکار کو برداشت نہیں کرسکتے۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ یہ انکا کام ہے کہ جو سوال ان سے کیا گیا ہے کسی منطق کے تحت اسکا جواب دیں بلکہ الٹا آپ سے الجھ پڑینگے اور کہنا شروع کر دینگے کہ آپ اسلام سے خوفزدہ ہیں، نفرت پھیلانے والے ہیں یا نسل پرست ہیں، بالکل اسے ہی جیسے انکا پیغمبر انکے بارے میں کہا کرتا تھا جو اس پر ایمان نہیں لاتے تھے، " اندھے، گونگے اور بہرے اور نا سمجھ" جنہوں نے اس پر شک کیا اس نے یہ کہہ کر انکو دھمکا یا، " ہم انکو قیامت کےدن اوندھے منہ ، اندھے، گونگے اوربہرے بنا کر اٹھائیں گے: ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا: جب

اسکی آگ بجھنے کو ہوگی تو ہم ان کو عذاب دینے کیلئے اور بڑھا دینگے۔" (قرآن 17:97)۔ اسلام صرف ایک جھوٹا اعتقاد ہی نہیں بلکہ ایک ذھنی ابتری بھی ہے۔ یہ اک ایسی ابتری ہے جو ذی عقل لوگوں کو فاترالعقل بنا دیتی ہے۔

شوشیو پولٹیکل فیکٹر

یہاں پر اسکا ذکر بہت ضروری ہے کہ اسلام کی کامیابی میں ایک اہم حصہ دار عنصر اس وقت جاری سماجی اور معاشرتی ماحول بھی ہے جس وقت محمد نے اپنے پیغمبرانہ کیرئر کا آغاز کیا۔ ساتویں صدی کا عرب ایک مرکزی حکومت کے بغیر تھا۔ پورا معاشرہ قبیلوں میں بٹا ہؤا تھا، جہاں پر ہر قبیلہ ایک دوسرے سے الگ آزاد اور خود مختار ہو دشمنیاں اکثر جھڑپوں اور جنگوں پر منتج ہوتی ہیں، اور کافی خون خرابے کے بعد ہی اختتام پذیر ہوتیں تھیں۔ بہت سارے قبیلوں نے اپنے دفاع کی خاطر دوسرے قبیلوں سے اتحاد قائم کر رکھے تھے۔ کئی قبیلوں کے روزگار کا انحصا رہزنی اور لوٹ مار پر تھا۔ کسی مرکزی حکومت کی عدم موجودگی کے سبب محمد کے لوٹمار کی تلاش میں سرگرداں ٹولے کو کسی ایک پر حملہ اور کسی دوسرے سے گٹھ جوڑ کی آزادی مل گئی، اور یہاں وہ ان کو اپنی لوٹ مار میں شمولیّت کی دعوت بھی دیتا، اور مال غنیمت میں حصہ داری کرتا اور آخر انکی بھی شکار بننے کی باری آگئی۔

اس نے مدینہ کے یہودیوں سے معاہدہ بھی کیا جس کی رو سے مکہ سے آنے والے قبیلوں کو لوٹ سکتا تھا۔ پھر اس نے ان پر قابو

پا لیا اور تمام معاہدے ختم کر ڈالے۔ اس نے اہل مکہ سے انقطاع عداوت کا دس سالہ معاہدہ بھی سائن کیا۔ اس سے اسکو وقت مل گیا کہ وہ شمالی قصبوں یعنی خیبر اور فدّک پر حملے کر سکے۔ پھر اس نے اہل مکہ سے معاہدہ توڑ لیا اور بنی تمیم سے معاہدہ کرلیا اور انکو اس کے تحت مال غنیمت میں حصہ اور برّیت کا استحقاق شامل تھا۔ جب مکہ فتح ہو گیا تو اس کو سکون ہو گیا کہ اب گھبرانے کی کوئی بات نہیں اور اب اسکو بنی تمیم کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اپنے وعدوں سے پھر گیا اور ان کو کچھ دینے کی بجائے ان سے عشر وصول کرنے کا مطالبہ کردیا اور عدم ادائیگی کی صورت میں دعوت جنگ۔

فتح مکہ کے بعد وہ اتنا طاقتور ہو گیا کہ اس نے اپنے اللہ سے کہا کہ ایسی سورۃ نازل کرے:

(اور اہل اسلام اب)خدا اور اسکے رسول کی طرف سے مشرکوں سے جن سے تو نے عہد کر رکھا تھا بیزاری(اور جنگ کی تیاری) ہے تو(مشرکو تم) زمیں پر چار مہینے چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم خدا کو عاجزنہ کرسکوگے اور یہ کہ خدا کافروں کو رسواکرنے والا ہے۔ اور حج اکبر کے دن خدا اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ خدا مشرکوں سے بیزار اور اسکا رسول بھی(ان سے دست بردار ہے) بس اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر نہ مانو(اور خدا سے مقابلہ کرو) تو جان رکھو تم خدا کو ہرگز نہیں ہراسکو گے اور (اے پیغمبر) کافروں کو دکھ دینے والے عذاب کی خبر سنا دو۔(قرآن 9:1-3)

بس محمد نے یہ واضع کردیا کہ وہ پہلےکے دستخط شدہ معاہدوں کا پابند نہیں اور ہر کسی کے پاس صرف چار مہینے ہیں کہ دائرہ اسلام میں آجائیں، عشر ادا کریں نہیں تو تکلیف دہ عذاب کیلئے خود کو تیار کر لیں۔

مجھے امید ہے کہ ابتک یہ واضع ہو گیا کہ اسلام ایک ذہنی مریض خود پرست کے ایجاد کردہ محض غلبہ پا لینے والے ہتھیار سے زیادہ کچھ نہیں اور اس کی اصلاح کرنے کی کوششیں دم توڑ جائینگی۔ اسلام کی اصلاح ممکن ہی نہیں، لیکن اس کا صفایا ممکن ہے۔ ایک جھوٹ کی اصلاح کر کے اس سے جان چھڑوا سکیں گے۔ اس کے لئے آپ کو اور زیادہ جھوٹ بولنے پڑیں گے۔ جھوٹ سے جان چھڑوانے کیلئے جس چیز کی ضرورت ہے وہ سچ بولنا۔ اسلام کے ماننے والوں کی کثیر تعداد سے آپ کے حوصلے پست نہیں ہونے چاہئیں۔ اسلام ایک اونچی تاریخی عمارت ہے جسکی بنیادیں جھوٹ کی ریت پر رکھیں ہوئی ہیں۔ ایک دفعہ اس کی بنیادوں کو ننگا کرنے کی ضرورت ہے، ریت کی تہیں بکھر جائیں گی اور یہ عظیم تاریخی عمارت پتوں کے گھروندے کی طرح زمیں بوس ہو جائے گا۔ اسلام کا خاتمہ اب بس ہونے ہی والا ہے۔

* *

باب ہفتم

جب عاقل لوگ پاگلوں کے پیچھے لگ جائیں

اسلام کے اصل ادراک کے حصول اور وہ دیوانگی جو اس کے عقیدتمندوں کا خاصہ ہے کوجاننے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اسکا دوسرے عقیدوں سے موازنہ کیا جائے۔ دنیا میں اسلام کے ماننے والوں کی تعداد لگ بھگ ایک ارب پچاس کروڑ ہے۔ اگر آپ خود مسلمان نہیں ہیں، آپ چند ایک مسلمانوں کو جانتے ہونگے تو آپ محسوس کریں گے کہ ان میں کچھ خاص مّکروہ بات نہیں ہے۔ وہ بہت سے دوسرے لوگوں جیسے ہی ہونگے، کام کاج کرکے اپنے بچے پال رہے ہونگے۔ وہ تابعدار قسم کے ملازم ہونگے، اچھے رفیق کار ہونگے، اچھے افسر بالا، اچھے پڑوسی اور اچھے شہری ہونگے۔ ان کا مزاج دوستانہ ہوتا ہے اور دوسرے لوگوں کی طرح نہ زیادہ اچھے اور نہ ہی برے ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی خاص ایسی بات نہیں ہو گی جس کی بنا پر آپ یہ سوچیں کہ یہ کسی خاص عقیدے کے لوگ ہیں۔ تاہم، ان کے ظاہرپن سے آپ کو دھوکہ نہیں کھانا چاہئیے۔ اسلام ایک فرقہ ہے اور مسلمانوں کی ذہنیّت فرقہ پرستانہ ہے۔

انگریزی لغت میں لفظ fanaticism کا مطلب ہے کسی بھی مضمون کے بارے میں بے پناہ شوق، بےوجہ جوش، یا بے لگام اورفضول خیالات، خصوصی طور پر مذہب کے بارے میں۔ لوگ مذہب سے

اسلئے حلقہ بگوش نہیں ہوتے کہ انکو قاتل اور دہشتگرد بننا ہے۔ کیا یہ مذہب کے بارے میں صنعت تضاد نہیں ہے؟ تو پھر کونسی بات ہے جو کسی کوfanatic بنا دیتی ہے کہ وہ عمومی سوجھ بوجھ ہی کھو بیٹھتا ہے، اور ظالمانہ مذموم کاموں میں ملوّث ہوجاتا ہے، قاتل بن جاتا ہے، اور مذہب کے نام پر اپنی جان دینے سے بھی گریز نہیں کرتا؟ کیا اہل ایمان کی یہ گرم جوشی انکے نصب العین کی سچائی کو ثابت کرتی ہے؟

آئیے ہم پیپلز ٹیمپل کے عقیدے کا تجزیہ کرتے ہیں اور اسلام سے اسکا موازنہ کرتے ہیں۔ تمام فرقے بنیادی طور پر ایک ہی جیسی خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں۔ کسی بھی فرقے سے اسلام کا موازنہ کرلیں نتیجہ ایک ہی ہو گا۔ نیل اوشرو نے پیپلزٹیمپل کا مطالعہ کیا ہے اور ایک مضمون جسکا عنوان ہے، *جونسٹون کا ایک تجّزیہ: بیہودگی کی اصلیّت*، An Analysis of Jonestown: Making Sense of the Nonsensical میں وہ فرقوں کی اجزائے ترکیبی کی شفاف طریقے سے وضاحت کرتا ہے۔

پیپلز ٹیمپل کے عقیدتمند، اپنے پیشواء کی باتوں سے جوش کھائے ہوئے، اپنے بچوں کو زہر آلود مشروب پلا دیتے ہیں، شیرخواروں کو بھی ایک دوا کی خوراک پلا دیتے ہیں، اور خود بھی پی لیتے ہیں۔ ان کی لاشیں اکٹھی پائی جاتی ہیں، باہوں میں باہیں ڈالے ہوئے، 900 سے زیادہ لوگ ختم ہو گئے۔

اسطرح کی ٹریجیڈی کیسے وقوع پذیر ہوئی ہو گی؟ اس کا جواب ہے ایک شخص کا پاگل پن اور بہت ساروں کی سریع العتقادی۔ اس باب میں اوشریو کے پیپلزٹیمپل کے بارے میں تجّزیئے اوراس کے اسلام کے

ساتھ موازنے کے بارے میں پوائنٹ بائی پوائنٹ تذکرہ کرونگا تاکہ اسلام کو صیح طریقے سے سمجھا جاسکے۔

جب تک مسلمان یہ سمجھتے رہیں گے کہ محمد پیغمبر تھا، اس نے جو کچھ بھی کیا، انکیلئے وہ برحق ہے۔ جیسا کہ ہم اس باب کے آخر میں دیکھیں گے، مختلف فرقوں کے عقیدتمندوں کی برین واشنگ اس ڈھنگ سے کی جاتی ہے کہ ان کے بچ جانے کے مواقع انتہائی کم ہوتے ہیں۔ تاہم ماسوآئے ان چند ایک لوگوں کے جن کی صیح سوچنے کی اہلیّت باقی رہتی ہے اور حقیقی دنیا میں واپس آسکتے ہیں، ان کا اندر جاگ سکتا ہے اور وہ ان عقائد کی درستگی پر سوال اٹھا سکتے ہیں۔

جم جونز نے 1965ء میں، اس اجتماعی خودکشی سے بیس سال قبل، انڈیانہ میں مٹھی بھر پیروکاروں سے اپنے تبلیغی مشن کا آغاز کیا تھا۔ اس نے نسلی ہمسری اور یگانگت کی ضرورت پر زور دیا۔ اس کے گروپ کے لوگوں نے غربا کو کھانے کو دیا اور انکیلئے روزگار مہیا کیا۔ وہ کرشماتی اور متاثر کن شخصیّت کا مالک تھا۔ جلد ہی اس کے عقیدتمندوں میں روزبروز اضافہ شروع ہو گیا؛ نئے اجتماعات کی تشکیل سازی ہوئی اور اس نے سانفرانسسکو میں اپنا صدرمقام قائم کرلیا۔

مکمل تابعداری

جونز اپنے پیروکاروں کا محبوب رہنما تھا۔ وہ پیار سے اسے "فادر" کہتے تھے یا صرف "ڈیڈ" کہتے تھے۔ جیسے جیسے وقت گذرتا گیا اس نے مسیحا کا کردار اپنا لیا۔ جیسے ہی اس کااثرورسوخ بڑھا، اس نے مزید تابعداری اور وفاداری کا تقاضا شروع کردیا۔ اس کے عقیدتمند

بڑھ چڑھ کر اس کی تابعداری کرنے کیلئے تیار تھے۔ اس نے انکو اس بات پر قائل کرلیا کہ ایٹمی دھماکے سے عالمگیر تباہی عمل میں آئیگی اور کچھ نہیں بچیگا ماسوآئے ان لوگوں کے جو اسکی پیروی کریں گے۔

اوشرو لکھتا ہے کہ: " اس کے بہت سے پرجوش تقریری مکالمے نسل پرستی اور سرمایہ داری پر حملوں کی صورت میں تھے، مگر اس کے انتہائی پرجوش اور کہر آلود خطابات پیپلز ٹیمپل کے 'دشمنوں' پر مرتکز تھے۔ اس کے نقص بینوں پر اور خصوصی طور پر منکرین پر"۔

مندرجہ بالا تصویراسلام کے ساتھ مماثلت کی بھی تشریح کرتی ہے۔ پہلے پہل، محمد بھی محض ایک " خبردار کرنے والا" ہی تھا، جو لوگوں سے کہتا تھا کہ اللہ پر ایمان لے آؤ اور روزمحشر سے ڈرو۔ جیسے ہی اس کے اثرورسوخ میں اضافہ ہؤا اور اس کے ماننے والوں کی تعداد بڑھنے لگی، اس کے مانگوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا، اس نے کہنا شروع کردیا کہ اپنے گھربار چھوڑ کر ہجرت کر جاؤ، اور حکم عدولی کی صورت میں عذاب الہی کا ڈراوا دیا۔

محمد کے بہت سے پرجوش تقریری مکالمے شرک کے خلاف تھے مگر اسکے بہت سے کہر آلود خطبات کا رخ "دشمنان" اسلام کی طرف تھا، اس کے عیب بینوں اورخاص طور پر منکرین پر۔

جم جونز اپنے ساتھیوں کو گھانا کے جنگلوں میں لے گیا اور انکو انکے عزیزواقربا سے جدا کر دیا۔ ہر قسم کے بیرونی اثرورسوخ سے الگ کرلیا اور مکمل طور پر اپنے تابع کرلیا تاکہ ان کی آسانی سے برین واشنگ کرسکے اور انکو اپنی تعلیمات کےتابع کرلے۔ یہی وجہ

تھی کہ کیوں محمد یہ چاہتا تھا کہ اس کے پیروکارمدینہ چلے آئیں۔ اس نے اپنے سب سے زیادہ وفادار ساتھیوں کو انکے خلاف کردیا جو مدینہ جانے سے انکاری تھے۔ درج ذیل آیات ان جذبات کی عکاسی کرتی ہیں۔

> **اور جو لوگ ایمان تو لےآئےلیکن ہجرت نہیں کی تو جب تک وہ ہجرت نہ کریں تم کو ان کی رفاقت سے کوئی سروکار نہیں۔ اوراگر وہ تم سے دین کے معاملات میں مدد طلب کریں تو تم کو مدد کرنی لازم ہے اور یاد رکھو خدا سب کچھ دیکھتا ہے۔(قرآن-8:72)**

اس آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کو ان مسلمانوں کی حفاظت نہیں کرنا ہے جنہوں نے ہجرت نہیں کی۔ بالفاظ دیگر، انہیں چاہئے کہ وہ انہیں قتل کردیں، یا وہ وطن چھوڑیں اور اطاعت کریں۔ آیت کا آخری حصہ خاص طور پر معنی خیز ہے۔ وہ اپنے پیروکاروں کو خبردار کررہا کہ اللہ انکو دیکھ رہا ہے اور وہ جانتا ہے، نہ صرف یہ کہ وہ کیا کررہے ہیں، بلکہ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ ان کے ارادے کیا ہیں۔

محمد کے اللہ اور اوشنیا کی پر پیچ شخصّیت کے حامل ڈکٹیٹر جارج اورویل ، جو کہ اسکے ناول نائینٹین ایٹی فور میں بطور " بگ برادر" ایک افسانوی کردار ہے ، کے ساتھ توقعات سے بڑھ کر مماثلت ہے۔

اس افسانوی معاشرے میں ہر کسی پر احکام بالا بڑی کڑی نگرانی رکھتے ہیں، زیادہ تر ٹیلی سکرین کی مدد سے۔ لوگوں کو متواتر آگاہ رکھا جاتا ہے، اور یہ جملہ جوکہ اس سارے " سچ" کی جان ہے کہ

"بگ بردار تمہیں دیکھ رہا ہے" اس ریاست میں پراپیگنڈہ سسٹم کا انداز ہے۔

اس ناول میں یہ واضع نہیں ہوتا کا بگ برادر کا بطور انسان کے کوئی وجود ہے بھی یا نہیں، یا یہ کوئی ریاست کا تراشہ ہؤا فرضی کردار ہے۔ تاہم، چونکہ انسّر پارٹی ٹارچرر او'برائن نشاندھی کرتا ہے کہ بگ برادر کبھی نہیں مرسکتا اسلئے جو ظاہری صورت سامنے آتی ہے اس کے مطابق تو بگ برادر پارٹی کی تجسیم ہے۔ کسی آدمی نے آج تک اس کو کبھی نہیں دیکھا۔ وہ بڑے بڑے اشتہاری بورڈوں پر آویزاں ایک چہرہ ہے، ٹیلی سکرینوں پر سنی جانے والی ایک آواز ہے---- بگ برادر ایک بھیس ہے جو کہ پارٹی نے نمائش کی خاطر چنا ہؤا ہے۔ اس کا کام صرف یہ ہے کہ وہ ایک مرکز کا کردار ادا کرے چونکہ یہ اس کی بہ نسبت زیادہ آسان کہ کسی تنظیم کی بجائے ایک فرد کو سامنے رکھا جائے جس کی طرف تمام لوگوں کی محبت، تعظیم، خوف اور جذباتی لگاؤ کا رخ ہو۔ اوشنیا کے وفادار شہری بگ برادر کا خوف نہیں کھاتے، درحقیقت وہ اس سے پیار کرتے ہیں اور اسکی تعظیم کرتے ہیں۔ وہ محسوس کرتے ہیں وہ انکو تمام خرابیوں سے بچاتا ہے۔

مندرجہ بالا روئیداد اللہ پر بھی پوری اترتی ہے، ایک غیرمرئی لیکن ہر جگہہ موجود، جس کےساتھ مسلمان بیک وقت محبت بھی کرتے ہیں اور اس سے ڈرا بھی جاتا ہے جوانکی ہر حرکت سے باخبر ہوتا ہے اور دلوں کے بھید بھی خوب جانتا ہے۔

ایمان کی سچائی کا ثبوت جان کی قربانی

اوشریو بات جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے :" لیکن جب 1978 میں پیپلز ٹیمپل کے غمخوار رشتہ داروں نے کانگریسمین لیؤ رائن پر دباؤ ڈالا کہ وہ اس فرقے کی بابت تفتیش کرے، خود اسنے اور اسکے ہمراہ صحافیوں نے سنا کہ زیادہ تر اس بستی کے رہائشی اس کے مدّاح ہیں، اور وہاں قیام پذیر ہونے پر مسّرت کا اظہار کررہے ہیں اور خواہشمند ہیں کہ وہیں قیام کیا جائے۔ دو خاندانوں نے تاہم، رائن کو پیغام بھیجوایا کہ وہ اس کے ساتھ جانا چاہتے ہیں۔ لیکن جیسے ہی دورے پہ آئی ہوئی یہ پارٹی اور منحّرفین جہاز پر سوار ہونے لگے، گھات لگائے بیٹھے لوگوں نے ان پر گولیاں برسائیں یہاں تک کہ رائن سمیت ان میں سے پانچ لوگ مارے گئے۔ تب جم جونز نے اپنے پیروکاروں کو اکٹھا کیا اور زہرآلود مشروب پی کر انکو "باوقار موت" کو گلے لگانے کیلئے کہا۔

ٹیپ کے وہ جزّیات جو آخری رسوم کی ادائیگی کی ریکارڈنگ سے لئے گئے ہیں، ظاہر کرتے ہیں، چند عقیدتمندوں کے علاوہ سب نے رضاکارانہ طور پر زہر پیا اور اپنے بچوں کو بھی پلایا۔ جم جونز کی باتیں اور اسکی یقین دہانیاں، ان لوگوں کیلئے جو قرآن سے آگہی رکھتے، ایک عجیب و غریب بھیانک شناخت پیش کرتی ہیں۔ ایک عورت احتجاج کرتی ہے، ہجوم اس کو موت کی نیند سلا دیتا ہے اور ہر کوئی موت کا خواہشمند ہے۔

ٹیپ ریکارڈر کی ٹرانسکرپٹ (یوٹیوب پر دستیاب) ذیل میں دی گئی ہے۔ یہ دل دہلا دینے والی ہے، جب یہ اندھی عقیدت کی حقیقت سے پردہ اٹھائے گی۔

جم جونز: میں نے آپکو ایک اچھی زندگی دینے کی بہت کوشش کی۔ اس سب کے باوجود میں تھک چکا ہوں، مٹھی بھر لوگوں نے لغو بیانی کی مدد سے ہمارا جیون دوبّر کیا ہؤا ہے۔ اگر ہم چین سے جی نہیں سکتے تو ہمیں آرام سے مر جانا چاہئے۔ (تالیوں کی گونج)۔۔۔ہمیں اتنا بڑا دھوکہ دیا جارہا ہے۔۔۔ ابھی چند منٹوں میں یہاں کیا ہونے جارہا ہے کہ جہاز میں سوار لوگوں میں سے ایک پائیلٹ کو گولی مار دیگا ۔ مجھے اس کا علم ہے۔ میں نے اس کی منصوبہ بندی نہیں کی مگر مجھے معلوم ہے کہ کیا ہونے والاہے۔۔۔ تو میری رائے یہ ہے کہ تم قدیم یونان میں ہوتے تھے، اور خاموشی سے قدم آگے بڑھاتے تھے، کیونکہ ہم خودکشی نہیں کرنے جارہے۔ یہ ایک انقلابی فعل ہے۔۔۔ ہم واپس نہیں جاسکتے۔

پہلی عورت: مجھے ایسے لگتا ہے جیسے وہاں پر زندگی ہے؛ وہاں امید ہے۔

جونز: ہاں، سب نے ایک دن مرنا ہے۔

ہجوم: یہ درست ہے، یہ درست ہے!

جونز: وہ لوگ جو چلے گئے ہیں انہوں نے کیا کیا، اور جوکامیاب ہوجائیں گے وہ ہماری زندگیوں کو جہنم بنا دینگے۔۔ لیکن میرے نزدیک، موت خوفناک چیز نہیں ہے۔ یہ حیات ہے جو ملعون ہے۔ اور اسطرح جینا بھی کیا جینا ہے۔

پہلی عورت: لیکن مجھے موت سے خوف آتا ہے۔

جونز: مجھے نہیں لگتا ایسے ہے۔ مجھے نہیں لگتا ایسے ہے۔

پہلی عورت: چھوڑ کے جانے والے بہت ہی کم ہیں کہ جن کی خاطر 1200 لوگ اپنی جانیں دیں..... میں ان سب بچوں کی طرف دیکھ رہی ہوں، میرا خیال ہے کہ یہ زندہ رہنے کا حق رکھتے ہیں۔

جونز: کیا انکو اس سے کہیں زیادہ نہیں ملنا چاہئے؟ یہ سکون کے حقدار ہیں۔ سب سے بڑا ثبوت ہم یہ دے سکتے ہیں کہ ہم یہ (انتہائی مکروہ) دنیا ہی چھوڑ دیں۔(تالیوں کی گونج)

پہلا آدمی: بات ختم، بہن..... ہم نے ایک خوبصورت دن کو جنم دیا ہے۔ (تالیوں کی گونج) دوسرا آدمی: اگر تم یہ کہو کہ ہمیں ابھی جانیں قربان کرنا ہے تو ہم اسی وقت تیار ہیں۔ (تالیوں کی گونج)[بالٹی مور اتوار،1979]

چینخوں اور بچوں کی گریہ و زاری سے بالا، ٹیپ چلتی رہی، اور جونزکا لوگوں پر خودکشی کرنے کا اصرار جاری رہا اور وہ انکو اس عمل کی تکمیل پر مسلسل اکساتا رہا:

جونز: برائے مہربانی کوئی دوا لے لو۔ آسان طریقہ! یہ آسان ہے، اس طرح کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی .... مرنے سے مت ڈرو۔ تم دیکھو ہمارے گرد لوگ جمع ہوگئے ہیں۔ یہ ہمارے لوگوں کو ایذائیں دینگے....

دوسری عورت: فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہر کوئی چپ رہے اور اپنے بچوں کو بھی خاموش کرائے.... یہ درد سے ہیں کرّاہ رہے؛ یہ ذائقے میں کڑوی ہے....

تیسری عورت: اس میں چِلّانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ایسی چیز ہے جس میں ہم سب کو مزا آئے گا۔(تالیوں کی گونج)

جونز: برآئے مہربانی، خدا کیلئے، ہمیں شروع کرنا چاہئے..... یہ ایک انقلابی خودکشی ہے۔ یہ اپنے آپ کو مٹانے والی خودکشی نہیں ہے۔(آواز تحسین، "ڈیڈ" تالیوں کی گونج)

تیسرا آدمی: ڈیڈ ہمیں یہاں تک لے آیا ہے۔ میرا ووٹ ڈیڈ کے حق میں ہے.....

جونز: ہمیں وقار کے ساتھ مرنا چاہئے۔ جلدی کرو، جلدی کرو، جلدی کرو! ہم پر جلدی لازم ہے... بند کرو یہ غشیاں کھانا۔ اسطرح کی زندگی بسر سے موت لاکھوں گنا بہتر ہے ..... اگر تم جان لو کہ آگے کیا ہے، تم خوشی سے اسی رات چلنے کو تیار ہو جاؤ گے.......

چوتھی عورت: اس انقلابی جدوجہد میں آپکے ہمقدم چلنا باعث مسّرت ہے.... اسکے علاوہ کوئی طریقہ نہیں، یا تو سوشلزم اور کیمونزم کی خاطر جان دی جائے، میں ڈیڈ کی بہت شکرگذار ہوں۔

جونز: ہم سے ہماری زندگیاں لے لو..... ہم نے خودکشی نہیں کی۔ ہم نے اس غیر انسانی دنیا کے خلاف بطور احتجاج خود کشی کی صورت میں ایک انقلابی قدم اٹھایا ہے۔

جب یہ ٹیپ منظرعام پہ آئی تو دنیا میں تہلکا مچ گیا۔ پھر بھی مکمل طور پر فدا ہونا اور بنا سوچے سمجھے کی فرمانبرداری فرقہ پرستوں کی خصوصیّت ہے، اور اسلام بھی یہی کچھ ہے۔ اسلام کا مطلب ہے اطاعت۔ اہل ایمان کیلئے یہ لازم ہے کہ وہ اپنی رضا کو خیرباد کہیں اور ہر چیز سے کنارہ کشی اختیار کریں، یہاں تک کہ اپنے اہل خانہ سےاور اپنے طرزبودوباش سے بھی تاکہ وہ اپنے اللہ اور رسول کے سامنے اپنی وفاداری کا ثبوت فراہم کرسکیں۔ قرآن میں ہم یہ پڑھتے ہیں

: "---- اگر تم مخلص ہو تو موت کی تمنا کرو"- (قرآن 2:94) ایک اور جگہہ محمد یہودیوں کو چیلنج دیتا ہے کہ اگر وہ سچے ہیں تو وہ موت کی خواہش کریں۔

کہہ دواے یہود اگر تم کو یہ دعوی ہو کہ تم خدا کے دوست ہو اور اور لوگ نہیں تو اگر تم سچے ہو تو ذرا موت کی آرزو تو کرو۔ (قرآن62:6)

یہ عین واضع ہے کہ جونز اور محمد جیسے خود پرستوں کے بگڑے ہوئے دماغوں میں اطاعت کی اصل کسوٹی یہی ہے کہ اپنے پیروکاروں سے انکی جان طلب کریں۔ فلسطینی ٹیلیوژن اکثر خودکش بمباروں کی ماؤں کے انٹرویو نشر کرتا ہے جس میں وہ اپنے بچوں کی جان کی قربانیوں کو بڑے فخریہ انداز میں پیش کررہی ہوتی ہیں اور اس خواہش کا اظہار کررہی ہوتیں ہیں کہ انکے دوسرے بچے بھی اسی طرح اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کریں۔

سزا اور جوروجّبر

اوشرو تفصیل سے بتاتا ہے: " اگر تم کسی کے سر پر بندوق تان لو تو تم اس سے کچھ بھی کروا سکتے ہو۔ ٹیمپل مستقل طور پرخوف کی حالت میں رہتے تھے، ایک خفیف سی غلطی یا کوئی نادانستہ سے خطا ہو جانے پر بھی انکی وحشیانہ پٹائی ہوتی اور سرعام انکا تمّسخر اڑایا جاتا تھا۔ جونز سخت ترین سزاؤں کی دھمکیاں دیتا تھا اور ان پر کڑا ڈسپلن لاگو کرتا اور مکمل اطاعت کا طالب ہوتا تھا، اور وہ اس طرح

کے اقدامات بھی اٹھاتا رہتا تھا جن سے ایسے تمام خدشات کا قلع قمع ہو جائے جو آگے چل کر پیروکاروں کی طرف سے کسی قسم کی مذاحمت یا بغاوت کا سبب بنیں۔"

مسلمان ایسے ماحول میں رہتے ہیں جہاں ہر وقت سزا کا خوف سرپر منڈلاتا رہتا ہے۔ مجھے غصّے سے بھرے ہزاروں مسلمانوں کی طرف سے ای میلز موصول ہوتی ہیں جن میں کہا گیا ہوتا ہے کہ زندگی بہت مختصر ہے اور مجھے اسلام پر تنقید کرنے کے باعث جہنم کی آگ میں جلنا ہو گا۔ وہ کسی دلیل کو چیلنج نہیں کرتے: وہ میرے منطق سے بھی اختلاف نہیں کرتے، بلکہ مجھے بھی اسی عذاب سے ڈراتے ہیں جس سے وہ خود خوفزدہ ہیں، یعنی دوزخ کی آگ سے۔ قرآن میں بار بار دہرایا جانے والا نذریعہ 'دوزخ' ہے جو تقریباً 200 مرتبہ سے بھی زیادہ دہرایا گیا ہے، اس کے بعد درسرا نمبر 'روز حشر' کا ہے جس کا ذکر 163 مرتبہ اور پھر 'دوبارہ زندہ' کئے جانے کا ذکر 117 مرتبہ۔ مسلمانوں کی پرورش اسقدر دوزخ کے ڈراوے والے ماحول میں کی جاتی ہے کہ اسلام کی سچائی کو پرکھنے کے خیال سے ہی انکے پسینے چھوٹ جاتے ہیں۔

خوفزدہ کرنے کا عمل صرف نفسیاتی طور پر پست حوصلہ کرنے تک ہی محدود نہیں ہوتا۔ جسمانی ایذائیں بھی اسلامی طرز پرورش کا لازمی جزوّ ہے۔ اسلامی دینی مدرسوں میں بچوں کے ناقص چال چلن کی سزا پٹائی ایک عام معمول ہے، بلکہ بعض اوقات تو انکو زنجیروں سے بھی باندھ دیا جاتا ہے۔ مار پیٹ صرف بچوں تک ہی محدود نہیں بلکہ بڑوں کو بھی جسمانی سزآئیں دی جاتی ہیں، سرعام بید زنی، تمسخر اڑآیا

جانا، ہاتھ کاٹنا، یا سنگ پاشی کی سزائیں ان لوگوں کیلئے جو اسلامی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

اس قسم کے بہت سے قوانین ہیں جو کسی قسم کی آزادی یا بغاوت پر قدّغن لگاتے ہیں۔ ناقدین، آزاد منشاء، مصلیحین اور تارکین واجب القتل ہیں۔ یہاں تک کہ کسی قسم کے سوال کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے:

> **مومنو! ایسی چیزوں کے بارے میں مت سوال کروجو ظاہر کردی جائیں تو تم کو بری لگیں........ اس طرح کی باتیں تم سے پہلے لوگوں نے بھی پوچھیں تھیں جب بتائی گئیں تو پھر وہ ان سے منکر ہوگئے۔(قرآن؛سورۃ 5 آیات 101 اور 102)**

بخاری نے بھی دو احادیث کا ذکر کیا ہے جس میں محمد نے کہا ہے "اللہ نے تمہیں زیادہ سوال کرنے سے منع کیا ہے"[310]صرف یہی ایک طریقہ ہے جس سے فریب اسلام ، ایک لازمی اندھے عقیدے کے طور پرقائم رکھا جا سکتا ہے اور یہ لاعلمی اور خوف کے ذریعے ہی نافذ ہوسکتا ہے۔

اوشریو کہتاہے: "سماجی نفسیاتی تحقیق نے ظاہر کیا ہے کہ ضروری نہیں کہ اپنے مقاصد کے حصول کیلئے تعمیل پر آمادگی کی غرض سےاحکامات جاری کرنے کا طریقہ پرزور اور واضع طور پر تہدیدی ہو۔ ملگرام کے تجربات سے پتہ چلا کہ کہ فاعلوں کی حیران کن حد تک ایک بڑی تعداد نے مشاہدہ کرنے والے کی ہدایات پر عمل کیا جن کے بارے میں انکا خیال تھا یہ کسی دوسرے شخص کیلئے بہت بڑا برقی جھٹکا ثابت ہو گا"۔

اختلاف رائے کا انسداد

اوشریو کے مطابق، مکمل اطاعت میں واضع کمی ہو سکتی ہے اگر اختلاف رائے رکھنے والوں کی ایک چھوٹی سے اقلیّت بھی جنم لے لے۔ " تحقیق نے ظاہر کیا ہے،" وہ لکھتا ہے " ایک 'ناخلف' شریک کار کی موجودگی نے ملگرام والی صورتحال میں بہت سے فاعلوں کو اس شخص کوجسے 'سیکھنے والا' نامزد کیا تھا کوبرقی جھٹکا دینے کی ہدایات پر عمل کرنے کی صحت کوبری طرح متاثر کیا۔ اسی طرح، ایک اور ساتھی کا اضافہ کرنے سے جس نے Asch والے معاملے میں اکثریت کے ساتھ اختلاف رآئے رکھنے والے فاعلوں نے کہیں کم درجے رآئےسے اتفاق کیا جبکہ دوسرے اختلاف رائے رکھنے والوں کا فیصلہ بھی درست نہ تھا اور دوسرے فاعلوں سے مختلف بھی۔"

محمد اور جم جونز دونوں میں اختلاف رآئے برداشت کرنے کا مادہ نہیں تھا۔ وہ دونوں صرف اپنی ہی مکمل اطاعت چاہتے تھے اور اس قسم کا کوئی خیال کہ کسی قسم کا سوال کیا جسکے یا تنقید کی جاسکے اسطرح کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔ محمد نے ان لوگوں کو تو معاف کردیا جنہوں نے اسکے خلاف جنگ کی اس شرط پر کہ وہ مسلمان ہو گئے اور اس کی چودھراہٹ کو تسلیم کرلیا، جیسا کہ اس نے اپنے کزن ابوسفیان کے ساتھ کیا اور اسے مکہ فتح کرنے کے بعد اسکا انچارج بنا دیا، مگر اس نے انکو معاف نہیں کیا جنہوں نے اس سے اختلاف کیا اوراسے چھوڑ گئے۔ بہت سارے لوگوں کو اس کے حکم کے تحت قتل کردیا گیا، ایک عام سی وجہ تھی کہ انہوں نے اختلاف اور اس کی نقلیں اتاریں۔

یہی وجہ ہے کہ وہ کیوں اختلاف سے خوفزدہ تھا اور اس کے پیروکار آج تک اختلاف رائے کو برداشت نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے اسقدر بھرپور یقین ہے ایک دفعہ تارکین اسلام کی آوازیں سنیں جانے لگیں تو بہت سے اور مسلمانوں میں حوصلہ پیدا ہوگا اور اسلام پر تنقید کو روکا نہیں جاسکے گا۔

جینی ملز، جس نے پیپلزٹیمپل میں 6سال بڑے عہدوں میں رہا اور ان چند میں سے ایک تھا جنہوں نے پیپلزٹیمپل کو چھوڑا، اس نے لکھا: "وہاں چرچ میں ایک غیرتحریر کردہ قانون تھا جومکمل درستگی کے ساتھ سمجھا جاتا تھا اور وہ بہت ہی اہم تھا: کوئی شخص بھی فادر، اسکی بیوی اور بچوں پر تنقید نہیں کریگا۔"

کیا یہ محمد کے بارے میں عین درست نہیں ہے، اس کی فیملی اور ساتھیوں کے بارے میں؟ پاکستان میں ایک کالج کے پروفیسر یونس شیخ نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ محمد کے والدین غیرمسلم تھے۔ منطقی اعتبار سے تو یہ بات درست لگتی ہے کیونکہ ابھی محمد بچہ ہی تھا جب انکا انتقال ہو گیا تھا اور ایک حدیث ہے جو ہمیں بتاتی ہے کہ محمد کا خیال تھا کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔ پھر بھی اسکا یہ تبصرہ طلباء کیلئے اشتعال کا باعث بنا، انکا خیال تھا کہ اس نے انکے پیغمبر کے والدین کی توہین کی ہے اور دینی علماء سے اسکی شکائت کی جو اسے عدالت میں لے گئے اور اس پرتوہین رسالت کا الزام لگایا اور سزآئے موت کا مطالبہ کیا۔ چند سالوں کے بعد اسکو رہا کردیا گیا اور اس پر تمام دنیا سے لوگوں نے احتجاج کیا۔

ستمبر2006 میں محمد طحہ محمد احمد، جوکہ سوڈان کے آزاد روونامے الوفاق کا ایڈیٹر انچیف تھا کومسلمان جیالوں نے اغوا کرلیا

اور اس کے ساتھ ٹھٹھا مذاق کرتے ہوئے اس پر مقدمہ چلایا اور سزا کے طور پر اسکی گردن کو کئی جگہوں سے کٹ لگائے جیسے اونٹ کو ذبح کرتے وقت لگائے جاتے ہیں اور بعد میں اسکا سر تن سے جداکردیا۔ اس کےاوپر توہین رسالت کا الزام تھا کیونکہ اس کے اخبار نے انٹرنیٹ پر شائع شدہ محمد کے والدین سے متعلقہ آرٹیکل چھاپ دیا تھا۔ بیچارے محمد طحہ کا یہ قصور تھا کہ اس نے کتاب کے چھوٹے چھوٹے اقتسابات پر اپنے جوابی اعتراضات لکھ دیئے تھے۔

اگر آپ کسی اسلامی ملک کے باشندے ہوں تو اسلام، محمد اور اس کے ساتھیوں پر تنقید کرنے جرم میں آپکو سولی پر لٹکایا جاسکتا ہے۔ اگر آپ کسی غیر اسلامی ملک کے باشندے ہیں تو آپ کو قتل کیا سکتا ہے بیشک آپ غیر مسلم ہی ہوں۔ ایک ولندیزی فلمساز، تھیؤ وین گھوہ کو اس وقت سبق ملا جب کافی دیر ہو چکی تھی اور وہ اپنے ہی خون میں نہا گیا کیونکہ اس کو ایک مسلمان نےگولی مارنے کے بعد چھرا گھونپ دیا محض اس لئے کہ اس نے ایک منکراسلام،آیان حسی علی کی اسلام میں عورت کے مقام کے موضوع پر ایک فلم کی تیاری میں اس کی مدد کی تھی۔

جولائی 1991 میں *دی سیٹنک ورسس* کے اٹلی کےمترجم ، جسکا نام اٹورے کیپراؤلی تھا، اسے برے طریقے سے مجروع کردیا گیا، اور ہسٹوشی اگارشی ــ لٹریچر کے پروفیسر اور اسلامی تہذیب کے مدّاح، جس نے کتاب کا جاپانی زبان میں ترجمہ کیاــ کا ٹوکیو میں قتل کردیا گیا۔ ولیم نائیگارڈ، ناروے کا مترجم، کو بعد میں چاقو مار دیا گیا تھا۔

مقصد یہ کہ اسلام کی اسقدر دھاک بٹھا دی جائے کہ کوئی بھی اس کے خلاف بولنے کی جرآت نہ کرسکے۔ ڈبورہ بلیکی، پیپلزٹیمپل کے ایک

دیرینہ ممبر نے جوکہ اس فرقے کو چھوڑنے میں کامیاب ہو گیا تھا، اس نے تصدیق کی: " جم جونز کے کسی بھی حکم کے ساتھ اختلاف کا مطلب ہوتا تھا 'غدّاری'--- اگرچہ جو کچھ ہو رہا تھا وہ میرے لئے بڑا تکلیف دہ تھا، لیکن میں کچھ کہنے سے خوفزدہ تھا، کیونکہ مجھے علم تھا کہ جوکوئی بھی اس سے اختلاف کریگا وہ جونز اور دوسرے ممبران کے غصے کا شکار ہو جائے گا۔"

بے ربطیاں

اوّلین مسلمانوں کی کثیر تعداد اور چند ایک ایسے ہی پیپلز ٹیمپل کے ممبران نے محسوس کیا کہ انکےلیڈران کاعقیدے کے بیان کردہ مقاصد سے متعلق قول و فعل میں تفاوت نہیں ہے۔ جم جونزکھلےعام بہت سی عورتوں سے ہمبستری کرتا تھا اور اس کو اس میں کسی قسم کی شرم محسوس نہیں ہوتی تھی۔ محمد نے بھی اسطرح کے بہت کام کئے جن پر لوگوں نے اپنی بھنویں سکیڑیں عربوں میں بھی جہاں اخلاقیات کے معیار ڈھیلے ڈھالے تھے۔

ایک حدیث میں عائشہ بیان کرتی ہے: " میں ان عورتوں کو گری ہوئیں سمجھتی تھی جنہوں نے خود کو اللہ کے رسول کے حوالے کردیا تھا اور کہا کرتی تھی ' کیا کوئی شہزادی اپنے آپ کو (کسی مرد) کے حوالے کرسکتی ہے؟' لیکن جب اللہ کی طرف سے وحی آئی : ' (او محمد) جس بیوی کو چاہو علیحدہ رکھو اور جسے چاہواپنے پاس رکھو اور جسکو تم نے علیحدہ کردیا ہواور اگر اسکو پھر اپنے پاس طلب کرلو تو تم پر کچھ گناہ نہیں،'(قرآن 33:51) میں نے نبی سے کہا،

'مجھے لگتا ہے کہ تمہارے آقا کو تمہاری تمناؤں اور خواہشوں کو پورا کرنے کی بہت جلدی ہوتی ہے۔'"

ظاہر ہے عائشہ صرف خوبصورت لڑکی ہی نہیں تھی بلکہ بڑی حاضر جواب بھی تھی۔ درحقیقت ہمیں بہت سے موقعوں پریہ دیکھنے کا اتفاق ہوگا کہ محمد کا اللہ اس کی مدد کو آن پہنچا اور اس کو کھلی اجازتیں دے دیں کو جو بھی کرنا چاہے کرلے۔

محمد نے بہت سے سماجی اصولوں کی خلاف ورزی کی جیسا کہ زینب سے شادی جوکہ اس کی اپنی بہو تھی، اور ماریہ سے جنسی ملاپ جوکہ اس کی بیویوں کی خادمہ تھی اور وہ بھی اپنی بیوی کی عدم موجودگی میں۔ اس نے اسوقت ایک چھ سالہ بچی عائشہ سے شادی کی جب اس کی اپنی عمر 51 سال تھی اور اس کے ساتھ ہمبستری کی جب وہ آٹھ سال اور نو ماہ کی تھی اور ابھی تک گڑیوں سے کھیلتی تھی۔ اس کا دعوی تھا کہ 'بہترین' وحی اس وقت آتی تھی جب وہ ایک ہی کمبل میں اس چھوٹی سی لڑکی کے ساتھ لیٹا ہوتا تھا۔ جب وہ اپنے اقتدار میں چوٹی پر تھا، اس نے ایک اور بچی کو دیکھا اور اسکے والدین سے کہا کہ جب وہ بڑی ہوجائیگی تو وہ اس سے بیاہ کریگا۔ اس بچی کی قسمت اچھی تھی کہ تھوڑی دیر بعد ہی محمد کا انتقال ہو گیا۔ بنا بتائے کئے گئے حملوں کے دوران اور ان قبیلوں کو تہس نہس کرنے کے بعد اور انکے خاندانوں کو ختم کرکے وہ اپنے اللہ سے اپنی ذات کے انعام کیلئے کمسن دوشیزاؤں کو اپنے لئے رکھ لیتا اور اپنے حرم میں بطور لونڈیوں کے شامل کرلیتا۔

بےشک ، اوّلین ایمان لانے والوں کو حیرانگی تو ہوئی ہوگی، کہ اگر محمد اللہ کا رسول ہے تو اس کے اعمال غیر اللہ والوں جیسے کیوں

ہیں۔ ہم قطعی یہ فرض نہیں کرسکتے کہ وہ تمام عرب مکمل طور پر ضمیر سے خالی تھے اور انکو نہیں پتا تھا کہ محمد جو کچھ کررہاتھا وہ غلط ہے۔ تاہم، انکو اگر کوئی شک شبہ بھی تھا تو وہ اسکا اظہارکرنے سے قاصر تھے۔ اہل ایمان کو اس سزا کا خوف تھا کہ انکو شہربدر کردیا جائیگا۔ وہ جواختلاف کرتے تھے انہیں فوری طور پر چپ کروا دیا جاتا تھا۔

ایک موقع پر، محمد کے مکہ کے ساتھی جو کہ ہجرت کرکے آئے تھے اہل مدینہ ان سے جنگ میں الجھ گئے جن وہ ابھی شہر کے باہر لڑائی میں مشغول تھے۔ عبداللہ ابن ابعی، جس نے بنو نضیر کو محمد کے ہاتھوں قتل عام سے بچایا تھا، غصے میں آگیا۔ اس نے کہا، " کیا انہوں نے[جو ہجرت کرکے آئے ہیں] واقعی ایسا کیا ہے؟ وہ ہماری ترجیحات میں رخنہ ڈالتے ہیں، تعداد میں کم ہونے کے باوجود ہمارے ہی شہر میں ہم پر حکم چلاتے ہیں، اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں سمجھتے کہ قریش کے بدمعاشوں نے ایک پرانی کہاوت کے مطابق ' کتے کو کھانا کھلاؤ اور وہ تجھے ہی کھا جائے'. اللہ کی قسم جب ہم مدینہ لوٹیں گے تو طاقتور کمزور کو نکال باہر کریگا۔" پھر وہ اپنے لوگوں کے پاس گیا جو وہاں تھے اور کہا، " تم نے یہ کچھ اپنے ساتھ کیا ہے، تم نے انہیں اپنے شہر پر قبضہ کرنے دیا اور اپنی جائیدادیں ان کے ساتھ بانٹ لیں۔ اگر تم ان سے اپنی جائیدادیں واپس لے لوگے تو وہ کہیں اور چلے جائیں گے۔" جب یہ خبر محمد تک پہنچی تو اس نے ابن ابعی کو قتل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ یہ سب سننے کے بعد، ابن ابعی کا بیٹا جو مسلمان ہو گیا تھا محمد کے پاس آیا اور کہا، " میں نے سنا ہے کہ تم نے عبداللہ ابن ابعی کو قتل کرنا چاہتے ہو اس واسطے جو کچھ تم نے اس کے بارے میں سنا ہے۔ اگر تم نے ضرور یہ کرنا ہے

تو اس کام کیلئے مجھے حکم دو اور میں اس کا سر تمہارے پاس لے آؤنگا، کیونکہ الخزراج یہ جانتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ میرے باپ کا کوئی اور تابعدار نہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر تم نے کسی اور اس کے قتل کا حکم دیا تو، تو میری روح مجھے اس کی اجازت نہیں دیگی کہ میرے باپ کا قاتل کھلے عام گھومتا رہے، پھر میں اسے قتل کردونگا، اسلئے ایک مومن کا قتل ایک غیر مومن کیلئے تو اس طرح تو میں دوزخ میں جاؤنگا۔"

عبداللہ ابن ابعی اپنے لوگوں میں ایک بڑا آدمی تھا، اور اہل مدینہ اپنے بوڑھے سردار کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اب صورتحال خاصی گھمبیر تھی۔ ایک بیٹے کو حکم دینا کہ اپنے والد کو قتل کردے، اور وہ بھی ابن ابعی جیسا والد، نتائج ناخوشگوار ہو سکتے تھے۔ تب کیا ہوگا اگر بیٹا اس افواہ کی صداقت جان رہا ہو اور محمد کے خلاف ہو جائے اور اپنے باپ کے دفاع میں اٹھ کھڑا ہو؟ محمد نے بڑا عقلمندانہ فیصلہ کیا اور جو اس کی آنکھوں کے سامنے موت کا بھیانک نظارہ آگیا تھا اسے کا ارادہ ختم کردیا۔ تاہم ابن ابعی کے بیٹے کی اس وضع کو مسلم مورّخین اور مبّصریں نے بہت سرّاہا ہے اور اس کو سچے مومن کی ایک نشانی کے طور پربیان کیا ہے۔ محمد کا اپنے پیروکاروں پر جسقدر گہرا اثر تھا یہ اس کا مقام ظاہر کرتا ہے۔ اس نے انکو ایک دوسرے کی مخبری کرنے پر لگایا ہؤا تھا اور اسطرح کا خوف میں رکھنے والا ماحول بنایا ہؤا تھا کہ ہر قسم کی مخالفت کو سر اٹھاتے ہی کچل دیا جاسکے۔

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ جب عبداللہ ابن ابعی کا انتقال ہؤا تو اس کے بیٹے نے محمد سے اس چیز کی بھیک مانگی کہ وہ اس کے والد کی

نماز جنازہ پڑھائیں۔ ابن ابعی کے قد کاٹھ کی وجہ سے محمدنے سوچا کہ احسان کرنے کا یہ ایک مفید موقع ہے۔ جیسے ہی وہ مرحوم کیلئے دعا کرنے کیلئے اٹھا، عمر، جسے یاد تھا کہ محمد نے اپنی ماں کی قبر پر دعا کے موقعہ پر کچھ تامّل سے کام لیا تھا تو اسنے اس کے کرتے کو پکڑ لیا اور کہا، " اے اللہ کے رسول تم اس شخص کی نماز جنازہ ادا کرنے جارہے ہو جب کہ اللہ نے تمہیں غیرمسلموں کی نماز جنازہ پڑھانے س منع کیا ہؤا ہے۔" اس نے جواب دیا: " اللہ نے مجھے یہ حق انتخاب دیا ہؤا ہے یہ کہہ کر : ان کیلئے معافی طلب کرو، یا معافی طلب نہ کرو؛ اگر تم 70 دفعہ معافی مانگو، اللہ انکو معاف نہیں کریگا۔(قرآن 9:80) اور میں 70 میں ایک کا اضافہ کرنے جارہا ہوں۔" یہ کسقدر ستم ظریفی ہے کہ محمد ابن ابعی کو "منافق" کہتا ہے حالانکہ یہ لقب محمد کو زیادہ بھاتا ہے۔

نیچے دی گئی حدیث کو محمد کی پارسائی پر سوال اٹھانے والوں پر اس کے اظہار برہمی کی ایک مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب وہ جنگ حنیّن کی فتح کے نتیجے میں ہاتھ لگنے والے مال غنیمت کو مکہ کے سرداروں میں " انکے دل نرم کرنے کیلئے" اور "اسلام کوشیریں ذآئقہ" بنا کر پیش کرنے کیلئے بانٹتا جارہا تھا، جیسا کہ اس نے اپنے پیروکاروں کو بتلایا، اور ان دوسروں کیلئے کچھ نہیں رکھا جنہوں نے جنگ میں اس کی مدد کی۔ ایک شخص بولا: " اے اللہ کے رسول! انصاف کرو۔" پیغمبر نے کہا، " تم پر

مصیبت آئے! اگر میں انصاف نہیں کرسکتا تو پھر اور کون کریگا؟ میں ایک بے خوف خسارے میں ہونگا اگر میں انصاف نہ کروں۔" عمر نے کہا، "مجھے حکم دیں کہ میں اس کا سے قلم کردوں"

اس شخص کا تعلق بنو تمیم سے تھا۔ اس کے قبیلے نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ وہ محمد کی اس مہم میں صرف لوٹ مار کیلئے شامل ہوئے تھے۔ اور اب جبکہ محمد فتحیاب ہو چکا تھا، وہ کسی کو جوابدہ نہ تھا کہ وہ اپنے وعدے کی پاسداری کرے۔ یہ شخص محمد اور اس کے کردار سے ناواقف تھا۔ اس تجربے نے ضرور اسے عقل سکھا دی ہوگی اور ان دوسروں کو بھی جو اسوقت وہاں موجود تھے۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ کسی کو بھی اسکی اجازت نہیں کہ محمد کے فیصلوں پر انگلی اٹھائے خواہ وہ کتنے ہی نامنصفانہ کیوں نہ ہوں۔ اگر کسی نے بھی اس کے فیصلوں پر سوال اٹھائے تو گویا اس نے اسکے قہر کو دعوت دی اور واجب القتل ٹھہرا۔ یہاں صرف ہاں میں ہاں ملانا ہی صیح طریقہ ہے۔ یہ ایک فطری امر ہے کہ اسطرح کے جبّر والے ماحول میں سچ کی موت ہے۔ کیا اسمیں بائیں بازو کے لوگوں کیلئے ایک سبق نہیں ہے کہ وہ کیونکر مسلمانوں سے ملکر یہودیوں اور عیسائیوں کے نظریات کے خلاف یلغار کریں؟ یقیناً اس میں ہے، لیکن وہ کیا اسطرف متوجع ہیں؟

اوشریو کا بیان جاری ہے: " پیپلز ٹیمپل میں حالات اتنے مجبورکن ہوگئے کہ جم جونز کے بیان کردہ مقاصد کے قول و فعل میں واضع تفریق نمایاں ہونے لگی جو کہ قریب قریب فہم سے اتنی بالا تر دکھنے لگی کہ ممبران کے ذھن میں چرچ کے بارے میں سوال اٹھنے لگے۔ مگر ان شکوک کو کمک دستیاب نہ ہوسکی۔ مگر کوئی اتحادی نہ مل سکے جواپنے لیڈر کے احکامات کی نافرمانی میں کسی کی حمایت کرسکیں اور نہ ہی منکرین کا کوئی ساتھی جو اکثریت کے سامنے اپنے اختلافات کی حوصلہ افزآئی کرے۔ کھلی نافرمانی اور اختلاف رائے پر فوری سزائیں دیں جاتیں۔ جونز کے کہے گئے الفاظ پر سوال

کرنا، یہاں تک کہ اپنے عزیز واقربا اور دوستوں کی موجودگی میں بھی خطرے سے خالی نہ تھا۔ مخبر اور 'مشیر' بڑی سرعت کے ساتھ اس عاقبت نا اندیشی کی شکائیت کر دیتے یہاں تک کہ رشتہ دار بھی۔"

جونز کی مانند، محمد بھی ہاں میں ہاں ملانے والے چاپلوس مخبروں پر بھروسہ کرتا تھا، وہ جیسے کہ اوشریو کہتا ہے: " اس سے نہ صرف اختلاف رائے کا ہی گلا گھونٹ دیا جاتا ہے بلکہ اسکی وجہ رشتہ داروں اور دوستوں میں موجود یکجہتی اور خیرخواہی بھی گھٹ جاتی ہے۔"

اسلام میں مسلمانوں کو کہا جاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے پر نظر رکھیں اور ایک دوسرے کو تمبیح کریں اگر وہ "راہ راست" سے انحراف کررہا ہو۔ اس کو امر بالمعروف (حق کی تاکید) اور نہی من المنکر(غلط کام سے منع کرنا) کہا جاتا ہے۔ صیح اور غلط وہ نہیں ہے جو عقل عام کے مطابق ہو یا جو **سنہری اصول** ہدائیت دیتا ہو، وہ وہ ہیں جن کو رسول منع کرے یا اجازت دے۔ بالفاظ دیگر، ہر کوئی "بگ برادر" ہےاور ایک دوسرے کی نگرانی کرتا ہے اور اپنے اہل ایمان ساتھی کے چال چلن کی اصلاح کرتا ہے اور گھمبیر صورتحال ہوتو حکام سے شکائیت کرتا ہے۔ اسلامی انقلاب کے بعد ایران میں، بچوں کی حوصلہ افزآئی کی جاتی تھی کہ وہ اپنے والدین کی غیراسلامی حرکات کی اطلاع کریں۔ کئی نوجوانوں کے اپنے والدین نے حکام سے شکائیت کرکے ان کو سزآئیں دلوائیں۔ پھر ان مخبروں کو بڑی پذیرآئی ملتی ان کی عظمت کو سلام پیش کیا جاتا تاکہ دوسروں کی حوصلہ افزآئی ہو۔

اوشریو کہتا ہے: " جب جونز چرچ میں آپس کےبھائی چارے کی فضا قائم رکھنے کی تبلیغ کررہا ہوتا تھا تو ساتھ ہی وہ اس امر کو بھی

وضاحت سے بیان کردیتا کہ ہر ممبر کی ذات کی وابستگی کا رخ "فادر" کی طرف ہونا چاہئے۔

اسلام میں بھی اہل ایمان کیلئے لازم ہے کہ وہ ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھیں مگر انکی اوّلین وفاداری محمد کے ساتھ ہو، یا جیسے کہ بڑی ہوشیاری کے ساتھ اس نے منوایا ہؤا ہے کہ "اللہ اور اس کے رسول" کے ساتھ ہو۔ جیسے ہی آپ اسلام کو چھوڑ دیں، وہ لوگ جو بھائی بھائی ہونے کی مدعی ہوتے تھے وہ آپ کا گلا کاٹ دینے سے نہیں ہچکچائیں گے۔

محمد اور جم جونز میں حیرانکن حد تک مماثلتیں ہیں۔ ہم ورطہ ء حیرت میں پڑ جاتے ہیں کہ پہلے والا نقل ہے یا بعد والا۔ اصل سچائی یہ ہے کہ خودپرست ذہنی مریضوں کی ذہنیّت کا اظہار ہے۔ ایسے تمام نظام حکومت جہاں تمام اختیارات ایک جگہہ مرتکز ہوں اور حزب اختلاف کا وجود نہ ہو، نازی ازم سے لیکر فاشزم، کیمونزم سے لیکر اسلام، یہ تمام فرقہ پرستانہ خوائص کے حامل ہیں جنکا ذکر جارج اورویل نے اپنے ناول *نائن ٹین ایٹی فور* میں کیا ہے۔

خاندانی بندھنوں کا صفایا

جم جونز کا ماننا ہے کہ: " خاندان، نظام عداوت کا ایک حصہ ہے،" کیونکہ یہ "نصب العین" کے ساتھ کسی کی مکمل وابستگی کو مجروع کرتا ہے۔[320] "نصب العین" اور کچھ نہیں بس وہ خود ہی تھا۔ اسلئے کسی شخص کا ممبرشپ کے سامنے سزا دینے کی غرض سے بلائے جانے پہ وہ (مرد یا عورت) یہ توقع رکھے گا کہ اس کے خاندان والے وہ پہلے لوگ ہونگے جو بڑی قوت کے ساتھ اس پر تنقید کریں گے۔[321]

محمد نے خاندانوں کویہ کہہ کے تقسیم کردیا تھا کہ سب سے پہلے ایمان والوں کیلئے یہ لازم ہے کہ انکی تمام وفاداریاں اللہ اور اس کے رسول کےساتھ ہوں اور اپنے والدین کی بات ماننے سے انکار کردیں اگروہ انکے اور اسلام کے درمیان کسی رکاوٹ کا سبب بن رہی ہو۔ درج ذیل قرآنی آیات اس نکتے کی وضاحت کرتی ہیں۔

اب ہم نے ایک آدمی کی اچھائی کو اس کے والدین کے ساتھ جوڑ دیا ہے؛ پھر بھی اگر وہ کوشش کریں کہ تم کسی کو میرے ساتھ شریک ٹھہراؤ ایسی چیز جسکا تمہیں علم نہ ہو، تو تم ان کی بات مت مانو۔

"کیوں مزید لوگوں نے نہیں چھوڑا؟" اوشریو سوال کرتا ہے۔ " ایک دفعہ پیپلز ٹیمپل کے اندر، چھوڑ جانے کی حوصلہ شکنی کی گئی: تو چھوڑ جانے والوں سے نفرت کی جانے لگی،" اس نےوضاحت کی۔ "کوئی چیز بھی جم جونز کو اتنا پریشان نہیں کرتی جتنا کہ وہ لوگ جو چھوڑ گئےاور اسکے انتہائی وحشیانہ سلوک کا نشانہ بنے اور انکو ہی کسی قسم کے پیدا شدہ مسئلے پر موردالزام ٹھہرایا گیا۔ بہت سے ٹین ایج ممبران جو ٹیمپل چھوڑ گئے تھے ان میں سے ایک نے بتایا،' ہم ان آٹھوں سے اس جذبے کے تحت نفرت کرتے تھے کیونکہ ہمیں پتہ تھا ایک نہ ایک دن یہ لوگ ہمیں بطوربمبار استعمال کریں گے۔ میرا مطلب ہے جم جونز نے مکمل طور پر ہمیں اس کام کیلئے راضی کرلیا تھا۔'"

مسلمانوں کی ذہنی پرورش بھی اسی انداز میں ہوتی ہے۔ ایک مسلمان سب سے زیادہ نفرت مرتدّوں سے کرتا ہے۔ اسلام میں، مرتدّ، آزاد خیال، یا تنقید کرنے والوں کو دھمکایا جاتا ہے اور قتل بھی کردیا جاتا

ہے۔ منکرین اسلام پر توہین رسالت کا الزام لگا کر باقائدہ سزآئے موت دی جاتی ہے۔

اوشریو لکھتا ہے: " ترک ایمان ایک خطرناک کاروبار ہے، اور، بہت سے ممبران کیلئے اس کا منافع بخش ہونا انتہائی غیریقینی ہے۔ راہ فرار بھی کوئی قابل عمل راستہ نہیں ہے۔ مزاحمت بھی انتہائی مہنگا کام ہے۔ کسی بھی ظاہرہ متبادل کی عدم موجودگی کی صورت میں اطاعت بجا لانا ہی سمجھداری والا راہ عمل ہے۔ وہ طاقت جسکو جم جونزنے بڑی مہارت سے استعمال کیا اور جس نے پیپلز ٹیمپل کے ممبران کو سیدھا رکھنے میں مدد کی وہ ہے واپسی والے راستے کی مشکلات۔" قرآن بھی یہ واضع کرتا ہے ترک ایمان قابل قبول نہیں ہے۔

(اے منافقو)تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا کی لعنت ہے اور انکے کانوں کو بہرا اور آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے.... جو لوگ راہ ہدایت ظاہر ہونے کے بعد پیٹھ دیکر پھر گئے شیطان نے یہ کام انکو مزیّن کر دکھایا....(قرآن47:23-24)

یہاں پر محمد منحرفین کیلئے عذاب الہی کا وعدہ کرتا ہے۔ اس نے اس جہان میں بھی سزا تجویز کی۔ بخاری نے مندرجہ ذیل حدیث بیان کی ہے:

اللہ کے رسول نے کہا، " کسی مسلمان کا خون نہیں بہایا جاسکتا جو اقرار کرتا ہو کہ سوائے اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اس کا رسول ہوں، ماسوائے تین صورتوں کے: قتل کے

بدلے قصاص، ایک شادی شدہ شخص جو زنا کا مرتکب ہو اور وہ جو اسلام سے منکر ہو جائے اور مسلمانوں کو چھوڑ دے۔

ایک اور حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ چند منحرفین اسلام کو علی کے پاس لایا گیا اور اس نے انہیں جلا دیا۔ جب اس واقعے کی اطلاع ابن عباس کو پہنچی، تو اس نے کہا، " اگر میں اس کی جگہ پر ہوتا، تو میں ان کو نہ جلاتا، کیوں کہ اللہ کے رسول نے اس سے یہ کہہ کر منع کیا ہؤا ہے ' کسی بندے اللہ کی سزا (آگ) والی سزا مت دو'۔ میں انکو اللہ کے رسول کی بیان کردہ سزا کے مطابق سزا دیتا، ' جو کوئی بھی مذہب اسلام تبدیل کرے اسکو قتل کردو۔'"

دل نشینی کی طاقت

کس چیز نے لوگوں کوجونز کی طرف راغب کیا ' پہلی چیز چرچ؟
آئیے اب اس سوال کا تجّزیہ کریں اور اس کا نومسلموں کے اسلام کی طرف راغب ہونے سے موازنہ کریں۔

اوشریو اس کوجونز کی کرشماتی شخصیت اوراسکی قوّت تقریر کو اسکا کریڈٹ دیتا ہے جس کے پیچھے اسکا سادہ اور جلد دھوکے میں آنے والے لوگوں کو ساز باز کے ذریعے ورغلانےکا جوہر کارفرما تھا۔ وعدے وعید اورخصوصی طور پر اپنے ہر مخاطب کیلئے بڑی احتیاط سے گھڑی ہوئی اپنے خیالات کی ڈرامہ گیری سے ان کے دل موہ لیتا اور ان کے خیالوں پر چھا جاتا۔ سکیرو کے کہنے کے مطابق، "فن تقریر کے سامنے کسی چیز کو بھی منوانا مشکل نہیں۔"

محمد فن تقریر کی طاقت سے بخوبی واقف تھا۔ اس کا ماننا تھا " فصاحت میں ایک جادو ہے" اور کہا کرتا تھا،" فصاحت سے کی گئی تقریر جادو کا اثر رکھتی ہے(مثال کے طور پر کچھ لوگ کسی کام کے کرنے سے انکاری ہوتے ہیں مگر جب کوئی فصاحت سے بولنے والا کوئی مقرّر تقریر کرے تو وہ وہی سب کچھ تقریر سننے کے بعد کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں)۔"

ایک اور جگہھ اس نے پھڑّ ماری، " مجھے فصاحت کے ساتھ تقریرکرنے کی چابیاں ملی ہوئی ہیں اوراس کے ساتھ دہشت پر مبنی فتح۔" اس نے دونوں چیزوں کا استعمال کیا، قوّت تقرتر اور دلنشینی، اور اپنے مقصد کے حصول کی خاطر دہشتگری اور ڈانٹ ڈپٹ کا۔

اوشریو لکھتا ہے: " پیپلزٹیمپل کی ممبر شپ کا ایک بڑا حصہ معاشرے کے ٹھکرآئے ہوئے ضرورتمند لوگوں پر مشتمل تھا: شہری آبادی کے غریب، سیاہ فام، بڑی عمر کے اور نشے میں تر اور سابقہ سزا یافتہ لوگ۔"

اس کا موازنہ مکہ میں بسنے والے محمد کے اوّلیں پیروکاروں سے کرتے ہیں۔ ان میں زیادہ تر غریب تھے، معاوضہ دیکر چھڑآئے ہوئے غلام، باغی نوجوان، اور چند ایک نہ چاہی جانے والی عورتیں۔ اس نے ان غلاموں کو اپنے آقاؤں کے شکنجے سے نجّات حاصل کرنے کی تبلیغ کی اور ہجرت کرنے کو کہا؛ نوجوانوں کو اپنے والدین کی نافرمانی پر اکسایا اور اپنی پیروی کرنے کو کہا؛ اس نے سماجی برابری اوراہل ایمان کی باہمی بھائی چارے کی بات کی؛ اس نے بعد میں آنے والی حیات میں جزاؤں اور اس دنیا کے مال و دولت کے وعدے کئے، وہ دولت جو بعد میں اس نے لوٹ مار سے حاصل کی۔

تین تاریخ دان، طبری، ابن سعد اور ابن اسحاق متفق ہیں کہ صرف چند لوگ عقیدے کی نسبت سے مسلمان ہوئے۔ زیادہ تر لوگ خوف اور لوٹ مار میں حصہ ملنے کے ارادے سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ باوجود اسکے، اور بنیادی وجوہات سے قطع نظر، انہوں نے محمد کیلئے فتوحات کے حصول میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

طمطراق کے دعوے

مذہبی فرقوں کے پیشواء احساس برتری کے مریض ہوتے ہیں۔ محمد او جم جونز دونوں کی شخصیات بلند درجے کی انا پرستی کے حامل تھیں۔ نئے لوگوں کو ممبر بنانے کی غرض سے جم جونز نے بہت سے شہروں میں خدمت مرکز قائم کر رکھے تھے۔ جو اشتہارات تقسیم کئے گئے ان پر لکھا تھا:

پادری جم جونز.... بعید از قیاس! معجزاتی! حیران کن!

سب سے انتہائی منفرد شفا بخش خدمات جوآپ نے پہلے کبھی نہیں دیکھیں! لو دیکھو اپنے اندر اس دنیا کا زندہ نمونہ!

محمد نے بھی اپنے بارے میں بہت بلند وبانگ دعوے کئے۔ اس کے کٹھ پتلی اللہ نے اکثر اس کی تعریف میں اس طرح کے الفاظ بیان کئیے:

اور(اے محمد) تم کو ہم نے تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔ (قرآن 21:107)

اور تمہارے اخلاق بڑے عالی ہیں۔ (قرآن 68:4)

اور تم کو پیغمبر خدا کی پیروی کرنا بہتر ہے۔(قرآن 33:21)

اور بے شک یہ فرشتہ عالی مقام کی زبان کا پیغام ہے۔ (قرآن81:19)

تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں اپنا منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو اپنی خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہونگے۔ (قرآن 4:65)

آخری آیت اس امر کی وضاحت کردیتی ہے کہ محمد مکمل تابعداری کا طلبگار تھا اور کسی قسم کی تنقید یا اختلاف رائےکے جواب میں ترش رو ہو جاتا۔

اوشریو لکھتا ہے: " پیپلزٹیمپل کے ممبران جونز کے ظاہرہ بلند و بانگ دعوں اور اصل حقیقتوں میں تفاوت کو اور اپنی روزمرّہ زندگی میں درپیش سختیوں کو اپنی کوتاہیوں سے منسوب کرنا سیکھ گئے تھے اور جونز پراس کا الزام دھرنے کی بجائے خود کو قصوروار سمجھتے تھے۔ ایک سابقہ ممبر نیوا سلائی سے منسوب ایک بیان ہے: ' جو چیزیں ہمیں ٹھیک نہیں لگتی تھیں اس کے لئے ہم ہمیشہ خود کو ہی قصوروار سمجھتے تھے۔ چرچ میں ایک بہت ہی خاص اور منفرد زبان ترقی پا گئی تھی، جس میں 'نصب العین' کا مطلب تھا جو بھی جونز نے کہا۔ آخرکار، اپنے زیرک فن خطابت کی بدولت، اور دھوکہ دہی اور الفاظ کی ہیراپھیری کے ذریعے اس نے موت کو ایک 'بڑھتا ہؤا قدم' گردانہ اور اس طرح خود کو مٹا دینے والے اس مایوس کن اقدام کو 'انقلابی خود کشی' کے غلاف میں ڈھانپ کر ایک مقدّس اور دلیرانہ فعل قرار دے دیا اور اس کے پیروکاروں نے اس کے الفاظ کو تسلیم کر لیا۔"

اسلام میں بھی بالکل ایسے ہی ہے، اہل ایمان رضاکارانہ طور پر جو کچھ بھی غلط ہو اس کا الزام اپنے سر لے لیتے ہیں اور اگر اچھا ہو جائے تو وہ کام اللہ سے منسوب کرتے ہیں۔ ہمیں محمد اور جم جونز کے پیروکاروں میں بھی انکی موت کے بارے میں ان کے خیالات کی رسائی میں بعید از قیاس مماثلت نظرآتی ہے۔

اس کہاوت " ہم موت سے اتنی ہی محبت کرتے ہیں جتنی کہ تم زندگی سے" جس کے ساتھ امریکہ کو لکھے گئےاپنے مذموم خط کی اسامہ بن لادن نے ابتدا کی، کا ممبع جنگ قدیسیہ ہے جو سنہ 636ء میں مسلم افواج کے امیرلشکر خالد ابن ولید کی طرف سے مسلمانوں کے خلیفہ ابوبکرکا ایک پیغام قاصد کے ذریعے ایرانی فوجوں کے کمانڈر خسرو کو بھیجوایا گیا۔ اس پیغام میں یہ کہا گیا: " تم[خسرو اور اس کے لوگو] اسلام قبول کرلو، تو تب تم محفوظ ہو، اگر نہیں تو تم یہ جان لو کہ میں تمہارے پاس جس فوج کے ہمراہ آ رہا ہوں وہ موت سے اتنی ہی محبت کرتی ہے جتنی کہ تم زندگی سے۔" یہ جملہ آج بھی مسلمانوں کو دیئے گئے خطبوں میں تلاوت کیا جاتا ہے، اخباروں میں چھپتا ہے اور درسی کتب کا حصہ ہے۔

خفیّہ بھید جاننے کا دعوی

مذہبی فرقوں کے رہنماؤں کا ایک طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں پر مہر حق ثبت کرنے کی غرض سے معجزات دکھانے اور غیرمعلوم باتوں کا علم رکھنے والا ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جم جونز نے بہت سے معجزات دکھائے جو تمام کے تمام سٹیج ڈرامہ ہونے کی حد تک تھے۔ ان میں سے ایک تھا نئے ممبران یا دیگر

مہمانوں سے متعلقہ کچھ معلومات کو ظاہر کرنے کی اہلیّت جو ان کے سوا اور کوئی نہ جانتا ہو۔ اس "معجزے" کی ادائیگی سے قبل وہ اپنے خاص قابل اعتبار شخص کواس کام پر مامور کرتا کہ وہ مہمانوں کی خفیّہ تلاشی لے کر یہ جاننے کی کوشش کرے کہ ان کے پاس کیا کچھ موجود ہے، ان کے ذاتی خطوط میں کیا لکھا ہے یا چھپ کر ان کی باتیں سنیں اور آکر اس کو حاصل کردہ معلومات سے آگاہ کریں۔ اس کے بعد وہ انکو اپنے"غیبی علم" سے ششّدر کرتا۔

محمد بھی یہی کچھ کرتا تھا۔ اس کے جاسوس ہر جگہہ تھے، اشارے مل جانے کے بعد، وہ دعوی کرتا تھا " جبرائیل نے مجھے بتایا۔۔۔"

باب دوم میں ہم نے ماریہ کے ساتھ محمد کے جنسی سکینڈل کے بارے میں بات کی، حفصہ کا اس پر ردّ عمل اور محمد کا ماریہ کو اپنے اوپر حرام ٹھہرانے کا حلف اور بعد میں اس کی خلاف ورزی اور اللہ کا شکر کہ اس نے بیچ میں مصالحانہ مداخلت کی۔ ہماری اس بحث سے متعلقہ جو امر ہے اسکا بیان اگلی آیت میں ہے۔ اس آیت میں اس بات کا ذکر ہے کہ محمد نے حفصہ کو حکم دیا کہ وہ ماریہ کے ساتھ اس کے جنسی مراسم والے بھید کو کسی اور پر افشا نہ کرے، لیکن حفصہ، اپنا منہ بند نہ رکھ سکی، عائشہ کے سامنے سارا بھید کھول دیا۔ محمد شدید غصے میں آگیا جب اسکو پتہ چلا کہ اسکا سارا بھید کھل چکا ہے۔ اب یہ سب کچھ جاننے کیلئے کوئی زیادہ ذہانت کی ضرورت نہیں ہے کہ اس کی اصل ذمہ دار حفصہ ہی ہے۔ تاہم محمد نے دعوی کیا کہ یہ اللہ ہے جس نے اسے بتایا کہ حفصہ نے اس کی نافرمانی کی ہے۔

اور (یادکرو) جب پیغمبر نے اپنی ایک بیوی سے ایک بھید کی بات کہی تو اس نے دوسری کو بتا دی جب اس نے اس کو افشا

کیا اور خدا نے اس حال سے پیغمبر کو آگاہ کردیا تو پیغمبر نے(اس بیوی کو وہ بات) کچھ تو جتائی اور کچھ نہ بتائی تو جب وہ انکو جتائی تو وہ پوچھنے لگیں کہ آپ کو کس نے بتایا؟ انہوں نے کہا کہ مجھے اس نے بتایا ہے جو جاننے والا خبردار ہے۔(قرآن66:3)

یہ ساری کہانی بہت مضحکہ خیز ہے۔ خالق کائنات پہلے تو اپنے رسول کی اپنی پسندیدہ عورت سے جنسی ملاپ میں مدد دیکر ایک بھڑوے کا کردار ادا کرتا ہے اور پھر، وہ گپ شپ لگاتا ہے، اس طرح کی اطلاعات پہنچا کر کہ اس کی بیویاں اس کی پیٹھ پیچھے کیا باتیں کرتی ہیں۔ اس احمقانہ کہانی پر کچھ بحث کرنا مقصود نہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ محمد اس بات کا دعوی کرتا ہے کہ یہ سب اطلاعات اسے اللہ نے پہنچائیں۔ جب کہ یہ حقیقت بالکل عیاں ہے کہ یہ بھید تو حفصہ نے افشا کیا۔ کوئی بھی 6 سال کے بچے جتنی سمجھ رکھنے والا شخص اس حقیقت کو جان سکتا ہے۔

یہ ہیں وہ سب طریقے جو مذہبی فرقوں کے پیشواء سازباز کے تحت عام لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں کہ وہ تمام چھپے بھیدوں سے واقف ہیں۔ بہت حیران کن امر یہ ہے کہ انکے پیروکار بھی اکثرخوشدلی سے اپنے لیڈر کی ان بد دیانتیوں میں معاون بن جاتے ہیں۔

معجزے دکھانا

اوشریو، جینی ملز کی لکھی ہوئی مندرجہ ذیل کہانی بیان کرتا ہے جس میں جم جونز ایسےکھانے کی تقسیم کا معجزہ دکھاتا ہے جو دوران تقسیم بڑھتا جائے۔

اس دن اتوار کو لنگر کی تقسیم کے وقت معمول سے زیادہ لوگ تھے، اور کسی وجہ سے چرچ کے لوگ اتنا کھانا بھی نہ لاسکے تھے کہ سب کو پورا آجائے۔ یہ نظر آرہا تھا کہ قطار میں کھڑے آخری پچاس لوگوں کو گوشت نہیں مل سکے گا۔ جم نے اعلان کیا، 'کوئی بات نہیں کہ اتنے ہجوم کیلئے کھانا کافی نہیں ہے، میں اس کھانے میں برکت ڈال رہا ہوں جو اسوقت موجود ہے ایسے ہی جیسے عیسی نے اپنے زمانے میں کیا تھا۔'

بڑے یقین کے ساتھ، چند منٹوں بعد اس نے ایک چونکا دینے والا اعلان کیا، ایوا پگ کچن بیمنگ سے باہر آئی، فرآئیڈ چکن سے بھرے دو بڑے طشت لئے ہوئے۔ کمرے میں جمع لوگوں نے بلند آواز میں واہ واہ کی، خاص طور پر ان لوگوں کی طرف سے جو قطار کے آخر پر تھے۔

"برکتوں والا چکن" غیرمعمولی طور پر لذیذ تھا، اور بہت سے لوگوں نے کہا کہ جم نے بہت خوش ذائقہ چکن تیار کیا جو لوگوں نے پہلے کبھی نہیں کھایا۔

لوگوں میں سے ایک، چک بیکمین، نےاپنے قریب کھڑے چند لوگوں سے مذاق میں کہا اس نے چند لمحے قبل ایوا کو کینٹکی فرآئیڈ چکن سٹینڈ سے لائے ہوئے چکن کو دو بالٹیوں میں لے جاتے دیکھا۔ وہ مسکرآیا جب اس نے یہ کہا،" جس شخص نے اس چکن میں برکت ڈالی وہ ہے کرنل سینڈرز"

شام کی میٹنگ میں جم نے اس حقیقت کا ذکر کیا کہ چک نے اس کے تحفے کا مذاق اڑآیا ہے۔ " اس نے یہاں کھڑے چند لوگوں سے جھوٹ بولا ہے، یہ کہھ کے کہ چکن یہاں سے کسی مقامی

دکان سے منگوایا ہے،" جم غصے سے بولا۔ " لیکن انصاف کی روح چھا گئی، اس وقت چک مردانہ بیت الخلا میں ہے، اور خواہش کررہا ہے کہ وہ مرجائے۔ اس کو قے ہو رہی ہے اور پیچش بھی لگے ہوئے ہیں اور اسکی حالت اتنی خراب ہے کہ وہ بات بھی نہیں کرسکتا!"

ایک گھنٹے کے بعد پیلا زرد لڑکھڑاتا ہوُا چک بیکمین مردانہ بیت الخلا سے باہر آیا اور باہر تک گارڈز میں سے ایک کی مدد سے چل کر آیا۔ جم نے اس سے پوچھا،" کیا تمہارے پاس کچھ کہنے کو ہے؟"

چک نے نکاہت کے ساتھ اوپر دیکھا اور جواب دیا، " جم میں نے جو کچھ کہا اس کی معافی چاہتا ہوں، برآئے مہربانی مجھے معاف کردو۔"

جیسے ہی ہم نے چک کو دیکھا، ہم نے اپنے دل سے اقرار کیا کہ ہم جم کے کسی بھی" معجزے" پر سوال نہیں اٹھائیں گے، کم از کم اتنی بلند آواز سے نہیں۔ چند سالوں بعد ہمیں یہ پتہ چلا کہ جم نے کیک کے ایک ٹکڑے میں ہلکا سا زہر ملا کو چک کو دے دیا تھا۔

اب، یہ 'معجزا' کردکھانے کیلئے جونز کو ایوا کی مدد درکار تھی۔ یہ سوال کہ کیوں اس عورت نے جانتے ہؤے بھی اس بے ایمانی میں شرکت کی؟ اس طرح کے کئی معجزے محمد سے بھی منسوب ہیں۔

ایک حدیث میں، کسی نے دعوی کیا ہے کہ اسنے دیکھا کہ محمد نے پانی کے ایک برتن میں ہاتھ ڈالا تو اس میں سے پانی کے پھوارے پھوٹ پڑے ، اور تمام فوج نے اسی برتن کے پانی سے وضو کیا۔

> **میں نے اللہ کے رسول کو دیکھا جب عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا اور لوگ وضو کرنے کی خاطر پانی تلاش کررہے تھے لیکن انکو پانی نہیں مل رہا تھا۔ بعد میں پانی سے بھرا ایک برتن وضو کی غرض سے رسوللہ کے پاس لایا گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ اس برتن میں ڈالا اورلوگوں کو حکم دیا کہ اس سے وضو کریں۔ میں نے دیکھا اس کی انگلیوں کے نچلے حصوں سے چشمے کی طرح پانی ٹپک رہا تھا اس وقت تک کہ تمام لوگوں نے اس کے ساتھ وضو کرلیا(یہ پیغمبر کے معجزات میں سے ایک تھا)۔**

ایک اور حدیث میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ محمد نے روٹی کے ایک ٹکڑے کو کئی گنا بڑھا دیا؛ اور یہ کہ اس نے ایک بڑی چٹان پر کسی سے وار کیا اور وہ ریزہ ریزہ ہو گئی۔ یا، اس نے کھانے میں برکت ڈال دی اور وہ کھانا جو صرف چار یا پانچ لوگوں کیلئے ہی تھا وہ ساری سپہ نے کھایا۔

دسیوں ایسے "معجزات" ہیں جو مسلمانوں نے محمد کے ساتھ منسوب کئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کئی سارے نام نہاد معجزات کا تو محمد نے خود دعوی کیا تھا۔ یہ ایسے معجزات ہیں جس کو اور کوئی نہیں بس وہ خود ہی اس کی تصدیق کرسکتا ہے اور پھر بھی کوئی مسلمان ان پر شک نہیں کرتا۔ ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ اس نے دعوی کیا کہ وہ جنّات کے شہر میں گیا۔ ایک اور جگہ اس نے بتایا کہ مدینہ میں جنّات کے ایک گروہ نے اسلام قبول کرلیا۔ ایک نرالی کہانی میں اس

نے دعوی کیا کہ اس کی ایک بہت بڑے شیطان سے ہاتھا پائی ہوئی اور اس نے اسے زیر کرلیا۔

"پچھلی رات جنوں میں سےایک بہت بڑا شیطان(افریط) میرے پاس آیا اور اس نے میری نماز میں مخل ہونا چاہا(یا اس سے ملتی جلتی بات کہی) لیکن اللہ نے مجھے اتنی توفیق دی کہ میں اس پہ غالب آگیا۔ میں چاہتا تھا کہ میں اس کو مسجد کے کسی ستون سے کس کر باندھ دوں اور جب صبح ہو جائے تو تم اسے دیکھو...."

یہ کہانیاں یا تو فریب تصّور ہیں یا بےوقوف لوگوں کو متاثر کرنے کیلئے گھڑی گئی ہیں۔ ابن سعد، ابو رفیع کی بیان کردہ ایک کہانی کا حوالہ دیتا ہے، اہل ایمان میں سے ایک، جس نے یہ بتایا کہ محمد اس کے ہاں آیا اور اس نے رات کے کھانے کیلئےایک دنبہ ذبح کیا، محمد کو دستی کا گوشت پسند تھا اسلئے اس نے اسے پیش کردی۔ پھر اس نے ایک اور کی فرمائش کی اور اسے مکا دینے کے بعد ایک اور(یاد رکھیں اس کی بھوک ناقابل تسکین تھی)۔ ابو رفیع نے کہا، " میں نے آپ کو دونوں دستیاں دے دی ہیں، ایک دنبے میں اور کتنی دستیاں ہوتی ہیں؟" اس پر محمد نے جواب دیا، " اگرتم نے یہ نہ کہا ہوتا، تو تم اس قابل ہوتے کہ اتنی ہی دستیاں دیتے جاتے جتنی کہ میں طلب کرتا۔"

ان اوپرے سے دعوں کے باوجود، جب کافروں نے اسے چیلنج کیا، محمد بار بار اس کا انکار کرتا رہا کہ وہ معجزے دکھانے کے قابل نہیں ہے۔ اس نے اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ دیگر پیغمبران کو معجزات عطا کئے گئے تھے مگر میرا معجزا صرف قرآن ہے۔

پیغمبر نے کہا، پیغمبروں میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جسے معجزات عطا نہ ہوئے ہوں جس کی وجہ سے انکو ضمانت حاصل تھی یا انکا ایمان مظبوط تھا، لیکن جو مجھے دیا گیا تھا وہ تھی اللہ کی طرف سے وحی جو اس نے مجھ پر نازل کی۔341

اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیوں اہل ایمان عام ڈگر سے ہٹ کر اپنے پیغمبر کے ساتھ جھوٹ مھوٹ کے معجزات منسوب کرتے ہیں؟ یہ وہ سوال ہے جسکا انہیں جواب دینا چاہئیے۔ میرا خیال یہ ہے کہ جب اہل ایمان کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ انکا عقیدہ سچا ہے، وہ جھوٹ سمیت ہر چیز کوجائزقرار دینا شروع کردیتے ہیں۔ پکے ایمان والے لوگ، جو عموماً با اخلاق اور نفیس انسان ہوتے ہیں، جانتے بوجھتے ہوئے جھوٹ بولتے ہیں، دھوکے فراڈ میں حصہ دار ہوتے ہیں، دوسروں کے ساتھ بدعملی کے مرتکب ہوتے ہیں اور یہاں تک کہ، اپنے ایمان کوقائم رکھنے کی خاطر، اگر ضروری سمجھیں تو قتل بھی کر دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک "نصب العین" اتنا اہم ہے کہ باقی ہر چیز اندھیروں میں گم ہو جاتی ہے۔ جب لوگ کسی مقصد کی سچائی کے اتنے قائل ہو جاتے کہ وہ اس کے لئے مرنے پر تیار ہو جاتے ہیں، تو پھر جھوٹ بولنا، یا پھر کسی کو مار دینا لازم وملزوم ہو جاتا ہے۔ کسی مقصد کی تکمیل ہی اس کے صیح ہونے کا جواز فراہم کرتی ہے۔ فرانسیسی فلاسفر اور ریاضی دان پاسکل نے لکھا: " لوگ کبھی بھی کسی برآئی کی تکمیل اتنی خوشی نہیں کرتے جتنی کہ وہ کسی مذھب پر یقین کامل ہونے کی صورت میں کرتے ہیں۔" تاریخ پاسکل کے الفاظ کی سچائی کی گواہ ہے۔ مذھب کے نام پر بہت بڑے جرائم سرزد ہوئے۔ اعتقاد اندھا کردیتا ہے اور مکمل اعتقاد مکمل طور پر اندھا کردیتا ہے۔

امام غزالی کو اسلام میں ایک غیرمتنازعہ بلند مقام حاصل ہے۔ اس نے کہا: " جب کوئی کام جھوٹ بولنے سے ممکن اور سچ سے ایسا نہ ہوسکتا ہو تو اس کام کیلئے جھوٹ بولنا جائز ہے اگر وہ ایک جائز کام کیلئے ہو ۔"

اوشریو، کسنڈروف کا حوالا دیتا ہے، " جم جونز نے بڑی مہارت سے نئے لوگوں کو راغب کرنے کیلئےاپنے چرچ کے تاثر کو اوپر نیچے کیا۔ اس نے بڑی احتیاط سے عوام کے ذہنوں پر چھانے والے عکس کو سنوارا۔ اس نے پیپلزٹیمپل کو سپورٹ کرنے والے پریس اور ساستدانوں کو متاثر کرنے کیلئے اپنے ممبران سے ان کی تعریف میں خطوط لکھوائے اور انکا سیاسی اثرورسوخ بھی استعمال کیا، اور اس کے علاوہ ان سے اپنے مخالفوں پر تنقید کروائی اور دھمکایا بھی۔"

اگر کوئی اخبار ایسا کچھ لکھ دے جسے مسلمان توہین سمجھتے ہوں، توتمام مسلمان ایڈیٹر کے دفتر کے سامنے اکٹھے ہو کر اپنی شکایات اس تک پہنجاتے ہیں۔ وہ اسوقت تک اپنا ڈراوا ختم نہیں کرتے جب تک انہیں انکا معافی نامہ اس اخبار کے ایڈیشن میں چھپ نہ جائے اور پہلے والا ایڈیشن واپس نہ لے لیا جائے۔ ہم کیسے دنگے فساد کے ان واقعات کو بھول سکتے ہیں جو ڈنمارک کے اخبار Jyllands-posten میں محمد کے اوپر بنے ہوئے چند کارٹونوں کے چھپ جانے پر ہوئے اور کئی بیگناہ لوگ مارے گئے، یا جب پوپ بینیڈکٹ XVI نے ایک بازنطینی بادشاہ کے حوالے سے کہا جس نے یہ پوچھا، " مجھے بس یہ بتا دو کہ محمد نے کیا چیز نئی بتائی؟"

10 نومبر2003ء کو سی اےآئی آر کے نصف ثانی، مسلم پبلک افیئر کمیٹی (MPAC) نے توہین رسالت کرنے کے سبّب امبر بکس کی مذمّت

کرنے کی غرض سے ایک غصے بھرا خط چھاپا۔ طیش اس بات کا تھا کہ امبر بکس نے ایک کتاب چھاپ دی جسکا عنوان تھا دی ہسٹری آف پنشمنٹ۔

انہوں نے مختلف تہذیبوں اور معاشروں میں دی جانے والی سزاؤں کا ایک منظر پیش کیا تھا۔ اس میں ایک باب سزآؤں کے قدیم طریقوں پر بھی تھا جیسا کہ بائبل میں بتائی ہوئی سزآئیں، رومنوں اور قوانین شریعت۔ اس میں بہت ساری تصویریں تھیں جن میں سے ایک محمد کی بھی تھی۔ مسلمانوں نے ہتھیار اٹھا لئے۔ پبلشر کو ہزاروں غصے سے بھرے اور دھمکی آمیز خط ملتے رہے جبتک کہ وہ اس کتاب کی سرکولیشن کو رکوانے اور مسلمانوں سے سر عام معافی مانگنے پر تیار نہیں ہو گیا۔

ایک اور کیس میں سی اے آئی آر پیراماؤنٹ پکچرز کو ٹوم کلینسی کے ناول" دی سن آف آل فیرز" پر مبنی فلم میں بنیادی سکرپٹ میں مسلمان دہشگرد کے رول کو تبدیل کروا کر نیو نازی کو ڈالا گیا۔ فلم کے ڈائریکٹر، فل ایلڈن روبنسن کو مجبور کیا گیا کہ وہ سی آئی اے آر سے تحریری معافی مانگے اورساتھ یہ بھی کہے کہ اسکا مسلمانوں کے متعلق کوئی منفی تاثر قائم کرنا اس کا مقصد نہیں تھا، اس نے مزید لکھا: " میں خواہش کرتا ہوں کہ آپ تعصّبات کے خلاف جنگ میں کامیابی حاصل کریں"

جب 2002 میں انجیلی مبلغ پیٹ روبرٹسن اور جیری فالویل ریڈیو پر اسلام کے متعلق اپنے نظریات نشر کرنے شروع کئے توتمام دنیا میں مسلمانوں نے فساد برپا کردیا۔ ایرانی مّلاؤں نے جوابی کاروآئی کی دھمکیاں دیں اور متعدّد عیسائیوں کو قتل کردیا گیا، بشمول پاکستان کے

چند سکول میں جانے والے بچوں کے۔ اور سڈن، لبنان میں ایک بونی پینر ودرل نامی 31 سالہ عیسائی نرس کو بھی گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔

باہر سے آنے والوں پر بداعتمادی اور خود کو الزام دینا۔

اوشریو لکھتا ہے: " جونز نے عدم مطابقت والے پیغامات کے بارے میں بد اعتمادی کی تلقین کی ہوئی تھی، اس پر دشمنوں کی طرف سے کا لیبل لگا دیا تھا۔ ان ذرائع کی معتبری کو تباہ کردیا تھا اور اپنے ممبران کو بیرونی تنقید سے قائل ہونے سے بچنے کے خلاف حفاظتی ٹیکے لگا دیئے تھے"

مسلمانوں پر بھی یہ مثال پوری آتی ہے، جو اپنے اوپر تنقید کرنے والوں کو یہودی یا تنخواہ دار" اسلام دشمن عناصر" ہونے کا الزام لگا دیتے ہیں۔ اگر کوئی اسلام پر تنقید کرتا ہے تو مسلمان اس کے ذاتی دشمن بن جاتے ہیں، اور بجائے اس کے کہ اس کے دلائل کو رد کریں اور اس کی دلیل کا جواب دینے کی بجائے اس کے کردار یا پس منظر پر حملہ کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے اوپر تنقید کرنے والوں کے دشمن بن جاتے ہیں اور اسکو بے اعتبارا بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور کبھی بھی ان کے خلاف لگائے گئے الزام کا جوابی دلیل سے مقابلہ نہیں کرتے۔

" جیمزٹاؤن میں" اوشریو لکھتا ہے، " کوئی بھی متضاد خیال جو ممبران کے دل میں پیدا ہو اس کو بے اعتباری کی نذر کر دیا جاتا۔ بجائے اسکے کہ دیکھا جائے کہ اس کی تہہ میں کوئی حقیقت ہی نہ ہو،

ممبران اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں جیسے یہ ان کے اندر ہی کسی قسم کی کمی کی نشاندھی کرتا ہے یا ان کے ایمان کی کمزوری ہے۔" مسلمانون کے بارے میں بھی بالکل ایسے ہی ہے حالانکہ انکو اس چیز کا احساس ہے کہ انکی زندگیاں جہنم بنی ہوئی ہیں، انکے ملک بڑے لڑھک لڑھک کر چل رہے ہیں، پھر بھی وہ خود کو اس کا الزام دیتے ہیں اور یہ سمجھتے کہ ان پر آئی ہوئی مصیبتیں یہ انکی " حقیقی اسلام" کے ساتھ عدم وابستگی کی وجہ سے ہے جبکہ درحقیقت اسلام ہی ان کی تمام تکالیف کا ذریعہ ہے۔

خود عذر پزیری

ٹالسٹائی نے کہا، " آدمی کیلئے دونوں ہی، نجات اور سزا، اس حقیقت میں پائے جاتے ہیں کہ وہ اگر غلط طریقے سے زندگی گذارتا ہے تو وہ اپنے آپ کو غبار کے اندر ڈھانپ سکتا ہے تاکہ وہ یہ نہ دیکھ سکے کہ وہ کس حالت میں رہ رہا ہے۔"

جم جونز نے مکمل عملداری اور کنٹرول کا ماحول پیدا کر رکھا تھا۔ اوشریو کہتا ہے: " اطاعت اور جبر والے حالات کے تحت جیمز ٹاؤن کا ان معنوں میں تجزیہ کرنے سے ہمیں اس چیز کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ وہاں رہنے والے لوگ اسطرح کا برتاؤ کیوں کرتے تھے۔ جیسے ہی پیپلز ٹیمپل جیمزٹاؤن منتقل ہو گیا، بہت کم ہی کچھ ہوسکتا تھا جو وہاں پر لوگ اپنی مرضی سے کرپاتے وگرنہ وہی کچھ ہوتا تھا جس کا جم جونز حکم دیتا تھا۔ وہ ایک ایسی حکوت کے لحاف میں تھے جس کے پاس مکمل اختیار تھا۔ ان کے پاس کچھ محدود اختیار تھے، مسلح پہرے داروں کے حصار میں اور چاروں طرف جنگل اور انہوں

نے اپنے پاسپورٹ اوردیگر کاغذات اور اقرار نامے جونز کو دے رکھے تھے، اورانکو یقین تھا کہ باہر کے حالات بھی اندر سے زیادہ خطرناک ہیں۔ ممبران کو ملنے والی ناکافی غذا، کام کا بھاری بوجھ، بے خوابی، اور ہردم جونز کی تلخ تنقید کا سامنا انکی اشتعال دلانے والی حالت کو کمزور کردیتی ہے؛ بے انتہا دباؤ انکی اس طرف حوصلہ کرتی ہے کہ تابعداری ہی بہتر ہے۔"

ہم جانتے ہیں کہ محمد ان لوگوں سے بہت ناخوش تھا جو اسے چھوڑ گئے۔ جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ محمد کے جم جونز کے طرز فکر میں بہت کم فرق ہے۔ تاہم یہ فرض کر لینا ایک غلطی ہوگی کہ فرقہ پرست محض مجبوری کی وجہ سے بندھے رہتے ہیں۔ نفسیاتی دباؤ اس سے کہیں زیادہ طاقتور اور دیرپا ہوتا ہے۔ شکار بنے ہوئے لوگ اپنی مرضی سے ایسا کرتے ہیں، بلکہ وہ احسانمند ہوتے ہیں اور اپنے ہی ساتھ روا بدعملی اور غلامی کرنے میں حصہ دار ہوتے ہیں۔

اوشریو لکھتا ہے: " آخری رسم پر پہنچ کر، مخالفت یا فرار تو ممبرز کیلئے قریب قریب ناممکن ہوتا ہے۔ ابھی پھر بھی اس میں شک کی گنجائش ہے کہ کئی سارے لوگ پس و پیش میں تھے اور جانے کا سوچ رہے تھے۔ زیادہ تر تو جونز پر ایمان رکھتے تھے۔ ایک ایسی عورت کی لاش بھی پائی گئی جس نے آخری وقت میں اپنے بازو پر کنداں کیا تھا: ' جم جونز صرف ایک ہے' ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے ضرورت کا احساس کرلیا تھا، اور مرنے کے 'حسن' کا بھی۔ رسم کے شروع ہونے سے تھوڑی ہی دیر پہلے، ایک گارڈ، چارلس گیری، جوکہ پیپلز ٹیمپل کا مقرر کردہ اٹارنی تھا، کے پاس پہنچا، اور چلایا، ' یہ ایک عظیم لمحہ ہے--- ہم سب مر رہے ہیں۔'"

جیمز ٹاؤن میں ایک زندہ بچ جانے والا، جو کہ اتفاق سے اس وقت ڈینٹسٹ کے پاس تھا، ان اموات کے ایک سال بعد اسکا انٹرویو لیا گیا: " اگرمیں وہاں پر ہوتا تو میں قطار میں سب سے آگے ہوتا اور وہ پہلا شخص ہوتا جو یہ زہر پیتا اور اس پر مجھے فخر ہوتا۔ وہ چیز جس کا مجھےبہت افسوس ہے وہ یہ ہے کہ: میں نے آخرت کو کھو دیا۔"

کیا وہ چیز ہے جو نارمل لوگوں کو اس انتہا پرستی کی طرف کھینچ لیتی ہے؟ اس کی وضاحت بہت مشکل ہے اور یا اس کو سمجھ لینا کہ ایک دفعہ اہل ایمان اپنے پیشواء کو الحامی قبول کر لیتے ہیں وہ خوشی کے ساتھ اس کے بیمار ذہن کی توسیع بن جاتے ہیں۔ کیا ایسے نہیں لگتا کہ یہ امر اوّلین مسلمانوں کے ذوق وشوق، انکی خواب خیالیوں، اور پورے تن من سے محمد پر مر مٹنے کی وجہ کو واضع کرتا ہے؟ کیا محمد پرپہلے پہل ایمان لانے والوں نے بھی اس میں وہی کچھ دیکھا جو جم جونز کے پیروکاروں نے اس میں دیکھا؟ نیچے دی گئی حدیث اس امرکو کھل کر بیان کردیتی ہے۔

> **اللہ کا رسول دوپہر کے وقت ہمارے پاس آیا اور اس کو وضو کیلئے پانی دیا گیا۔ اور جب وہ وضو کرچکا تو باقی بچا ہوٗا پانی دوسرے لوگوں نے لے لیا اور اس کو اپنے جسموں پر لگانا شروع کردیا (جیسے وہ کوئی تبّرک ہو)۔**

ایک اور جگہ ہمیں یہ پڑھنے کو ملتا ہے:

> **علی کی انکھوں میں کچھ گڑ بڑ تھی، تو پیغمبر نے اس کی آنکھوں پر اپنا لعاب ملا اور اللہ سے دعا کی کہ وہ اس کو شفا دے۔ وہ یکدم ٹھیک ہو گیا جیسے اسے کوئی بیماری تھی ہی نہیں۔**

یہ تمام جھوٹ اہل ایمان نے گھڑے ہوئے ہیں۔ محمد اپنی بیماری تو ٹھیک کر نہیں سکتا تھا اور ہر وقت جسمانی تکلیف میں رہتا تھا۔ وہ کیسے کسی اور شخص کا علاج اپنے لعاب سے کرسکتا تھا؟

تنہائی پسندی

اوشریو تنہائی پسندی کو اس طرح بیان کرتا ہے " جیمز ٹاؤن کا وہ پہلو جو کہ شاید سب سے زیادہ کٹھن تھا۔" وہ کہتا ہے، " آخر پہ جاکے، پیپلز ٹیمپل کی ایک کثیر تعداد جم جونز پر یقین کرنا شروع ہو گئی تھی۔ بیرونی طاقتیں، طاقت یا دلنشینی کی شکل میں، مکمل بجا آوری پیدا کر سکتی ہیں۔ مگر مختلف طریقہ کاروں کے سیٹ کی بھی جانچ کرنی چاہئے تاکہ ممبران کہ اعتقاد کی اندرونی گہرائی کو جانا جاسکے۔ حالانکہ جونز کے بیانات اکثر بے میل ہوتے تھے اوراس کے طریقہ ہا ئے کار ظالمانہ مگر پھر بھی ممبرز کا اسکی لیڈرشپ پر اعتماد تھا۔"

قرآن میں بہت سی بے ربطگیاں، تضادات اور غلطیاں ہیں۔ یہ ایک بے ترتیب کتاب ہے، بڑے نکمے طریقے سے لکھی ہوئی، بیہودگیوں سے بھری ہوئی اور بیہودہ بیانات کی حامل۔ یہ مدیر کا ایک ڈراؤنہ خواب ہے۔ مسلمانوں کو اس میں سے کسی چیز کی پروا نہیں، وہ اس پر بضد ہیں کہ یہ ایک معجزہ ہے، محض اس لئے کہ محمد نے ایسا کہا ہے۔

ایک بہت اچھی وضاحت کہ کیوں لوگ بیہودگیوں پریقین کرنا جاری رکھتے ہیں وہ اوشریو نے پیپلز ٹیمپل کے بارے میں اپنے بیان میں فراہم کی ہے۔ وہ اندازہ لگاتا ہے: " ایک دفعہ جیمزٹاؤن میں انکو تنہا کردیا گیا، وہاں پر ان کے پاس مواقع کم تھے اور کوئی ایسی تحریک

بھی نہیں تھی کہ اس کے برعکس سوچیں؛ اس کے آگے اڑی کرنا یا راہ فرار تلاش کرنا خارج از امکان تھا۔ اسطرح کی صورتحال میں کوئی بھی شخص اپنے اندر تحریک پیدا کرتا ہے کہ وہ اپنی اس نازک گھڑی کو ہی عقلی طور پر قبول کرلے؛ ایک شخص جو اس ناگزیر صورتحال سے دوچار ہو وہ اس کو زیادہ مثبت انداز سے قبول کر لیتا ہے۔ مثال کے طور پر، سماجی نفسیاتی تحقیق نے یہ پتہ چلایا ہے کہ جب بچوں کر یہ یقین ہو جائے کہ ان کو کھانے میں زیادہ تر سبزیوں میں سے ایک ملیگی جس کو وہ ناپسند کرتے ہیں، تو وہ خود کو اس بات پر قائل کر لیں گے کہ یہ کوئی مضر چیز نہیں ہے، اور جب کوئی شخص یہ سوچتا ہے کہ یہ لڑکی کسی کےساتھ روابط کریگی تو وہ لڑکی اس خاص آدمی کے احوال کو پسندیدگی کی نظر سے پرکھے گی۔"

مذہبی فرقوں کے رہنما اکثراپنے پیروکاروں کی قلعہ بندی کر دیتے ہیں تاکہ باہر کی دنیا سے ان کا رابطہ ختم ہو جائے۔ جم جونز نے گھانا کے جنگلات میں اپنا ایک شہر بسایا اور اس کا نام بھی اپنے نام کی نسبت سے رکھا، "جیمز ٹاؤن۔" محمد یثرب چلا گیا، یہ شہر اصل میں یہودیوں نے آباد کیا تھا اور عرب آبادکاروں کو قائل کر کے وہاں لے گیا اوراس کا نام تبدیل کرکے مدینت ال نبی (نبی کا شہر) رکھ دیا۔ مدینہ میں، محمد نے قتل و غارت شروع کردی یا سرعام ان کی تحقیر شروع کردی جو اس کی حکمرانی پر سوال کھڑے کرتے تھے۔ مدینت ال نبی بڑی حد تک جیمزٹاؤن جیسا بن گیا۔ محمد وہاں پر کلّی اختیارات کا مالک تھا اور انکار کرنے والوں کو کڑی سزآئیں دی جاتی تھیں۔ اگر کوئی شخص ایک دفعہ مدینہ آ جاتا اور اسلام قبول کرلیتا تو اس کی واپسی عملاً ناممکن تھی۔

چند لوگ جو محمد کو چھوڑ گئے تھے ان میں سے ایک عبداللہ ابن سعد ابی سارہ بھی تھا۔ جب محمد نے مکہ فتح کیا اس نے عام معافی کا اعلان کردیا مگر دس لوگوں کے سوا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اس پر تنقید کی اور اسکا تمسخر اڑآیا تھا۔ ان میں ابی سارہ بھی تھا۔ ابی سارہ مدینہ میں قرآن کی ان آیات کی لکھ لیا کرتا تھا جو محمد اس کو لکھواتا۔ وہ محمد سے زیادہ پڑھا لکھا تھااور وہ اکثر پیغمبر کے بتائے ہوئے فقروں میں اصلاح کرتا اور بہتر طریقے تجویز کرتا جو محمد مان لیتا تھا۔ اس وجہ سے اسے احساس ہؤا کہ قرآن نازل نہیں ہؤا تھا بلکہ محمد خود اس کو گھڑتا تھا۔ وہ وہاں سے بھاگ کر مکہ آ گیا۔ اس نے سب کو اپنی حاصل کردہ معلومات سے آگاہ کر دیا۔ جب محمد نے مکہ فتح کیا، باوجود اسکے کہ اس نے اہل مکہ کو عام معافی کی یقین دہانی کروائی تھی اور انکو زبردستی مسلمان ہونے پر مجبور کر دیا تھا، اس نے ابی سارہ کا سر قلم کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ شکر اس بات کا کہ عثمان کے بیچ بچاؤ اور محمد کی ناقص اشاروں کے ذریعے پیغام رسانی کی بدولت اسکی جان بچ گئی۔ جب عثمان نے محمد کے روبرو ابی سارہ کی وکالت کی کہ اس قتل نہ کیا جائے کیونکہ وہ اسکا رضائی بھائی ہے تو محمد چپ رہا۔ اس کے ساتھیوں نے سمجھا کہ وہ عثمان کی بات سے متفق ہے اور ابی سارہ عثمان کی ہمراہی میں وہاں سے چلا گیا۔ جب وہ سب چلے گئے، تو محمد نے شکائیت کرتے ہوئے یہ کہا وہ نہیں چاہتا تھا کہ اپنے حامی اور دوست عثمان کی درخواست کو ردّ کرے، لیکن اسے یہ امید تھی کہ[اس کے ساتھی] اسکے چہرے کے ناگوار تاثرات پڑھ لینگے اور اسے قتل کر دینگے۔ اس کہانی سے یہ پیغام بھی ملتا ہے کہ عثمان کو خوش کرتے وقت اللہ کا پیغمبر کتنی

منافقت سے کام لے رہا تھا، وہ چاہتا تھا کہ اسکےدوسرے ساتھی ابی سارہ کو قتل کردیں اور عثمان اسکو الزام بھی نہ دے۔

ابن اسحاق وضاحت کرتا ہے: " اس کے قتل کا حکم دینے کے پیچھے وجہ یہ تھی کہ وہ مسلمان تھا اور کاتب وحی تھا؛ اور جب وہ اسلام سے منحرف ہوگیا اور واپس قریش کے پاس[مکہ] آگیا۔۔۔ مرتدّ ہونے کے باعث اسکا قتل واجب تھا مگر عثمان کے بیچ بچاؤ کے سبّب اسکی جان بخشی ہو گئی۔

مدینہ میں ماحول بڑا کشیدہ تھا۔ اسلام اور جہاد مدینہ میں بسنے والوں کا مطمع نظر تھا۔ محمد نے انکو حکم دے رکھا تھا کہ وہ مسجد جائیں اور پانچ وقت نماز ادا کریں، اور وہاں کے مرد باہر یورشوں، لوٹ گھسوٹ، قافلوں کی لوٹ مار، دیہاتوں کی تباہی، مردوں کے قتل اور عورتوں سے زنا بالجبّر میں مصروف تھے۔

ایک حدیث ہے جو امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے بیان کی ہے اس سے جوروجبر کی اس حد کا علم ہوتا ہے جو محمد نے اپنے لوگوں پر اپنے حکم کی بجا آوری کیلئے قائم کر رکھی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے اس نے کہا:

> **میرا خیال ہے کہ میں حکم دوں کہ نماز پڑھی جائے اور ایک امام کے پیچھے باجماعت ادا کی جائے، اور میں کچھ لوگوں کے ہمراہ باہر نکلوں اور ایک لکڑیوں کا گٹھا ساتھ لے جاؤں اور انکے گھروں کو آگ لگا دوں جو با جماعت نمازمیں شریک نہیں تھے۔**

اس حدیث میں محمد ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دینے کی دھمکی دیتا ہے جو مسجد میں آکر باجماعت نماز میں شریک نہیں ہوئے۔

مدینہ میں زندگی قطعی تبدیل ہو گئی تھی۔ محمد کی آمد سے قبل یثرب کے لوگ کاشتکار، ہنر مند کاریگر اور کاروباری تھے۔ صنعت کا بڑا حصہ یہودیوں کی ملکیت تھا، جو بڑے محنتی، پڑھے لکھے اور خوشحال تھے۔ عرب لوگ ناخوانده، کاہل اور بے حس تھے۔ وہ بہت تھوڑے ہنر جانتے تھے اور یہودیوں کیلئے کام کرتے تھے۔ جب یہودیوں کا قلع قمع کر دیا گیا تو شہر میں قطعی تبدیل ہو گیا تھا۔ وہاں پر کسی قسم کا کاروبار نہ بچا تھا کہ عرب کام کرکے اپنا روزگار کما سکیں۔ شہر کی معیشت دھڑام سے نیچے آگری تھی۔ شہریوں کی زندگیوں کا مکمل دارومدار مال غنیمت اور لوٹمار سے ہاتھ لگا مال تھا جو محمد انکو فراہم کرتا تھا۔ ان کیلئے اب واپسی کا کوئی راستہ نہ بچا تھا۔ انکا انحصار محمد اور مال غنیمت پر تھا۔ یہاں تک کہ وہ بھی جو اس پر ایمان نہیں لائے تھے، جیسا کہ عبداللہ ابن ابعی اور اس کے ساتھی بھی، اس کی یورشوں میں حصہ دار ہوتے تھے۔ یہ اس لئے نہ تھا کہ وہ اسلام کی حمایت کرتے تھے بلکہ اسلئے کہ اہل مدینہ کے روزگار کا دارومدار ہی اس لوٹ مار پر تھا۔ اگر وہ محمد کے ان یورشوں کا حصہ نہ بنتے تو وہ بھوکے مرجاتے۔ پیپلزٹیمپل کے ممبران کی طرح، مسلمان بھی ایک ناگزیر قسم کی صورتحال سے دوچار تھے، بدلے میں ان کو یہ صورتحال زیادہ پسندیدہ لگی۔ ان میں سے وہ چند ایک جو مخالفت میں بولتے ان کو قتل کردیا جاتا یا شہر بدر۔

مدینہ کی عرب آبادی سب سے غریب تھی۔ وہ جاہل، مفلسی کے شکار اور توہمات پر یقین رکھنے والے لوگ تھے۔ ان کیلئے ایک اونٹ اور

رسی کا مالک ہونا بھی دولتمندی تھی۔ وہ یہودیوں کے رسی بان ہوتے تھے۔ بہت سی احادیث ان عربوں کے بارے میں بتاتی ہیں کہ ان کی پہلی کمائی ہوئی دولت جسکو قرآن بڑی نزاکت سے اصطلاحاً بیان کرتا ہے وہ ہے " عطیات الہی"، جو لوٹ مار سے ہاتھ لگتا۔ جنسی مال غنیمت بھی بہتات سے تھا۔ جنگوں میں ہاتھ لگنے والی عورتیں اہل ایمان کیلئے ایک اضافی محّرک تھا، بالخصوص ہجرت کر کے آنے والوں کیلئے کیونکہ وہ زیادہ تر بن بیاہے تھے۔

جیسے ہی مدینہ کے یہودی مارے گئے یا نکال باہر کر دیئے گئے مفلسی پر مائل عربوں کے پاس کوئی چارہ نہ تھا سوآئے اسکے کہ وہ محمد کی فوج میں بھرتی ہو جائیں اور اس کیلئے جنگوں میں حصہ لیں اگر ان کو کھانے کیلئے روٹی چاہئے تو۔ پہلے پہل کے مسلمانوں کا جہاد میں بے خطر ٹوٹ پڑنے کا بڑا محرک دولت اور جنسی ضروریات تھیں۔

بتدریج ادغام

ایک اہل ایمان کی زندگی بہت محنت طلب ہے، خود سے جنگ اور سوچ سے خالی بنا کسی چوں چراں کے اپنائے گئے مذہبی فریضوں کی ادائیگی کا بوجھ۔ وہ، مرد یا عورت، بتدریج ایسی زندگی کے تابع ہو جاتا ہے۔ اوشریو لکھتا ہے: " ایک ممبر کی ٹیمپل کے ساتھ وابستگی جیمزٹاؤن سے شروع نہیں ہوتی، یہ بہت پہلے شروع ہو جاتی ہے، گھر کے قریب سے ہی، بڑے کم ڈرامآئی انداز میں۔ پہلے پہل تو ممکنہ ممبر رضاکارانہ طور پر چند مجلسوں میں شریک ہوتا ہے اور ایک ہفتہ میں چند گھنٹے چرچ کے کاموں میں صرف کرتا ہے۔ گو کہ

باقاعدہ قسم کے ممبران اس نئے آنے والے کو رغبت دلاتے ہیں کہ وہ بھی ان میں شامل ہو جائے، لیکن اس مرد یا عورت کو مکمل آزادی ہوتی ہے کہ وہ شامل ہو یا نہ ہو۔ شمولیت کے فیصلے کے بعد، ایک ممبر اپنی کوششوں میں اضافہ کردیتا ہے اور پیپلز ٹیمپل کے ساتھ اسکی وابستگی مزید پختہ ہو جاتی ہے۔ تھوڑے تھوڑے اضافوں کے ساتھ، جونز اپنے ممبران پر مطالبوں کا بوجھ بڑھاتا جاتا ہے، اور مزید کافی عرصے کے بعد وہ ان پر اپنے حکومتی دباؤ میں اضافہ کرتا ہے اور اپنے ناامیدی والے پیغام کی طرف لے جاتا ہے۔ تھوڑا توڑا کرکے، اس شخص کے پاس متبادل راستے محدود ہوتے جاتے ہیں۔ قدم بہ قدم، اس شخص کو اپنے احساس ذمہ داری کو عقلی معیار پر پرکھنے کا موقع ملا ہوتا ہے جو اس کے روّیئے کو جواز بخشتا ہے۔"

جو لوگ اسلام قبول کرلیتے ہیں وہ ایسے ہی تجربات سے گذرنے کا ذکر کرتے ہیں۔ ان کا ادغام بتدیجی عمل سے گذرا ہؤا ہوتا ہے۔ جیسے جیسے انکی وابستگی بڑھتی جاتی ہے، پابندیوں کا وزن بھی ساتھ ساتھ بڑھتا جاتا ہے۔ عورتوں کو بتایا جاتا ہے کہ سر کے بال ڈھانپنا لازمی نہیں، لیکن اگر وہ ایساکریں تو واجب الاجر ہو گا۔ پھر نووارد مومن کو کچھ خاص کھانوں سے روکا جاتا ہے، ہلال کھانوں کا کہا جاتا ہے،نمازوں کی ادائیگی، روزے، زکواۃ کی ادائیگی اور رفتہ رفتہ جہاد کی خوبیاں اور اسکے اجر عظیم کی بات کی جاتی ہے۔ یہ کام ہر مسلمان سرانجام دیتا ہے۔ کیونکہ نو مسلم شمولیّت کے بڑے مشتاق ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ انکو قبولیّت مل جائے، وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہوجاتے ہیں جو بھی ان سے کہا جائے اور وہ کوشش کرتے کہ پیدائشی مسلمانوں سے بھی دو ہاتھ آگے نکل جائیں جیسے کہ ایک محاورے کے مطابق " پوپ سے بھی زیادہ کیتھولک" بن جاؤ۔

اس طرح کی تعلیماتی ترغیبات اسقدر بتددیجی ہوتی ہیں کہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے خیال کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ انکی مرضی سے ہو رہا ہے۔ آخرکار وہ سب کام چھوڑ دیتے ہیں جن کے بارے میں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ قابل اعتراض ہیں، جنکا وہ پہلے مذاق اڑاتے رہے ہوتے ہیں۔ ایک سابقہ مسلمان امریکی عورت نے مجھے لکھا جب اس نے پہلی بار مسلمان عورتوں کے ایک گروپ کو دیکھا جنہوں نے خود کو سیاہ رنگ کے نقاب پہنے ہوئے تھے وہ انپر ہنسی اور اسے دکھ بھی ہؤا۔ آخرکار جب وہ مسلمان ہوئی تو اس نے بھی اتنا سخت قسم کا پردہ کرنا شروع کر دیا کہ وہ اپنا منہ بھی ڈھک لیتی تھی جسے نقاب کہا جاتا ہے۔ مجھے اس عورت کے بارے اون لائن نیٹ پر پتا چلا کیونکہ اس نے ویب سائٹ بنائی ہوئی تھی اور بڑی مستعدی سے اسلام کی سربلندی کیلئے کام کررہی تھی اور اس نے میل کے ذریعے مجھ سے بھی رابطہ کیا اور مسلمانوں کو متنبع کرتی رہی کہ میرے لکھے ہوئے مضامین مت پڑھیں۔ ظاہرہ طور پر وہ جس چیز کی تبلیغ کررہی تھی وہ خود اس پر عمل نہیں کررہی تھی اور وہ خود کو میرے مضامین پڑھنے سے باز نہ رکھ سکی۔ نتیجتآ اس پر حقیقت آشکار ہو گئی اور اس نے اسلام ترک کر دیا، مکمل طور پر مضطرب ہو کر۔ اس نے مجھے بتایا کہ کیسے وہ بتدریج اسلام میں کھبتی چلی گئی اور ایک موقع پر آکر اس نے اپنے غیرمسلم خاوند سے کہا کہ یا وہ اسلام قبول کرلے اور یا کوئی دوسری بیوی کر لے۔

میں کئی ایسی مسلمان خواتین سے ملا ہوں جو(حقیقتآ) اس قدر برین واش ہو چکی ہیں کہ وہ محمد کے اس دعوے کا بھی دفاع کرتی ہیں جس میں اس نے کہا ہؤا ہے کہ عورتیں مردوں کی بہ نسبت کم عقل اور حقیرہوتی ہیں۔ خلاف قیاس یہ کہ، ایک ہی وقت میں، وہ اس پر بھی

قائل ہو چکی ہیں کہ اسلام نے عورتوں آزادی دی۔ اعتقاد درحقیقت ذہن کو ٹھٹھرا دینے والا نشہ ہے۔

وہ جو اسلام قبول کرلیتے ہیں، شاید انکو نظریہ وحدت کشش پیدا کرتا ہے، یا وہ ایک بہت بڑی "برادری" کا حصہ بننا چاہتے ہوئے تھوڑے ہی وقت میں یہودیوں سے نفرت کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اپنے ہی ملک سے بھی۔ جلد ہی ان کو ایسے لگنا شروع ہوجاتا ہے کہ وہ اپنے غیرمسلم والدین سے نفرت کرتے ہیں اور اپنے غیرمسلم دوستوں سے بھی دوری بنا لیتے ہیں۔ آخر کار وہ رضاکارانہ طور پر خود کو اپنے مذہبی فریضے کی ادائیگی کی خاطر بطور مسلمان جہادی بن جاتے ہیں، ایک دہشت گرد بڑی چاہت سے شہادت کی خاطر جان قربان کر دیتا ہے ۔

کینیڈا کا ایک باشندہ جو مسلمان ہو گیا تھا، یا مسلمانوں کی طرح سوچا کرتا تھا، اپنے فطری مذہب پر "واپسی" کے بعد، جب وہ مرتدّ ہو چکا تھا اس نے بطور مسلمان اپنے تجربات کے بارے میں لکھا:

> **ایک غیرملاوٹ شدہ اسلام کفّارکیلئے ہضم کرنا مشکل تھا اس صورت حال میں لامحالہ اسلام کی بنیادوں سے انحراف کرنے والوں کو تبلیغ اسلام (دعوۃ) میں زیادہ کامیابیاں حاصل ہوئیں کیونکہ انہوں نے بنیادی اصولوں کو تبدیل کرکے انکو ان لوگوں کی "نفس کی خواہشات" کے مطابق ڈھال لیا تھا جنکو یہ دعوت دینا مقصود تھا۔ اسلام کے اعتدال والے اور صحتمند جس نسخے نے مجھے اسلام کی طرف راغب کیا اس کی دوبارہ سے جانچ ضروری تھی۔ مقامی مسجد کے ذریعے، جوسہولت ہر وقت دستیاب تھی وہ تھا مصافحہ اور اس کے بعد بغلگیری۔ یہ ایک**

ایسی سہولت تھی جو گھر میں دستییاب نہ تھی خصوصی طور پر اس ماں سے جوہمیشہ میری ناقص کارکردگی سے غیر مطمئن رہی اور میرا باپ میری ترقی سے لاتعلق۔ مسلمان بھائیوں کی حوصلہ افزآئی کے نتیجے میں، میں نے چاہا کہ میں اپنے مذهب میں آگے بڑھوں؛ شادی کو ممکن بناؤں، عربی زبان میں مہارت حاصل کروں اور ایک مجاہد (جہاد میں حصہ لینے والا) بنوں اور شہید ہو جاؤں۔

اسلام کی طرف راغب ہونے والے سادہ لوح لوگ جو بڑی آسانی سے بیوقوف بن سکتے ہیں اسکی اثر پذیری میں آسکتے تھے جو بگڑی ہوئی کارکردگی والے روّیے اور پراپییگنڈے مسلم معاشروں میں زہر گھول رہے ہیں۔ اس کوشش میں کہ کہیں ہم کفّارکی طرح نہ ہوجائیں، ہمارے لئے یہ ضروری تھا کہ ہم تمام دنیا میں وقوع پذیر ہونے والی کسی بھی ایسی چیز سے لا علم رہیں جو غیر اسلامی ہو۔ اسلام میں داخل ہونے والے ایک شخص نے اعلانیہ کہا کہ اسامہ بن لادن " ایک ملیّن 'جارج بشوں' اور' ایک ہزار ٹونی بلیئروں ' سے سیدھا سیدھابہتر ہے کیونکہ وہ مسلمان ہے۔ بڑی ڈھٹائی سے بات کرتے ہوئے ہم یہ کہتے تھے کہ ہم مسلمان 'اس دنیا میں پلنے والی ہر قوم سے بہتر ہیں۔' (3:110) اس لئے جب بھی کوئی خباثت رونما ہوئی جو اللہ کے نام پر مسلمانوں سے سرزد ہوئی ہوتو میرے ساتھی بہن بھائی بڑے مطمئن ہوتے تھے۔ ہم بڑی اطاعت شعاری سے مسلم ممالک میں انسانی حقوق کی پامالی کو یکسر فراموش کردیتے تھے خواہ اس کا شکار ہونے والے خود مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔ سازشانہ نظریئے جو بہت سے مسلم معاشروں میں

ہر وقت گردش پذیر ہوتے ہیں وہ یکسرطور پر فریب تصّور ہوتے ہیں۔ وہ بھی جو میانہ درجے کے مسلمان ہوتے ہیں،نماز نہیں پڑھتےاور زنا (غیر قانونی جنسی مباشرت؛ غیرمنکوحہ عورت سے جنسی تعلق، شادی شدہ عورت سے حرام کاری وغیرہ غیرہ) سے اجتناب نہیں کرتے اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ نائن الیون والے واقعے میں ملوث پائیلٹ مسلم شناخت کے مالک تھے۔ میرے ایک افغانی ہم جماعت نے خیال آرائی کی کہ ' یہ یہودی تھے!' جب کوئی اس طرح کا موقع پیدا ہو کہ خود پر تنقید کرنی پڑ جائے، لا محالا طور پر، ہم یہودیوں کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں، جو کہ ہماری پسندیدہ راہ فرار ہے۔ اپنے آپ کو مسلم امہ کی ہم قسم بننا تھا تو آپ کو دور حاضر کے مسلم عرب ایجنڈاکے ساتھ دکھلاوے کا معانقہ مطلوب تھا، بہت لمبی سی داڑھی، یہودیوں کے خلاف اظہار نفرت، وقتآ فوقتآ بدعت (جدّت پسندوں کی ملامت کرنا) کا لفظ بولنا اور اسرائیل کی جدید ریاست کو نامنظور کرنا۔ ہم بڑے فخر سے جہاد کو تسلیم کرتے تھے، اور احمقانہ ردّعمل کا اظہار کرتے تھے اگر کوئی کافر اس پر سوال اٹھائے اور اس کے الزامات کا اسطرح کا جواب دیتے تھے، مثال کے طورپر ' تمہیں کیسے پتہ یہ مسلمانوں نے کیا ہے؟ اس بات کا ثبوت کیا ہے؟' اگرچہ وہ اس امر سے بے بہرہ نہیں تھے کہ ویڈیو ٹیپ میں مسلمان دہشت گرد اسے بڑے تکبّر سے تسلیم کرتے دکھائے جاتے تھے، جنہوں نے اسکا ارتکاب کیا ہوتا تھا۔ سب مسلمان دہشت گرد نہیں ہیں، اگرچہ یہ ایک ہمہ گیر دکھ دینے والی سچائی ہے کہ زیادہ تر دہشت گرد مسلمان ہی تھے۔ اگر کوئی امریکن یا یہودی مرجاتا تو ایک ہمدردانہ قسم کی

خوشی کا اظہار ہوتا اور میں نے یہ خصوصی روّیہ اس وقت دیکھا جب ایک پانچ سالہ مسلمان بچہ اس کا اظہار کررہاتھا۔ نومسلموں نے بدقسمتی سے اسلام کا کٹر پن والا عقیدہ اپنا رکھا تھا جوکہ انہوں نے جبّر والی مذہبی حکومتوں سے ہجرت کرکے آنے والوں سے سیکھا ہؤا تھا جس نے اجتہاد (آزاد بحث) کو محبوس کررکھا تھا تاکہ آزاد سوچ اور انکار کو جرم سمجھا جائے اور انکی حکومت غیر متغیّر ہو۔

جینی ملز، جو ٹیمپل گھانا شفٹ ہونے سے دوسال پہلے ہی اسے چھوڑنے میں کامیاب ہو چکا تھا اپنے تجربات کا بیان اسطرح شروع کرتا ہے۔ *خدا کے ساتھ چھ سال* (1979)، " ہردفعہ جب میں کسی کو یہ بتاتا ہوں کہ ہم نے وہ چھ سال بطور ممبر پیپلز ٹیمپل کیسے گزارے، مجھے ایک ایسے سوال کا سامنا ہوتا ہے جسکا جواب میرے پاس نہیں: اگر چرچ اتنا ہی برا تھا، تو کیوں تم اور تمہارے خاندان نے وہاں اتنے سال گذارے؟" اوشریو کہتا ہے، "سماجی نفسیاتی تحقیق کی غرض سے کی گئی بہت سی کلاسک سٹڈیز جن میں ان معاملات کی چھان بین ہوئی کہ کیوں لوگ خود ہی اپنی غلطیوں کا جائز سمجھنا شروع کر دیتے ہیں اورناموزونیّتی ادراک کی تھیوری اس امر کی نشاندھی کرسکتی ہے کیونکر ظاہرہ طور پر غیر منطقی روّیوں کے پیچھے کونسے عوامل کارفرما ہیں۔"

جان واکر لندھ، جس کو "امریکن طالبان" سمجھا جاتا ہے، ایک جوان آدمی جو اپنے ہی ملک کے خلاف جنگ کرنے کیلئے افغانستان جاکر القائدہ میں شامل ہو گیا تھا وہ کوئی راتوں رات ہی دہشت گرد نہیں بن گیا تھا۔ جان کو اسلام میں دلچسپی تب پیدا ہوئی تھی جب وہ صرف 12

سال کا تھا۔ اس کی ماں اسے سپائک لی کی فلم میلکم X دکھانے لے گئی تھی۔ ٹائم میگزین نے اس کی اس بات کا حوالہ دیا ہے، " اس کو اس بات نے بہت متاثر کیا جب تمام قوموں کے لوگ ملکر ایک خدا کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔"

کسی نے بھی اس کی پروا نہیں کی کہ وہ اس نوجوان کو اسلام کے خطرات سے آگاہ کرتا۔ اس کے برعکس اسے اس کے والدین کی طرف سے اسے پوری پوری اعانت اور دعائیں بھی ملیں تاکہ وہ اپنی دلی خواہش کو پورا کرسکے کیونکہ وہ دونوں بھی اسلام سے ناواقف تھے۔ ٹائم میگزین کے 29 ستمبر 2002 کے شمارے میں چھپا، " جون کے والدین اس بات پر بڑے خوش تھے کہ ان کے بیٹے نے آخر کچھ تلاش کرلیا تھاجس نے اس کے دل کو گرما دیا۔ اور اسوقت جب دوسروں کے والدین اپنے بچوں کے نشیلی ادوّیات کے استعمال، مسلسل شراب نوشی اور تیزرفتاری جیسے تجربات سےنبرد آزما ہوتے تھے، وہ ان معاملات میں کتنے بھولے تھے۔ میریلن (جان کی ماں) اپنے جوان بیٹے کو جمعہ کے روز ادئیگی نماز کیلئے مسجد چھوڑ جاتی۔ شام کے اختتام پر اسکا ایک اہل ایمان ساتھی اس گاڑی میں بٹھا کر گھر چھوڑ جاتا۔"

فراخدل امریکن سوسائٹی اس چیز میں کچھ غلط یا کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتی کہ کوئی امریکی نوجوان اسلام قبول کر لے۔ وہ گلی کوچوں میں بھدے سے اسلامی لباس میں اوپر نیچے اور ادھر ادھر گھومتا بھی نظر آئیگا اور اچھے امریکی عوام خصوصی طور پر اس طرف متوجع نہیں ہونگے۔ " یہ ایک اور بچہ ہے جو اپنی زندگی کے ساتھ تجربہ

کررہا، اس کے روحانی پہلو کے ساتھ، یقیناً اس میں کوئی خوف یا کراہت نہیں ہوتی۔" ٹائم میگزین نے لکھا۔

بجائے اس کہ وہ اسلام کے بارے میں سچائی جاننے کوشش کرتے، جون کے والد نے اپنے آپ کو اس بات پر بیوقوف بننے دیا جس کی تعریف اس نے اسطرح بیان کی " مسلمان بھائیوں کی خاطر تواضع کی روایات" جو اپنے اندرہی اسلام کی فرقہ پرستانہ فطرت کے بارے میں خبردار رہنے کا اشارہ کرتی ہے۔ فرقہ پرست غیرمعمولی حد تک "پیار کرنے والے" اور بڑے دوستانہ ہوتے ہیں، خاص طور پر انکے ساتھ جن کو وہ اپنے مذھب میں شامل کرنا چاہتے ہوں۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنے بیٹے کو اسلام کے خطرات سے آگاہ کرتا اس نے اس کے اعتقاد کو"سراہا"۔ ایکدن اس نے اپنے بیٹے سے کہا،" میرا نہیں خیال کہ تم حقیقت میں اسلام کو اس حد تک قبول کرچکے ہو جتنا تم نے اس کو اپنے اندر پایا؛ تم نے تو جیسا کہ اپنے اندر کے مسلمان کو پالیا۔"

اپنے والدین اور دوسرے بھولے امریکنوں کی سمجھ سے بالا بالا یہ کم عمر نوجوان کی رفتہ رفتہ برین واشنگ ہو رہی تھی اور اس کے ذھن میں اپنے ہی ملک کے خلاف نفرت پیدا کی جا رہی تھی۔ ٹائم میگزین نے ایک یمنی لسّانی استاد کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے، " لند امریکہ سے آجانے سے قبل ہی امریکہ سے نفرت کرتا تھا۔" میگزین مزید لکھتا ہے: " لند کی یمن سے کی گئی خط وکتابت امریکہ کے لئے اسکے ملے جلے خیالات کا ثبوت پیش کرتی ہے۔ 23 ستمبر 1998 کو اپنی ماں کو لکھے گئے ایک خط میں وہ پچھلے ماہ افریقہ میں امریکی سفارت خانوں پر بم پھٹنے کے واقعات کا حوالہ دیتے ہوئے کہتا ہے

'لگتا ہے کہ ان بم دھماکوں کے پیچھے امریکی حکومت کا ہاتھ زیادہ ہے بہ نسبت کسی مسلمان کے'.

غیر مسلم بتدریج مسلمانوں کے ان ہتھکنڈوں سے آشنائی حاصل کررہے ہیں جن میں وہ مجرم خود ہوتے ہیں اور الزام متاثرہ فریق پر لگا دیتے ہیں۔ اس کی سب زیادہ جانی جانے والی مثال 9 ستمبر 2001 کی وہ ہولناک صبح ہے جس کے بارے میں چند مسلمانوں ایک خیالی کہانی گھڑی ہے کہ اس دن 4000 یہودی کام پر دفتر نہیں آئے تھے اور وہ سازشانہ نظریہ جو انہوں سی آی اے پر الزام دھرنے کیلئے ایجاد کیا جبکہ اسامہ بن لادن اسے بڑے فخر سے اپنی عظیم فتح کے طور پر تسلیم کررہا ہے۔ اسلئے یہ معصوم لڑکا دھیرے دھیرے اس عقیدے کی طرف راغب ہونے لگا صرف اسلام ہی سچا مذہب ہے جو ساری انسانیّت کیلئے ہے اور اس نے کوششیں شروع کردیں کہ اس کو سیکھے اور اس پر بڑے خشوع سے عمل کرے۔ اس نے قرآن پڑھنا اور اسکو حفظ کرنا شروع کردیا اور اس نے اپنی نوٹ بک میں ایک پیرا لکھا جو اسطرح ہے، " ہم جب تک زندہ رہیں ہمیں جہاد کرتے رہنا ہے۔" مسلمان ہو جانے کے بعد، وہ محمد کے تراش کردہ خودپرستی پر مبنی کائناتی بلبلے میں داخل ہو چکا تھا۔ وہ پہلے ہی اس غیرمنطقی خودپرستانہ اسلامی سوچ کی طرف اپنے رجحان کا مظاہرہ کر چکا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ نائن الیون کے سانحے کے پیچھے کون تھا۔ ایک طرف تواس امر سے انکاری تھا کہ یہ مسلمانوں کا کام ہے اور دوسری طرف وہ ساری عمر جہاد جاری رکھنے کا خواہشمند تھا۔

جان نے اپنے تمام ہم وطنوں کی محبت سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ قرآن کے مطابق، مسلمانوں کیلئے یہ واجب نہیں کہ وہ غیر مسلموں سے دوستی رکھیں(قرآن9:23) ان کو کہا گیا ہے کہ وہ ان کےساتھ جنگ کریں جو اللہ پر یقین نہیں رکھتے(قرآن9:29) اور انکو قتل کردو۔(قرآن9:123) مسلمان کو اجازت نہیں کہ وہ کوئی اور مذہب قبول کرے۔(قرآن3:85)

اس میں حیرانگی کی کوئی بات نہیں کہ 2002 کے الیکشن کے بعد جون نے اپنی ماں کو جواب میں لکھا جس میں اسنے جارج ڈبلیو بش کے حوالے سے یہ الفاظ استعمال کئے "آپکا نیا صدر" اور مزید کہا،"مجھے خوشی ہے کہ وہ میرا نہیں"۔ ظاہر ہے بالکل نہیں! ایک مسلمان کسی غیرمسلم کی حکمرانی قبول نہیں کرسکتا۔ اس پر لازم ہے کہ وہ اسکی حکم عدولی کرے، اس کے خلاف جنگ کرے اور اسکو قتل کر دینے کی کوشش کرے۔ (قرآن25:52)

جان واکر لندھ مغربی معاشرے کی ایک بیماری جسے سیاسی درستگی کہتے ہیں کا شکار تھا۔ کیا یہ رونالڈ ریگن نہیں تھا جس نے افغانستان میں اسلامی دہشتگردوں کو " آزادی کی جنگ کے مجاھد" کہا تھا؟ جان بھی تو جنگ آزادی کا مجاہد بننے گیا تھا۔ اس میں کیا غلط ہے؟ کیا پریزیڈینٹ جارج ڈبلیو بش اور ٹونی بلئیر نے یہ اعلان نہیں کیا، "اسلام امن کا مذہب ہے؟" کیوں امن کے پاسبان مذہب کے ایک ماننے والے کو جیل بھیجا جاتا ہے جس نے محض اپنے امن پسند مذہب کی ہدایات پر عمل کیا ہو؟ مغرب قصوروار ہے ۔ قصوروار ہے سازباز میں شریک ہونے کا، تشفی اور خود کو دھوکا دینے کا۔

موسم گرما میں فرسٹ ایئر کے طلباء کیلئے یونیورسٹی آف کیرولینا کے پروفیسر مائیکل سیلزنے ایک کتاب لکھی جس کا عنوان تھا

اپروچنگ دی قرآن جس میں صرف انہیں" بھلی" قرآنی تعلیمات کا چن چن کر ذکرکیا گیا تھا جو شروع شروع میں مکہ میں نازل ہوئیں تھیں اور تشدد بھری، خون آشام آیات جن میں قتل کر دینے کے احکامات ہیں، اور بعد میں مدینے میں لکھی گئیں تھیں جن میں لوٹ مار اور غیرمسلم عورتوں سے ریپ، وہ جو کسی بھی ذیشعور بندے کے پیٹ می ہلچل پیدا کر دے وہ جان بوجھ کر چھوڑ دی گئیں۔ یہ کچھ نہیں محض دھوکہ دہی کا کھیل ہے۔ اسی طرح کی دھوکہ دینے والی باتیں کرن آرمسٹرونگ اور جان اسپوسیٹو کی کتابوں میں اسلام کی تعریف بیان کرتے وقت لکھی گئیں ہیں۔ کمسن امریکی لڑکوں سے جھوٹ بولا جارہا ہے۔ ان کو کھپانے کیلئے چند مغربی استادوں کی طرف سےاسلام کا ایک جھوٹا تاثر سامنے لایا جارہا ہے، خدا جانے کس وجہ کی بنا پر۔ اور جب یہ بچے ان جھوٹی باتوں پر یقین کرنا شروع کر دیتے تھے اور انکوپروان چڑھایا جاتا ہے کہ دوسروں کے فتوّں پر بھروسہ کریں اور اسلام پر عمل پیرا ہوجائیں، ہم ان پر دہشتگردوں کا لیبل لگا دیتے ہیں، ان کو جیل بھیج دیتے ہیں، اور انکو سزآئیں دیتے ہیں۔ کیا یہ منافقت نہیں ہے؟ ان بچوں کا کوئی قصور نہیں۔ یہ ہمارے بیمارقومی مزاج کی پیداوار ہیں جس کو ہم سیاسی درستگی کہتے ہیں۔

کتنے اخباروں، ٹیلی وژن اور ریڈیو والوں میں اتنی ہمت ہے کہ اسلام کے بارے میں صاف صاف کہیں؟ ہمارے سیاستدانوں میں کس کا اتنا جگرا ہے کہ وہ کیمرے کے آگے کھڑا ہو کرقوم کو بتائے کہ اسلام امن پسند مذہب نہیں ہے۔ اپنے بچوں کو دیکھو۔ اگر ان میں سے کوئی سچ کہنے کی جرآت کرے، فوری طور پر اس پرنسل پرستی اور نفرت پھیلانے والے کا لیبل لگ جائیگا، اور اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ اور جبکہ اسی دوران، اسلام کا پراپیگنڈا کرنے والوں کو سچ کو تڑوڑ

مڑوڑ کر پیش کرنے اور اپنے جھوٹ کوآگے بڑھانے کی کھلی چھٹی ہوگی، یہ جانتے ہوئے بھی کہ جو کچھ وہ کہھ رہے ہیں اسکو کبھی کوئی چیلینج نہیں کریگا۔

سی آئی اے آر، کونسل آف امریکن اسلامک ریلیشن، (یا اگر اس طرح کہا جائے"Conning Americans with Islamic Ruse") نے امریکہ میں تمام اطراف ہزاروں کتب خانوں کواسلامی کتابوں سے بھرا ہؤا ہے اس امید سے کہ انہیں مزید جان واکر لند ملیں گے۔ ملک کے ہر شہر اور قصبے میں مساجد بنائی جارہی ہیں تاکہ امریکہ میں امریکن بچوں کے دلوں میں امریکہ سےنفرت کا بیج بویا جاسکے۔ یورپ، آسٹریلیا، کینیڈا اور دیگر غیرمسلم ممالک میں صورتحال زیادہ خراب ہے۔ 25 فروری 2007 کو سنڈے ٹیلیگراف کے سیکیوریٹی کوراسپینڈینٹ سین ریمینٹ کی ایک "خفیہّ رپورٹ" میں یہ انکشاف ہؤا کہ یو کے کی سیکیورٹی سروسز کا ماننا ہے کہ اس ملک میں 2000سے زیادہ مسلمان دہشتگردانہ سرگرمیوں کی منصوبہ بندی میں مصروف رہتے ہیں۔ کوئی ایک دن بھی ایسا نہیں گذرتا جس دنیا میں کہیں نہ کہیں مسلمانوں کے ہاتھوں دہشتگردی کی وارداتوں میں کسی نہ کسی کی جان نہ چلی جاتی ہو۔ دنیا کو اس معاملے کے بارے میں بیدار کرنے کیلئے آخر کس چیز کی ضرورت ہے کہ وہ یہ جان لیں کہ اسلام ایک مذھب نہیں بلکہ ایک خطرناک فرقہ ہے؟ کب ہم قرآن اور تاریخ اسلام پر توجع دینگے تاکہ ہم یہ جان سکیں کہ یہ جو دہشت گرد ہیں یہ "انتہا پسند" نہیں بلکہ با عمل مسلمان ہیں جو درحقیقت اپنی "مقدّس" کتاب میں دی گئیں تعلیمات اور اپنے محبوب پیغمبر کی قائم کردہ مثالوں پر عمل پیرا ہیں؟

ایک دفعہ لوگ جب اسلام قبول کر لیتے ہیں، وہ سراب کی انڈرورلڈ میں داخل ہو جاتے ہیں، جہالت اور خوف، جہاں پر خواب خیالی حقیقت کا روپ دھار لیتی ہے اور برائی رحمانی ہو جاتی ہے۔ ان کی اقدار منتشر ہو جاتی ہیں اور وہ اسطرح کے طریقے اپنا لیتے ہیں جنکو وہ اسلامی تعلیمات کے حصول سے قبل نامناسب اور غیرقابل قبول سمجھتے تھے۔ جتنا بھی وہ اس بگڑے ہوئے طورطریق پہ چلتے جاتے ہیں اتنے ہی وہ سخت ہوتے جاتے ہیں، اس حد تک کہ حقیقت پر واپسی قریب قریب ناممکن ہوتی جاتی ہے۔ اسلام اپنے آپ کو ایک دھیرے دھیرے لاحق ہونے والے فالج کی شکل میں نمودار ہوتا ہے، آہستہ آہستہ دماغ اور روح کو آلودہ کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ مسلمانوں میں بہترین مسلمان یعنی جہادی بن جاتا ہے ، جسے عرف عام میں دہشتگرد کہا جاتا ہے، اور وہ اللہ کا اور اسکے رسول کا محبوب بن جاتا ہے؟

اوشریو اس امر محسوس کا بہت تفصیل سے جائزہ پیش کرتا ہے: " غیر موزونیّتی نظریے کے مطابق، جب ایک شخص کوئی ایسا فعل کرتا ہے یا اسکا ادراک رکھتا ہے جو کہ نفسیاتی اعتبار سے اس کے ذاتی نظریات سے مطابقت نہیں رکھتی، یہ عدم مطابقت ایک ناخوشگوار الجھن پیدا کردیتی ہے۔ وہ فرد اس 'غیرموزونیّتی' کوکم کرنا چاہتا ہے عموماَ اپنے روّیوں کی اس سمت تبدیلی سے جوپہلے کے متضاد افعال یا عقیدے سے متعلق ہوتی ہیں۔ پیپلز ٹیمپل میں وقوع پذیر ہونے والے بہت سے واقعات کو اس عمل کی روشنی میں دیکھا جاسکتا ہے۔ جیمزٹاؤن میں دل دہلا دینے والے واقعات محض طاقت کے استعمال سے خوف سے نہیں رونما ہوئے، اور نہ ہی وہ اچانک پھوٹ پڑے۔ یہ اسطرح ہے کہ کوئی ایسی چیز نہیں جو فوری طورلوگوں کے دماغ میں تصویر کی طرح کھنچ گئے ہوں، جو انکو یکایک اوٹ پٹانگ

حرکات پر مجبور کردیں۔ بلکہ یہ ایسے ہے جیسا کہ نظریہ غیرموزونیّتی ادراک بیان کرتا ہے، لوگ اپنے انتخابات اور وابستگیوں کو جواز بخشنا چاہتے ہیں۔ بالکل ایسے ہی جیسے مینار سے گرنے والی آبشار پھٹ پڑتی ہے ویسے ہی انتہائی درجے کے یا منحوس افعال کے پیچھے کارفرما طاقت بظاہر چھوٹے چھوٹے کاموں سے حاصل شدہ نتائج پر رضامند ہونے سے ہوتی ہے۔ پیپلز ٹیمپل میں شروعات چرچ میں شمولیّت کی شدید خواہش کے زیر اثر ہوئیں، پھر اس میں کسی فرد کی وابستگیوں کو جواز دینےسےمظبوطی آئی، اور عقلی اعتبار سے تسلیم کرنے کی ضرورت والے روّیے نے اسکو استحکام بخشا۔"

اسلام میں نئے نئے داخل ہونے والوں کو زیادہ سختیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جسکو وہ "اللہ کی طرف سے آزمائش" اور " اپنےاندر کی صفائی" بیان کرتے ہیں۔ اس کی شروعات شراب نوشی اور سوئر کا گوشت کھانے پر پابندی سے ہوتیں ہیں۔ اس کی طرف دھیان کہ انہوں کو کیا کھانا ہے اہل ایمان کی آزادی پر پابندی ہے۔ مرد حضرات اپنی جنسی خواہشات کو دبانے کی غرض سے بتدریج عورتوں سے میل ملاپ بند کر دیتے ہیں۔ یہ ایک انتہائی کٹھن کام ہے جو مسلسل ان کے ذہنوں پر سوار رہتا ہے اور ان کی تمام زندگی گویا ایک حالت جرم میں گذرتی ہے۔ شہوانی خواہشات آسانی سے دبائی نہیں جاسکتیں۔ لامحالہ ان میں سے کئی لوگ مکمل طور پر جنسی اعتبار سے پاگل ہو جاتے ہیں۔ انکی تمام تر طاقت اپنے اندر کے "شیطان" کے ساتھ جنگ کرتے کرتے ختم ہو جاتی ہے۔ جتنا بھی وہ شہوت کے احساس جرم میں مبتلا رہتے ہیں اتنا ہی وہ عورت سے نفرت کرتے ہیں جسکو وہ اس تڑپ کا موردالزام ٹھراتے ہیں۔

پھر ان پر روزانہ نماز پنچگانہ کا فریضہ لازم ہوتا ہے اور وہ بھی اس زبان میں جس سے اکثریت واقف نہیں ہوتی۔ اگر انکی ایک بھی نماز چھوٹ جائے تو ان کو گنہگار ٹھہرایا جاتا ہے اور قضا نماز ادا کرنا پڑتی ہے۔ ان نمازوں سے جڑے رہنا اور انکا حساب کتاب رکھنا مزید ایک ذھنی غلامی ہے۔ قرآن کا پڑھا جانا اور اس کو حفظ کرنا بھی لوازمات میں سے ہے۔ اس کو سمجھنا ضروری نہیں۔ جو بہت ضروری ہے وہ ہےاسکا تلفظ۔ اس کے بارے کوئی سوال یا تنقید کا مطلب ہے سزآئے موت۔

اور پھر ایک طویل "پلید" چیزوں کی فہرست ہے جن سے پرہیز اہل ایمان کیلئے لازم ہے، جیسا کہ کتا، خنزیر، پیشاب اور کافر(غیرمسلم)۔ اہل ایمان کیلئے لازم ہے کہ ان سے خبردار رہے۔ مومن کو ان ناپاک چیزوں سے ہر دم آگاہ رہنا ضروری ہے اور اگر ان کے بدن کا کئی حصہ بھی ان سے چھو جائے توہر دفعہ اسکا پانی سے دھونا لازمی ہے۔ اگر اہل ایمان عورت ہے تو اس کیلئے ہدایات اور بھی سخت ہیں۔ اس کیلئے لازم ہے کہ وہ نقاب اوڑھے، ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنےجن میں سارا بدن ڈھکا رہے خواہ موسم کتنا ہی گرم کیوں نہ ہو۔ گرمی کے دنوں میں نقاب اوڑھے شاپنگ کرنا کتنا بڑا عذاب ہے۔ اسطرح کی تمام کڑی آزمائشیں مومنوں کے ایمان میں اضافہ کرتی ہیں اور وہ اسلام کو اور بھی سچا مذھب سمجھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ جتنی مصیبتیں جھیلیں گے اتنا ہی اگلے جہان میں انکو زیادہ اجرملے گا۔ عورتوں پر فرض ہے کہ خاندان کے تمام مردوں کی تابعداری کریں اور ہمیشہ فرمابردار اور سعادتمند رہیں۔ ان کی ہر وقت حوصلہ شکنی کی جائے گی ، ان کی بے عزتی ہوتی رہے گی، بات بات پر مار کھائیں گی، زنابالجبر کا نشانہ بنیں گیں اور انکا قتل بھی ہوسکتا ہے

اور انکو سماجی اور قانونی انصاف ملنے کی امید بہت کم ہوتی ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کے لئے بڑا قیمتی ہے، صرف اس لئے کہ اس پر عمل کرنا بڑا کٹھن ہے۔

اس امر محسوس کی نفسیات کو اوشریو نے اسطرح سے بیان کیا ہے: "مثال کے طور پر، ممکنہ ممبر کی پیپلز ٹیمپل میں ابتدائی آمد پر ذرا غور کریں۔ جب ایک شخص داخلے کی غرض سے شدید ابتدائی مشکلات سے ہمکنار ہوتا ہے، وہ مرد یا عورت یہ فیصلہ کرنے میں خود کو تیزدست سمجھتا ہے کہ یہ گروپ ضرور دلچسپی کا حامل ہے، جسکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ تکلیفوں کو برداشت کرنے کی جو کوششیں کرنا ہوتی ہیں ان کو برداشت کرنے کا جواز ڈھونڈتے ہیں۔ اینڈرسن اور ملز نے اس تجربے کی نمائش کی جس میں دو طالب علموں کو ایک گروپ ڈسکشن میں حصہ لینے سے پہلے خاصی حزیمت اٹھانی پڑی تھی انکے خیال میں یہ گفتگو(جو درحقیقت بہت ہی بورنگ تھی) بہت دلچسپی کی حامل تھی بہ نسبت ان طالب علموں کے جن کو اس میں داخلہ آسانی سے یا بغیر کسی مشکل کے مل گیا تھا۔ کچھ حالات میں صرف یہی رجحان ہوتا ہے کہ منزل کی قدروقیمت میں اضافے کا جواز اس امر میں تلاش کیا جاتا ہے کہ اسکو حاصل کرنے میں کتنی دشواریاں ہیں۔ کسی سختی کو برداشت کرنے کیلئے اسکا چناؤ کرنے میں کوئی اس حد تک بھی جاسکتا ہے کہ کسی شخص کا تکلیف یا بے آرامی کی شدت کا اندازہ لگانے کی صلاحیّت ہی متاثر ہو جائے۔ زمباردو اور اس کے رفیق کاروں نے تجربہ کر کے دکھایا کہ جب فاعلوں نے ایک عمل کیلئے خود کو رضاکارانہ طور پر پیش کیا جس میں انکو بجلی کے جھٹکے لگانا مقصود تھا ان میں سے جو یہ سوچ رہے تھے کہ ان کے پاس اس امر کو بیان کرنے کا چوائس زیادہ

ہے انہوں نے کہا کہ انکو ان جھٹکوں سے بہت کم تکلیف ہوئی۔ اس کی اگرمزید تخصیص کی جائے، تو وہ جنکو عدم موافقت کا زیادہ مشاہدہ ہؤا، اوربیرونی ذرائع سے اس تکلیف کو برداشت کرنے کے بیان کیلئے بہت کم جواز ملا، انہوں نےبتایا اس جھٹکے کی شدّت کم تھی۔ بات ان کے جسمانی تاثرات اور زبانی بیان دینے سے بھی آگے نکل گئی، کسی کا م کوسرانجام دینے کی کارکردگی بہت کم متاثر ہوئی، نفسیاتی پیمائش کے اس آلے سے جو جلد پر کیمیائی طریقےسے برقی قوّت پیدا کرتا ہے اس کے نتائج کے مطابق اثرات بہت نچلے درجے کے تھے، ظاہر ہؤا عدم موافقت میں کمی کرنے والا عمل دو طرفہ ہو سکتا ہے: مناسب رہنمائی کے تحت، ایک شخص جو رضاکارانہ طور پرایک شدید قسم کی شروعات کا مشاہدہ کرتا ہے وہ صرف اس کے نتائج کو ہی مثبت انداز میں نہیں لیتا بلکہ اس حاصل کرنے کیلئے زیر استعمال ذرائع کو بھی کو تکلیف دہ محسوس کرتا ہے:" ہم نے بہت لمبی لمبی مجلسوں کو سراہنا شروع کر دیا، کیونکہ ہمیں یہ کہا گیا تھا کہ روحانی ترقی خود کی نفی سے ہی حاصل ہوتی ہے۔" (ملز1979)

اس سے یہ واضع ہو جاتا ہے کہ کیوں مسلمان تکلیفیں برداشت کرکے بھی شکر گذار ہوتے ہیں اور خوشی خوشی ان کو قبول کرتے ہیں اور اسکو ایک عنائت سمجھتے ہیں۔ یہ تمام سختیاں یہ سمجھ کر برداشت کی جاتی ہیں کہ ان کا جو اجر ملنے والا ہے یہ تکالیف اسکے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ جتنی بڑی قربانی ہوگی اتنا ہی اس کا بڑا اجر ملیگا۔ اسطرح کی قربانی کی انتہائی بڑی مثال محرم کے مہینے کے پہلے عاشورے میں نظر آتی ہے جب اہل تشیع اپنے سینوں کو پیٹتے ہیں، اور اپنی پیٹھ پر زنجیر زنی کرتے ہیں، اور یہاں تک کہ ایک بڑے چاقو سے اپنی پیشانی پر کٹ لگاتے ہیں تاکہ خون کے پھوارے

چھوٹیں۔ اسطرح، اپنے ہی خون میں نہلائے ہوئے، ایک جلوس کی شکل میں مارچ کرتے ہوئے ایسا منظر پیش کرتے ہیں جسے دیکھ کر دانتے کا بیان کردہ دوزخ کا نطارہ آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔ نماز پنجگانہ کی ادائیگی کے فرض کے علاوہ، ایک پورا مہینہ تمام دن جب تک سورج کی روشنی رہے بھوکے رہنا اور پانی بھی پینا منع ہوتا ہے، اور اس کے علاوہ بھی اور کڑے مذھبی فریضے، مومنوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی آمدن کا پانچواں حصہ، بطورخمص،(مسجد کے عملے کا معاوضہ) ادا کرے اور اس کے علاوہ اس کو ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ زکواۃ کی شکل میں خیرات وغیرہ بھی ادا کرے۔

محمد نے اپنے پیروکاروں کو ہدایات دیں کہ وہ جہاد کریں اور کافروں کے مال اسباب کولوٹ لیں۔ اس کے پیروکاروں میں سے چند ایک کو شاید یہ برا لگا ہو کیونکہ ابھی تک ان میں تھوڑی بہت انسانیّت باقی تھی۔ کیا لوٹ مار سے حاصل کردہ آمدن پاک ہے؟ ان کو حیرانگی ضرور ہوئی ہوگی ۔ محمد کا اس پر جواب تھا کہ وہ پاک ہو جائیگی اگر وہ اس کا پانچواں حصہ اس کو دے دیں۔ اس نے مندرجہ ذیل آیات اپنے کٹھ پتلی اللہ کے منہ میں ڈال دیں، اس کو یہ حکم دے کر کہ:

ان کے دولت میں سے خیرات حاصل کرو تاکہ وہ پاک ہو جائے اور اس وجہ سے اسکو مقدّس بنا دے۔

جیسے کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، یہودیوں کی نسل کشی اور جلاوطنی کے بعد مدینہ اپنی صنعتی اور پیداواری حیثیت کھو چکا تھا۔ اس کی ساری آمدنی دوسرے عرب قبائل سے لوٹ گسوٹ اور مارا ماری سے حاصل ہوتی تھی۔ مسلمانوں کی مکمل گذر اوقات محمد کے ترتیب دیئے گئےتواتر سے جاری رہنے والے حملوں کے ذریعے ہوتی تھی۔ پیغمبر

نے خمص کا اصول رائج کیا تاکہ غلط طریقے سے حاصل شدہ آمدنی کو پاک کیا جاسکے اور نبی پاک کی تجوری بھری جاسکے اور نئی عورتوں سے اس کا بستر گرم کیا جاسکے۔ اور آج بھی، وہ مسلمان جو باعزت طریقے سے روزگار کماتے ہیں ان پر بھی خمص اور ذکواۃ فرض ہے۔ مومنوں کیلئے ایک مستقل یادہانی ہے کہ وہ " اپنا مال اسباب خدا کی راہ میں خرچ کریں"(قرآن 2:195) اور یہ نصیحتیں کہ" اپنے ایمان کی خاطر جنگ کرو اپنے مال اسباب اور جانوں کے ساتھ"(قرآن8:72)

محمد نے ایک عیش و نشاط سے بھرپور جنت کا وعدہ کیا ہؤا ہے جہاں ہر طرح کی شہوت پرستی کے وافر مواقع موجود ہیں انکے لئے جو اس پر ایمان لائینگے اور جہاد کریں گے۔ آپ کو بس یہی کرنا ہے کہ بغیر کسی چوں چراں کے اس پر ایمان لانا ہے جو کچھ بھی وہ کہے اور پھر اسکے لئے جنت تک کی رسائی پکی اور ہمیشہ کیلئے جنسی آسودگی کی ضمانت۔ بس ایک دفعہ آپ دائرہ اسلام میں یا اس مقصد کیلئے کسی بھی اور فرقے میں داخل ہوجائیں آپ سے یہی مطالبہ کیا جائیگا کہ جتنا بھی ہو سکے آپ اپنی آمدنی اور وقت اس پر صرف کریں۔ کچھ دیر کے بعد ہی اسے پتہ چل جائیگا کہ وہ اس مقام پر آن پہنچا ہے کہ اس سے باہر نکلنا درحقیقت مشکل ہی نہیں بلکہ خطرناک بھی ہے۔ اس احساس کا درد کہ وہ بھوندو بن چکا ہے اسقدر تکلیف دہ ہوتا ہے کہ وہ سوچتا ہے کہ کاش اسکو حقیقت کا علم ہی نہ ہؤا ہوتا۔

اوشریو وضاحت کرتا ہے کہ : " ایک دفعہ آپ شامل ہو گئے، توپیپلز ٹیمپل کے ہر ممبر نے دیکھا کہ پھر بس چل سو چل۔ ہر ہفتے کا آخری دن اور دوسرے دنوں میں بھی مجلسیں اور مذہبی ادائیگیاں۔ ٹیمپل

کے منصوبوں پر کام کرنا، سیاستدانوں اور اخبار والوں کو ضروری خطوط لکھنا اس میں بہت ساروں کا 'فالتو' وقت ضائع ہو جاتا۔ متوقع مالی تعاون 'رضاکارانہ' چندے (ان کا حساب کتاب رکھا جاتا تھا) سے تبدیل ہو کرہر ممبر کی آمدنی کے ایک چوتھائی حصہ مقرر ہونے تک جا پہنچا۔ اور آخر کار ایک ممبر کیلئے یہ ضروری ہو گیا کہ وہ ساری ذاتی جائیداد، اپنی بچت، سوشل سکیوریٹی چیک ، اور اپنی پسند نہ پسند بھی پیپلزٹیمپل کے نام لکھدے۔ مذہبی ادائیگی کیلئے میٹنگ روم میں داخل ہوتے وقت، ممبر میز کے پاس رکتا اور خود کو مجرم قرار دینے کا خط لکھتا یا کورے کاغذ پر دستخط کر دیتا جو کہ چرچ کے حوالے کر دیئے جاتے۔ اگر کوئی اس پر اعتراض کرتا، تو اسکا انکار کا مطلب یہ لیا جاتا کہ اس نے جونز پر 'عدم اعتماد" کا اظہار کیا ہے۔ ہر نئے مطالبے کے دو ردعمل ہو سکتے تھے: عملی اعتبار سے، یہ کسی شخص کو پیپلزٹیمپل کے مکڑی والے جال میں اتنی بری طرح جکڑ لیتا کہ اس کو چھوڑ دینا زیادہ مشکل نظر آتا؛ اور روّیئے کے اعتبار سے یہ اوپر بیان کردہ عمل کے مطابق خود ہی جواز فراہم کرنے کا ارادہ۔ جیسا کہ ملز(1979) بیان کرتا ہے: 'ہمیں ایک تکلیف دہ حقیقت کا سامنا ہے۔ ہماری تمام پونجی لٹ گئی تھی۔ جم نے مطالبہ کیا تھا کہ ہم زندگی کی بیمہ پالیسی بیچ دیں اوراس پر ملنے والی رقم چرچ کے حوالے کر دیں تو اسطرح وہ ہاتھ سے نکل گئی۔ ہماری تمام جائیداد ہم سے لے لی گئی تھی۔ ہمارا بیرون ملک جانے کا مشن ہم سے کھس گیا تھا۔ ہم نے سوچا کہ ہم نے اپنے والدین کو چھوڑ رہے تھے جب ہم نے ان سے یہ کہا کہ ہم ملک چھوڑ رہے ہیں۔ بلکہ ان بچوں کو بھی جن کو ہم نے کیرول اور بل کی پناہ میں چھوڑا تھا وہ کھل کر ہمارے مخالف ہو گئے تھے۔ جم نے یہ سب کچھ اتنی تھوڑی دیر ہی میں مکمل کر

لیا تھا! اب جو کچھ ہمارے پاس بچا تھا وہ بس جم اور اسکا نصب العین ہی تھا۔ تو ہم تو بس اس کے بکسوئے میں پھنس گئے اور اپنی تمام طاقتیں ان دو کے حوالے کر چکے تھے۔"

اوّلین مسلمانوں کے بارے میں بھی یہی کہا جا سکتا ہے۔ جنہوں نے محمد کی پیروی میں مکہ سے مدینہ ہجرت کی تھی ان کے پاس پیچھے جانے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ ان کے پاس نہ کوئی کام اور نہ ہی کوئی گھر تھا۔ محمد نے انصار[مددگار اور مدینہ یے اہل ایمان رہائشی] سے کہا تھا کہ ان کو اپنے پاس پناہ دو اور جو کچھ بھی تمہارے پاس ہے اس کو ان کے ساتھ بانٹو۔ یہ، لا محالہ دونوں کیلئے کوئی آسان زندگی نہیں تھی۔ ہجرت کرکے آنے والوں کی ایک بڑی تعداد مسجد میں بسیرا کرتی تھی۔

یہاں پر انصار کی طرف مہاجر کو اپنی بیوی دے دینے کی نادر کہانی ہے:

> عبدالرحمن بن عوف نے کہا، ہم بطور مہاجر مدینہ داخل ہوئے، اللہ کے رسول نے میرے اور سعد بن ار ربی کو بھائی بھائی بنا دیا۔ سعد بن ار ربی نے مجھ سے کہا، ' میں انصار میں سب سے زیادہ امیر ہوں اور میں تجھ کو اپنی دولت میں سے آدھا دے دیتا ہوں، تم میری دونوں بیویوں کو بھی دیکھ لو، جس کو تم پسند کرو میں اسکو طلاق دے دونگا اور تم عدّت پوری ہونے کے بعد اس سے شادی کر لینا۔' چند دنوں بعد عبدررحمن آیا تو اس کے بدن پر زرد خوشبو کی باقیات تھیں۔ اللہ کے رسول نے اس سے پوچھا آیا اس نے شادی کرلی ہے۔ اس نے ہاں میں جواب دیا۔ پیغمبر نے

کہا، ' تم نے کس سے شادی کی ہے؟' اس نے جواب دیا، ' انصار میں سے ایک عورت سے۔'

مسلمان اس واقعے کواس طرح بیان کرتے ہیں کہ کیسے محمد نے ایمان والوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا تھا، اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں کتنا جوش و خروش تھا کہ وہ اپنی ذاتی پوشیدگی کو بھی خاطر میں نہ لائے اور یہاں تک کہ اپنی شادی کے تقدّس کو بھی۔ ان کی آزادی اور خودمختاری بس ختم ہو گئی تھی۔ کئی موقعوں پر تو انہوں نے اپنی مرضی سے اپنی خودمختاری کو چھوڑا۔ وہ لوگ جن کو اس میں کچھ مسئلہ نظر آ رہاتھا ان میں بات کرنے کی جرآت ہی نہ تھی۔ ہجرت کرکے آنے والے واپس نہ جاسکتے تھے۔ چھوڑ دینا سب سے بڑا جرم خیال کیا جاتا تھا۔ مددگار بات کرنے سے قاصر تھے۔ کوئی بھی ان میں سے مخبر ہو سکتا تھا۔ دوسرے ہی دن انکا قتل ہو سکتا تھا اور پرجوش مومنوں کی کوئی کمی نہیں تھی جو بڑی خوشی سے اسطرح کی گڑ بڑکرنے والے ساتھی مومن کا قتل کرسکتے تھے، جس طرح کہ آجکل ہوتا ہے، بہت سارے مسلمان بڑی خوشی سے کسی کو بھی قتل کر دینگے جو چھوڑ کے جانے کی بات کرے گا۔ وہ جو اس مسئلے پر متوجع ہونگے ان کے پاس اس سے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہو گا کا اسی طرح اٹکے رہیں اور ساتھ گھسٹتے رہیں۔ ایک حدیث میں کچھ اس طرح کا بیان ہے:

ایک اندھے شخص کی ایک خادمہ جو پیغمبر کو گالیاں دیتی تھی اور اس کے رتبے کی تحقیر کرتی تھی۔۔۔ تو اس نے خنجر نکال لیا، اس کے پیٹ پر رکھا، اس کو زور سے دبایا، اور اسے مار دیا۔ ایک بچہ جو اس کی ٹانگوں کے درمیان آگیا تھا وہ بھی خون

میں نہلا گیا تھا۔ اور جب صبح ہوئی، تو پیغمبر کو اس کے بارے میں بتایا گیا۔ اس نے لوگوں کو جمع کر لیا اور اس آدمی کو بلایا کہ وہ بتائے اس نے ایسا خطرناک خون کیوں کیا۔ آدمی کھڑا ہو گیا اور کانپتے کانپتے بتایا: میں اسکا مالک ہوں، وہ تجھے گالی دیتی تھی اور تیرے رتبے کی تحقیر کرتی تھی۔ اس میں سے میرے دو موتیوں جیسے بیٹے تھے اور وہ میری ہمنوا تھی۔ پچھلی رات اس نے تجھے گالی دینا شروع کردی اور تیرے رتبے کی تحقیر کی۔ اس پر میں نے خنجر نکال لیا اور اس کے پیٹ پر رکھ دیا اور اسکو دبایا یہاں تک کہ میں نے اسکو قتل کر دیا۔' اس پر پیغمبر نے کہا: او لوگو گواہ رہنا، اسکے خون کے عوض کوئی جوابی کاروائی ضروری نہیں ہے۔'[364]

ایک شخص دوہرے قتل کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کے دفاع میں اس نے صرف یہ کہا کہ اس نے پیغمبر کی توہین کی تھی اور محمد نے اسے جانے دیا۔

اس طرح کے دہشت والے ماحول میں کیسے کوئی محمد کے ساتھ اختلاف کر سکتا ہے؟ کون جانے اگر کوئی ممکنہ سزا سے بچنے کیلئے جھوٹ بول رہا ہو؟ محمد جو پیغام دینا چاہ رہاتھا وہ صاف ظاہر ہے: اگر کوئی شخص میری توہین کریگا، تو اسے مار دیا جائیگا اور مارنے والے کو کوئی سزا نہیں ملے گی۔ آپ اس کا اندازہ کرسکتے ہیں کہ کتنے ہی لوگوں کو اسی بہانے قتل کے جرم سے خلاصی ملی ہو گی۔ آج بھی، مسلمان ملکوں میں اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو ذاتی رنجشوں کی بھینٹ چڑھا کریہ کہہ دیا جاتا ہے کہ

مرنے والے نے رسول کی توہین کی تھی اور اسی کارن اس کی سزا میں چھوٹ مل جاتی ہے۔

پاکستان پینل کوڈ کا سیکشن نمبر 295-C کہتا ہے: " جو کوئی بھی الفاظ کے ذریعے، تحریر میں یا تقریر میں یا دکھائی دینے والی نمائندگی، یا کوئی بہتان طرازی، اشارے کنائے سے، کسی کے ایما پر، بلواسطہ یا بلا واسطہ طور پرمقدّس پیغمبر کے نام پر گند اچھالے اس کو موت کی سزا دی جائیگی اور جرمانہ بھی کیا جائیگا۔"

محمد اپنی خواہشات کا مطالبہ بنا کسی شرم کے کرتا تھا۔ ایک حدیث کے مطابق اس نے یہ کہا: " تم میں سے کوئی بھی ایمان کامل کی حد کو نہ پہنچے گا جب تک وہ مجھے اپنے باپ، اپنے بچوں اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہیں کریگا۔" وہ توجع اور عزت حاصل کرنے کا اسقدر دیوانہ تھا کہ جب عربوں کا ایک گروہ اس کو ملنے آیا اور انہوں نے اسکو وہ تعظیم نہ دی جو اس کے خیال میں اسکا حق تھا تو اس نے اپنے اللہ کو یہ کہنے پر مجبور کیا:

> **اے اہل ایمان اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ اور جیسے آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہواسطرح ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔**
>
> **جو لوگ پیغمبر خدا کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں خدا نے انکے دل تقوے کے لئے آزما لئے ہیں اور ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔ جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں، اکثر بے عقل ہیں۔(قرآن49:2-4)**

حتمی قربانی کا مطالبہ

زندگی اور موت پراختیار ایک خود پرست کی شہوت انگیزی کا مختتم عنصر ہے۔ زندگی اور موت کا اختیار خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ایک خود پرست زندگی نہیں دے سکتا، اگرچہ وہ لوگوں کوجھوٹ مھوٹ کے معجزوں کی مدد سے صحتیاب ہونے کے ڈرامے رچاتا رہتا ہے، لیکن اگر وہ موت دینے کی وجہ بن سکے، تو وہ اپنے آپ کو خدا سمجھ سکتا ہے۔ ایک خود پرست روحانی پیشواء، اپنے معتقدوں کی طرف سےنہ صرف حتمی قربانی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے بلکہ ان کی بھی جو اس کی عیب جوئی کرتے ہیں۔

اوشریو کہتا ہے: "آخرکار، جم جونز اور نصب العین اپنے ممبران سے تقاضہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی زندگیاں قربان کر دیں۔"

روحانی پیشواؤں کو بندگی کروانے سےاسقدر والہانہ لگاؤ ہوتا ہے کہ وہ اپنے عقیدتمندوں سے یہ تقاضا کرتے ہیں کہ وہ اپنی وفاداری کے ثبوت میں اپنا سب کچھ قربان کردیں حتی کہ اپنی جان بھی۔ نصب العین انکا بڑا عذر ہے۔ قرآن میں شہدا کیلئے اجر عظیم کے وعدے ہیں اور مسلمانوں کی اس جانب حوصلہ افزائی کی ہے کہ وہ محمد کے نصب العین کیلئے اپنی جانیں قربان کر دیں۔

جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ان کو مردہ ہر گزمت سمجھو، بالکل نہیں، وہ زندہ ہیں، ان کو روزی رب کی طرف سے ملتی ہے۔ وہ اپنے اللہ کی طرف سے دیئے گئے انعامات سے مسرور ہیں... ان کی بڑی عظمت یہ ہے کہ ان پر کوئی خوف نہیں ہے اور نہ ہی انکو کوئی ملال ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے شان اور عنائیات میں

مسرور ہیں اور درحقیقت اللہ اپنے بندوں کے اجروثواب کو ضائع نہیں کرتا(آخرکار)

شہدا کوجو اجرثواب ملیگا اس کا ذکر چند احادیث میں بھی ہے:

پیغمبر نے کہا، " جنت میں ایک سو باغ ہیں جو اللہ نے اپنی راہ میں لڑنے والوں کیلئے مخصوص کئے ہوئے ہیں۔"

پیغمبر نے کہا، " کوئی شخص بھی جنت میں داخل ہو جانے کے بعد واپس دنیا میں نہیں جانا چاہے گا بیشک اسکو وہاں ہر نعمت ملے، مگر اس مجاہد کے جو دنیا میں اس لئے جانا چاہتا ہوکہ وہاں وہ دس دفعہ شہادت پائے اسلئے کہ جو رتبہ یہاں پر اسےملا ہؤا ہے(اللہ کی طرف سے)

ہمارے پیغمبر نے ہمیں بتایا ہؤا ہے اپنے آقا کے اس پیغام کے بارے میں جس میں اس نے کہا ہے' تم میں سے جو کوئی بھی اللہ کی راہ میں جان دیکر شہادت پائیگا وہ سیدھا جنت میں جائے گا' عمر نے پیغمبر سے پوچھا،' کیا یہ درست نہیں کہ جو ہمارے لوگ مارے جاتے ہیں وہ جنت میں جائیں گے اور انکے(یعنی کفار کے) وہ دوزخ کی آگ میں جلیں گے؟' پیغمبر نے کہا، 'ہاں۔'

اوشریو اس بات پر حیران ہے: " کیا چیز ہے جو خود کواور اپنے بچوں کو بھی ہلاک کر سکتی ہے؟ ایک غیر متعصبانہ تناظر میں دیکھا جائے تو یہ منظر ناقابل یقین لگتا ہے۔ در حقیقت، پہلی نظر میں، اسی

طرح ان لوگوں کے بارے میں یہ گمان کہ وہ اپنا اتنا زیادہ وقت کیسے وقف کرتے ہیں، اپنی ساری دولت لٹا دیتے ہیں، اوراپنے بچوں کا کنٹرول بھی پیپلز ٹیمپل کے حوالے کر دیتے ہیں۔ جونز نے فائدہ اٹھایا عقل کے استعمال کرنے کے اس عمل کا جس کے ذریعے لوگ اپنی وابستگیوں کا جواز تلاش کرتے ہیں اور اپنی منزل کی وقعت کا اندازہ بلندی کی طرف کرتے ہیں اور اس پر اٹھنے والی قیمت کو کم سے کم سمجھ رہے ہوتے ہیں۔"

جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ محمد نے بھی اسکا بڑی مہارت سے فائدہ اٹھایا۔اس نے اپنے پیروکاروں کو اس بات پر قائل کرلیا تھا کہ اس کا مقصد سب سے اہم ہے اور ان کی تخلیق کا مقصد اس اللہ پر ایمان لانا اور اسی کی ہی عبادت کرنا ہے جو صرف اس کے ذریعے ہی اپنے بندوں سے مخاطب ہے۔" *میں نے صرف جنوں اور انسانوں کو تخلیق کیا اس لئے کہ وہ میری بندگی کریں۔*" (قرآن 51:56) ایک حدیث قدسی (جس کے بارے میں ماننا ہے کہ یہ بالکل سچ ہے)کے مطابق مقصد حیات یہ ہے کہ اللہ کو جانا جائےاور اسی کی عبادت کی جائےاور ایسا صرف پیغمبر محمد کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ اس نے ان کیلئے اجر عظیم کے وعدے کئے ہیں جو اپنا سب کچھ اس پر قربان کردیں اور انکو ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب کا ڈراوا دیا جو اس کے اس دعوے پر جس کا اصلی وجود ابھی قائم ہی نہیں ہؤا شک کا اظہار کریں۔ اس طرح کی ذہنی کیفیّت میں اس کے، کہر زدہ ذہن والے پیروکار اس کے لئے سب کچھ چھوڑ دینے پر تیار ہوگئے۔ وہ جنگ کرنے پر تیار تھے یہاں تک کہ اپنے باپوں اور بھائیوں کے خلاف بھی، مار دو یا مر جاؤ۔ دوسرے فرقے کے پیروکاروں کی طرح، مسلمان بھی ایسے سب جرائم کو عقلی اعتبار سے درست اور جائز سمجھتے ہیں، بشمول بیگناہ بچوں

کا قتل ، جیسے بسلان کے شہریوں پر بم دھماکے اور ہزاروں کا قتل عام۔ انہوں نے اپنے اس مقصد کو اتنا اونچا مقام دیا ہؤا کہ باقی ہر چیز اس کے سامنے ہیچ ہے۔اسلام کا بس ایک ہی مقصد ہے وہ ہے ہر قیمت پر غلبہ حاصل کرنا اور جائز ناجائز ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

سابقہ سائینٹالوجسٹ، ایمی سکوبی نے مائیک ہیسّ کو دیئے گئے انٹرویو جوPopeater.com میں پوسٹ کیا گیا اس میں اس معاملے کی وضاحت کی ،اس نے لکھا "سائینٹالوجی کے بارے میں خطرناک بات یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہی ہیں جو پوری انسانیّت کو "نجات" دلوا سکتے ہیں، اس لئے انکا ماننا ہے کہ انہیں سب کچھ کرنے کا حق ہے خواہ وہ قانون شکنی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ "سب سے بڑی اچھائی" کا کام ہے۔ اور وہ اپنے مشن کو آگے بڑھاتے ہیں تاکہ ہرکسی کی آخرت کو محفوظ بنا سکیں۔ اگر کوئی ان پر تنقید کرے تو اسکو ختم کردو، قومی ٹی وی پر جھوٹ بولو، عدم تعاون کی صورت میں سٹاف ممبرز کی پٹائی کردو، لوگوں کو بلیک میل کرنا اور انکو انکے خاندانوں سے جدا کرکے اپنی لائن پر لگا لینا، لوگوں کی ذاتی زندگی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا تا کہ انہیں دوسروں کی نظر میں گندا کیا جاسکے۔ اپنے بارے میں اس طرح کی شہادتوں کو گول کر دینا جس سے انکو نقصان کیا خدشہ ہو اور اسی طرح کی بہت ساری حرکات۔ انکی دیوانگی کا یہ عالم ہے کہ بس وہی ہیں جو ذریعہ نجات ہیں اور اس مقصد کے حصول کیلئے کسی بھی قسم کے ذرائع کا استعمال انکیلئے جائز ہے۔"

ایمان والوں پر حاوی ہونا

ایک شائستہ مسلمان کا دہشت گرد بننے کا ارتقاء اکثر بتدریج عمل میں آتا ہے اور سمجھ سے باہر ہوتا ہے۔ نو مسلم البتہ تمام ہی شائستہ ہوتے ہیں۔ پہلے تو انہیں "اسلام کی خوبیوں" کے بارے میں ہی پڑھایا جاتا ہے۔ ان کو بتایا جاتا ہے کہ اسلام بہت آسان مذہب ہے، امن کا مذہب، مساوات اور ایک خدا کی عبادت۔ ان کی رہنمائی اس طرف کی جاتی ہے کہ اسلام دوسرے مذاہب کو بھی مانتا ہے، خاص طور پر یہودیت اور عیسائیت جوکہ اللہ کی وحدانیّت پر یقین کرتے ہیں، اور وہ صرف ان مذاہب کے ماننے والوں سے اتفاق نہیں کرتے کیونکہ انہوں نے ان میں اپنی مرضی کی تبدیلیاں کر لی ہیں۔ پھر انکی رہنمائی اس طرف کی جاتی ہے کہ وہ اس پر ایمان لے آئیں کہ اسلام ہی صرف وہ مذہب ہے جو آلودگی سے پاک ہے۔ اس لئے صرف یہی ایک مذہب ہے جو اللہ کو قبول ہے۔ جو اسلام پر ایمان نہیں رکھتے وہ سچائی کا انکار (خدا کا انکار) کرتے ہیں وہ واجب السزا گنہگار ہیں۔ رفتہ رفتہ آخر میں انکو یہ بتایا جاتا ہے قرآن کے عیسی اور موسی ایسے نہیں ہیں جیسے بائبل کے جیسز اور موسز۔ نو مسلم، بتدریج یہ سوچنا شروع کر دیتے ہیں کہ دوسرے مذاہب کے لوگ اللہ کے دشمن ہیں اور وہ کھل کر ان سے نفرت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر انکو یہ بتایا جاتا ہے صرف مسلمان ہی مسلمان کا بھائی ہے اور ان کے علاوہ ہر کوئی اس چیز کے پیچھے پڑا ہؤا ہےکہ "ان کونمٹو "۔

جتنی بھی آپکی برین واشنگ ہوتی جائیگی، رفتہ رفتہ آپ ستم زدہ ہونے کی حس کے شکار ہو جائیں گے ۔ آپ اپنی شناخت کھو بیٹھیں گے۔ آپ ایک بے ڈھنگی امّہ کا ایک گمنام حصہ بن جائینگے، 'اللہ کا ایک غلام---' آپ دنیا کومختلف رنگ میں دیکھنے لگیں گے۔ اس امر کا احساس کہ "ہم" بمقابلہ "وہ" دن بدن مظبوط ہوتا جائیگا۔ "وہ" برے لوگ

ہیں، گمراہ اوراللہ کے دشمن۔ وہ ظالم اور غلط کار ہیں۔ ہر کوئی جو مسلمان نہیں ہے، خاص طور پر آپ والا اسلام، وہ "وہ" کا حصہ ہیں۔ "ہم" ظلم کا شکار ہیں، جن سے غلط سلوک ہو رہا ہے اور ستم رسیدہ ہیں۔ "ہم" وہ ہیں جو سچے مسلمان ہیں اور اللہ کی رضا پر چلتے ہیں اور اسکا کام کرتے ہیں۔ پھر آپ اس پر یقین کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ آپ کا عقیدہ سچا ہے اور مذہب بھی جو آپ سے تقاضا کرتا ہے کہ جنگ کرو، اور ان دشمنوں کو مار دو جو تم پر ظلم کرتے ہیں اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔ اور آپ کو بتایا جاتا ہے کہ آپ فتحیاب ہونگے اور وہ آپکو لاابدی خوشیوں سے نوازے گا۔

ایک "شائستہ مسلمان" ایک انتہا پسند بن سکتا ہے اور ایک ہی رات میں دہشتگرد بھی۔ جتنی دیر تک مسلمان اسلام پر اپنا عقیدہ برقرار رکھیں گے، اس وقت تک ان میں سے ہر کسی میں دہشتگرد ہونے کے امکانات موجود رہیں گے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اللہ کے نام پر غیرمسلموں کوقتل کردیں۔ یہ مقدّس فریضہ اسلام کا خاصہ ہے۔ دراصل، اللہ کہتا ہے کہ وہ مجاہدین کے ساتھ ہر چیز سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔ یہ مسلمانوں میں سب سے بہتر ہیں۔ ان کو جنت میں سب سے شیریں اور محبت بھری ہمیشگی ملے گی۔ "شائستہ مسلمان" منافق ہیں اور انکا ایمان کمزور ہے۔ تمام فرقوں میں بتدریج تعلیمی ترغیب رائج طریقہ کار ہے جس کے اندر کا سچ اور حقیقی ایجنڈا اس میں مخفی ہے جو دھیرے دھیرے اہل ایمان کو بچوں کی طرح پلایا جاتا ہے ۔ فرقوں کے سخت دل ممبران باہر کی دنیا کیلئے کچھ اور اور اندر والوں کیلئے کچھ اور۔

اوشریو لکھتا ہے: "بڑی حد تک اسی طرح جیسے کہ اس نے اپنے مطالبات بڑھائے، جونز نے اپنے ممبران کے سامنے 'آخری رسم' کے نظریئے کا منظر ترتیب دیا۔ اس پر عمل کروانے کی غرض سے اس نے اس بیرم کا استعمال کیا جو اسے ممبران کےگذشتہ ذمہ داریوں کے نبھانے کے تجربے سے معلوم ہؤا تھا۔ سیلز کے شعبہ اور سوشل سائیکالوجسٹوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ 'دروازے کے اندر پہلا قدم' رکھنے کی مثل کسی مرد یا عورت سے شائشستگی سے کہے گئے کسی چھوٹے سے کام کے نکلوانے کے بعد کسی بڑے کام کے نکلوانے کے امکانات زیادہ ہو جاتے ہیں۔ ابتدائی کام نپٹا لینے کے بعد جو چیز شروع شروع میں نامناسب لگ رہی ہوتی ہے وہ مقابلاً کم مشکل لگتی ہے اور ایک شخص خواہ عورت یا مرد بڑے کام درخواست کے ساتھ بھی ہم آہنگی کے روّیے کا مظاہرہ کرتے نظر آتے ہیں۔"

اوشریو اس کے بعد اس کی وضاحت کرتا ہے کہ کس طرح جونز نے اپنے پیروکاروں کو دھیرے دھیرے اجتماعی خود کشی پر راضی کیا۔ "اس نے اپنے ممبرز کے اس اعتقاد کو کہ موت کے خلاف لڑنا اور اس سے خوف کھانا چاہئیے کو ضعف پہنچایا اور ان سے 'جھوٹ مھوٹ' کی خود کشی کی مشقیں کروائیں۔ یہ ان کے ایمان کا امتحان ٹھریں، ممبران کی اس رضامندی کا کہ وہ موت کے راستے پر جونز کی پیروی کریں گے۔ جونز اپنے لوگوں سے پوچھا کرتا تھا کہ آیا وہ مرنے کیلئے تیار ہیں اور ایک موقع پر ممبران نے ووٹنگ کے ذریعے اپنی قسمت کا 'فیصلہ' کرنا تھا کہ وہ اس کی خواہشات کو تسلیم کریں گے۔ ایک سابقہ ممبر نے تذکرہ کیا کہ ایک دفعہ، کچھ تامل کے بعد جونز مسکرایا اور اس نے کہا، ' ہاں یہ ایک اچھا سبق تھا۔ میں دیکھ

رہا ہوں کہ تم ابھی مرے نہیں ہو۔' اس نے اس طرح کیا کہ ہمیں ایسا لگے جیسے کہ 30 منٹ ہم نے بہت گہری اور دروں بیں سوچ میں گذارے۔ ہم نے محسوس کیا کہ ہم نے بڑی شدت سے اپنے آپ کو اس کیلئے وقف کردیا ہے اور ہمیں اس پر بڑا فخر محسوس ہؤا۔ جونز نے ہمیں سکھایا تھا کہ یہ ہمارا اختیار ہے کہ ہم اس کی خاطر جان دے دیں جس پر ہمارا یقین ہے اور یہ کلی طور پر وہی ہے جو میں کررہاتھا۔"

محمد نے خودکشی کی وکالت نہیں کی۔ بلکہ اس نے شہادت کو بہت سراہا۔ اللہ کا پیعمبر جونز کی بہ نسبت زیادہ کاروباری تھا۔ خود کشی اس کے واسطے غیر سودمند تھی۔ اس کی ضرورت تھی کہ اس کے پیروکار زندہ رہیں تاکہ وہ اس کیلئے جنگیں لڑ سکیں، اس کیلئے مال غنیمت اکٹھا کریں اور دنیا فتح کریں۔ اس نے شہادت کے مرتبے کو تعظیم دی اور میدان جنگ میں موت کو۔ محمد کے اس کاروباری پن کو داد ملنی چاہئیے، وہ اسلئےکہ جونز اور دیگر روحانی پیشواؤں نے اپنے پیروکاروں کے ہمراہ خود کشی کرکے تو اپنی جان دے دی مگر محمد نے شاذونادر ہی کبھی جنگ میں عملی حصہ لیا۔

جیسا کہ کسی بھی ذی شعور شخص کو یہ نظر آرہا ہوتا ہے کہ اللہ کے نام پر بیگناہ لوگوں کا خون بہانا ایک مجنونانہ فعل ہے، کسی بھی مسلمان کو، حتی کہ ایک "شائستہ" مسلمان کو بھی یہ بات سمجھ میں آرہی ہوتی ہے۔ جہاد اسلام کا بنیادی ستون ہے اور جو مسلمان اس سے انکار کرے وہ مسلمان کہلانے کا حقدار نہیں۔ اسی لئے یہ " شائستہ مسلمان" والی اصطلاح خود ہی اپنے غلط ہونے کا ثبوت ہے۔ کسی بھی مرد یا عورت کو شائستہ نہیں کہا جا سکتا جب تک اس کا اس بات پر

یقین نہ ہو کہ غیر مسلموں کا قتل واجب ہے۔ ایک دہشتگرد مسلمان اور ایک نام نہاد شائستہ مسلمان میں فرق یہ ہے کہ اوّل الذکر چاہتا ہے کہ جہاد ابھی شروع کردیا جائے جبکہ دوسرا اس انتظار میں ہے کہ طاقتور ہو جانے کے بعد ایسا کیا جائے۔ اصولی طور پر کسی بھی مسلمان کونظریہ جہاد سے انکار نہیں۔

کیسے ایک ارب لوگ، جو بصورت دیگر ذی شعور ہیں، اس پاگل پن پر یقین رکھتے؟ اس کا جواب بھی جیمز ٹاؤن میں ڈھونڈا جا سکتا ہے۔

اوشریو لکھتا ہے: "جب چرچ جیمز ٹاؤن منتقل ہو گیا، تو 'سفید راتیں' جو خود کشی کی مشقوں کا دوسرا نام تھا، زیادہ تواتر سے ہونے لگیں۔ ایک ایسی مشق جوبظاہر ایک پاگل پن تھا ایک معمول بن گیا، اس کا وقوع پذیر ہونا پیپلز ٹیمپل میں حصہ لینے والوں کیلئے ایک جائز عمل تھا۔"

پیپلز ٹیمپل کے ممبران بالکل نارمل لوگ تھے۔ وہ ذہنی طور پر معذور یا پاگل نہیں تھے۔ تاہم، چونکہ انہوں نے اپنی عقل کو ایک پاگل شخص کے حوالے کر رکھا تھا، وہ اندھا دھند اس کی تقلید کررہے تھے حتی کہ اس کے پاگل پن میں بھی۔

اوشریو لکھتا ہے: " قاری شاید یہ سوال کرے کہ آیا یہ[جعلی مشقیں] اس حقیقت کا سبب بن سکتیں ہیں کہ اصلی خود کشی بھی محض ایسی ہی ایک مشق ہوگی، لیکن بہت سے شواہد پائے جاتے تھے کہ آخری موقع پر یہ زہر حقیقت میں مہلک ہو گا۔ رائن کا وہاں آنا عین مناسب ہوتا، وہاں کئی نئے مخالف الرآئے تھے جو پناہ کی تلاش میں تھے، وہ باورچی جو پہلے کھانا بنانے میں مصروفیت کی وجہ سے ان مشقوں کا حصہ نہیں تھے انکو بھی شامل کرلیا گیا، جونز کا غصہ متواتر

بڑھتا جارہا تھا، اور مایوسی بھی، کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیا کرنے والا ہے، ہر کوئی دیکھ سکتا تھا کہ پہلے بچے مریں گے۔ ممبران کو اندھیرے میں رکھا گیا تھا، لیکن وہ اس سے بے خبر نہیں تھے کہ اس دفعہ یہ رسم حقیقی ہو گی۔"

اوشریو وضاحت کرتا ہے کہ اس طرح کے حالات میں لوگوں کا رجحان ہوتا ہے کہ وہ اپنے اعمال کو جائز قرار دیں، بشمول ان پر تشدّد کاروائیوں کے جو انہوں نے اپنے لیڈر کے احکامات کی تعمیل کی غرض سے کئے ہوں۔ " خود انصافی کے تاثر کی ایک ڈرامائی مثال،" وہ کہتا ہے، " اس امر سے تعلق رکھتی ہے جو پیپلز ٹیمپل کے لوگوں کو دی جانے والی سزاؤں کی شکل میں نمودار ہوئیں۔ جیسے کہ پہلے واضع کیا جا چکا ہے، اس چیز کا خوف کہ انہیں مار پڑے گی یا انکو بے عزت کیا جائے گا، ممبران کو مجبور کررہاتھا کہ وہ جونز کا حکم مانیں۔ ایک شخص اس وقت تک تابعداری میں رہے گا جب تک کہ وہ اس خوف کی حالت میں رہے گا کہ مسلسل اس کی نگرانی ہو رہی ہے۔ کسی شخص کے وطیرے کو متاثر کرنے کیلئے، اگرچہ، ایک خفیف سے دھمکی زیادہ سخت دھمکی سے نسبتاً زیادہ کارآمد ہوتی ہے اور اسکا اثر اس سے کہیں زیادہ دیرپا ہوتا ہے۔ ایک خفیف سی دھمکی کے زیر اثر، ایک شخص کیلئے یہ زیادہ مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ اس کو رّد کرنے کیلئے کوئی اور بیرونی دباؤ قبول کرے اور اپنے اعمال کے بارے میں خود انصافی کے روّیئے میں تبدیلی لائے۔ شدید دھمکیاں اطاعت کے استخراج کا سببّ تو ہوتی ہیں، لیکن چونکہ ان آمد بیرونی ذرائع سے ہوتی ہے اس لئے کسی شخص کو اپنے اندر سے اطاعت پر مجبور کرنے میں ناکام رہتی ہیں۔ انتہائی مختلف قسم کی حرکات وقوع پذیر ہوتی ہیں جب یہ واضع نہیں ہوتا کہ کسی شخص پرکوئی کام

ٹھونسا جارہا ہو۔ جب ایک فرد یہ محسوس کرتا ہے کہ اس نے کسی کو مجروع کرنے کے عمل میں ایک کارگر کردار انجام دیا ہے، یہاں پراس طرح کے ظلم پر مبنی کام کو جواز فراہم کرنے کیلئے اس کو عقلی اعتبار سے درست ثابت کرنے کیلئے ایک قسم کی تحریک پیدا ہوتی ہے جو یہ کہتی ہے کہ یہ بہت ضروری تھا یا ستم زدہ کی تذلیل ضروری تھی اور اسطرح کی سوچ کہ وہ اس سزا کا حقدار تھا۔"

یہ نقطہ بہت اہم ہے۔ جیمز ٹاؤن میں اہل ایمان اپنے مخالف الرآئے، اچھل اچھل کر نقص بینی کرنے والے ساتھیوں، خاص کر اپنے افراد خانہ کی کھل کرمذمّت کرتے ہیں اور انکو سزا بھی دیتے ہیں۔ نارمل انسانوں کے لئے ظالمانہ افعال چوٹ پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ اپنے خود کے ضمیر کی درد کی ٹیسوں کو ختم کرنے کی غرض سے وہ اس خیال کے پیش نظر کہ دوسرے سزا کے مستحق ہیں وہ ان کے ساتھ ظلم اور انکی تذلیل کرنےکوعقلی اعتبار سے درست سمجھتے ہیں۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ غیرمسلموں کے خلاف جنگ کریں حتی کہ اپنے غیرمسلم والدین اور دیگر خونی رشتوں کے خلاف بھی۔ تشدد اور ظلم وستم کی یہ کاروائیاں جائز اور عقلی اعتبار سے درست سمجھی جاتی ہیں۔ اہل ایمان کو یہ سکھلایا جاتا ہے کہ غیرمسلموں کےساتھ ترش روی اور عدم برداشت رضائے الٰہی کے عین مطابق ہے، اور اسلام کے مقدّس قوانین سے ہم آہنگ اور یہی نہیں کہ وہ قابل قبول ہیں بلکہ لائق تحسین بھی ہیں۔ جب مسلمانوں نے بیگناہ نہتھے لوگوں پر حملے کئے اور انکا قتل عام کیا، محمد نے یہ کہتے ہوئے انکو یقین دہانی کروائی، " تم نے انکو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انکو قتل کیا اور جب تم انکی گردنیں اڑا رہے تھے وہ تم نہیں تھے، وہ اللہ تھا جو انکی گردنیں اڑا رہاتھا۔۔۔۔۔ " (قرآن 8:17)

بی بی سی کے نمائندے، جیمز رائینولڈز نے حصّم ابدو نامی15 سالہ، نیم پاگل خودکش بمبارجوکہ اسرائیلی چیک پوسٹ پر پکڑا گیا تھا اس کا انٹرویوکیا۔ اس سے یہ پوچھا گیا: " جب تم یہ بیلٹ باندھ رہے تھے تو کیا حقیقت میں تمہیں یہ علم تھا کہ تم لوگوں کو قتل کرنے جارہے ہو، اور تم ایک بڑی مصیبت پیدا کرنے جارہے ہو والدین کیلئے، اور یہ کہ تم قتل عام کرنے جا رہے ہو؟ کیا تمہیں حقیقت میں اسکا علم ہے؟" حصّم نے جواب دیا:

' ہاں۔ بالکل ایسے ہی جیسے وہ آئے اور انہوں نے ہمارے والدین کو تکلیفیں پہنچائیں، اب انکو بھی مزا چکھنا چاہئے۔ جو ہمارے ساتھ بیت رہی ہے ۔ انکو بھی اسکا احساس ہونا چاہئے۔'

' کیا تم مرنے سے خوفزدہ تھے؟' اس سے یہ پوچھا گیا۔

اس کا جواب بالکل وہی تھا جو جونز کے پیروکاروں نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں دیا تھا۔

' نہیں میں موت سے خوفزدہ نہیں۔'

'کیوں نہیں'

' کسی نے بھی ہمیشہ زندہ نہیں رہنا، ہم سب کو ایک دن مرنا ہے'

محمد کی کہاوتوں میں ایک ہیرا بھی ہے:

ایک ذہین آدمی وہ ہے جو ہر وقت موت کی تیاری کے بارے میں سوچتا رہے۔

مکہ کےایک نوجوان مسلمان، ابو حضیفہ کے بارے میں ایک کہانی ہے جس نے جنگ بدر میں شرکت کی جبکہ اسکا والد اس کے مدّ مقابل قریش کی صفوں میں شریک تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب محمد نے اپنے پیروکاروں سے کہا کہ وہ عباس پر ہاتھ نہ اٹھائیں، جو اس کا چچا تھا، اور قریش کی جانب سے جنگ میں شریک تھا، حضیفہ نے اپنی آواز بلند کی اور کہا،" کیا؟ ہمیں اپنے والد، بھائیوں اور چچاؤں وغیرہ کو تو قتل کرنا ہے مگر عباس کو نہیں؟ نہیں، سچ مچ، اگر وہ میرے سامنے آگیا تو میں ضرور اسکو قتل کر دونگا۔" اس گستاخانہ فقرہ سننے کے بعد عمر نے اپنے مخصوص پاگل پن کے انداز میں اظہار وفاداری کے اشارے کے طور پر میان سے تلوار نکالی اور محمد کی طرف اس غرض سےدیکھا کہ اگر حکم ہو تو اس ناہنجار کی گردن فی الفور تن سے جدا کر دی جائے۔

اس ڈراوے کا فوری اثر ہؤا۔ ابو حضیفہ کے روّیئے میں فوری تبدیلی رونماء ہوئی، اور ہم نے جنگ کے بعد اسے دیکھا، وہ مکمل طور پر زیر ہو چکا تھا اور ایک مختلف شخص تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کا والد بیدردی سے قتل ہو چکا ہے اوراس کے ہمراہ لڑنے والوں کی لاشوں کو بغیر کفن کے گھسیٹ کر کوئیں میں دھکیلا جارہا ہے، وہ جذبات سے مغلوب ہو کر رونا شروع ہو گیا۔ "کیا ہؤا؟" محمد نے پوچھا،" کیا تجھے اپنے والد کی موت کا غم ہے؟" " ایسا نہیں ہے، اے اللہ کے رسول!" حضیفہ نے جواب دیا، " مجھے اپنے والد کے بارے میں تقدیر کے فیصلے پر کوئی گلا نہیں، مگرمیں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ بہت عقلمند اور فراخدل تھا، اور مجھے اپنے خدا پر بھروسہ تھا کہ وہ ایمان کے راستے پر اس کی ہدائیت کریگا۔ اور اب جب میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ مارا جا چکا ہے، میری امیدیں خاک میں مل چکی ہیں!

---- یہ صرف میرے لئے ہی ہے کہ میں اس کا غم کروں۔" اب کی مرتبہ محمد اس کے جواب پر خوش تھا، ابو حضیفہ کو تھپکی دی، دعائیں دیں ، اور کہا،" یہ بہت خوب ہے۔"

حضیفہ کی طرف سے محمد کے الفاظ کی بے حرمتی کی وجہ سے اس کی ناراضگی اور عمر کے مستعد ردّعمل کے طور پر اسکا فوری قتل، اتنے طاقتور محرک تھے کہ حضیفہ نے بڑی سرعت کے ساتھ اپنا وطیرہ تبدیل کر لیا اور ایک ہی دن کے بعد اپنے والد کے قتل کی شکل میں "انصاف" بھی دیکھ لیا۔ جب حضیفہ اپنا والد کھو بیٹھا، جس کی موت پیچھے وہ خود بھی اس کے قاتلوں کے ساتھ شازش میں شریک تھا، اب اس کیلئے واپسی کا کوئی راستہ نہ تھا۔ اس کو اسکا جواز تلاش کرنا تھا جو کچھ اس نے کیا تھا اور اپنے والد کے قتل کو عقلی اعتبار سے درست قرار دینا تھا۔ دوبارہ ہوش میں آنا اور اپنے مجرم ضمیر کا سامنا کرنا ایک انتہائی تکلیف دہ نفس کشی ہوتی۔ اس کو اپنے انتخاب کردہ راستے پر ہی چلتے رہنا تھا اور اپنے آپ کو قائل کرناتھا کہ اسلام ایک سچا مذہب ہے یا اس کے برعکس تمام عمر کی ندامت۔

روحانی پیشواء اپنے پیروکاروں کے دماغوں کو کنٹرول کرنے کی غیر معمولی اہلیّت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ہٹلر نے کہا، عوام بہت بڑے جھوٹ کو زیادہ آسانی سے مان لیتے ہیں، اور ذہنی طور پر پاگل روحانی پیشواء بڑے بڑے جھوٹ بولنے کے ماسٹر ہوتے ہیں۔

عبداللہ ان کعب بن مالک کی بیان کردہ کہانی سے پتہ چلتا ہے کہ محمد کا اپنے ماننے والوں پر کسقدر نفسیاتی اور سماجی کنٹرول تھا۔ ابن کعب کا کہنا ہے کہ وہ بہت ہی پارسا قسم کا دیندار تھا اور ہر جنگ میں محمد کے ہمرکاب رہا اور اس کام کے طفیل وہ ایک امیر آدمی بھی بن

گیا۔ اور جب محمد نے اپنے پیروکاروں کو جنگ تبوک کی تیاری کیلئے کہا، یہ شدید گرمی کا موسم تھا، پھل بھی پکے ہوئے تھے، اس نے لیت ولعل سے کام لیا اور گھر ہی میں رہا۔ مہم سے واپسی پر، محمد نے ان کو بلا لیا جو ساتھ نہیں گئے تھے اور ان سے وجہ پوچھی۔ کئیوں کے پاس معقول وجہہ تھی، انکو تو کچھ پس و پیش کے بعد معاف کردیا گیا مگر ابن کعب اور دوسرے دو بڑے پکے مسلمانوں نے معاف کئیے جانے کی غرض سے کوئی بہانے نہیں بنائے۔ ابن کعب اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے:

'درحقیقت، اللہ کی قسم، میرے پاس کوئی بہانہ نہیں تھا۔ اللہ کی قسم، میں کبھی بھی اتنا طاقتور اور صاحب ثروت نہیں رہا جتنا کہ تمہارے ساتھ رہ کر ہؤا۔' پھر اللہ کے نبی نے کہا، ' جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے، اس نے یقیناً درست کہا ہے۔ اسلئیے اس وقت کا انتظار کرو جب تک اللہ اس معاملے میں کوئی فیصلہ نہ کردے۔' اللہ کے نبی نے تمام مسلمانوں کو غزوہ میں پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہم تینوں کے ساتھ بات کرنے سے منع کردیا۔ پھر ہم باقی لوگوں سے کٹ گئے اور انہوں نے بھی ہمارے ساتھ اپنا وطیرہ تبدیل کر لیا یہاں تک کہ زمین کا وہ خطہ جہاں ہم رہتے تھے بالکل دیار غیر بن گیا۔ ہم پچاس راتوں تک اسی حالت میں رہے، جہاں تک میرے دوسرے دو ساتھیوں کا تعلق ہے، وہ اپنے گھروں میں ہی رہے اور مسلسل روتے رہے، لیکن میں ان سب میں جوان اور تنومند تھا، اس لئے باہر چلا جاتا اور باقی مسلمانوں کے ساتھ نمازمیں شریک ہوتا اور بازاروں میں گھومتا پھرتا، لیکن کوئی بھی مجھ سے بات نہ کرتا تھا، اور میں اللہ کے رسول کے پاس آ جاتا اور اسکو سلام کیا

کرتا جب وہ ادائیگی نماز کے بعد لوگوں کے درمیان ہوتا، اور میرا نہیں خیال کہ پیغمبر نے میرے سلام کے جواب میں اپنے لبوں کو ہلکی سے جنمبش بھی دی ہو۔ پھر میں اپنی نمازیں اس کے قریب ہو کر ادا کرتا اور چوری سے اس کی طرف دیکھتا۔ جب میں اپنی نماز میں مصروف ہوتا، وہ اپنا منہ میری طرف کرتا اور جب میں اپنا منہ اس کی طرف کرتا وہ اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیتا۔ جب لوگوں کا کہ یہ تلخ روّیہ طوالت پکڑ گیا تو میں اپنے کزن ابو قطادہ جو مجھے بہت عزیز تھا اس کے باغ کی دیوار کے ساتھ سے گذرا اور اسے سلام پیش کیا۔ واللہ، اس نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا ،' او ابو قطادہ، کیا تم جانتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے بڑی محبت رکھتا ہوں؟' وہ خاموش رہا، میں نے اسے اللہ کا واسطہ دیتے ہوئےدوبارہ پوچھا، لیکن وہ خاموش ہی رہا۔ میں نے پھر اس کو اللہ کا واسطہ دیکر دوبارہ پوچھا۔ اس نے کہا، ' اللہ اور اللہ کا رسول بہتر جانتے ہیں۔' اس پر میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور میں دیوار پھاند کر واپس آگیا۔

ذرا دیکھو! جب پچاس میں سے چالیس راتیں بیت گئیں، اللہ کے رسول کا ایک پیغام رساں میرے پاس آیا اور اس نے کہا،' اللہ کا رسول تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اپنی بیوی سے دور رہو،' میں نے کہا،' کیا میں اسے طلاق دے دوں، یا کچھ اور! مجھے کیا کرنا چاہئے؟' اس نے کہا،' نہیں، اس سے علیحدہ رہو اور اس سے ملاپ مت کرو۔' پیغمبر نے یہی پیغام میرے دوسرے ساتھیوں کو بھی بھیجوایا۔ پھر میں نے اپنی بیوی سے کہا، ' تم اپنے والدین کے پاس چلی جاؤ اور وہاں ہی رہو جب تک اللہ کی

طرف سے کوئی حکم نہ آجائے۔ کعب نے مزید کہا،' ہلال بن امیّہ کی بیوی رسوللہ کے پاس آئی اور کہا، ' اے اللہ کے رسول ہلال بن امیّہ ایک لاچار بوڑھا ہے اور اس کے پاس کوئی نوکر چاکر بھی نہیں جو اسکی دیکھ بھال کر سکے۔ کیا تمہیں پسند نہیں کہ میں اسکی خدمت کر سکوں؟' اس نے کہا، ' نہیں تم اسکی خدمت کرسکتی ہو مگر اسکو تمہارے نزدیک نہیں آنا چاہئے۔' اس کی بیوی نے کہا، ' واللہ، اس کو اب کسی چیز کی خواہش نہیں ہے، واللہ ، جب سے یہ معاملہ شروع ہؤا ہے ایک پل بھی اسکے آنسو نہیں تھمے۔'

اس پر میرے اقربا میں سے چند لوگوں نے مجھ سے کہا، ' کیا تم بھی اللہ کے رسول سے یہ اجازت نہیں لے سکتے کہ وہ تمہاری بیوی بھی تمہاری خدمت کرسکے جیسے کہ ہلال بن امیّہ کی بیوی کو ملی ہے؟' میں نے کہا، 'واللہ، میں اس کے لئے اللہ کے رسول سے ایسی اجازت نہیں مانگوں گا، کیونکہ مجھے علم ہے کہ میں اگر ایسا کہونگا کہ میری بیوی کو میری خدمت کی اجازت دے جبکہ میں ایک جوان آدمی ہوں تو وہ اس کے جواب میں کیا کہے گا۔' پھر میں نے اسی حالت میں اور دس راتیں گذاریں اور جبتک پچاس راتوں والا وہ عرصہ مکمل نہیں ہو گیا جس کے بارے میں اللہ کے رسول نے لوگوں کو منع کیا تھا کہ وہ ہم سے بات نہ کریں۔ پچاسویں صبح جب میں اپنے مکانوں میں سے ایک مکان کی چھت پر نماز فجر ادا کرنے کے بعد اس حالت میں بیٹھا ہؤا تھا جسکو اللہ نے(قرآن میں) ایسے بیان کیا ہے کہ مجھے ایسے لگا کہ میری روح میرے سامنے سیدھی کھڑی ہے اور زمین کی ساری وسعتیں بھی سکڑ گئیں ہیں، وہاں

میں نے کسی شخص کی آواز سنی جو صالا کی پہاڑی سے نیچے اتر رہاتھا اور بڑی بلند آواز سے کہھ رہا تھا، ' او کعب بن مالک! اچھی بشارت سن کر خوش ہو جاؤ۔' میں یہ جان کر اللہ کے حضور سر بسجود ہو گیا کہ مدد آن پہنچی ہے۔ اللہ کے رسول نے فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد اللہ کے حضور پیش کی گئی توبہ قبول کرنے کا اعلان کردیا ہے۔ لوگ ہمیں مبارک باد کہنے گھروں سے نکل آئے۔ لوگ جوک در جوک مجھے ملنے آئے، اور اللہ کی طرف سے ہماری توبہ کی قبولیّت پر یہ کہھ کر مبارک بادیں دینے لگے ، ' ہم تمہیں اللہ کی طرف سے تمہاری توبہ کی قبولیّت پر مبارکباد دیتے ہیں۔'

محمد اس واقعے کو قرآن میں بھی بیان کرتا ہے:

اور ان تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں بھی ان پر دوبھر ہو گئیں اور انہوں نے جان لیا کہ خدا کے ہاتھ سے خود اس کے سوا کوئی پناہ نہیں ہے پھر خدا نے ان پر مہربانی کی تاکہ توبہ کریں، بیشک خدا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (قرآن9:118)

جیسا کہ ہم اوپر بیان کردہ کہانی سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ محمد کو اپنے پیروکاروں پر کتنا کنٹرول تھا۔ مدینہ کا ماحول بہت تابعداری والا تھا۔ وہ حکم دے سکتا تھا جس کے تحت اپنے ساتھیوں میں سے کسی کا بھی حقہ پانی بند کیا جاسکتا تھا، ان کو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ بول چال سے بھی منع کیا جاسکتا تھا حتی کہ اپنے جیون ساتھی کے ساتھ ملاپ سے بھی۔ نفسیاتی کنٹرول اتنا سخت تھا کہ کوئی جھوٹ

بولنے سے اور بہانے بنانے سے بھی خوفزدہ تھا۔ محمد کو ممکن ہے پتہ نہ ہوکہ ان کے دماغوں میں کیا چل رہا ہے، انہوں نے جو بہانے بنائے کون جانے وہ درست ہیں یا نہیں۔ لیکن اس نے انہیں یہ ماننے پر قائل کرلیا تھا کہ اسکا خدا دلوں کے بھید سے واقف تھا اور اسطرح انہیں بے بس کردیا اور انکو مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں لے لیا۔ یہ کنٹرول کی حتمی شکل ہے۔ یہ نہ نظر آنے والا "بگ بردار" صرف آپکے اعمال ہی نہیں دیکھ رہا بلکہ وہ آپ کے من میں آنے والے خیالوں کی نگرانی بھی کررہا ہے۔ اس سے زیادہ اپاہج کرنے والا اور کوئی کنٹرول نہیں ہے۔

محمد نے لوگوں کو اور انکے خیالات کنٹرول کرنے کا سب سے زیادہ طاقتور نظام استعمال کیا جو 1400 سالوں سے چل رہا ہے۔ اگر اس کو چیلنج نہ کیا جائے تو یہ ہمیشہ چلتا رہے گا، انسانوں کے انتہائی بنیادی حقوق کو پامال کرتا رہے گا ــ یعنی آزادی فکر اورخود فیصلے کرنے کی آزادی۔

ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جن کے پاس واقعی صیح جواز موجود تھا اور انکو ان تینوں کی طرح سزا بھی نہیں دی گئی تھی، محمد نے مندرجہ ذیل آیات لکھیں:

جب تم ان کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تو تمہارے روبرو خدا کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے در گذر کرو سو ان کی طرف التفات نہ کرنا یہ ناپاک ہیں اور جو کام کرتے رہے ہیں ان کے بدلے ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

یہ تمہارے آگے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے خوش ہو جاؤ لیکن تم اگر ان سے خوش ہو جاؤ گے تو خدا نافرمانوں سے خوش نہیں ہوتا۔ (قرآن96-9:95)

محمد کے پاس ان لوگوں کے عذر عدم موجودگی کی سچائی کی تصدیق کرنے کا کوئی طریقہ نہیں تھا، اسلئے ان تمبیحات کی بدولت اس نے انکو اللہ کے شدید عذاب سے ڈرایا جو جھوٹ بولتے تھے۔ اس طرح کا دماغ پر کنٹرول اس وقت تک بہت کارگر ہوتا ہے جب تک کوئی اسقر احمق ہوتا ہے کہ وہ خودپرست روحانی پیشواؤں کی جھوٹی باتوں پر یقین کرنے کا رجحان رکھتا ہے۔ ایک دفعہ جب کوئی خودپرستوں کی لغو گوئیوں پر یقین کرنا چھوڑ دے، اسکا کنٹرول مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے۔ مسلمان اج تک محمد کی طرف مائل ہیں کیونکہ وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ دوزخ کے خوف نے انکی سوچنے کی قوت کو مفلوج بنا رکھا ہے۔ محمد پر شک کرنے کے خیال سے ہی ان پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور وہ اس خیال کو فوری طور پر جھٹک دیتے ہیں۔

اوشریو وضاحت کرتا ہے: " آئیے ایک لمحے کیلئے پیچھے چلتے ہیں۔ جیمز ٹاؤن میں جو کاروائی چل رہی تھی، ظاہر ہے وہ اتنی سادہ نہیں تھی جو کسی باضابطہ قسم کی تجربہ گاہ میں ایک تجربے کی شکل میں ہو سکتی ہے، یہاں پر تو بیک وقت کئی قسم کے نظریات اکٹھے چل رہے تھے۔ مثال کے طور پر، جم جونز کے پاس پیپلز ٹیمپل میں یہ اختیار تھا کہ وہ کسی کو بھی جو چاہے سزا دے سکتا، اور، خاص کر آخر میں جاکر، ظلم اور وحشت میں فراوانی آچکی تھی۔ مگر جونز تعزیرات کے معاملے میں بڑی احتیاط سے کام لیتا تھا۔ وہ اکثر ممبران

کو بلاتا اور ان کو مار کھانے کی سزا پر راضی کرتا۔ ان کو ہدائت دی جاتی تھی کہ وہ دوسرے ممبران سے اس کی تصدیق کروا لیں، بڑے ممبران سے کہا جاتا کہ وہ چھوٹوں کو ماریں، ازواج اور عاشقوں کو مجبور کیا جاتا تھاکہ وہ اپنے ساتھیوں کی جنسی اعتبار سے تذلیل کریں، اور والدین سے کہا جاتا تھا کہ وہ اپنے بچوں کی مار پیٹ کی نہ صرف اجازت دیں بلکہ اس پر عمل درآمد میں مدد بھی کریں۔"(ملز، 1979؛ کلڈف اورجیورز1978)۔ تعزیرات زیادہ سے زیادہ تکلیف دہ ہوتی چلیں گئیں، مار پیٹ اتنی شدید تھی کہ سزاوار بیچارہ بے ہوش ہو جاتا اور اس کے جسم پر مار پیٹ کے نشانات ہفتوں برقرار رہتے۔ جیسا کہ ایک نفسیاتی امراض کے معالج ڈونلڈ لنڈ، جس نے وحشیانہ تشدّد کے اقدام کی تحقیق کی ہے، وضاحت کرتا ہے: ' بس ایک دفعہ آپ کچھ بڑی غلطی کر لیں، پھر آپ کو خود کیلئے بھی یہ تسلیم کرلینا بڑا دشوار ہو جائیگا کہ آپ سے کوئی غلطی ہوئی ہے، اور تحت الضمیر آپ اس کو عقلی اعتبار سے درست قرار دینےمیں بڑی دور تک پہنچیں گے۔ یہ بڑی چابکدستی سے آزمانے والا دفاعی ہتھیار ہے جسکا کرشماتی لیڈران آخری حدوں تک استعمال کرتے ہیں۔' [نیوزویک، 1978]

جینی ملز نے اس کارگذاری کا ایک بڑا ہی ذاتی تجربہ بیان کیا ہے۔ ایک ملاقات میں، اس کو اور اسکے خاوند کو مجبور کیا گیا کہ وہ ایک بہت ہی چھوٹی خلاف ورزی کے جرم کی پاداش میں اپنی بیٹی کی مار پیٹ کی اجازت دیں۔ وہ اس امر کو اپنی بیٹی کی غلطی سے منسوب کرتی ہے، جو کہ اس معاملے میں ستم کا نشانہ ہے، اور وہ خود کو بھی اس میں قصوروار سمجھتی ہے کیونکہ وہ بھی ارتکاب جرم کا حصہ تھی۔

ہم کار میں بیٹھ کر گھر روانہ ہو گئے، کار میں بیٹھے سب لوگ خاموش تھے۔ ہم سب کو خوف تھا کہ ہمارے الفاظ بغاوت کے ذمرے میں آئینگے۔ کوئی آواز تھی تو صرف لنڈا کی ، وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھی خاموشی سے سسکیاں بھر رہی تھی۔ جب ہم اپنے گھر میں داخل ہوئے، ال اور میں لنڈا کے ساتھ بات کرنے بیٹھ گئے۔ اس کو بیٹھنے میں خاصی تکلیف ہو رہی تھی۔ جب ہم اس کے ساتھ بات کررہے تھے وہ خاموشی سے کھڑی رہی۔ ' تمہیں کیسا لگ رہا ہے جو آج رات ہؤا؟' ال نے اس سے پوچھا۔ ' مجھے جو مار پڑی اس میں میرا باپ حق بجانب ہے۔' لنڈا نے جواب دیا۔ 'میں بعد میں بہت زیادہ بغاوت پر اتر آئی تھی، میں نے بہت سے ایسے کام کئے جو غلط تھے۔ مجھے پکا یقین ہے میرے باپ کو اسکا بخوبی علم ہو گا۔ اور یہی وجہ کہ اس نے کئی بار مجھے مارا بھی ہے۔' جیسے ہی ہم نے اپنی بیٹی کو شب بخیر کہتے ہوئے چوما، ہمارے سر چکرا رہے تھے۔ اس وقت صیح صورتحال جاننا بہت مشکل تھا جب ہر معاملہ الجھا ہؤا ہو۔ لنڈا ستم کا نشانہ بنی، اور پھر بھی ہمی لوگ تھے جو اس پر غصہ تھے۔ اسکا روّیہ معاندانہ ہونا چاہئے تھا اور غصے والا بھی۔ اس کی بجائے اس نے کہا اصل میں جم نے اسکی مدد کی۔ ہم جانتے تھے کہ جم نے ایک ظالمانہ حرکت کی، پھر بھی ہم سب لوگ ایسا مان رہے تھے کہ اس نے ہماری نافرمان بیٹی کی پٹائی کر کےایک اچھا کام کیا۔ جم بہت پرسکون لگ رہا تھا، محبت بھرا، وہ پٹائی میں مگن، لگنے والی ضربوں کو گن رہا تھا۔ ہمارے دماغ اس مظالم بھری صورتحال کو سمجھنے سے قاصر تھے، کیونکہ ہم میں سے کسی کو بھی درست قسم کی فیڈ

بیک نہیں مل رہی تھی۔ جو فیڈ بیک باہر سے مل رہی تھی وہ محدود تھی، اور ٹیمپل کے اندر سے ملنے والی فیڈبیک ناقص تھی۔ سابقہ کار گذاریوں سے وابستگی اور ان کو صیح سمجھنا ہی آگے آنے والے حتمی ارادوں کے ٹھان لینے میں بنیادی کام تھا۔

ٹیمپل چھوڑ دینے کے ایک ماہ بعد ہی ہمیں مکمل طور پر احساس ہو گیا تھا کہ ہم ریشم کے کیڑے کے پلنے والے خول میں رہے۔ اور تب ہی ہمیں دھوکے، لواطت اور جذباتی استحصال جو کہ اس ماہر چالباز نے روا رکھا تھا کی سمجھ آئی۔

جینی ملز کی گواہی کئی پہلوؤں سے سابقہ مسلمانوں کی صورتحال سے مطابقت رکھتی ہے۔ سابقہ مسلمان اس چیز کا اعتراف کرتے ہیں کہ انکو اس کا علم ہی نہیں تھا کہ جب وہ مسلمان تھے تو ان کو بدعملی کا سامنا تھا۔ یہ صرف اسی وقت ممکن ہؤا جب وہ اسلام سے دستبردار ہوئے اور انہیں ذھنی غلامی اور ان کے ساتھ روا بدعملی کی انتہا کا احساس ہؤا۔ ایک مسلمان عورت ایک مسلمان مرد سے شادی کرکے اتنے ہی گھریلو تشدد کا سامنا کرتی ہے جتنا کہ ایک غیرمسلم عورت قبول اسلام کے بعد ایک مسلمان مرد سے شادی کرنے کے بعد ہوتی ہے۔ اگرچہ، اوللذکر اس بدعملی سے نابلد ہوتی ہے۔ وہ اس بدعملی کی عادی ہوتی ہے کیونکہ اس کی پرورش ہی اسی ماحول میں ہوئی ہوتی ہے۔ ان کی ماؤوں، خالاؤں اور دیگر خواتین کے ساتھ ایسا ہی سلوک روا رکھا گیا ہوتا ہے۔ اس کیلئے یہ معمول کا کام ہے اور اس کو قسمت کا لکھا سمجھ کر بنا کسی شکوے شکائت کے سہتی رہتی ہے۔ جو غیر مسلم عورتیں مسلمان مردوں سے شادی کر لیتی ہیں، انکا تعلق اکثر ان

خاندانوں سے ہوتا ہے جنکو کلنک کا ٹیکہ نہیں لگا ہوتا، نہ ہی انکی مارپیٹ ہوئی ہوتی ہے اورنہ ہی وہ بدعملی کا شکار ہوئی ہوتی ہیں۔ ان کیلئے کسی مسلمان مرد سے شادی کرکے زیادہ دباؤ والے ماحول کا سامنا ہوتا ہے بہ نسبت اس عورت کے جو بطور مسلمان جنم لیتی ہے اور پرورش پاتی ہے، اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ مسلمان مرد کے اس حق کو نہ صرف تسلیم کرتی ہے بلکہ اس کا دفاع بھی کرتی ہے۔

عیسائی، یہودی اور ہندو بھی اپنا مذہب چھوڑتے ہیں۔ تاہم انکو کوئی غصہ یا پچھتاوا نہیں ہوتا۔ جب مسلمان ترک اسلام کرتے ہیں، وہ دل میں اس کے بارے میں کڑوا پن رکھ رہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کو اسی وقت اسکا احساس ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ کتنی زیادتیاں ہوئی ہیں۔ یہ اسطرح نہیں ہوتا جیسے دوسرے مذاھب کے منحرفین اپنے پیغمبران کے بارے میں محسوس کرتے ہیں۔ سابقہ مسلمان اپنے پیغمبر سے بڑی نفرت کرتے ہیں۔ یہ بیداری انتہائی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ اس میں جو چیز دل کو دکھ دیتی ہے وہ ہے دھوکہ کھانے کا کڑوا ذائقہ۔

اوشریو وضاحت کرتا ہے: " قتل ہونے سے چند گھنٹے پہلے، کانگریس مین ریان نے ممبران سے خطاب کیا: " میں تمہیں ابھی بتا سکتا ہوں کہ چند ایک باتیں جو میں نے چند لوگوں سے کیں، ان میں سے چند لوگ ایسے ہیں جن کا ماننا ہے کہ یہ سب سے بہترین چیز ہے جو انکی تمام زندگیوں میں واقع ہوئی۔"[بیک گروانڈ میں واہ واہ اور تالیوں کی آوازیں سنی جاسکتی ہیں] (کراز 1978)۔ کئی لوگوں کی رضامندی اور بہت سے خطوط جو انہوں نے اپنے پیچھے چھوڑے ظاہر کرتے ہیں کہ بہت سے لوگ اس سے متفق تھے یا کم از کم ممبران نے اس خیال کا اظہار کیا۔"

پیپلز ٹیمپل کی مانند اسلام میں بھی معاشرے کے تھکے ہارے لوگ کشش رکھتے ہیں، وہ جو پسماندگی کا شکار ہیں اور کسی مقصد کی تلاش میں ہیں۔ مغرب کے معاشرے میں، جہاں انفرادیت کا بہت اونچا مرتبہ ہے ، وہاں پر ایک احساس تنہائی پایا جاتا ہے۔ نو مسلموں کو اسلام میں ایک برادری کا احساس ملتا ہے۔ ان کو زندگی گذارنے کا ایک متبادل طریقہ مل جاتا ہے، ایک سمت، اور کسی چیز کو پا لینے کا احساس، ایک افضل ترین احساس، لیکن اس کیلئے انکو اس کی بڑی قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ اس قیمت کی یہ شکل ہے کہ انکو اپنے معاشرے اور ملک سے علیحدگی اختیار کرنا پڑتی ہے یہاں تک کہ اپنے پرانے دوستوں اور عزیز واقربا کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے اور اسطرح وہ اپنے تنزل کی بنیاد رکھ لیتے ہیں۔ پیپلز ٹیمپل کی طرح اسلام بھی اپنے پیروکاروں کو سکھاتا ہے کہ اس سے باہر وہ کسی بھی فرد یا چیز سے پرہیز کریں اور غیر مسلموں کو "دشمن" تصور کریں۔ بالکل جونز کے پیروکاروں کی طرح ، مسلمان بھی کسی اور قسم کے طرز زندگی کی ممکنات سے بھی نفرت کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک صرف اسلام ہی ایک درست راستہ ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے اسکو ختم ہو جانا لازمی ہے۔ مسلمانوں میں غیرمسلموں کے بارے میں شکی ہونے کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے ۔ مسلمان "عیّار مغرب" سے متعلق سازشانہ نظریات کے بڑے سرگرم ماننے والے ہیں۔ میں نے بہت سارے تعلیم تافتہ اور بظاہر ذھین مسلمانوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ 11 ستمبر 2001 کو پینٹا گون اور نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے کے ذمہ دار سی آئی اے اور یہودی تھے۔ ذھن کی فالج زدگی کی انتہا صرف اسے صورت ممکن ہے اگر آپ کسی مذھبی فرقے کے ستم کے شکار ہوں۔

انفرمیشن پر کنٹرول

اپنے پیغمبر کی طرح مسلمان بھی وسوسوں کے شکار ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ غیرمسلم سب دشمن ہیں، اور انکو ختم کردو۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دوست مجھے خوفناک نظروں سے گھور رہا تھا جب میں سلمان رشدی کی کتاب شیطانی آیات کے مطالعہ کیلئے بے چین تھا۔ جب میں نے ایسا کیا تب میں اس کتاب کے مندرجات سے واقف نہیں تھا۔ بطور مسلمان آپکو اجازت نہیں ہے کہ آپ کوئی ایسی کتاب پڑھیں جس میں اسلام پر تنقید کی گئی ہو۔ اس لئے نہیں کہ آپ کو ڈر ہے کہ کہیں آپ پکڑے ہی نہ جائیں؛ تمہیں اللہ اور اسکے غضبناک عتاب کا ڈر ہے۔ اسلام کے خلاف مواد کے مطالعہ سے آپکا وفاداری کا نظریہ تتر بتر ہو جاتا ہے۔

اس کا موازنہ پیپلز ٹیمپل سے کریں، " پیپلز ٹیمپل کے اندراور خاص کر جیمز ٹاؤن میں،" اوشریو لکھتا ہے،" جونز ایسی انفرمیشن پر پابندی لگا دیتا تھا جس کا ممبران تک پہنچنا نقصان دہ ہوسکتا تھا۔ وہ باہر سے آنے والے متضاد قسم کے پیغامات جو ممبران کے اندر عدم اعتماد پیدا کر سکتے تھے اور اس سے انکارکا پہلو نمودار ہونے کا احتمال ہوتا ہو اسکا بڑے متاثر کن انداز میں گلا دبا دیتا تھا۔ جو کچھ بھی ہو، 'دشمنوں' کی بھیجی ہوئی اطلاعات اپنی 'لغو بیانی' سے پیپلز ٹیمپل کو تباہ کرسکتی تھیں؟ کسی بھی متبادل کا سامنے نہ ہونا اور نہ ہی کوئی اطلاع وغیرہ کسی ممبر کے انکاری ہونے یا مزاحمت پیدا کرنے کی صلاحیّت کو کم ترین سطح پر لا سکتی ہے۔ مزید براں، بہت سے ممبران کیلئے، ٹیمپل کی طرف ان کی کشش کا ایک حصہ اس امر میں مخفی ہے کہ انہوں نے اپنی بہت سی ذمہ داریاں اور زندگیوں کا

کنٹرول جونز کے حوالے کردیا تھا۔ یہ لوگ بنیادی طور پر غریب، اقلیتوں کے لوگ، عمر رسیدہ اور ناکام لوگ تھے۔ وہ اپنی ذاتی خود مختاری کو بڑی خوشی سے (قابل بھروسہ مفروضے سے اپنی ذمہ داریاں گروی رکھ سکتے تھے) اپنی سلامتی، بھائی بندی، معجزات کے فریب تصور، اور نجات کے وعدوں کے عوض تبدیل کرسکتے تھے۔ سٹینلے کیتھ، ایک نفسیاتی معالج نے فرقہ پرستوں کا اپنے ساتھ ملا لینے کے طریقوں کا مطالعہ کیا تھا اور وہ ان سے حاصل شدہ نتائج کو سب تک پھیلاتے ہوئے یہ کہتا ہے: ' مذہب تبدیل کرنے والوں نے صرف اسی پر ایمان لانا ہوتا ہے جو انکو کہا جائے۔ سوچنا ان کا کام نہیں، اور اس طرح وہ بہت سی پریشانیوں سے بچ جاتے ہیں۔' [نیوز ویک 1978 اے]"

مندرجہ بالا وضاحت مکمل طور پر مسلمانوں کی حالت کو بیان کرتی ہے، بالخصوص اسلامی ممالک میں، جہاں پر کوئی بھی انفرمیشن سرکاری نقطہ نظر سے ذرا سا بھی اختلاف رکھتی ہو اس کو سینسر کردیا جاتا ہے اور اہل ایمان تک صرف اس انفرمیشن کی رسائی ہوسکتی ہے جو سرکاری عالم دین مناسب سمجھیں۔ اگر کوئی کتاب یا ایسا آرٹیکل چھپے جو ان کو پسند نہ ہو، وہ اس پر احتجاج کرتے ہیں اور"مجرم" کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اس کی اشاعت کو واپس لے اور معافی بھی مانگے۔ کوئی شخص صرف اس طرح ہی جان سکتا ہے کہ محمد نے اپنے احاطے مدینہ میں اپنے پیروکاروں پر کسطرح کا کنٹرول نافذ کیا ہؤا تھا۔ بات بات پر عمر اپنی تلوار نکال لیتا تھا اور محمد کے اشارے کا منتظر ہوتا کہ وہ اس شخص کی گردن اڑا دے جس نے پیغمبر کی حکم عدولی کی ذرا سی بھی جسارت کی ہو۔

ابن اسحاق اروا کی اس جانچ جو محمد کے پیروکاروں کی طرف سے اسے ملی اسکو اسطرح بیان کرتا ہے۔ قریش کے جانب سے اس نے محمد سے ملاقات کی جب وہ حدیبیہ میں خیمہ زن تھا، جو مکہ کے مضافاتی علاقے میں واقع ہے ۔ ملاقات کا مقصد اسکو منع کرنا تھا کہ اس کے 1500 سے زیادہ مصلح لوگوں نے اس سال حج کی سعادت حاصل کرنا تھی اور اہل مکہ کا خیال تھا کہ اس موقع پر اشتعال انگیزی خارج ازامکان نہیں۔

محمد خاموش تھا اور ابو بکر اس کی جگہ بات کررہاتھا۔ اروا ابو بکر کی طرف دھیان نہیں دے رہاتھا اور وہ زیادہ ہی مشتاق ہؤا اور بدّؤوں کی رسم کے مطابق اس نے محمد کی داڑھی چھونے کی غرض سے اپنے ہاتھ آگے بڑہائے۔ یہ دوستی کرنے اور یگانگت بڑہانے کا ایک اشارہ تھا نہ کہ کسی قسم کی بے ادبی کا فعل۔ " پیچھے ہٹو" قریب کھڑا ایک شخص اس کے بازو پر ٹھوکر مارتے ہوئے چلایا۔ " اللہ کے رسول سے اپنا ہاتھ پرے رکھو"۔ اوروا اس جوان کی اس مداخلت پر چونک اٹھا اور اس نے پوچھا، " اور یہ کون ہے؟" " یہ تمہارا بھتیجا مغیرہ ہے، " اس نوجوان نے جواب دیا۔ "ناشکرا ہے" اوروا چینخ اٹھا (اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا اس کے بھتیجے کے ہاتھوں کئی سارے قتل ہو جانے پر اس نے ہرجانہ ادا کرکے اسے چھڑوایا ہوا ہے)، "ابھی کل ہی میں نے رقم دیکر اس کی جان کی خلاصی کروائی ہے۔"

اوروا محمد کے پیروکاروں کی طرف سے اپنے پیغمبر کی تعظیم اور جانثاری سے بہت متاثر ہؤا۔ مکہ واپسی پر اس نے بیان کیا کہ اس نے بہت سے بادشاہوں کو دیکھا ہے جن میں خسرو، قیصر، اور نجاشی،

لیکن اس طرح کی توجع اوراظہار عقیدت جو محمد کو اپنے پیروکاروں کی طرف سے حاصل ہے وہ کہیں نہیں دیکھی۔ " جس پانی سے وہ وضو کرتا ہے وہ اسے پا لینے کیلئے کتنے بیتاب ہوتے ہیں، اس کا لعاب دہن حاصل کرنے کیلئے اور اس کا گرنے والا کوئی بال۔"

محمد نے اپنے گرد ہی ایک شخصی فرقہ بنا رکھا تھا۔ وہ جس خدا کے بارے میں تبلیغ کرتا تھا خود ہی اس کی تجسیم بنا ہؤا تھا۔ اس کی تابعداری گویا اللہ کی تابعداری تھی اور اسکی نافرمانی اللہ کی نافرمانی تھی۔ یہ ہے وہ سب کچھ جسکی ایک ذہنی مریض خود پرست کو خواہش ہوتی ہے — کہ وہ خدا کی تجسیم بن جائے۔ محمد نے ہر کسی کو بڑی ہوشیاری سے استعمال کیا اور اللہ کے تخت پر براجمان ہو کر ڈی فیکٹو خدا بن بیٹھا۔

جینی ملز نے تبصرہ کیا ہے: " میں اس بات پر سخت حیران تھا کہ چرچ میں ممبران کے درمیان کسقدر کم اختلاف رائے تھا۔ چرچ میں شامل ہونے سے قبل میں اور ال ہم اس بات پر بھی اتفاق نہیں کر پائے کہ صدارتی انتخاب میں کس کو ووٹ دیا جائے۔ اور اب چونکہ ہم سب ایک ہی گروپ سے تعلق رکھتے ہیں، یہ دلیل کہ یہ ہماری ایک فیملی ہے قصہ پارینا بن چکا ہے۔ وہاں پر ایسا کچھ نہیں تھا کہ کون ٹھیک ہے، کیونکہ جو جم کہتا تھا ہمیشہ وہی ٹھیک ہے۔ جب ہمارا بہت بڑا گھرانا اکٹھے ہو کر خاندانی مسائل زیر بحث لاتا، ہم کبھی کسی سے رآئے نہیں مانگتے تھے۔ بلکہ ہم بچوں سے سوال کرتے تھے، جم بھلا کیا کریگا؟ اس سے مشکلات زندگی سے نکل جاتی تھیں۔ وہاں پر ایک قسم کی 'منزل مقصود' تھی جو کہتی تھی کہ نصب العین درست ہے لہذا کامیابی یقینی ہے۔ جم ٹھیک تھا اور جواس کے ساتھ متفق تھے وہ

ٹھیک تھے اور اگر آپ جم سے اتفاق نہیں کرتے تو آپ غلط ہیں۔ یہ بالکل سیدھا سا سچ ہے۔"

مسلمان دو باتوں کی پیروی کرتے ہیں، ایک ہے قرآن اور دوسری سنت۔ قرآن محمد کے الفاظ ہیں (دعوی یہ ہے کہ اللہ کے ہیں) اور سنت وہ ہے جو لوگوں نے بتایا ہے کہ اس نے کیا کہا اور کیا کرکے دکھایا۔ سنت کی تفاصیل بھاری جسیم کتابوں میں احادیث کی شکل میں موجود ہیں۔ اسلامی قوانین کے ڈاکٹر متعدد سال اس کی تفصیلات کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں تاکہ ان پر عبور حاصل کیا جاسکے اور مسلمان اس سے مشاورت کے بغیر کچھ نہیں کرتے اور کاموں کو کرنے کا صیح طریقہ سیکھتے ہیں۔ سنت نتیجہ ہے اسلامی " نسخہ طرز حیات" کا جس کا انحصار ان مثالوں پر ہے جو محمد نے اپنی عملی زندگی میں پیش کیں۔ محمد کے زندگی گذارنے کے طریقوں پر پوری تفصیلات موجود ہیں جو کہ اس کے ساتھیوں اور اس کی ازواج نے بیان کیں۔ ہر چیز کی تفصیلات موجود ہیں۔ ہر عمل باقاعدہ درج ہے۔ تمام مسلمان سالہاسال ان "ضروری" نسخوں کو سیکھنے پہ صرف کرتے ہیں تاکہ اسلامی طرز حیات اپنایا جاسکے اور ایک بیوقوفانہ اشتیاق کے تحت انتہائی باریک بینی سے اس پر عمل کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ ایک مسلمان کے فرائض منصبی میں شامل ہیں اور ان "اچھے" اعمال کے عوض ان کو اجر اور ثواب ملیگا۔

اسلام میں اچھائی اور برآئی کی تعریف غلط اور صیح ہونا نہیں بلکہ وہ ہے جس سے محمد لطف اندوز ہؤا یا جس کو اس نے منع کیا۔

محمد کی لوگوں کو بڑی سلیقہ مندی سے ہانکنے کی اہلیّت کیسے پروان چڑھی، ایک ایسی قوّت ہے جس کی تہہ تک پہنچنے کیلئے

ماہرین نفسیات کو کئی سالوں کا عرصہ لگا؟ محمد ایک خود پرست تھا اور اس نے جو کچھ بھی کیا اس کو انگریزی اصطلاع میں نارسسٹک پرسنیلیٹی ڈس آرڈر کا اظہار کہا جاسکتا ہے۔ یہ سب کچھ اس کو فطرت نے عطا کیا، ایک ایسی خوبی جس میں کچھ اور کامیاب خود پرست بھی حصہ دار ہیں جیسا کہ ہٹلر، سٹالن، جم جونز اور صدّام۔

اوشریو اس کے بارے میں بھی لکھتا ہے جب وہ جم جونز کی بات کررہا ہوتا ہے: " اگرچہ اس کا کوئی امکان نہیں کہ اسکو علم نفسیات کی باقاعدہ تحریروں سےکوئی واسطہ پڑا ہو، جم جونز نے کئی ایسے متاثر کن اسلوب کا استعمال کیا جن کی مدد سے اس نے لوگوں کے روّیوں کو اپنے بس میں کیا اور ان کے وطیروں کو تبدیل کیا۔ کچھ تجزیات میں ان کا موازنہ ان حربوں سےبھی کیا گیا جو 'برین واشنگ' کے فن میں استعمال ہوتی ہیں کیونکہ ان دونوں میں جو اقدار مشترک ہیں وہ ہیں، رابطوں کا کنٹرول، جرم کرنے کی فطرت کو اپنا ڈھنگ دینا، اور لوگوں کا اپنے وجود کوبرقرار رکھنے کی ضرورت کو اپنے بس میں کرنا، اور تنہائی بھی، ایک باقاعدہ سلطنت، جسمانی دباؤ، اور اقبال جرم کروانے والی اہلیّت کا استعمال۔ لیکن برین واشنگ والی اصطلاح کا استعمال اس سارے عمل کو زیادہ ہی مخفی اور معمول سے ہٹا ہؤا بنا دیتا ہے۔ جونز کی خود کو بہت بڑا سمجھنے والے جنون کی تابع شخصیّت میں یکتا قسم کے اور ڈرے سہمے ہونے کے عناصر بھی شامل تھے، جیسا کہ جاہ وجلال کا فریب تصوّر، ایذا رسانی، اور خود کشی پر مائل خیالات کا دماغ میں بسیرا۔ تاہم، اس کے ذاتی محرکات جو بھی تھے، اپنے منصوبوں اور خواب خیالیوں کو ترتیب دینے کے بعد اس نے مانے ہوئے مستند سماجی نفسیاتی داؤ پیچ کا اپنے مقاصد کے حصول کیلئے بھرپور استعمال کیا۔ اس کا یہ فیصلہ کہ

اپنی برداری کو فنا کردے ایک پاگل پن تھا، لیکن جن لوگوں نے اس پر عمل کیا وہ 'نارمل' لوگ تھے جو انتہائی جوش اور ولولہ انگیز صورتحال کے تابع ہو گئے تھے اور انتہائی طاقتور اندرونی ابھار اور بیرونی دباؤ کے۔"

یہ تصریح وضاحت کرتی ہے کہ کسطرح ممکن ہؤا کہ سمجھ بوجھ رکھنے والے لوگوں کے ایک جمّ غفیرنے ایک پاگل شخص کی تقلید کی۔ جرمنی میں بھی ایسا ہؤا۔ ہٹلر پاگل تھا، لیکن جن کروڑوں جرمنوں نے اس پر یقین کیا وہ پاگل نہیں تھے۔ کسطرح کروڑوں تعلیم یافتہ اور ذھین لوگ ایک ذھنی مریض کے داؤ پیچ کا شکار ہوئے؟ جیسا کہ ہم دیکھ رہے اسطرح ایک سے زیادہ دفعہ ممکن ہؤا۔ ڈکٹیٹر اکثر ذھنی مریض ہوتے ہیں، پھر بھی وہ کروڑوں لوگوں کو کنٹرول کرنے کی صلاحیّت رکھتے ہیں اور نارمل سمجھدار لوگوں کو بیوقوف بنا لیتے ہیں۔

ان پاگلوں کی اپنے شکاروں کے جذبات پر گرفت دماغ کو چکر میں ڈال دیتی ہے۔ جیمز ٹاؤن میں وقوع پزیر ہونے والے ہولناک واقعے کے تین ماہ بعد، مائیکل پروکس، جسے اس کاروائی میں اس لئے شامل نہیں کیا گیا تھا کہ اس پیپلز ٹیمپل کے فنڈز والے بکسے کو لے جانے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی، نے کیلیفورنیا کے ایک ہوٹل کے کمرے میں ایک پریس کانفرنس کی۔ اس دعوے کے بعد کہ جونز کو صیح طرح سے نہیں سمجھا گیا اور مطالبہ کیا آخری لمحات کی ٹیپ ریکارڈنگ[جسکا ذکر پہلے آچکا ہے] کو ریلیز کیا جائے وہ باتھ روم کے اندر داخل ہؤا اور سرمیں گولی مار لی۔ اس نے اپنے پیچھے ایک رقعہ چھوڑا جس میں لکھا تھا اگر اس کی موت جیمز ٹاؤن کے بارے

میں ایک اور کتاب کی تحریک پیدا کردے تو اسکا مطلب ہے کہ اس کی جان کی قربانی رائیگاں نہیں گئی۔ (نیوز ویک،1979) کیا یہ خودکش بمباروں کی نفسیات پر روشنی نہیں ڈالتی؟

پیپلز ٹیمپل سے انحراف کے بعد، جینی او ال ملز اس پرسب سے زیادہ کھل کے تنقید کرنے والوں میں سے تھے اوردشمنوں کی قابل اظہار"ڈیتھ لسٹ" میں سر فہرست تھے۔ جونز ٹاؤن کے بعد ہی ملز نے متعدد بار اپنی زندگیوں کے خطرے میں ہونے کا برملا اظہار کیا تھا۔ پیپلزٹیمپل کے قتل عام کے پورے ایک سال بعد وہ اور ان کی بیٹی انکے برکلے ہوم میں قتل کر دیئے گئے تھے۔ انکا جواں سال بیٹا بھی جو پیپلز ٹیمپل کا سابقہ ممبر تھا، اس نے تصدیق کی کہ وہ اس وقت اس بڑے گھر کے دوسرے حصے میں تھا۔ ابھی تک کسی شخص پر بھی اسکا الزام نہیں لگایا جا سکا۔ کچھ اشارے پائے جاتے ہیں کہ ملز انکے قاتل کو جانتا تھا۔ اس طرح کے کوئی نشانات نہیں تھے کہ کوئی باہر سے زبردستی اندر گھسا، اور انکو گولی بہت قریب سے ماری گئی تھی۔ جینی ملز کےان الفاظ کا بعد میں حوالہ دیا گیا تھا، " یہ ہونے والا ہے؛ اگر آج نہیں تو کل" جیمز ٹاؤن میں ریکارڈ ہونے والی آخری ٹیپ میں، جم جونز نے نام لیکر جینی ملز کو الزام دیا تھا، اور وعدہ کیا تھا کہ فرانسسکو میں اس کے پیروکار" ہماری موت کو بیکار نہیں ہونے دینگے۔" (نیوزویک، 1980)

مسلمان اس چیز کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں کہ جو اسلام چھوڑ دے اسے قتل کردیا جائے۔ منحرفین کے بارے میں انکی نفرت ناقابل یقین حد تک شدید ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جس پر مسلمانوں کو نفرت کا بخار چڑھ جائے جتنا کہ اسلام کو بدنام کرنے

والے کی وجہ سے چڑھتا ہے۔ مسلمان اسوقت تک نرم نہیں پڑتے یا ارادہ ترک نہیں کرتے جب تک وہ منحرفین کو مار نہ دیں۔ جواسلام کو للکارنے کی جرآت کرتے ہیں وہ خود اپنے آپ کو خطرے میں ڈالتے ہیں۔ محمد کے ان احکامات کا کوئی اور مطلب نہیں ہو سکتا:

اگر وہ ترک وطن قبول نہ کریں تو ان کو پکڑ لو اور جہاں بھی ملیں انکو قتل کردو۔(قرآن4:89)

باب ہشتم

خوف کی نفسیات

ایک خود پرست کو جاننے کیلئے کسی ذہنی مریض کے بارے میں ایک یا دو چیزوں کو جان لینا مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔ خودپرستانہ خصلتیں زودرس ہوتی ہیں اور خودپرست ریاکاری میں بہت تیز فہم ہوتا ہے۔ ایک ذہنی مریض بھی انہی خصّلتوں کا بھرپور انداز میں اظہار کرتا ہے۔ ایکدفعہ اگر آپ ان خصّلتوں کو سمجھ لیں توپھر ایک خود پرست کو ان زودرس انکشافات کے ذریعے شناخت کرنے میں بڑی آسانی ہو جائیگی۔

سائیکوپیتھ اور سوشیوپیتھ کی اصطلاحیں روزمرّہ کی زبان میں استعمال ہوتی ہیں۔ سائیکیٹڑی میں جو اصطلاح استعمال ہوتی ہے اسے "اینٹی سوشل" یا اینٹی سوشل پرسنیلیٹی ڈس آرڈر(ASPD) کہتے ہیں۔ اس باب میں میں روزمرّہ کی زبان میں استعمال ہونے والی اصطلاح ہی استعمال کرونگا۔

NPD ایک بیماری کی حد تک توجع حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار ہے۔ سوشیوسائکوپیتھی ایسی مرض کا اظہار ہے جسمیں مریض خود کی طمانییّت کا خواہشمند ہوتا ہے۔ آخر الذکر شاید اول الذکر سے کم

پائی جانے والی اور کم پیچیدگیوں کی حامل ہے۔ کچھ ریسرچرز اس خیال کے حامل ہیں کہ ایک دوغلی نسل بھی ہے جسے " سائکوپیتھک نارسزم" کہا جاتا ہے۔ ہمیں یہ جان لینا بہت ضروری ہے کہ باوجود ایک باریک سے فرق کے نارسزم، سائیکوپیتھیٹک نارسزم اور اینٹی سوشل پرسنیلیٹی ایک ہی قسم کے ڈس آرڈر کے مختلف درجے ہیں۔

ویکنن کہتا ہے، " نارسسٹوں کی طرح سائیکوپیتھ بھی دوسروں کے احساسات سمجھنے سے عاری ہوتے ہیں مگر ان میں سے بہت سارے دوسروں کو تکلیف میں دیکھ کر راحت محسوس کرنے والے ہوتے ہیں۔ انکو دوسروں کو تکلیف پہنچا کر یا انہیں دھوکے میں رکھ کر لطف اندوز ہورہے ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ اسے ایک تماشہ سمجھ رہے ہوتے ہیں !" ویکنن اپنی کتاب " میلنگنینٹ سیلف لو ری وزٹڈ " میں لکھتا ہے:

اس کے برعکس کہ سکاٹ پیک کیا کہتا ہے، نارسسٹ برے لوگ نہیں ہوتے۔ ان میں نقصان پہنچانے کی صلاحیّت ناپید ہوتی ہے.... نارسسٹ محض ہر چیز سے بیگانہ ہوتے ہیں، وہ دوسروں کے معاملوں اور انکے ساتھ برتاؤ میں بڑے کٹھور اور لاپروا ہوتے ہیں۔ بدعملی پر مبنی انکا برتاؤ اوپرا اوپرا سا، حاضر دماغی سے تہی، بنا سوچے سمجھے اور سائیکوپیتھ کی طرح عدم لگاؤ کا مظہر ہوتا ہے.... جب اپنے ہی گرد گھومنے والی، دوسروں کی احساسات سے بے خبر، اور احساس برتری کی حامل نارسسٹ شخصیّت ایک دوسری شخصیّت جسے اینٹی سوشل کہا جاتا ہے جو جلدبازی، دھوکے بازی اور مجرمانہ رجحانات کی حامل ہوتی ہے، دونوں کی زرخیزی اگر باہم مل جائے تو جو نئی شخصیّت

معرض وجود میں آتی ہے اسے سائیکوپیتھ کہتے ہیں اور وہ ایک ایسا شخص ہے جو اپنی خودغرضانہ جلدبازی پردوسروں سے احسانمندی کا خواہاں ہوتا ہے اور اس کیلئے جو ذرائع استعمال کرتا ہے وہ ہیں دوسروں کے احساسات سے بے خبری اور احساس ندامت سے لا تعلقی۔

خودپرستوں کی طرح، سائیکوپیتھز میں بھی درسروں کے احساسات کو سمجھنے کی اہلییّت نہیں ہوتی ، وہ دوسروں کو محض اپنی احسانمندی کا ایک آلا کار سمجھتے ہیں اور وہ یہ سمحھتے ہیں کہ دوسرے لوگ ان کے کسی کام آنے کیلئے ہی بنے ہیں اور وہ جسطرح جی چاہے انکو استعمال کر لیں۔ سائیکوپیتھز اور نارسسٹز کو انوکھے خیال آتے رہتے ہیں اور انکو کسی قسم کے ارادے باندھنے، ضروت پیدا کر لینے، ترجیحات قائم کر لینے، طریقہ کار طے کر لینے اور کسی کو کس پہ فوقیّت ہوگی ایسے معاملات کا کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ لیکن انکو اس کا بہت صدمہ ہوتا ہے اگر کوئی دوسرا یہ کام کرے۔

اکثر لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ انکے کچھ حقوق ہوتے ہیں اور کچھ فرائض۔ سائیکوپیتھ کسی چیز کے بدلے میں کچھ دینے والی بات کو رد کرتے ہیں۔ ان کا تعلق محض یہی ہوتا ہے کہ ہر جگہ طاقت کا استعمال ہی صیح حکمت عملی ہے۔ لوگوں کے کوئی حقوق نہیں اور اس سائیکوپیتھ پر کسی کو کوئی حق نہیں یہی اسکا "سماجی معائدہ" ہے۔ سائیکوپیتھ خود کو اس اخلاقی ذمہ داری اور قانون سے بالاتر سمجھتا ہے۔ سائیکوپیتھ ملنے والی طمانیّت میں تاخیر برداشت نہیں کرسکتا۔ وہ ہر چیز کے فوری

حصول کا خواہشمند ہوتا ہے۔ اسکی تمنائیں، خواہشات، اسکی ضرورتوں کا پورا ہونا اور اسکی چالوں پر اسکا اطمینان اس کی ضرورتوں، اسکی ترجیحات، اور اس کے جذبات اور قریبیوں اور پیاروں پر سبقت لے جاتا ہے۔

یہ تمام خوائص محمد میں پائے جاتے تھے۔ وہ کسی اور کے حقوق کو نہیں مانتا تھا۔ ہرکسی کو اسکی رضا حاصل کرنا تھا بصورت دیگر تباہی اسکا مقدر۔ اس کے فیصلے خدا کے فیصلے تھے اور اسکی نافرمانی جیسے خدا کی نافرمانی۔ اس نے اپنے دعوے کو منوانے کیلئے کسی منطقی دلیل کی ضرورت نہیں تھی، بلکہ وہ الٹیمیٹموں اور دھمکیوں سے کام لیتا تھا۔ وہ اس چیز کا مطالبہ کرتا تھا کہ اسکے پیروکار بلا جھجھک مکمل طور پر اپنی خواہشات کو پس پشت ڈالکر اسکی اطاعت میں مشغول ہو جائیں۔ وہ دوسروں سے توقع رکھتا تھا کہ وہ اسکی خاطر لڑیں، اپنے آرام کو قربان کریں اپنی دولت اور زندگی کو بھی۔ جہاں تک اس کا اپنا تعلق ہے کہ اس کے الفاظ حرف آخر ہیں اور کسی کو اجازت نہیں تھی کہ اس کی رائے کے ساتھ اختلاف کرے۔

تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جبتک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں۔ اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اسکو خوشی سے مان لیں تب تک وہ مومن نہیں ہونگے۔ (قرآن4:65)

کسی مومن مرد اورمومن عورت کوحق نہیں ہے کہ جب خدا اور اسکا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو اسمیں کچھ اپنا اختیار سمجھیں۔ (قرآن33:36)

ویکنن کہتا ہے، " سائیکوپیتھز کو اسپر کچھ تاسف نہیں ہوتا کہ وہ کسی کو مجروع کررہے ہیں یا اسکے ساتھ فراڈ کررہے ہیں۔ انکے پاس ذرا سا ابتدائی ضمیربھی نہیں ہوتا۔ وہ اپنے روّیے(اکثر مجرمانہ) کو عقلی اعتبار سے درست اور ذھانت پر مبنی تصور کر لیتے ہیں۔ سائیکوپیتھز خود ہی اپنی قدیم ذاتی دفاع کی ترکیب (جیسا کہ خودپرستی، پھوٹ ڈالنا اور خود کو ابھارنا) کے شکار بن جاتے ہیں۔ سائیکوپیتھ کو اس بات کا پکا یقین ہوتا ہے کہ تمام دنیا اس کی دشمن ہے، دنیا ایک بے رحم جگہ ہے، صرف طاقتور کی بقاء پر مائل اور وہ لوگ یا تو "سب اچھے" ہیں یا "سب برے" ہیں۔ سائیکوپیتھ صرف اپنی نزاکتوں، کمزوریوں اورکمیوں کو ہی دوسروں کے سامنے بڑھا کراس طریقے سے پیش کرتا ہے کہ وہ بھی جوابآ ایسا ہی کریں (ذاتی دفاع کے اس نظام کو "پروجیکٹو آئیڈینٹیفیکیشن" کہا جاتا ہے)۔ خود پرستوں کی مانند، سائیکوپیتھز بھی بدعملی کی حد تک دوسروں کا ناجائز فائدہ اٹھانے والے ہوتے ہیں اور سچی محبت اور شناسائی کے جذبوں سے محروم ہوتے ہیں۔

محمد کو اپنے ستمزدہ لوگوں کو دھوکہ دینے میں کسی خلش کا احساس نہیں ہوتا تھا، اور نہ ہی ان پر اسوقت حملہ کرنے پر جب وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے، ان بے گناہوں کو بغیر اس کے کسی اور وجہ سے کہ وہ اسکے پیروکار کیوں نہیں قتل کردینے پر، اور اس پر کہ وہ اسکے دشمن ہیں، وہ اس کے حقدار ہیں کہ نیچے لگ کر رہیں، غلام بن جائیں، زنابالجبر کا شکار بنیں، انکی تحقیر ہو اور مارے جائیں۔ اس نے اپنے ان تمام جرائم کو اللہ کی طرف سے دیئے گئے استحقاق کی بنا پر کئے۔

کسی سائیکوپیتھ کے ذھن کو جاننے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کو کسی مثال کی مدد سے سمجھا جائے۔ ذیل میں بیان کی گئی یہ کہانی کیمرون ہوکر کی ہے جسے کیتھرین ریمزلینڈ نے بیان کیا ہے۔ آپ کو اس کہانی پر بڑا تعجّب ہوگا کہ اسکا محمد سے کیا تعلق ہے۔ اس کو پڑھتے جائیں تو آخر پر جاکر آپ کو چونکا دینے والی مماثلتیں نظر آنی شروع ہو جائینگی۔

19 مئی1977 کو بیس سالہ کیرل اورگون میں واقع اپنے گھر سے 400 کلومیٹر کے فاصلے پر شمالی کیلیفورنیا میں رہنے والےاپنے ایک دوست کو ملنے گئی۔ اس کے پاس نہ تو گاڑی تھی اور نہ ہی بس کا کرایہ اسلئے اس نے مفت جانے کیلئے لفٹ مانگنے کا طریقہ استعمال کیا۔ 1970 کی دہائی میں یہ ایک لائف سٹائل تھا۔

جس دن وہ اپنے گھر سے نکلی وہ شام تک کیرل کا بقیہ سفر 100 میل سے کم تھا۔ اس نے ہر اس شخص جسکو اسنے روکا اسے جانچنے کی کوشش کی تاکہ اسے یقین ہو جائے کہ وہ محفوظ ہے، پھر جب ایک نیلے رنگ کی ڈاج کولٹ سڑک پر رکی جس میں ایک آدمی، ایک عورت اور ایک بچہ سوار تھا، کیرل کو تسّلی ہو گئی۔ وہ جوان، صاف ستھرے اور دوستانہ تھے، وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ " میں اپنے لکی سٹارز کی مشکور ہو رہی تھی" یہ بات اس نے بعد میں کہی۔

اس خاندان جسکے ناموں کا آخری حرف ہوکر تھا اس کے ساتھ بڑی شیریں گفتگو کرتے رہے، لیکن تھوڑی دیر کے بعد، کیرل نے نوٹس کیا کہ گاڑی کا ڈرائیور، کیمرون ہوکر، شیشے کے اندر سے گھور رہا تھا۔ وہ اس بات سے نروّس ہو گئی۔ " وہ مجھے گاڑی

سے اتار دینا چاہتا تھا۔" اس نے بعد میں بتایا۔ اور جب وہ آدھے گھنٹے کی مسافت کے بعد گیس سٹیشن پر رکے کیرل ریسٹ روم استعمال کرنے چلی گئی۔ "ایک آواز آئی کہ وہ کھڑکی سے کود جائے اور دوبارہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھے" وہ اس بات کو ذہن میں لائی، پھر اس نے اپنے خوف پر قابو پالیا اور کار کی طرف واپس چلی گئی۔ اس نے خود کو سمجھایا کہ وہ کیسے اپنی بیوی اور بچے کی موجودگی میں اس کے ساتھ کچھ ایسا ویسا کریگا۔ جیسے ہی وہ کار میں داخل ہوئی انہوں نے اسے ایک کینڈی بار دی۔

ابھی انہوں نے ابھی ایک میل کا سفر ہی طے کیا تھا کہ ہوکر نے بتایا وہ ایک شاندار برف کی غار کے بالکل قریب ہیں اور انہیں فوری رکنا ہے۔ کیرل نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ کیرون ایک گندی سی سڑک پر مڑ گیا جو انہیں ایک ایسی جگہ کے درمیان لے گئی جہاں آگے کوئی راستہ نہ تھا ، پھر اس نے کار روک دی اور چابی گھما کر گاڑی کا انجن بند کردیا۔ اسکی بیوی کو جیسے سمجھ آگئی تھی کہ کیا ہونے والا ہے بچے کو لیکر کار سے نیچے اتر گئی۔ یکایک اسنے چاکو نکال کر اس کی گردن پر رکھ دیا۔ کیمرون نے اسے حکم دیا کہ وہ اپنے ہاتھ سر سے اوپر اٹھائے اور وہی کچھ کرے جو اسے کہا جائے۔ وہ خوف سے بالکل ساکت ہوگئی۔ اس کو اس سے زیادہ کچھ سمجھ نہ آیا سوائے اسکے کہ وہ کہے" ہاں"۔ پھر اسنے اسکے ہاتھ باندھ دیئے، آنکھوں پر پٹی باندھ دی، اسکو پوری طرح باندھ کر منہ پر کپڑا بھی باندھ دیا۔

اس نے کیرل کے سر پر ایک آہنی قبضے سے جڑا ہؤا پلائ وڈ کا ایک بڑا باکس اس کے سر پر رکھ دیا۔ وہ بہت بھاری اور اسکی دوہری تہوں کے درمیان انسولیشن لگی ہوئی تھی اور اسمیں سے گردن کےگذرنے کا سوراخ تھا جسمیں اسکا گلا گھٹ رہا تھا۔ وہ نہ کچھ سن سکتی تھی اور نہ ہی دیکھ سکتی تھی اور اسے بڑی مشکل سے سانس آرہی تھی۔ پھر اسے محسوس ہؤا کہ کیمرون نے اس کے اوپر بھاری سا سلیپنگ بیگ چڑھا دیا جو وہ اپنے ساتھ لائی تھی۔ جب کار دوبارہ سٹارٹ ہو گئی، اس نے خیال کیا کہ جینائس بھی دوبارہ اندر آگئی ہے۔ اسے ایسا محسوس ہؤا جیسے وہ ایک بل کھاتی ہوئی پہاڑ سے نیچے اترتی ہوئی سڑک پر چل رہے ہیں۔

وہ ایک فاسٹ فوڈ ریسٹورینٹ پر کھانے کیلئے رکے جبکہ کیرل کار کے اندر ہی ٹرنک میں قید تھی۔ اس کو حیرانگی تھی کہ پتہ نہیں وہ دوبارہ اپنی فیملی اور دوستوں سے مل بھی سکے گی یا نہیں۔ پھر اسے احساس ہؤا کہ کار کھڑی ہونے سے پہلے تھوڑی دیر چلی اور پھر رک گئی تب کیمرون نے اس کو بندھنوں سے آزاد کر دیا اور چوبب لگا کر باہر نکالا۔

ایک گھر کے اندر جاکر اس نے سر پر جو ڈبہ چڑھا رکھا تھا اسے اتار دیا۔ تکلیف سے آزادی تو ملی مگر وہ عارضی تھی۔ کیمرون کیرل کو چند سیڑھیاں نیچے اتر کر ایک تہھ خانے میں لے گیا۔ اس نے اشارے سے سمجھایا کہ وہ کولمین آئیس والی پیٹی پر کھڑی ہو جائے۔ حوف سے سہمی ہوئی کہ وہ نہ جانے اس کے ساتھ کیا کریگا اس نے اس کی تعمیل کی۔ اس نے اسے کہا کہ وہ اپنے ہاتھ

اپنے سر سے اوپر اٹھائے جو اس نے اٹھا لئے۔ پھر اسنے چمڑے کا ایک پٹہ لے کر اوپر پائپ کے ساتھ اسکو کلائیوں سے باندھ دیا۔ جوں جوں وہ اس کے تمام کپڑے اتار رہا تھا کیرل نے محسوس کیا کہ وہ کانپ رہا تھا۔ ابھی تک اسکی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی، لیکن اس نے اندازہ لگا لیا کہ وہ کچھ کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔ گو یہ سب کچھ بہت تکلیف دہ تھا لیکن اس کے بعد جو ہونے والا تھا یہ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔

کیمرون نے اس پیٹی کو نیچے سے ہٹا دیا جس کے اوپر وہ کھڑی تھی وہ ہوا میں معلق تھی اور ٹانگیں پھڑ پھڑا رہی تھی اور چینخ کر کہہ رہی تھی کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔ " اس نے مجھے کہا کہ چلاتی رہو" ۔ کیرل نے کہا۔ اس نے اسے یقین دلا دیا اس جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ اسکا گلا کاٹ دیتا اگر وہ ایسا ہی کرتی رہی تو وہ اس کے ساتھ بھی ایسا ہی کریگا۔

وہ حیران ہوئی کہ کیمرون پرے چلا گیا اور پھر واپس لوٹا۔ اس نے اسکو کسی چیز سے مارنا شروع کردیا جو اسے سامنے اور پیچھے دونوں طرف ٹکرا رہی تھی۔ کیرل مدد کی خاطر چینخی لیکن اس نے اسے زیادہ مارنا شروع کردیا۔ اس نے اندازہ لگا لیا کہ وہ اسے چابک سے ماررہا تھا۔ پر اسنے اسے اسطرح لٹکتا ہؤا چھوڑ دیا کہ اس کے پاؤں کی انگلیاں نیچے زمین پر کسی چیز کو چھو رہیں تھیں۔ آنکھوں پر بندھی پٹی کے نیچے سے وہ دیکھ رہی تھی کہ جنسی مناظر والا ایک رسالہ نیچے فرش پر پڑا تھا، نظر آنے والے صفحے پر ایک عریاں عورت کی تصویر تھی جو اسی طرح لٹکی ہوئی تھی جیسے کہ کیرل اسوقت۔

ابھی بھی وہ اسے تنہا نہیں چھوڑ رہاتھا۔ کیمرون اپنی اس فتح پر کہ اس نے ایک غلام قابو کرلیا اتنا پرجوش تھا کہ وہ باہر گیا اور فوراً ہی اپنی بیوی کے ساتھ وہاں آگیا۔ انہوں نے اپنے کپڑے اتارے اور بالکل کیرل کے قدموں پر جنسی فعل سرانجام دیا۔ اس کےلئیے یہ ایک ڈراؤنا خواب تھا۔ اسکو اس بات کا یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کچھ اسکے ساتھ ہورہاتھا۔ اس نے اسطرح کی بات کبھی سنی تک نہ تھی اور اسکو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اسے کس گناہ کی سزا مل رہی تھی۔

اسے کچھ راحت دینے کیلئے اس نے اسے لٹکنے والی حالت سے نیچے اتارا۔ اس کے بازو سوج گئے تھے اور جہاں جہاں اسے مارا تھا وہاں چوٹوں کے نشان پڑ چکے تھے۔ اسنے اسے ایک اور قبضوں والے صندوق میں بھی بٹھا دیا، اور جب اس نے اسے بند کیا تو اسے پتہ چلا کہ وہ تو ہل بھی نہیں سکتی۔ پھر اسنے ہیڈ باکس اس کے سر پر چڑھا دیا۔ اب اسکا ہلنا جلنا مکمل طور پر ختم ہوگیا اور اسے سانس بھی بڑی مشکل سے آرہی تھی۔ اس نے چینخنا شروع کردیا۔ اسنے اس کے سینے پر بھی ایک پٹہ اسلئے باندھ دیا جس سے اسکا سانس لینے کا عمل مزید دشوار ہو جائے اور وہ شور کرنا بند کردے۔ پھر اسنے اسے اسی حات میں ایک طویل خوفناک رات گذارنے کیلئے چھوڑ دیا۔ اس نے سوچا کہ وہ مر جائیگی۔

اسکی اس صبح یہ حیرانکن سوچ کہ کیسے ایک دوست بدل گیا اور اسکی جوان زندگی میں اتنا بھیانک موڑ آ گیا، لیکن یہ تو ابھی آغاز ہی تھا۔

کیلیفورنیا میں ایک پرسکون ٹاؤن ریڈ بلفّ میں کیمرون اور جینائس بہت کم جانے جاتے تھے۔ وہ خریداری کی خاطر آتے جاتے تھے مگر زیادہ تر صرف اپنے لئے۔ کباڑ کے ایک کارخانے میں وہ ایک قابل بھروسہ ملازم تھا۔ انہوں نے 1976 میں وہاں ایک بوڑھے جوڑے سے مکان کرائے پر لیا تھا جو اس کے برابر والے گھر میں رہائش پذیر تھے انہوں نے نوٹ کیا تھا وہ بڑے چپ چاپ قسم کا جوڑا تھا جنہوں نے ابھی شادی شدہ زندگی کا آغاز کیا تھا۔ وہ اس جوڑے کے ماضی کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ کیمرون دستی کام میں سبک رفتار تھا مگر دوست بنانے میں نہیں۔ اس نے چارسال قبل ایک ہائی سکول سے گریجوایشن کیا تھا اور پھر وہ کام پر لگ گیا۔ اس کے اگلے سال، 1973 میں اس کی ملاقات 15 سالہ جینائس سے ہوئی جو ایک مرگی کی مریضہ تھی۔ کیمرون نے تاڑ لیا تھا کہ وہ اس عورت کو تھوڑی توجع کے عوض جس طرح چاہے اپنے مقصد کیلئے استعمال کرسکتا ہے۔ اسکو ہر قیمت ایک آدمی کی ضرورت تھی۔

کیمرون جس کی سوئی پرتشددّ جنسی بے راہروی میں اٹکی ہوئی تھی اس نے جینائس کو راضی کرلیا کہ وہ اسے کلائیوں کی مدد سے ایک درخت کے ساتھ لٹکا دے۔ یہ عمل اس کیلئے ناگوار تو تھا ہی مگربعد میں ملنے والی محبت اس کیلئے ایک انعام تھا۔ انکے یہ الٹے سیدھے جنسی افعال ایک معمول بن گئے اور 1975 میں انکی شادی ہو گئی۔ یہ وہ موقع تھا جب کیمرون نے خود کو محفوظ سمجھ لیا کیونکہ اب وہ جو جی چاہے کرسکتا تھا۔ جینائس اسکی ہو چکی تھی اور اس کو اسنے اپنی جنسی خوابخیالیوں میں اپنا شریک بنا لیا تھا۔

ہیزل وڈ اور این برجس نے جنسی ایذارسانی میں راحت پانے والوں مردوں کے بارے میں ایک سٹڈی کی جس می بیس عورتوں نے انکا ساتھ دیا۔ درحقیقت جس کی تحریک کیرل سمتھ کے تجربات سے ملی ۔ نے نشاندھی کی کہ مردوں کی خوابخیالی والی دنیا میں رفتہ رفتہ ہورتیں بھی اس میں برابر کی شریک بن جاتی ہیں۔ مرد جو چاہتا ہے دونوں ساتھیوں کے جذبات کو ابھارتا ہے۔ جیسے ہی رفتہ رفتہ مرد عورت کو تنہا کرتا جاتا ہے وہ اس پر اپنا انحصار بڑھانا شروع کردیتی ہے اور اپنی ذات کی خاطر کچھ بات نہیں کرتی۔

اسی طرح کی باہمی انحصار کی اجزائے ترکیبی ایک روحانی پیشواء اور اسکے مریدوں کے درمیان بھی ہوتی ہے۔ پیشواء کی خوابخیالیاں اس کے ماننے والوں میں ودّیعت ہو جاتی ہیں۔ وہ غیروں کے بارے شکوک و شبہات اور وسوسوں کے شکار ہو جاتے ہیں اور اپنے پیشواء کے شان وشوکت والے ارمانوں مین اس کے حصہ دار بن جاتے ہیں۔ وہ اپنی انفرادیّت کی نفی کرتے ہیں، درحقیقت وہ اپنی ضروریبت اور خواہشات کی قربانی دے دیتے ہیں جیسے ایک جتھے کیلئے شہد کی مکھیاں، لیکن وا اسی میں اپنی شان وشوکت محسوس کرتے ہیں اور وہ اپنے پیشواء جو ایک ملکہ مکھی ہے اسکی ایک توسیع بن جاتے ہیں۔

ہیزل وڈ لکھتا ہے ،" یہ سمجھنا ضروری ہے کہ مختلف طریقوں سے جنسی مباشرت کے ذریعے ایذارسانی سے راحت پانے والے عبادتگذاروں کو ورثے میں ہی یہ عقیدہ ملا ہوتا ہے کہ تمام عورتیں بری ہوتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں جب یہ لوگ اس مفروضے کو ثابت کرنے کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو وہ اس کام کےلئے مڈل کلاس

کی نفیس عورتوں کا چناؤ کرتے ہیں جو بظاہر نارمل ہوں۔" وہ ایک ایسا طریقہ اختیار کرتے ہیں جس سے وہ انکی کمزوریوں کا فائدہ اٹھاکر انکو اپنی ڈگر پر لے آتے ہیں اور تابع کرلیتے ہیں۔

یہ اس بات سے مختلف نہیں ہے جو فرقہ پرستوں کے نزدیک عام لوگوں کی فطرت ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ لوگ پیدائشی اعتبار سے ہی گنہگار ہوتے ہیں اور فطرتاً برائی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ انکا پیغام اکثر ایک تمبیّع کی شکل میں ہوتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ توبہ استغفار کرو اور اپنے گناہوں پر پچھتاؤ۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر کوئی دنیا کو اپنی نظر سے دیکھتا ہے۔ اچھے لوگ دوسروں میں اچھائی ڈھونڈھتے ہیں۔ وہ بھروسہ کرنے والے ہوتے ہیں کیونکہ وہ خود قابل بھروسہ ہوتے ہیں۔ بےایمان لوگ دوسروں کو بدکردار سمجھتے ہیں۔ بے راہرو دوسروں کو بے راہرو سمجھتے ہیں۔ لڑنے بھڑنے والے لوگ دنیا کو میدان کارزار سمجھتے ہیں اور چل سو چل۔

ہوکرز کے باہمی تعلقات کے ڈرامے میں یہ چیز مختلف رنگوں میں نظر آتی ہے۔ کیمرون نے ڈانس کو سمت دی اور جینائس نے سرتسلیم خم کردیا۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتی وہ اسکو مار دینے کی دھمکی دے دیتا ، اور اسے یقین تھا کہ وہ اس کو عملی جامہ پہنا دیگا۔

روحانی پیشواء اپنے مریدوں پر اسی طرح کا کنٹرول کرتے ہیں۔ انکی دھمکیاں زیادہ تر تمبیع ہوتی ہے کہ وہ عذاب الٰہی سے ڈریں اور اپنے گناہوں پر پچھتاتے رہیں۔ لیکن یہ جسمانی سزاؤں کی شکل میں بھی ہوتی ہے، جسمیں مارپیٹ، ٹارچرنگ، جسم کا کوئی عضو کاٹ دینا یا

سر قلم کردینا – اسکا انحصار اس چیز پر ہے کہ پیشواء کا اپنے مریدوں پر کنٹرول کتنا مظبوط ہے اور وہ کس حد تک اپنے ارادوں سے عہدہ براہ ہوسکتا ہے۔ ساتویں صدی میں عرب میں ایسا معاشرہ تھا جہاں کسی قانون کی عملداری نہیں تھی اور مدینہ جہاں محمد حاکم عالی تھا اور وہ جو چاہے کرسکتا تھا۔

تاہم اسطرح کے لوگ اس قسم کی تابعداری سے بھی اکتا جاتے ہی اور کچھ نئے اور زیادہ مزیدار کی تلاش میں نکل پڑتے ہیں۔ کیمرون کو ایک جوان لونڈی کی تلاش تھی اور وہ چاہتا تھا کہ اسمیں جینائس اسکی مدد کرے۔ اسطرح کے جوڑوں میں عورت کو ڈر ہوتا ہے کہ اگر اس نے اپنے مرد کا ساتھ نہ دیا تو کہیں وہ اسے کھو نہ دے، اور چونکہ اسکو ایک موقع نظر آرہا تھا کہ اگر اس کی توجع دوسری طرف ہو جائے تو اسکا رگڑے کھانے کا بوجھ بھی کم ہو جائیگا اسطرح کی صورتحال میں عورت سمجھوتہ کرلیتی ہے۔ جینائس بس کیا چاہتی تھی، ایک بچہ، اور پھر کیمرون جو جی چاہے کرے۔ اس نے یہ سودا منظور کرلیا اور مستقبل کی منصوبہ بندی کرنے لگا۔

سائیکوپیتھ اور اسکے کو- ڈیپینڈنٹ کے مابین بھی ایسا ہی رشتہ ہوتا ہے جیسا کہ روحانی پیشواؤں اور انکے پیروکاروں کے درمیان ہوتا ہے۔ فرقہ پرستوں سے انکی اپنی شناخت چھین لی جاتی ہے۔ انکو اپنے اندر کچھ نظر نہیں آتا سوائے اسکے کہ وہ اپنے اس آقا کے ادنی غلام ہیں جو خود کو ایک بہت طاقتور خدا کے نمائندے کے طور پر پیش کرتا ہے۔ انکو صرف اسی وقت خود میں کوئی جان محسوس ہوتی ہے جب وہ اسکی چھتری کے تلے ہوتے ہیں بصورت دیگر وہ کچھ بھی نہیں۔ وہ

اپنے آقا کی خوشنودی کی خاطر کچھ بھی کرسکتے ہیں۔ سائیکوپیتھ اور اسکے کو۔ ڈیپینڈنٹ کے درمیان رشتہ نہ ہی خوف کا ہوتا ہے اور نہ ہی محبت کا۔ یہ دونوں کی آخری حدوں کا آمیزہ ہوتا ہے۔ ایک فرقہ پرست کو سب سے زیادہ ڈر کسی جسمانی سزا کا نہیں ہوتا بلکہ ٹھکرائے جانے اور قطع تعلقی کا ہوتا ہے۔ اپنے آقا کی رضا حاصل کرنے کی خاطر مرید کچھ بھی کرسکتے ہیں۔ وہ قتل کر سکتے ہیں، خودکشی کرسکتے اور اور اپنی مرضی سے خود کو پیش کرسکتے اور یہاں تک کہ اپنی بیوی اور بچوں کو بھی اپنے گرو کی جنسی تسکین کیلئے حاضر خدمت کرسکتے ہیں۔

اسے کچھ تیاریاں کرنی تھیں۔ اسے کسی ایسے طریقے کی ضرورت تھی جس سے وہ اپنے غلام کی چینخ وپکار کو پڑوسیوں تک پہنچنے سے روک سکے تاوقتیکہ وہ اپنی اوقات پہچان لے۔ اپنی خوابخیالیوں کے بہاؤ میں اسنے ڈبے ڈیزائن کئےاور تیار کرلئے جنکو وہ کیرل پر استعمال کرنا چاہتا تھا۔ جینائس کو حمل ہوگیا، اسکے ہاں بچہ پیدا ہؤا اور وہ اسکی پرورش میں لگ گئی۔ کئی مہینے گذر گئے، ایسا ہوسکتا ہے کہ کیمرون اپنا مقصد بھول چکا ہو لیکن ایسا نہیں ہؤا تھا۔ بالک بھی نہیں۔ جب وقت موزوں تھا اور ہرچیز تیار تھی، اس نے اس کام جینائس کی مدد حاصل کی کہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک لگے اور اس چکر میں لگ گیا کہ پہلا قدم کیا ہو جو لونڈیوں کو باندھ کر رکھے۔

صبح ہوئی توکیرل نے محسوس کیا کہ وہ بالکل بس ہو چکی ہے۔ اسے شاید ہی نیند آئی ہو اور اب اسے فکر تھی کہ اور نیا کیا ہونے والا ہے۔ کیمرون اسے لینے آ گیا، اس نے اسکا ہیڈ باکس اتار دیا

اور اس نے باڈی بکس بھی اتار دیا جسنے کیرل کو بانھ کے رکھا ہؤا تھا۔ اس نے سکھ کا سانس لیا، لیکن ابھی بھی وہ اس شخص سے خوفزدہ تھی۔ کیا اب وہ اسے جانے دیگا یا ابھی بھی کچھ باقی ہے؟

اس نے اسے باقی کے دن کیلئے بھوکہ رکھا اور پھر اس نے اسے کھانے کیلئے آلو اور پانی دیا۔ کیمرون نے اسے دوبارہ لٹکا دیا اور اسکے اوپر ہیڈباکس بھی چڑھا دیا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کب آتا جاتا ہے یا اس کے ذہن میں کیرل کیلئے کیا منصوبہ ہے۔ رفع حاجت کے لئے اس بیڈپین استعمال کرنے کی اجازت تھی، اور وہ اسے ایک ریک پر سیدھا لٹا دیتا تھا جہاں وہ گھنٹوں ساکت پڑی رہتی تھی ۔

خودپرست روحانی پیشواء اپنے مریدوں کو مطیع کرنے میں زیادہ باریک بین ہوتے ہیں۔ وہ ان پر موت سے بعد والی زندگی کا خوف طاری کردیتے ہیں اور اس عذاب سے ڈراتے رہتے ہیں جو روز حشر کے نتیجے میں انکا منتظر ہے۔ وہ انہیں تمبیع کرتا رہتا ہے کہ اگر وہ تائب نہ ہوئے تو ان کے ساتھ بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ نارسّسٹ اور سائیکوپیتھ دونوں ہی خوف کو غلبے کے حصول کی خاطر بطور ہتھیار استعمال کرتے ہیں ۔ درج ذیل کہانی اس نکتے کی وضاحت کردیگی۔

سید الخضری سے روایت ہے:

ایک دفعہ رسولاللہ عیدالفطر یا عید الاضحی کی نماز ادا کرنے مصلے پر گئے اور چند عورتوں کا وہاں سے گذر ہؤا اور اس نے کہا، " او عورتو، صدقہ خیرات دیا کرو کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ جہنم کے باسیوں میں زیادہ تعداد تم عورتوں کی ہے۔" انہوں

نے پوچھا "ایسا کیوں ہے یا رسولاللہ؟" اس نے جواب دیا، " تم اکثر اپنے خاوندوں کو کوستی ہو اور بہت ناشکری ہو، میں نے کسی کو بھی اتنا ناقص العقل اور دین میں کمزور نہیں پایا جتنی کہ تم، ایک صالح اور سمجھدار مرد کو بھی تم میں سے کچھ گمراہ کرسکتی ہو" عورتوں نے پوچھا، " یا رسولاللہ ، ہماری عقل اور دینی معاملات میں کیا خامی ہے؟" اس نے کہا، "کیا دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر نہیں ہے؟" انہوں نے ہاں میں جواب دیا۔ پھر اس نے کہا، " یہ ہے عورتوں کی عقل میں کمی۔ کیا یہ سچ نہیں ہے ماہواری کے دنوں میں عورتیں نہ تو نماز پڑھ سکتی ہیں اور نہ ہی روزے رکھ سکتی ہیں؟" عورتوں نے ہاں میں جواب دیا۔ اس نے کہا، " یہ ہے انکی دینی کمزوری۔"

اس حدیث کو بہت سے راویوں نے سلسہ وار بیان کیا ہے اور متعدد موّرخین نے بھی اسے تایخ کا حصہ بنایا ہے۔ محمد نے عورتوں کے ذریعے اپنے خزانے کے صندوق بھرنے چاہے۔ اس نے انکے ذھن خوف سے بھر دیئے اور کہا کہ وہ اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہائیں۔ اپنی بات منوانے کیلئے خوف دنیا کا قدیم ترین اور مؤثر ترین ہتھیار ہے۔

نوٹ فرمائیں مندرجہ بالا حدیث میں ربط ناپید ہے۔ محمد کے حیات بعد از موت کے نظریئے کے مطابق، جو لوگ اس دنیا سے کوچ کرجاتے ہیں بشمول انبیاء کے، وہ اسوقت تک اپنی قبروں میں ہی قیام کرینگے جب تک آخرت کے دن انہیں دوبارہ زندہ نہیں کردیا جاتا اور انکی بخشش کا فیصلہ نہیں ہوجاتا ۔ اسلئے امکان یہی ہے کہ محمد نے ان میں

سے کسی کو بھی جہنم میں نہیں دیکھا ہوگا۔ اس منطق کی رو سے معراج کے بارے میں محمد کا دعوی بھی جھوٹا ہے کہ پہلے آنے والے پیغمبروں کی وہاں اس سے ملاقات ہوئی۔ ہاں ایسا ہوسکتا ہے کہ محمد کا یہ سفر وقت کی دنیا کا سفر تھا اور اسنے اسوقت کو بھی دیکھ لیا جو ابھی آنا ہے۔ لیکن یہ مفروضہ بھی قائم کرنے کے قابل نہیں کیونکہ محمد نے یہ دعوی کیا کہ پہلے آنے والے پیغمبر وہاں عرش پر موجود تھے جنہوں نے وہاں اسکا استقبال کیا۔ لیکن ایسا بھی کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ روایات کے مطابق ابھی تو اسرافیل نے ثور پھونکنا ہے(سچ کا بگل) اور محمد وہ پہلا شخص ہوگا جو دوبارہ زندہ کیا جائیگا۔

اسکا ایک اور پورا دن ایسے ہی گذر گیا بغیر کھانے کی اجازت ملے۔ کیمرون نے اسے پانی پینے پرمجبور کیا اور کہا کہ انڈے اور سلاد والا سینڈوچ کھائے۔ اسنے کھا لیا مگر اس دن گرمی اور جبّس تھا اسلئے اس نے دوسرا کھانے سے انکار کردیا ۔ اس کو اس نے بڑے غصے میں یاد دلایا کہ اسے اسکا مشکور ہونا چاہئے۔ اس نے احتجاج کیا کہ وہ سیر ہو چکی ہے لیکن اسے فوراً ہی سمجھ آگئی کہ غلام وہی کچھ کرتے ہیں جسکا اسے کہا جاتا ہے، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ اسے کیسا لگ رہا ہے۔

اس کی اس نافرمانی کی پاداش میں کیمرون نے دوبارہ اسے لٹکا دیا اور چمڑے کے پٹوں سے اسکی کلائیاں بندھ دیں اور اسے چابک مارنے شروع کردیئے حتی کہ وہ بیہوش ہوگئی۔ اور آخرکار جب اس نے اسے نیچے اتارا تب تک اسے بھوک نہیں لگی تھی اسے شدید درد ہورہا تھا لیکن اس نے اسے مجبور کیا کہ وہ باقی کا کھانا ختم کرے۔ مطمئن ہوکر اس نے دوبارہ اسے بانھ دیا اور ہیڈ باکس اس

کے سر پر چڑھا دیا اور باہر چلا گیا۔ آخر اسکے چلے جانے پر کیرل نے سکھ کا سانس لیا مگر وہ ابھی تک ڈری ہوئی تھی۔

جیسے جیسے وقت گذرتا گیا کیرل نے جینائس اور اسکے بچے کو شازونادر ہی دیکھا۔ دن کا بیشتر حصہ وہ عریاں حالت میں زنجیروں کے ساتھ کس کرتختے پر بندھی رہتی اور اسکی آنکھوں پر بھی پٹی بندھی ہوتی تھی۔ کیمرون اکثر اسے کوڑے مارنے آتا رہتا۔ کبھی کبھی جب وہ عریاں حالت میں مار کھا کھا کر نڈھال ہو چکی ہوتی تھی تو وہ اسکی تصویریں اتارتا تھا اور خود ہی اس فلم کو ڈویلپ کرتا تھا۔ ہر دفعہ جب کبھی اسکے ذہن میں اذیّت پرستی کی لہر اٹھتی تھی وہ اسکا سر پانی میں ڈبو دیتا تھا یہاں تک کہ وہ بیہوش ہوجاتی۔ اسے حیرانگی تھی کہ اگر وہ زیادہ دیر تک اسی طرح اسے رکھے تو اسکی موت بھی واقع ہوسکتی ہے۔ کیرل اکثر اس سے پوچھا کرتی تھی کہ وہ کب اسے رہائی دیگا۔ وہ ہمیشہ یہی کہتا، "جلد ہی"۔

اپنی غیر حقیقی خوابخیالیوں کے باوجود، کیمرون کچھ حقیقی پہلو بھی ذہن میں رکھتا تھا۔ اسے احساس ہؤا کہ اگر وہ یونہی کیرل کو سارا سارا دن تختے کے ساتھ اسے زنجیروں سے کس کر باندھے رکھے گا تو کہیں اس کی صحت پر ہی برا اثر نہ پڑ جائے۔ اس نے اسے کنٹرول میں رکھنے کا ایک نیا طریقہ سوچا۔ 10 دن تک وہ ایسے بکس کی تیاری میں لگا رہا جو تابوت کی مانند دکھتا تھا۔ جب تک اسکا کام ختم نہیں ہؤا ، کیرل کو اس تختے کے ساتھ ہی گذارا کرنا تھا۔ پھر اس چھوٹی سے تنگ کوٹھڑی میں کیمرون نے اسکا سلیپنگ بیگ ساتھ رکھ دیا۔ پھر اس نے اسکے کانوں میں روئی

وغیرہ گھسیڑ دی اور اسکو اندر بند کرنے سے پہلے زنجیروں میں جکڑ دیا۔ وہاں اسکو اسوقت تک رہنا ہوتا تھا جبتک وہ چاہے۔

ایک ماہ سے کچھ زیادہ یہی معمول رہا، اور اس نے کیرل کو کبھی نہانے یا خود کو صاف کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس کے وزن میں تقریباً 20 پاؤنڈ کی کمی ہوگئی اور اسکو حیض آنا بند ہوگئے۔ وہ صندوق ہی اب اسکی کل دنیا تھی اسلئے اب اس نے خود کو اسکا عادی بنا نا شروع کرلیا۔ کیمرون اس صندوق میں ہوا کے گذر کیلئے ایک بلوئر لگا دیا لیکن وہ درجہ حرارت کو کنٹرول نہیں کرتا تھا، اسطرح کیرل نے بکس کے اندر کے درجہ حرارت سے وقت کا اندازہ لگانا سیکھ لیا۔

کیرل کو باندھ کے رکھنے والا کیمرون کا دورانیہ بڑھنے لگا اور تواتر میں بھی زیادتی آنے لگی۔ ٹارچر بڑھاتے ہوئے اس نے اسکی جلد کو جلانے یا اسے برقی رو سے تکلیف پہنچانے کی غرض سے ایک ہیٹ لیمپ لگا دیا۔ کبھی کبھی وہ اسکے گلے پر بھی دباؤ ڈالتا تاکہ اسکو سانس لینے میں دشواری پیدا کرسکے، چابک برسانے کا کام اس نے کبھی نہیں چھوڑا ۔ جو کچھ بھی وہ اسکے ساتھ کیا کرتا تھا اس سے اسکے جنسی اشتیاق میں جوش پیدا ہوتا اور اس سیشن کا اختتام اسکو زدوکوب کرنے پر ہوتا ، تاہم اس نے اسکے جنسی مباشرت نہیں کی۔

پھر ایک دن اس نے فیصلہ کیا کہ اس کو کام پر لگا دے۔ اسنے ایک چھوٹی سے کوٹھڑی تیار کی جوکہ سیڑھیوں کے نیچے آسکتی تھی پھر اسنے اسے اسکے اندر رکھڑا کر دیا، اسکی بیڑیاں تو اتار دیں مگر آنکھوں پر سے پٹی نہیں۔ دروازہ بند کردینے کے بعد اسنے

اسکی آنکھوں سے پٹی اتار دی اور اسے حکم دیا کہ وہ موم پھلی کے چھلے اتارے یا میکرامے کا کام کرے۔ یہ اس کی آزادی کا ایک چوٹا سا میدان بن گیا بس اتنا سا وقت ہی تھا جس میں اسے حرکت کرنے کی آزادی تھی گو وہ بھی بہت محدود تھی۔

جسمانی کنٹرول بمقابلہ ذہنی کنٹرول

نارسسٹز اور سائیکوپیتھز شکاری ہوتے ہیں۔ وہ دوسروں پر اپنا کنٹرول چاہتے ہیں۔ کسی کے مرنے جینے پر کنٹرول انکو خدا ہونے کا احساس دیتا ہے۔ یہ طاقت مطلق ہے۔ انکے کنٹرول حاصل کرنے کے ذرائع مختلف ہوتے ہیں۔ ایک سائیکوپیتھ زیادہ بڑی برائیاں کرسکتا ہے۔ وہ اپنے شکار کیلئے مادی شکنجے لگاتا ہے اور انکو حیوانوں کی طرح باندھ کر رکھتا ہے۔ وہ اپنے شکار کے ساتھ چوہے بلی والا کھیل کھیلتا ہے۔ نارسسّٹ اپنے شکار کو نروان کا لالچ دیتا ہے اور اسپر نفسیاتی کنٹرول حاصل کرتا ہے۔ اس فرق کے باوجود وہ فنا پذیری کی حد تک مشابہت رکھتے ہیں۔

کئی مہینے گذر گئے اور کیرل 21 سال کی ہوگئی، اسنے اپنی سالگرہ، کرسمس اور نیاسال بھی تابوت میں ہی منایا۔ آٹھ مہینے تک اس جسمانی اذیّت کو سہنے اور وہاں سے رہائی پانے کی بے یقینی والی کیفیّت میں کیرل نے اچانک ایک نئی چیز سیکھ لی۔

کیمرون نے خفیہ طور پر شائع ہونے والا ایک اخبار لگوا لیا جس کی نوعیت sadomasochistic (ایک شخص میں دو متضاد خوائص ہونا ایک توکسی کو اذیّت دیکر خوش ہونا اور دوسرا خود کی تکلیف دیکرخوش ہونا) تھی اور اسے انسائیڈ نیوز کے نام سے پکارا جاتا

تھا۔ اسکا ایک شمارے ایک مضمون چھپا جسکا عنوان تھا " وہ اس کے پاس جسم اور روح بیچ دیتے ہیں جب وہ غلامی کے معاہدے پر دستخط کردیتے ہیں"

اس سے اسکے ذھن میں ایک خیال آیا۔ اسنے ایک معائدہ وضع کیا جو اسطرح نظر آئے کہ اس کو قانونی تحفظ حاصل ہے۔ اس نے کیرل کو بطور غلام "کے" سے موسوم کیا اور اسکا اپنے ساتھ ایک جھوٹے نام"مائیکل پاور" سے معاہدہ سائن کرلیا۔ اسکے مہینے کے اختتام، اسنے اسے کہا کہ وہ یہ مضمون پڑھے اور کے پاورز کے ساتھ کنٹریکٹ سائن کرلے ۔ اسے سمجھ آگئی تھی جو اس نے پڑھا ہے وہ سراسر ایک برآئی ہے، لیکن اس نے اسے بتایا کہ یا تو وہ اس پر دستخط کردے نہیں تو وہ اسکی جگہ دستخط کردیگا اور ایسا ظاہر کریگا کہ یہ دستخط اسنے کئے ہیں۔ اس نے بات مان لی۔

دستاویز میں وہ قوانین موجود تھے جس پر اس نے عمل کرنا تھا، اور اس پر دستخط کرنے کا مطلب تھا کہ اس نے ان قوانین کو تسلیم کرلیا ہے۔ اب اسے اسکو "آقا" سمجھنا تھا اور اپنے شریر کو ہر وقت اسک تسکین کی خاطر " حاظر" رکھنا تھا۔ اگر وہ اسکا کہنا نہیں مانے گی تو وہ اسے کسی اور کے حوالے کر دیگا جو اتنا اچھا نہیں ہوگا جتنا وہ خود ہے۔

اسنے اس کے ساتھ جھوٹ بولا کہ اسنے سلیو کمپنی کے ساتھ رجسٹریشن کروانے کیلئے 1500 امریکی ڈالر خرچ کئے ہیں۔ اس نے وضاحت سے بتایا کہ کمپنی کے لوگ انپر مسلسل نگاہ رکھے ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے سارے گھر میں خفیہ کیمرے لگا رکھے

ہیں۔ انکو کیرل کے رشتہ داروں کا بھی پتہ ہے اور اگر اسنے نافرمانی کی تو وہ اسکے رشتہ داروں کو قتل کردینگے۔ جینائس بھی انکی غلام ہے، اور ان میں سے کسی نے بھی بھاگنے کی کوشش کی تو وہ انکی ہتھیلیوں میں کیل گاڑ کر انکو اوپر شہتیر کے ساتھ کئی دنوں کیلئے لٹکا دینگے۔

کیرل نے بتایا ،"اس کے پاس اپنی سنائی ہوئی کہانیوں کو سچ ثابت کرنے کیلئے کافی مواد موجود ہوتا تھا اور اسلئے جو وہ کہتا تھا میں اسے مان لیتی تھی"

جسمانی کنٹرول کا حصول محدود ہوتا ہے۔ شکار جیسے ہی موقع ملتا ہے اپنے پھندے سے جان چھڑا کر فرار کی راہ لے سکتا ہے۔ اور اگر زنجیریں نفسیاتی ہوں تو وہ ہمیشہ کیلئے غلام بن جاتا ہے۔ جسمانی بندھنوں کا توڑنا بہ نسبت نفسیاتی بندھنوں کے توڑنا آسان ہوتا ہے۔

کیمرون نے اس چیز کا احساس کرلیا تھا کہ اپنے شکار پر مکمل کنٹرول حاصل کرنے کیلئے اسے ایک فرضی ساتھی کی ضرورت تھی، ایسے ساتھی کی جو انہیں ہر وقت دیکھ رہا ہو جبکہ وہ نہ انہیں دیکھ پائیں، وہ انکی ہربات سن سکتا ہو مگر اس کی آواز کسی کو سنائی نہ دے' وہ ہرجگہ موجود ہو اور مختارکل ہو اور ڈرانے والا ہو۔ نارسسّٹ/سائیکوپیتھ اپنے شکار پر مکمل قابو رکھنے اسکو یہ باور کروانے کامیاب ہو جاتے کہ انکی پشت پر ایک بہت ہی طاقتور خیالی طاقت کارفرما ہے۔

روحانی پیشواء خدا کو اپنے تصوراتی ساتھی کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ لوگوں کی اکثریت خدا کو مانتی ہے۔ انکا ایمان ہوتا وہ سب سے طاقتور، سب کودیکھنے والا، اور سب کچھ سننے والا ہے اور وہ

ہر جگہ موجود ہے۔ بس ایک دفعہ یہ روحانی پیشواء اپنے مریدوں پر یہ اعتقاد بٹھا لیں کہ وہ اسکا نمائندہ ہے، اسکا بھیجا ہؤا پیغمبر ہے، نبی ہے اور وہ خدا کا ساتھی ہے تو پھر وہ انپر مکمل کنٹرول حاصل کرسکتا ہے۔

غلامی کے معاہدے پر دستخط کرنے کے بعد کیرل اب کیمرون کی غلام نہیں تھی؛ اب تو وہ اس کمپنی کی ملکیت تھی جو اس سے کہیں زیادہ طاقتور اور دہشتناک تھی۔ غیرمرّئیی چیزیں زیادہ ہیبتناک ہوتی ہیں بہ نسبت انکے جن کو آپ دیکھ سکتے ہیں۔

بس ایک دفعہ کیرل کو کمپنی پر یقین ہوگیا تو پھر وہ فرار کی آزادی سے ہاتھ دھو بیٹھے گی۔ وہ کسی سے بات کرتے ہوئے ڈرتی تھی کہ کہیں وہ کمپنی کا جاسوس ہی نہ ہو۔ اگرچہ ابھی بھی سوچنے کی آزادی رکھتی تھی اور اپنے خیالوں کے ذریعے اپنی حقیقت سے فرار حاصل کرسکتی تھی۔ اسے پتہ تھا کہ یہ شیطانی کمپنی ہے اور وہ اس سے نفرت کرسکتی ہے۔ یہ ایک عیاشی ہے جو فرقہ پرستوں کی قسمت میں نہیں۔

کیرل سات برس تک کیمرون کی باندی بن کے رہی۔ اس نے اپنے جذبات کو مارنا سیکھ لیا۔ بیٹی لیز نامی صحافی کو اس نے بتایا، " جتنا زیادہ میں اسکے کھیل میں اسکا ساتھ دیتی رہی اتنا ہی میرے لئے بہتر تھا۔ اگر میں اسکا مقابلہ کرتی تو یہ سب کچھ ہمیشہ کیلئے ہوتا رہتا۔" اس نے جانا کہ اس سے بھیک مانگنا اس کو مزید بھڑکا تھا اسلئے اس نے مانگنا چھوڑ دیا۔ اس کی موجودگی میں وہ اپنے آنسؤوں کو چھپا لیتی تھی۔ تو اسے نہیں پتہ چلتا تھا کہ وہ کیا محسوس کررہی ہے۔ اس نے اس صورتحال

سے بچنے کیلئے اپنے ذہن کی طاقت کو استعمال کیا۔ لیکن ہر روز ہی اسے پچھلی والی پوزیشن میں لے آیا جاتا۔

کمپنی کی جگہ اللہ کا نام استعمال کرلیں۔ اللہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے، لیکن اس کے پاس وہ طاقت ہے جو کیمرون کی فرضی کمپنی کے پاس نہیں۔ اللہ تو بندے کا ذہن بھی پڑھ سکتا ہے۔

ایک پیشواء کے پاس یہ ایک جلالی طاقت ہے۔ جس چیز نےہمیں انسان ہونے کا رتبہ دیا وہ اسکی سوچنے کی صلاحیّت، کسی چیز پر سوال اٹھانا اور اسکو شک کی نظر سے دیکھنا۔ ڈیکارت نے کہا تھا کہ میں سوچتا ہوں اسلئے میں ہوں۔ اگر کوئی شخص آپکے خیالات پر کنٹرول حاصل کرلے تو اس نے آپکی قوت فکر کو قابو کرلیا اور اسطرح آپکی پوری ذات کو۔ اگر کوئی شخص سوچنے سے ڈرتا ہے، نہ کسی چیز پرسوال اٹھاتا ہےاور نہ ہی شک کرتا ہے وہ ایک شخص ہونے کی حیثیت کھو دیتا ہے اور ایک زومبی بن جاتا ہے۔

محمد کا اللہ لوگوں کے ذہن کو پڑھ سکتا ہے۔ اس کے پاس عقوبت والی آگ ہے جو اس پر یقین نہ رکھنے والوں کیلئے ہے۔ کیا اس سے کوئی زیادہ طاقتور چیز موجود ہے جو ذہنوں کو کنٹرول کرسکے؟

کیمرون کی "سلیو کمپنی" اپنے غلاموں کو بس تھوڑی دیر کیلئے ہی سزا دے سکتے ہیں۔ کوئی مسئلہ نہیں سخت ٹارچر موت کا سبب ہوسکتا ہے مگر یہ بھی ایک خلاصی ہے۔ کمپنی غلاموں کے اندر کو نہیں پڑھ سکتی لیکن اللہ اپنے بندوں کے ذہنوں کو پڑھ سکتا ہے، انکو ہمیشہ کیلئ ےآگ میں جلا سکتا ہے، انکے منہ مین کھولتا ہؤا پانی ڈال سکتا ہے۔ انکی انگلیاں کاٹ سکتا ہے اسکو زہریلے پھل اور پس کھلا سکتا ہے۔ کسی کو اسطرح کی لامتناہی سزاؤں کا حقدار بنانے کیلئے بس آپکو

صرف اتنا کرنا ہے کہ محمد نے جو کہا اس پر شک کیا جائے تو پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنمی ہو سکتا ہے۔

ایک دفعہ کوئی اس تانے بانے پر یقین کرلے وہ اپنی سوچ سے کام لینا چھوڑ دیتا ہے۔ اس سے بچاؤ کا کوئی طریقہ نہیں ہوتا۔ مسلمانوں نے محمد اور اسکے تصوراتی خدا سے اپنی غلامی کے معاہدے پر دستخط کر دیئے ہیں جب تک وہ اس شخص کی للکاروں پر یقین کرتے رہیں گے۔ وہ خود کو اسکے بندے (غلام) کہلاتے ہیں۔

مسلمانوں کو اس غلامی سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے بس اتنا کرنا ہے کہ وہ اس پر سوال اٹھائے کہ اتنا رحیم اور رحمان خدا کیوں اپنے بندوں کو اتنی اذیّت پرستی سے ٹارچر کریگا تو محمد کی لفظوں سے بنی ہوئی پہیلی تار تار ہو جائیگی۔ کیسے ایک مختارکل خدا لوگوں کو اس بات پر آگ میں جھونکے گا کہ اس نے ایک ایسے شخص کے واہیات اور منطق سے عاری دعووں پر یقین نہیں کیا جس نےلائق ملامت اور تشددّ سے بھرپور مجرمانہ زندگی گذاری ہو۔ عقلمندانہ سوچ کا ایک لمحہ تمام مسلمانوں کو آزاد کر دیگا۔ اور اگر آپ نے یہ غلامی کا معاہدہ سائن کیا ہؤا ہے اور اپنی قوت فیصلہ کو بادلوں کے خوف میں چھپایا ہؤا ہو تو یہ لمحہ کبھی نہیں آئیگا۔ ایک مسلمان عورت نے مجھ پر توہین آمیز جملوں سے حملہ کرتے ہوئے لکھا کہ مجھے سچ کی سمجھ نہیں ہے۔ میں نے اسے کہا کہ محمد نے کہا تھا کہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں۔ مجھے بتائیں آپ اس سے اتفاق کرتی ہیں یا کہ نہیں۔ میں نے یہ سوال بیشمار عورتوں سے پوچھا ہے جنہوں نے پلٹ کر مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس مسلمان عورت نے دفاع کرتے ہوئے لکھا، " میں ہر اس بات پر یقین رکھتی ہوں جو محمد نے کہی۔ اور تم سو سال میں بھی

میرا ذھن تبدیل نہیں کرسکتے۔" اس نے مجھے احمق کہنے کے بعد دوبارہ لکھا، "ہمارے خاندان کی تمام عورتیں محمد کی ہر بات سے اتفاق کرتی ہیں جو محمد نے عورتوں کے بارے میں کہیں، اور یہ سچ ہے کہ عورتوں کی سوچ ناقص ہوتی ہے۔"

یہ برین واشنگ کی بہترین مثال ہے۔ ان پیروں کے معتقدین اپنی سوچنے کی اہلیّت کو اپنے پیر کے حوالے کردیتے ہیں۔ انکو آزاد لوگ نہیں تصور کیا جاسکتا۔

فرض کرلیجئے خدا کا وجود ہے، ہم اسے کبھی نہیں جان سکتے اور نہ ہی اسکے اوصاف کو۔ جن خداؤں پر ہم ایمان رکھتے ہیں وہ ہمارے ذھن کی پیداوار ہیں۔ کوئی شخص بھی یہ نہیں مانے گا کہ اسکا خدا برا ہے۔ سوچ سے خالی اس طرح کے دعوے کہ اللہ بڑارحمان اور رحیم ہے بے معنی ہیں اگر اسکی تعلیمات یہ ہیں کہ جنگ کرو، قتل کرو، دھوکہ بازی کرو اور دوسروں کو مطیع کرو۔ اسطرح کے خدا کا ذھن میں وجود رکھنا جو اذیّت پسند ہو اور اس نے اسطرح کی دوزخ بنائی ہوئی ہو جس میں وہ انسانوں کو جلائیگا اور ان کو بڑے سفاکانہ انداز میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے عقوبت میں مبتلا رکھے گا، اسلئے کہ انہوں نے اس کی پوجا نہیں کی ایک بہت گہری حماقت ہے۔ خالق کائنات کے ساتھ اسطرح کے اوصاف منسوب کرنا توہین خداوندی ہے۔

اچھے لوگوں کے ذھن میں اچھے خدا ہوتے ہیں اور برے لوگوں کے خدا ہیبتناک ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کی دنیا دوزخ کی مانند ہے کیونکہ وہ ایک سائیکوپیتھ کے تراشے ہوئے ایسے خدا پر یقین رکھتے ہیں جو اذیت پسند ہے۔

جو برے خداؤں پر ایمان رکھیں گے وہ برائیاں کریں گے۔ مانا جاتا ہے کہ Aztecs ہر سال اپنے خدا Huitzilopochtli کی قربان گاہ پر20000 انسانوں کی قربانی دیتے ہیں۔ انڈین ٹھگوں کے حصے میں بھی بات آتی ہے کہ انہوں نے کالی، ایک ایسی دیوی جس نے یہ حکم دیا تھا کہ تمام ایسے لوگوں کو قتل کردو جو اس کی طرح کے نہیں ، کے حضور ہرسال 40000انسانوں کی قربانی دی۔ محمد کے قوت باصرہ کے مطابق الله ایک برا خدا ہے جو انسانوں کی قربانی کا مطالبہ کرتا ہے۔ مسلمانوں کو یہ نوید سنائی گئی ہے کہ اگر وہ اس پر ایمان نہ لانے والوں(یعنی جو انکی طرح کے نہیں) کو قتل کردیں یا وہ اس راستے پر چلتے ہوئے خود مارے جائیں تو اس کے بدلے میں انہیں اجر ملیگا۔

تو جو لوگ آخرت کو خریدتے اور اسکے بدلے دنیا کی زندگی کو بیچنا چاہتے ہیں انکو چاہئیے کہ وہ خدا کی راہ میں جنگ کرے پھر شہید ہو جائے یا غلبہ پائے تو ہم عنقریب اسکو بڑا ثواب دینگے۔ (قرآن 4:74)

یکدم اور واضع غلامی

واقعتاً کیرل اب گھر میں ' کے' کے نام سے جانی جانے لگی اور اب اسے گھر کے کام کاج ، جیسا کہ کھانا پکانا، برتن دھونا اور صفائی کرنا وغیرہ کی اجازت تھی۔ تاہم جب بھی کبھی کیمرون غصے سے چلا کر اسے کہتا، "اٹینشن" اس پر لازم تھا کہ وہ اپنے کپڑے اتار پیروں کی انگلیوں پر کھڑی ہو جائے اور ڈائننگ روم اور لونگ روم

کے دروازے پر کھڑے ہوکر اپنے ہاتھوں سے اسکے اوپر والے حصے کو چھونے کی کوشش کرے۔

وہ غلاموں والی وردی پہنتی تھی اور اسے رجسٹریشن کارڈ دیا گیا تھا جس کو فرض کیا جاتا تھا کہ وہ کمپنی کی طرف سے ہے۔ کیمرون اسکو ان چیزوں کی کہانیاں سنایا کرتا تھا جو ان غلاموں کے ساتھ پیش آئیں جو حکم عدولی کے مرتکب ہوتی تھیں۔ ایک کے ساتھ ایسا ہؤا کہ اسکی زبان سولڈرنگ گن سے کھینچ لی گئی، ایک کے بارے میں اس نے دعوی کیا کہ اسکے جسمانی اعضاء الگ کردیئے اور ایک اورکی انگلیاں کاٹ ڈالیں۔

اس کا ان سزاؤں سے موازنہ کریں جو محمد کے کہنے کے مطابق قبر کے اندر اور دوزخ میں دی جائینگی۔ گمراہوں کی قبروں میں اور دوزخ میں ان کی نعشوں کو روندا جائیگا جب کہ وہ ہوش میں ہوتے ہیں، انکو آگ میں جلایا جائیگا اور جب انکی جلد پوری طرح جلس جائیگی تو انکے اوپر نئی جلد چڑھا دی جائیگی تاکہ اسے بھی جلایا جاسکے۔ انکے ٹکڑے کردیئے جائینگے انکو کیڑے کھا جائینگے اور انہیں ابلتا ہؤا پانی پلایا جائیگا۔ یہ کتنے بیمار ذھن والا خدا ہے اور کتنے احمق ہیں وہ لوگ جو اسطرح کی بکواس پر یقین رکھتے ہیں! پھر بھی 150 کروڑ لوگ جو بظاہر نارمل ہیں اور بڑے فخر کے ساتھ اور بےشرمی سے اس گدھا پن پر یقین رکھتے ہیں اور اسکا مطالبہ کرتے ہیں کہ اسکی عزت کی جائے۔ عزت کمائی جاتی ہے۔ کیا اس سے بڑی کوئی مصیبت ہو سکتی ہے؟ کیا انسانیت کے لئےاسلام سے بڑی بھی کوئی لعنت ہے؟ ہم بنی نوع انسان کے بارے میں کیا اندازہ لگا سکتے ہی اگر اس آبادی

کا پانچواں حصہ پاگل ہے؟ کسطرح ذیعقل لوگ اپنی قوّت مدارکہ کو چھوڑ کے حماقت کا روپ دھار سکتے ہیں؟

پھر ایک رات کیمرون کیرل کو اپنے بستر عروسی پر لے آیا۔ جینائس نے چاہا کہ وہ بھی اس جنسی کھیل کا حصہ بنے مگر آخرکار وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اس رات پہلی دفعہ کیمرون نے کیرل سے زیادتی کی اور اس کے بعد وہ باقاعدگی سے اسکے ساتھ ہمبستری کرنے لگا۔

نوٹ کریں ان تمام مہینوں کے دوران کیمرون نے کیرل کے ساتھ ہمبستری نہیں کی۔ ایک سائیکو پیتھ یہی ایک طریقہ ہے کہ وہ دوسرے پر اپنا غلبہ ظاہر کرسکے۔ سائیکوپیتھ نارسسٹ کسی کی زندگی پر کنٹرول چاہتے ہیں۔ انکو جنسی خواہش ہوتی ہے اور نہ ہی دولت کی۔ انکو طاقت کا نشہ ہوتا ہے۔ انکو غلام درکار ہوتے ہیں۔ انکو لوگ چاہئیے ہوتے ہیں جو انکی تابعداری کریں، انکی شرطیں پوری کریں انکا کہنا مانیں اور انکے اختیار پر کوئی حیل و حجّت نہ کریں۔

یہ اک اہم نکتہ ہے۔ کچھ روحانی پیشواء بڑی سادگی کی زندگی گذارتے ہیں۔ اپنے ماضی میں انہوں نے مذہبی ایذارسانی کا سامنا بھی کیا ہوتا ہے' قید کاٹی ہوتی ہے اور سزائے موت بھی۔ اس میں کوئی چیز بھی اسکا ثبوت نہیں ہے کہ انکا دعوی سچا ہے۔ خودپرست روحانی پیشواؤں کا مقصد طاقت کا حصول ہوتا ہے اور وہ اسکی خاطر بڑی تکلیفیں بھی برداشت کرتے ہیں۔

جب اسے بھروسہ ہوتا گیا کہ کیرل اب بھاگے گی نہیں اس نے اسے سیڑھیوں کے نیچے بنی ہوئی تنگ سے ورکشاپ میں کام کرنے کی چھوٹ دیدی اور اس اجازت مل گئی کے وہاں وہ سو بھی سکتی

تھی۔ لیکن اس کی یہ آزادی عارضی تھی۔ ہوکرز زمین کے ایک خطے پر ایک ٹریلر میں شفٹ ہو گئے جہاں انہیں زیادہ پرائیویسی تھی، اسکے اندر جگہ ایک فالتو منافع تھا۔ کیرل کو باندھ کر رکھنے کیلئے کیمرون نے ایک ہوادار بکس بنایا جو اسنے اپنے واٹربیڈ کے نیچے فٹ کردیا۔ یہ تھا کیرل کا نیاگھر جہاں اسکی بادشاہی تھی اور وہاں وہ سوائے زندہ رہنے کےاور کچھ نہیں کرسکتی تھی۔ کیمرون نے اسے ایک بیڈ پین فراہم کررکھا تھا جسے وہ رفع حاجت کیلئے استعمال کرسکتی تھی۔

جسطرح قیدیوں کو زیادہ سے زیادہ سیکیورٹی فراہم کی جاتی ہے اسے اپنے دانت صاف کرنے، کھانے پینے، اپنے بیڈپین کی صفائی اور کبھی کبھی اسے اپنے بال صاف کرنے کی بھی اجازت تھی۔ اسکی قید کی سزا میں تھوڑی سے آزادی یہ تھی کہ جن دنوں میں اس کی تعطیل ہوتی تھی وہ باہر صحن میں کام کرسکتی تھی وہ اس پر مسلسل نظر رکھے ہوئے ہوتا تھا۔ اس نے اسے تمبیع کی ہوئی تھی کمپنی اس پر مسلسل نگاہ رکھے ہوئے ہے اور اگر اس نے بھاگنے کی کوشش کی تو وہ اسے ڈھونڈھ نکالے گی۔ ان پڑوسیوں نے جنہوں نے اس کے ساتھ بات کی وہ سمجھتے تھے کہ جیسے ایک چھوٹی بہن ساتھ رہنے آئی ہوئی ہے۔ اس نے کبھی کسی قسم کی کوئی مدد نہیں مانگی۔ اسے جاگنگ پر جانے کی بھی اجازت تھی اور وہ ہمیشہ واپس آ جاتی تھی۔

ہوکرز اپنے واٹر بیڈ پر جو کچھ بھی کرتے تھے جس میں ہمبستری اور دوسرے بچے کی پیدائش وغیرہ شامل تھا کیرلاپنے بکس میں

رہتے ہوئے یہ سب سنتی تھی۔ اسے جینائس یا کیرل دونوں کیلئے کوئی پرائیویسی نہیں تھی۔

عام طور پر کیرل چپ چاپ وہی کرتی رہتی تھی جو اسے کہا جاتا تھا لیکن کبھی کبھی اس سے غلطی بھی ہو جاتی تھی۔ اس کی پاداش میں اسے بجلی کی تاروں سے سزا دی جاتی تھی اور اس کی جلد پر چھوٹے چھوٹے نشان بھی پڑگئے تھے۔ آخر میں وہ اسکے کام آئے۔

کیرل نے ایک سال کرسمس پر بائبل کا مطالبہ کیا اور کیمرون نے پورا کردیا۔ جب بھی اسے موقع ملتا وہ خود کو بائبل میں لکھی عبارت میں غرق کر لیتی۔ کیمرون اے مسلسل کمپنی کے بارے میں بتاتا رہا اور ان چیزوں کے بارے میں جن سے اسپر اسکا ہولڈ زیادہ مظبوط ہو۔

کیمرون اور جینائس دونوں کام کرتے تھے، لیکن جینائس کی کام سے چھٹی ہو گئی تو کیمرون اپنی غلام کا ایک بہتر استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ اسے ساتھ والے ٹاؤن رینو لے گیا اور اسے گلیوں میں بھیک مانگنے پر لگا دیا۔ یہ بہت ذلت آمیز تھا لیکن کیرل کے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ اس نے کبھی بھی ایسے موقعوں کا فائدہ اٹھا کر مدد کی درخواست نہیں کی۔

پھر جینائس کو کام مل گیا اور کیرل کو گھر میں اکیلے رہنا پڑا۔ اب دوبارہ اگرچہ اسکو باندھ کے نہیں رکھا جاتا تھا اس نے آزادی پانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ رات کے وقت اسے اکثر زنجیروں کے ساتھ ٹائیلٹ میں باندھ دیا جاتا جہاں وہ پچھلے بیڈروم میں فرش پر سو جاتی۔ تکلیف دہ تو یہ بھی تھا لیکن یہ بیڈ کے نیچے والے بکس سے بہتر تھا۔

جینائس اپنا کام گھر میں اٹھا لاتی اور کیرل کو بھی اپنے ساتھ کام پر لگا لیتی اور اسطرح سے کمائی میں اضافہ ہو جاتا۔ تاہم دونوں میں کبھی کبھارلڑائی ہو جاتی کیونکہ عمر میں چھوٹی ہونے کی وجہ سے کیرل کو کیمرون کی طرف سے زیادہ توجع ملتی تھی اور اس وجہ سے جینائس کو حسد ہوتا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ کیمرون کیرل کو جانے دے۔ کیمرون نے جینائس کی نوکری چھڑوا دی تاکہ وہ بچوں کی طرف زیادہ دھیان دے سکے، اور کیرل پھر اپنی اسی بیڈ کے نیچے والے بکس کی زندگی میں واپس آگئی۔ کیمرون نے اسے قائل کرلیا کہ اس نے کمپنی کو اس کی مکمل حفاظت کے پیش نظر 30000 امریکی ڈالر دیئے ہوئے ہیں جوکہ ایک بہت بڑی مالی قربانی ہے اس لئے اسے چاہئے کہ وہ بہتر برتاؤ کرے۔ اس نے دوبارہ اسے یادھانی کروائی کہ کمپنی نے اسکی کار، گھر اور اس کے تمام فیملی ممبرز کے ٹیلیفون لائنز پر خفیہ آلات نصب کئے ہوئے ہیں اور اسے یقین دلا دیا کہ وہ مدد کیلئے کسی کو ٹیلیفون نہ کرے۔

ایک دن اس نے یہ جاننے کیلئے کہ آیا کیرل اپنا مقام سمجھ چکی ہے اس نے گلے پر بندوق رکھ دی۔ اسکو یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ وہ لوڈڈ ہے اس نے اسکے حکم کی تعمیل کی اور ٹرگر دبا دیا۔ بندوق کے خالی چل جانے کی آواز سے اسکو جھٹکا لگا اور اسے سمجھ لگ گئی کہ ایکدن وہ اسے قتل بھی کرسکتا ہے۔ کیمرون نے چاہا کہ کیرل اپنے پروسیوں کو خدا حافظ کہے تاکہ وہ یہ سمجھیں کہ وہ واپس جنوبی کیلیفورنیا جا رہی ہے۔ ان کو یہ نہین پتا تھا کہ وہ واپس اپنے ٹریلر میں قید ہونے جارہی ہے۔

کیرل کو اپنی فیملی کی یاد آ رہی تھی، تو اس کی تابعداری کےانعام کے طور پر کیمرون نے اسے اپنی بہنوں کے نام تین خط لکھنے کی اجازت دی تاکہ وہ جان لیں کہ وہ زندہ ہے۔ وہ خط پوسٹ کرنے سے پہلے انکے مندرجات کو پڑھ لیتا تھا۔ وہ اسکو گھر پر فون کرنے کی اجازت بھی دے دیتا تھا اور آخرکار اس کی ایک ملاقات بھی کروا دی۔ اس نے یہ بھی کہا کہ کمپنی بہت کم اسطرح کی رعایتیں دیتی ہے اور ان پر کڑی نظر رکھتی ہے۔

اسکو باہر جانے کی اجازت دینے سے پہلے اس نے اسے ایک ہفتہ اس باکس میں بند رکھا۔ کیمرون نے اسے تمبیّع کر رکھی تھی کہ ہوسکتا ہے اس سے پہلے کمپنی تمہارا ٹیسٹ لے، اور اس نے اسے ایک عجائب گھر کے بارے میں بتایا جہاں کمپنی نے ان غلاموں کے مردہ ڈھانچے رکھے ہوئے تھے جنہوں نے وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی تھی۔ تاہم آخر پر اس نے کہا کہ کمپنی نے ٹیسٹ نہ لینے کا فیصلہ کیا ہے لیکن اگر اس نے کسی سے اس صورتحال کے بارے میں کچھ کہا تو پھر وہ فوری طور پہ تجھے دبوچ لینگے۔

20 مارچ 1981 کو ساڑھے تین سال اس کی غلامی میں رہنے کے بعد کیمرون نے کیرل کو بتایا کہ وہ یہ کہانی بتائے کہ وہ اس شخص کے ساتھ ایک کمپیئوٹر پروگرامر بن گئی ہے جس کے ساتھ اسکی دوستی ہو گئی ہے اور پھر وہ اسے اسکے والدین اور بہنوں سے ملوانے لے گیا۔

اسکا باپ اسکو اسکے نئے "بوائے فرینڈ" جس نے اپنے آپ کو متعارف کروانے کا انتظار بھی نہیں کو یکدم دیکھ کر اور یہ دیکھ

کر کہ وہ دبلی ہوگئی تھی اور بوڑھی عورت کی طرح بدشکل لگ رہی تھی ہکا بکا رہ گیا۔ اس خوف کے پیش نظر کہ کہیں انہوں نے اس کےساتھ اتنی دیر دور رکھ کر کوئی زیادتی نہ کی ہو وہ انتہائی احتیاط سے کام لے رہے تھے اور کئی سوالات نہیں پوچھے جو وہ اس سے پوچھنا چاہتے تھے۔ کیرل ان سے دوراپنے گذرے ہوئے وقت کے بارے میں کوئی واضع بات نہیں کررہی تھی اور ان سب کو اکٹھا دیکھ کر خوشی سے پاگل ہورہی تھی۔ اس کو نہیں پتا تھا کہ وہ اور کتنی دیر انکے ساتھ ہے ۔ اسکو امید تھی کہ پوری ہفتہ وار چھٹیاں۔ وہ بس یہی چاہتی تھی کہ وہ اپنے ہر لمحے سے لطف اندوز ہو۔

اس کی بہن نے بتایا " اس نے اس چیز کے بارے میں کچھ نہیں بتایا کہ وہ کہاں رہی۔ اور اب وہ کہاں جائیگی۔ ہم سب فکرمند تھے کہ اسکو بٹھا کر پوچھیں کہ اسکے ساتھ کیا معاملہ ہے۔ ہمیں ڈر تھا کہیں ہم دوبارہ اسے کھو نہ دیں۔"

اگلی صبح وہ اپنی ماں سے ملنے گئی، جو اس کے قریب ہی رہتی تھی اور وہ اسے چرچ لے گئی تاکہ وہ اسکی دوسرے رشتہ داروں سے ملوا دے۔ اتنے میں اس کی ملاقات کا وقت ختم ہو گیا۔ "مائک" نے کہا وہ ابھی اسے لینے آرہا ہے، صرف 24 گھنٹوں کے بعد ہی اس نے اس ملاقات کا وقت ختم کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

جب وہ وقت آیا کہ کیمرون واپس ریڈبلف لے جانے کیلئے آیا اس نے اپنے اہل خانہ کو بتایا کہ وہ اسکا منگیتر ہے۔ اسکی بہن نے ان دونوں کی اکٹھے تصویر اتاری، اسکا خیال تھا کہ اسکی بہن

خوش تھی۔ اس کو نہیں پتا تھا کہ اس کی بہن اس سے مدد کی بھیک مانگنے کی خواہشمند تھی۔

اسکا محدود آزادی کا سال اختتام پذیر ہؤا۔ کیمرون نے دوبارہ اسکو بکس میں بند کردیا اور پھر اگلے تین سال اس نے زیادہ وقت اسی میں گذارا۔ ایک دفعہ وہ پاؤں کی ٹھوکر سے اسکا چٹخنی سے بند دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئی اور پھر وہ ڈر گئی کہ پتا نہیں اسکے ساتھ کیا سلوک ہو اس نے کیمرون کو بتا دیا کہ اسنے کیا کیا ہے۔ دورزے کو جو نقصان پہنچا تھا اس نے اسکی مرمت کردی اور اسے اسکی کوئی سزا نہیں دی اور اسے زبردستی دوبارہ اندر دھکیل دیا۔

اس کی صحت مزید خراب ہو گئی۔ اس کے بال گر گئے اور وزن بھی کم ہوگیا۔

کیرل کی عمدہ غلامی کے باوجود کیمرون کچھ زیادہ خوش نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ مزید غلاموں کی ضرورت کی بات کرنے لگا، جسکا مطلب تھا اسے زیادہ جگہ کی ضرورت تھی۔ اس سے نے ایک کال کوٹھڑی بنانے کا فیصلہ کیا اور اسنے کیرل کی مدد سے باہر صحن میں ایک گھڑا کھودا۔ اس نے دیواروں پر اینٹیں لگائیں اور فرش بھی بنا دیا، نومبر 1983 میں اسنے اپنا کام مکمل کرلیا۔ اس نے اسے اس میں منتقل کر دیا اور جب اس میں پانی جمع ہو جاتا تھا تو کیمرون نے دیکھا کہ یہ کام نہیں دے رہا ایک دفعہ پھر اس نے اسے بکس میں بند کردیا۔

ہاں البتہ ایک چیز کا خطرہ بڑھ رہا تھا جس سے وہ بے خبر تھا۔ جینائس کو یہ پسند نہیں تھا کہ اسکا خاوند کیرل کے ساتھ باقاعدگی

سے ہمبستری کر رہا تھا۔ اپنے غصے کو قابو میں رکھنے کی خاطر وہ بائبل پڑھتی رہتی تھی۔ جلد ہی اس نے اسکا باقاعدہ مطالعہ کرنا شروع کردیا۔ اسکو اس کارگذاری پر شرمساری کا احساس بڑھنے لگا جو کچھ اس کے گھر میں ہو رہا تھا۔

کیرل 27 سال کی ہوگئی۔ اس کے لئے اب یہی اس کی زندگی تھی۔ اس کو ہوکرز کے ساتھ رہتے ہوئے سات سال ہو گئے تھے، اسے اسکا کوئی انت نظر نہیں آرہا تھا۔ اسکو دوبارہ کچھ آزادیاں ملنی شروع ہو گئیں، اس کو باہر کنگز لاج موٹل میں کام کرنے کی اجازت ملگئی۔

جینائس نے ایک مقامی چرچ میں جانا شروع کردیا، اور بعض اوقات کیرل بھی اس کے ساتھ چلی جاتی۔ کیمرون بھی بائبل میں اپنی دلچسپی کا اظہار کرتا تھا لیکن اسکا مطلب صرف یہی تھا کہ وہ ان دونوں کو اپنی ملکیت میں رکھ سکے۔ وہ کہا کرتا تھا کہ یہ بندوبست خدا کی مرضی کے مطابق ہے بشمول اپنے ان کاموں کے جو اس نے ان دونوں کے ساتھ جنسی صحبت کے سلسلے میں جاری رکھے ہوئےتھے۔ ان کے پاس اسکا کوئی حل نہیں تھا سوائے اسکے کہ بائبل میں لکھی ہوئی اس کہانی کا سہارا لیں جسمیں ابراہیم، سارہ اور ہاجرہ کا ذکر ہے۔

پھر بھی، جینائس جانتی تھی یہ صورتحال اخلاقی اعتبار سے غلط ہے، اس لئے وہ ہدایات حاصل کرنے کی غرض سے پاسٹر فرینک ڈیبنی اور چرچ کے دوسرے ممبران کے پاس گئی۔ بجائے اسکے کہ وہ پوری روئیداد سناتی اسنے اسے تین لوگوں کے درمیان ایک لوّ سٹوری بنا کر پیش کیا۔ ان سب نے متفقہ طور پر کہا کہ خدا

اسے نہیں مانے گا۔ اس سرزنش نے کام کرنا شروع کردیا اس نے اس کے بارے میں سوچا اور ایک منصوبہ بنایا۔

9اگست 1984 کو جینائس نے کنگز لاج سے کیرل کو اپنے ساتھ لیا۔ اس نے اسے بتایا کہ کمپنی کا کوئی وجود نہیں ہے اور کوئی سلیوری کنٹریکٹ نہیں ہے ــ یہ تمام جھوٹ تھا۔ کیرل نے یہ بات سنی اور جان لیا کہ اب کیمرون سے اسکا کوئی بندھن نہیں ہے۔ اس نے فوری طور پر اپنی نوکری چھوڑ دی اور جینائس کے ساتھ نکل کھڑی ہوئی۔ اس نے ایک رات اور قیام کیا اور کیمرون سے اجازت مانگی کہ وہ اور جینائس اکٹھے سونا چاہتی ہیں۔ اس نے بات مان لی۔ انہوں نے اس وقت کا استعمال کیرل کے فرار کی منصوبہ بندی میں استعمال کیا جس پر اگلے دن عمل ہونا تھا جب کیمرون کام پر گیا ہؤا ہوتا۔

کیرل نے رورسائیڈ میں اپنے باپ سے رابطہ کیا تاکہ وہ گھر واپس آنے کیلئےٹکٹ خریدنے کیلئے پیسے دے۔ اس نے اسے فوراً تار بھیج دی۔ ٹکٹ کو ہاتھ میں لیکر اس نے بس سٹیشن پر سے کیمرون کو فون کیا۔ اس نے اسے بتایا کہ اسے پتہ چل گیا ہے کہ وہ جھوٹ بولتا رہا ہے لہٰذا اب وہ جا رہی ہے۔ کیمرون چلایا لیکن کیرل اپنا حقیقی نام واپس حاصل کر چکی تھی اور اب اسے روکا نہیں جاسکتا تھا۔ اس نے سات سال کی جبّری غلامی سے نجات حاصل کرلی تھی اور اب وہ دوبارہ اپنی زندگی کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی تھی۔

" میں بس پر بیٹھی اور اسے چھوڑ آئی۔"

ذھن کو ہلا کے رکھ دینے والی اس کہانی سے ہمیں ملنگنینٹ نارسسٹ کے ذھن کی ایک جھلک ملتی ہے اور ان کے شکاروں کی نفسیات کی بھی۔ اس کے ادراک کے بعد ہمیں اسکی سمجھ آنا شروع ہو جائیگی کہ فرقے کس طرح کام کرتے ہیں اور انکے پیشواؤں کے پیچھے کونسی طاقت کارفرما ہوتی اور کیوں فرقہ پرست انکی بے منطقی اور معیوب مطالبات کو مانتے ہیں۔

سوشیوپیتھ جارہیّت کے ذریعے اپنے شکار پھانستا ہے۔ ملنگنینٹ نارسسّٹ روحانی پیشواء بہشتی جزاؤں کے لالچ میں شکار کرتے ہیں۔ اوّلاذکر انکو جسمانی طور پر قابو کر کے رکھتا ہے اور آخرالذکر نفسیاتی طور پر اپنے جال میں پھنساتا ہے۔ دونوں ہی خوف کی طاقت کے ذریعے اسکی قوّت ارادی کو مفلوج کردیتے ہیں۔

سلیوکمپنی کی کہانی کا کوئی مقصد نہیں۔ کیرل ایک بالغ عورت تھی۔ عام حالات میں اس کو اس پر اعتبار نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اس نے کیمرون کی بات پر اسلئے یقین کرلیا کیونکہ اس کی آزادی کو اس سے چھین لیا گیا تھا، حقیقی دنیا سے لاتعلق اور وحشیانہ سزاؤں کو سہتے سہتے اس کا دماغ ماؤف ہو گیا تھا اور اوپر سے جینائس بھی کیمرون کا ساتھ دے رہی تھی۔

یہ ہیں وہ بنیادی عناصر جس کی وجہ سے فرقہ پرست عقل کے برعکس اور معیوب تعلیمات پر ایمان رکھتے ہیں۔ فریضہ جہاد پر غور کریں۔ مسلمانوں کو یہ بتایا جاتاہے بہترین عبادت یہ ہے کہ آپ اللہ کی راہ میں جنگ کرو اور ان لوگوں کو قتل کردو جو اللہ کو نہیں مانتے۔ کوئی بھی ذیعقل شخص اسے ایک برائی سمجھے گا۔ لیکن مسلمانوں کی دلیل کو سمجھنے کی اہلیّت مفلوج ہو چکی ہے۔ انسانوں اور وحشی

جانوروں میں جو فرق ہے وہ ہے عقل کا استعمال۔ مسلمانوں میں یہ صلاحیّت ناپید ہے۔

مجھے غصے سے بھرے ہوئے مسلمانوں کی طرف سے لاتعداد دھمکی آمیز ای میلز موصول ہوتی ہیں۔ ان میں جو چیز بڑے تواتر سے پائی جاتی ہے وہ ہے دوزخ کا خوف۔ یہاں تک کہ پڑھے لکھے مسلمان بھی اس نامعقول خوف سے مبرّا نہیں ہیں جو کہ بچپن سے ہی انکے دلوں میں ڈالدیا جاتا ہے۔ اگر فوبیا ایک نامعقول خوف ہے تو دوزخ کے عذاب والے فوبیا کے بغیر اسلام کا کوئی وجود نہیں۔

پھر ایک کنفرمیٹی فیکٹر بھی ہے۔ جو کچھ بھی قرآن میں لکھا ہر مسلمان اسے سچ سمجھتا ہے اسلئے بے ہودہ، فاسد اورپرتشددّ قرآنی تعلیمات کو بھی کنفرمٹی مل جاتی ہے۔ فرقہ پرست اپنی پرکھ کو بھی قرآن کے مقابلے میں غلط سمجھنا شروع کردیتے ہیں۔

1950 میں سولومن ایش نامی ایک ماہرنفسیات نے ایک تجربے کی رو سے ثابت کیا کہ کیسے لوگ اپنی رائے کو گروپ کے رائے سے مختلف ہونے کے باعث مسترد کردیتے ہیں۔

اس نے اپنے فاعلوں کو چند چھوٹی بڑی سیدھی لائنوں سے بنا ہؤا ایک عکس دکھایا۔ پھر اس نے انہیں ایک ایسا عکس دکھایا جسمیں ایک ہی لائن تھی اور وہ ان لائنوں میں سے کسی ایک کے برابر تھی اور پھر ان سے کہا کہ وہ اس لائن کو تلاش کریں۔ فاعلوں کو صحیح جواب دینے میں کوئی دقعت نہیں ہوئی جبتکہ اداکاروں کے ایک گروپ نے ان کی جگہ لےلی اور ایک سازش کے تحت اداکاری کرتے ہوئے ایک غلط جواب کو سامنے لے آئے۔ فاعل اس صورتحال میں اپنی توجّع کو منتشر کر بیٹھے اور دوسروں کے دیئے ہوئے جواب کو درست

سمجھنے لگے۔ اس تجربے کو چند دفعہ دہرانے کے بعد فاعلوں کی اکثریت انکے دیئے ہوئے جواب کو کنفرم کرنے لگے اور غلط جواب دے دیا۔ ایش کے فاعلوں میں سے 29٪ نے اس بوگس اکثریت کا ساتھ دینے سے انکار کردیا۔ ہر کوئی ہجوم سے علیحدہ کھڑے ہونے کی جرآت نہیں کرسکتا۔

سٹاک ہوم سنڈروم

سائیکوپیتھ اور روحانی پیشواء اپنے پیروکاروں پر جو اثر چھوڑتے ہیں وہ اسقدر مظبوط ہوتا ہے کہ وہ فرار اختیار کرجانے کے بعد بھی اس کے اثر سے باہر نہیں نکلتے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ ستمزدہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ وفاداری کا رشتہ بنا لیتے ہیں جنہوں نے انہیں اپنا غلام بنا رکھا ہوتا ہے۔

کیرل واپس اپنے والدین کےپاس آگئی مگر اس نے حکام کو اس کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں بتایا جو اسکے ساتھ ہوتا رہا۔ اس نے اپنے اہل خانہ سے بھی اسکے بارے میں کچھ نہیں کہا اور اسکا جینائس ہوکر کے ساتھ فون پر رابطہ برقرار رہا۔ جینائس نے اس سے کہا کہ وہ خاموش رہے اس وقت تک کہ جب وہ خود کسی نتیجے تک نہیں پہنچ جاتی۔ کیمرون اس ڈراتا رہا لیکن وہ اسے چھوڑ دینا چاہتی تھی۔

کیمرون اور جینائس پہلے علیحدہ ہوگئے تھے اور بعد میں پھر اکٹھے ہوگئے۔ پھرانہوں نے کیرل کا انکے گھر میں رہنے سے متعلقہ تمام شہادتیں تلف کرنا شروع کردیں۔ جب بھی کیرل نے فون پر رابطہ کیا کیمرون نے اسکی واپسی کی بھیک مانگی مگر اس

نے انکار کردیا۔ لیکن اس نے ہربار ہوکرز کو یقین دہانی کروائی کہ وہ پولیس کو کچھ نہیں بتائیگی۔

جب اس نے اپنے آگ پر سے گذرنے والی اس آزمائش کے بارے میں اپنے والدین کو کچھ اشارے دیئے تو انہوں نے اسکو تحریک دی کہ وہ ایسے لوگوں کو جیل بھیجوائے۔ اس کے کزنز نے ہوکرز کو فون پر دھمکیاں دیں۔ کیرل نے کیمرون کو فون پر بتایا کہ اس نے اسے معاف کردیا ہے اور اسکیلئے دعاگو ہے کہ وہ اپنے گناہوں سے بھرپور زندگی سے توبہ کرلے۔ اس سے زیادہ اس نے اس کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔

کیمرون نے کیرل کو جن اذیتوں سے گذارا اسکو ذہن میں رکھتے ہوئے اسکا کیمرون کو معاف کردینا کچھ جچتا نہیں۔ ہوکرز خطرناک لوگ تھے۔ کیمرون نے کیرل کو بتایا تھا کہ اسنے پہلے بھی ایک لڑکی کو قتل کیا ہے۔ جینائس نے بھی اس سٹوری کو کنفرم کیا۔ یہ جوڑا معاشرے کیلئے خطرہ ہے۔ کیوں کیرل نے پولیس کو اطلاع نہیں دی؟

پھر جینائس نے کیمرون کو دوبارہ چھوڑ دیا، اور اس دفعہ ہمیشہ کیلئے۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ کسی سے بات کرے اور اس کام کیلئے اسنے ایک ڈاکٹر کے آفس میں کام کرنے والی ایک ریسپشنسٹ کا انتخاب کیا۔ اس نے تقریباً دو گھنٹے تک اس سے بات کی اور ریسیپشنسٹ نے سوچا شاید وہ اس سے مدد مانگ رہی ہے۔ اس نے جینائس کی حوصلہ افزائی کی تاکہ وہ سب کچھ بتا دے جو اسکو مشکل میں ڈالے ہوئے ہے اور سچ اگل دے۔ ایک شخص کو بتا دینے کے بعد اور اس بات پر خوفزدہ ہوجانے کے بعد کہ اسکی دونوں بیٹیوں کے ساتھ کیا ہوگا جینائس سیدھی پاسٹر کے پاس چلی گئی

اور اس کے سامنے اپنے گناہ قبول کرلئے۔ وہ ششدر رہ گیا اور اسکی اجازت سے اس نے پولیس کو فون کردیا۔

جینائس نے پولیس کو ایک اور جوان لڑکی کے بارے میں بتایا جس کو اس نے کافی حد تک اسی طرح اغوا کیا، لیکن چونکہ وہ اس کی بات نہیں مان رہی تھی اور مسلسل چلائے جارہی تھی اس لئے کیمرون نے اسکی زبان کاٹ دی اور گلا گھونٹ کر ہلاک کردیا اور کہیں دور جاکر اس کو زمین میں گاڑدیا۔ جس طرح کی نشانیاں جینائس نے بتائیں اس سے ملتی جلتی ایک جوان لڑکی غائب تھی لیکن پولیس اس کی لاش تلاش نہیں کرسکی اسلئے کیمرون کو اس جرم سے بری کردیا گیا۔

جینائس نے کیرل کے بارے میں بتایا کہ کیسے اسکے خاوند نے اس لڑکی کا برین واش کر کے اپنے بس میں کرلیا۔ اس نے مزید تفصیلات بھی فراہم کیں اہ کیسے اس نے اس کے ساتھ ملکر سارے ثبوت مٹائے اور پھر کھوجیوں نے کھوج کرنی شروع کی۔ ایک ٹیم نے پڑوسیوں سے پوچھ گچھ کی جنہوں نے بڑے اسرار کے ساتھ کہا کہ کیمرون ایک "عمدہ،" "نارمل،" اور "خوش مزاج" شخص تھا اور جب ایک پولیس آفیسر نے کیرل سے بات کی تو اس نے بڑی گھبراہٹ کے ساتھ لاتعلقی کا اظہار کیا۔ اس نے جینائس کی کہانی کی تصدیق کی، لیکن ڈپٹی ڈسٹرکٹ اٹارنی نے اصل مسئلے کو سمجھ لیا: روّرسائیڈ آکر کیرل کے پاس وافر موقع تھا کہ وہ اس کے چنگل سے آزاد ہو جاتی، مگر اس نے پولیس کے ساتھ رابطہ تک نہیں کیا۔

ٹرائل کے دوران کیرل کی وضع قطع سے بالکل نہیں لگ رہاتھا کہ وہ کوئی انتقام لینا چاہتی ہے اور یہاں تک کہ پراسیکیوشن کو ڈر تھا کہ یہ مقدمہ خارج کر دیا جائیگا۔ پراسیکیوشن کویہ چیز پریشان کررہی تھی

جب انہوں نے ایک ٹیپ میں کیرل کو یہ کہتے سنا کہ وہ کیمرون سے پیار کرتی ہے۔ خوشقسمتی سے جج نے فیصلہ کیا اس جرم کے خلاف کافی شہادتیں موجود ہیں اور اس نے کیمرون ہوکر کو مجرم ٹھہرایا اور اسکو 104 سال کی قید کا حکم سنایا۔ 2022 میں وہ پیرول کا مستحق ہو گا۔

میں کچھ ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو ترک اسلام کے بعد بھی محمد سے وفاداری رکھتے ہیں۔ حسن ایک ایسا شخص ہے جس کے ساتھ میں 1999 میں آن لائن تھا۔ وہ ایک اسلامی مدرسے میں ٹیچر تھا اور میرے ساتھ مباحثے کے دوران وہ اسلام کا دفاع کیا کرتا تھا۔ کچھ سالوں کے بعد اس نے اسلام ترک کردیا۔ پھر میرے ساتھ اسکا تعلق دوستانہ ہوگیا۔ بہت سارے مواقعوں پر اس نے مجھے سمجھایا کہ وہ محمد پر برسنا چھوڑ دے۔ جب میں نے اسکو ایک آرٹیکل بھیجا جو میں نے محمد کے بدعملی میں سجے بچپنے کے بارے میں لکھا تھا تو اسنے اس قتل عام کرنے والے شخص سے ہمدردی کا اظہار کیا۔ درحقیقت تمام مجرموں کا بچپن تکلیف دہ رہا ہوتا ہے۔ یہ ان کے جرائم کی وجہ تو بیان کرسکتا ہے مگراسکی وجہ سے اس مجرم کے ساتھ ہمدردی رکھنا اور اسکے جرائم کو جائز تصور کرنا ایک غلطی ہوگی۔ جب کوئی محمد کے بارے میں سخت الفاظ استعمال کرتا تو حسن غصے میں آجاتا اور یہی نہیں کہ کبھی اس نے اس بات میرا مشکور ہؤا ہو کہ میں نے اسے ذہنی آزادی دلوائی وہ میرے خلاف طعنہ زنی اور بد کلامی کا مظاہرہ کرتا رہا۔ اس نے ایک نئی سائٹ شروع کی جس پر وہ بڑے دھیمے انداز میں قرآن کے کچھ حصوں پر تنقید کیا کرتا تھا اور ابھی تک اس حقیقت کو قبول نہیں کرسکا کہ محمد ایک انتہائی برا شخص تھا جیسا شاید ہی اس دنیا کبھی پیدا ہؤا ہو۔ اسکی وفاداری محمد کے ساتھ زیادہ تھی جس نے

اسکے ذھن کو غلام بنایا بہ نسبت مجھ سے کہ کہ جس نے اسے اس غلامی سے نجات دلوائی۔ اگرچہ حسن جیسے لوگ کم کم ہی ہوتے ہیں مگر یہ ایک مثال ہے کہ کیسے انسان کی برین واشنگ کی جا سکتی ہے۔

کسی شخص کا ایسے شخص سے وفاداری نبھانے کے ناقابل توضیع فعل کو جس نے اسے جبس بیجا میں رکھا ہؤا ہو اسے سٹاک ہوم سنڈروم کہتے ہیں۔ 1974 میں پیٹریشیا ہرسٹ میں ایک کھاتے پیتے گھرانے کی ایک 19 سالہ لڑکی کو اغوا کرلیا گیا۔ اس عرصے کے دوران جب وہ اغوا کنندہ کی قید میں رہی اسنے اسکے ساتھ اتنا وفاداری کا رشتہ قائم کرلیا کہ اس نے ایک بینک لوٹنے میں اسکی مدد کی۔

ایک ایسا شخص جسکی زندگی ایک فرقے کے گرد ہی گھومتی ہو اسکی برین واشنگ ہو چکی ہوتی ہے۔ فرقہ پرست ایک غلط مقام پہ کسی پیشواء سے وفاداری کا رشتہ بنا لیتے ہیں۔ آپ اس وقت تک آزاد نہیں ہوتے جبتک آپ اس امر کو جان نہیں لیتے کہ جس شخص سے آپ وفاداری نبھا رہے ہیں وہ آپکو اپنا غلام بنانے میں مصروف ہوتا ہے اور وہ ایک ایسی بدّروح ہے جسے آپکی ہمدردی نہیں بلکہ آپکے قہر کی ضرورت ہوتی ہے۔

کرس ہیچر نامی ایک ماہرنفسیات کو پراسیکیوٹر نے اوپر بیانکردہ کیس میں تصدیق کیلئے بلایا گیا تو اس نے جیوری بتایا کہ کیسے مائنڈ کنٹرول اپنا کام کرتا ہے۔ اس نےsadomasochism (ایک ہی شخص کا بیک وقت کسی کو تکلیف دیکر خوش ہونا اور خود کو بھی تکلیف میں رکھ کر خوش ہونا) کے علم الحرکیات کی رو سے بتایا کہ مقتدر اور مطیع شخصیات کا آپس میں کیا تعلق ہوتا ہے، خصوصی طور پر

اپنے "آقا" کیلئے اس کی ہر خواہش کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی ولولہ انگیزی۔ ہیچر نے ایسے اثرات کے بارے میں بات کی جن کا تعلق یکایک اغوا ہوجانا، مار دیئے جانے کی دھمکیاں، ایک اندھیرے مقبرے میں قید ہو جانے جیسے واقعات سے ہے اور یہ کسطرح روشنی میں ہونے والے معمولات کو تحس نحس کر دیتے ہیں۔ جسمانی بدعملی، جسمانی اعضاء کو اپنی مرضی سے حرکت دینے کی ممانعت، اور کسی سےبات کرنے کی سہولت کے نہ ہونے جیسے عوامل کے مجموعی تاثر نے کیرل کی قوت ارادی کو ختم کر دیا۔ بالفاظ دیگر، اس کی اقدار، اسکی شناخت اور اسکا دنیا کو دیکھنے کا انداز مکمل طور پر تبدیل ہو گیا۔

اسلام میں بہت سے واہیات مگر بڑے سخت قوانین بھی اسی مقصد کے حامل ہیں۔ مندرجہ ذیل اقتسابات اس عورت کے شہادتی بیان سے لئے گئے ہیں جس نے اسلام قبول کرلیا اور پھر اسے سمجھ آئی کہ کیسے اسکو شرعی فرائض کی بجا آوری میں مشکلات کا سامنا ہے۔ اس نے لکھا، " مجھے آدھی رات کو اٹھنا پڑتا ہے، غسل کرنا اور پھر نماز کی ادائیگی (کیونکہ نماز کی ادائیگی نیند سے بہتر ہے)اور پھر سونا اور اپنی زندگی کو اس ڈھنگ سے بسر کرنا کہ میری نیند بھی پوری نہیں ہوتی ہے۔ میرا ایک چھوٹا بچہ بھی ہے۔ جب میرا بچہ اجازت دیتا ہے کہ میں تھوڑا اونگھ لوں یا سو جاؤں تو اسوقت نماز کا وقت ہو جاتا ہے، میں بچے کو چینختا بھی نہیں چھوڑ سکتی جب وہ مجھے پکار رہا ہوتا ہے اس وقت مجھے غروب آفتاب سے پہلے وضو کرنا ہوتا ہے نہیں تو مجھے گنہگار ہونے کا دھڑکا لگا ہوتا ہے اگر میں نے وقت پر نماز نہ ادا کی۔ ایک ماں کیلئے یہ بہت تھکا دینے والا عمل ہے تو میرے لئے لازمی ہوتا ہے کہ میں اسوقت سو لوں جب میرا بچہ سو رہا ہوتا ہے

نہیں تو میں بالکل سو نہیں سکوں گی۔ یہ ٹھیک کیسے ہوسکتا ہے جب میں خود شدید علالت کی شکار ہوجاؤں اور میری صحت بری طرح خراب ہو جائے اگر میری نیند پوری نہ ہو؟ یہ کیسے میری زندگی کیلئے فائدہ مند ہو سکتا ہے؟"

مندرجہ بالا قصہ تو محض ایک ٹوکن ہے اس نفسیاتی جال کا جو محمد نے اپنے بدبخت مقتدّیوں کو پھنسا کر انکی قوت ارادی اور انفرادیّت کو پامال کرنے کیلئے بچھایا تھا۔ مسلمانوں کا کسی اور روح کی مدد یا اسکے ساتھ رحمدلی سے پیش آنے جیسے اعمال سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر وہ ایسا کرتے بھی ہیں تو یہ انکے عقیدے کا مطالبہ نہیں۔ بطور مسلمان انکا اوّلین مقصد مذہبی عبادات کی بجا آوری ہے، کسطرح انکی نماز قضا نہ ہو، وضو کیسے کرنا ہے، بیت الخلاء میں کیسے جانا ہے، اور اسکے اندر داخل ہوتے وقت کیا پڑھنا ہے اور کسطرح اپنے آپکو پاک کرنا ہے۔ یہ سارا حلال اور حرام کا تانا بانا ہے، اور حصول ثواب کی خاطر تکلیفیں برداشت کرنا ہے۔ جتنی زیادہ آپ تکلیف برداشت کرینگے اتنا ہی زیادہ آپکو اس کا اجروثواب ملیگا! یہ مسلمانوں کی مذہبیّت کی انتہا۔ یہ اسلام کی اخلاقی اقدار کا حاصل ہے۔ تکالیف = ثواب۔

مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اس سمت میں کی جاتی ہے کہ وہ اپنی شناخت اور انفرادیّت کو کھو دیں اور اپنی ذات کی نفی کو قبول کر لیں۔ رومی نے کہا ہے، " کتنی دیر تک تم اپنے کپڑوں کی فکر کرتے رہو گے؟ اپنے جسم کی نفی کردیں تو پھر آپکو کپڑوں کی ضرورت نہیں ہو گی۔" مسلمانوں کیلئے روحانیّت یہ سب سے بڑا ذریعہ اظہار ہے۔

فرقے زندگی کی کمقدری کرتے ہیں۔ وہ جسم کومحض ایک "کنٹینر" سمجھتے ہیں اور حقیقی "وجود" صرف روح ہے۔ مسلمانوں کیلئے زندگی کی کوئی اہمیّت نہیں ہے ـ ہی صرف امتحانگاہ ہے۔

ایک اسرائیلی ماں، جسکے شیرخوار بچے کی زندگی بچانے کیلئے ایک اسرائیلی یہودی کی 55000 امریکی ڈالر کی خیرات کا شکرگذار ہونا چاہیئے، نے زندگی کی بے وقعتی کے بارے میں اسلامی نظریئے کو بڑی فصاحت سے بیان کیا۔

بچے کا علاج کیا جارہا تھا اور اسے بون میرو ٹرانسپلانٹ کی ضرورت تھی۔ چینل 10 نیوز کے غزہ کے شلومی ایلڈر نامی کورسپونڈینٹ کو اس اپریشن جسکو " قیمتی زندگی" کا نام دیا اس کی ڈاکومینٹری بنانے کی ذمہ داری سونپی۔ لیکن جب وہ ریاضہ ابو مصطفے نامی بچے کی ماں سے ملا تو اسے ایک تکلیف دہ خودکلامی کا سامنا کرنا پڑا جو اس نے شہیدوں کے کلچر کے بارے میں شروع کر دی اور اس ٹرانسپلانٹ کے اس پیچیدہ عمل کے دوران یہ تسلیم کیا کہ وہ چاہے گی کہ اسکا بچہ یروشلم میں جاکر خودکش بمبار کا معرکہ سرانجام دے۔

اس نے اعلان کیا، "یروشلم ہمارا ہے، ہو سب لوگ یروشلم کیلئے ہیں، ساری قوم، صرف ایک ملین نہیں، ہم سب۔ کیا تم سمجھ رہے ہو اسکا مطلب؟۔ ہم سب؟"

اس نے اس چیز کی بھی وضاحت کی جو کچھ اسکے ذھن میں ہے۔ *"ہمارے لئے موت ایک قدرتی چیز ہے، ہمیں موت کا کوئی خوف نہیں ہے، ایک چھوٹے سے شیرخوار بچے سے لیکر ایک بوڑھے شخص تک، ہم سب لوگ یروشلم کی خاطر اپنی جانیں قربان کر دینگے۔* ہم یہ

سمجھتے ہیں یہ ہمارا یہ حق ہے۔ تم غصہ کرنے کی آزادی رکھتے ہو تو غصہ کرتے رہو۔"

ایلڈر نے پوچھا، *" تو پھر تم اپنے بیٹے کی زندگی بچانے کی کوشش کیوں کررہی ہو*، اگر آپ یہ کہتی ہو تم لوگوں کیلئے موت ایک عام سی بات ہے۔" وہ اس پہ مسکرآئی اور کہا، " یہ معمول کی بات ہے۔ *زندگی انمول نہیں ہے۔ زندگی انمول ہے مگر ہمارے لئے نہیں۔ ہمارے لئے، زندگی کچھ نہیں، کوئی چیز بھی نہیں۔ اسی لئے ہمارے پاس بہت سارے* خودکش *بمبار ہیں۔* وہ موت سے نہیں ڈرتے۔ ہم میں سے کوئی بھی نہیں، یہاں تک کہ ہمارے بچے بھی موت سے نہیں ڈرتے۔ ہمارے لئے یہ فطری ہے۔ جب محمد *ٹھیک ہو جائیگا تو میں ضرور چاہوں گی کہ وہ شہید بنے۔* اگر یہ یروشلم کیلئے ہے تو پھر کوئی مسئلہ نہیں۔ تمہارے لئے یہ ایک مشکل بات ہے۔ میں جانتی ہوں؛ ہمارے لئے یہ قابل ستائش ہے اور خوشی کی بکت ہے جب کوئی شہید ہوتا ہے، ہمارے لئے شہادت بڑے فخر کی بات ہے۔"

بہت سے فرقوں کی طرح اسلام بھی موت پرستی والا فرقہ ہے۔ مسلمان کی ساری سوچوں کا محور موت ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اسکو یہ بتایا گیا ہے کہ جنت میں جلدی جانے کایہ طریقہ ہے کہ کسی کو ماردیا جائے۔

سٹاک ہوم سنڈروم محبوس ہونے کے دوران دباؤ کے تحت عمل میں آتا ہے، جہاں ٹارچر کے ساتھ بے یقینی اپنی انتہا پر ہو۔ مسلمان کی تمام زندگی غیریقینی صورتحال سے بھری پڑی ہے۔ ایک مسلمان کو کبھی یقین نہیں ہوتا کہ اس کا اللہ اس سے راضی ہو گیا یا نہیں اور کیا وہ دوزخ میں پھینکا جائیگا۔

اس بے یقینی کی بنیاد قرآن میں رکھی گئی ہے۔ اگرچہ متعدد بار محمد نے دعوی کیا ہے کہ روز قیامت وہ اللہ کے برابر بیٹھ کر قادرمطلق کو سفارشات کریگا کہ کسے بخشنا ہے اور کسے نہیں اور کچھ اور موقعوں پر اسکا کہنا ہے کہ اسے خود نہیں پتہ کہ اسکے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

> **کہھ دو کہ میں کوئی نیا پیغمبر نہیں آیا۔ اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائیگا اور تمہارے ساتھ کیا۔ میں تو اسکی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی آتی ہے اور میرا کام تو اعلانیہ ہدائت کرنا ہے۔ (قرآن 46:9)**

یہ بات ایک حدیث کے ذریعے بھی کنفرم ہوتی ہے جس میں اس نے کہا۔ " اللہ کی قسم اگرچہ میں اللہ کا نبی ہوں پھر بھی مجھے نہیں پتا کہ اللہ میرے ساتھ کیا سلوک کریگا۔" نوٹ فرمائیں، اوپر بیان کردہ آیات سورۃ 48 کی آیت 1 تا2 کے برعکس ہیں جس میں محمد نے یہ دعوی کیا ہے کہ اس کے مستقبل میں ہونے والےتمام گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔

نجات کے بارے میں جو چیز بہت یقینی ہے وہ ہے جہاد میں حصہ لینا اور خصوصی طور پر شہید ہو جانا۔

اغواء کا شکار ہونے والے، بدعملی کے شکار جیون ساتھی اور عقوبتیں سہنے والے قیدی زیادہ آسانی سے سٹاک ہوم والے معاملے کا حصہ بن سکتے ہیں اور ایسا ہی فرقہ پرستوں کے ساتھ پیش آتا ہے۔ ایسا لگ رہا ہوتا ہے کہ مغوی اپنے اغواء کنندے سے مانوس ہو گیا ہے اور اسکے ساتھ اسی دوران جو بدعملی روا رکھی جارہی ہوتی ہے اس میں اسکی رضا شامل ہوتی ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ خود کے قابو کرنے والے

سے شفقت کااظہار کررہے ہوتے ہیں اور باہر سے آنے والے اس بات پر حیرانگی میں پڑ جاتے ہیں کا اسطرح کے سلوک کی کیا حقیقت ہے۔

مسلمان ابتدائی طور پر اسلام کے شکار ہیں، اور پھر بھی بہت ہی تھوڑے اسکی سمجھ رکھتے ہیں۔ وہ اسکا دفاع کرتے ہیں اور اگر کوئی ان کی مدد کرنا چاہے تو اسے کتے کی طرح پڑ جاتے ہیں۔

کیتھرین ریمزلینڈ کہتی ہے " جن ماہرین نے اس معاملے کی چھان بین کی ہے انکا کہنا ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ یہ لوگ "منجمد" ہو جاتے ہیں تاکہ مزید ٹارچر سے بچ سکیں اور اسکی تابعداری اختیار کر لیتے ہین جس نے انہیں باندھ رکھا ہوتا ہے۔ اور اگر جبّر کرنے والا شخص انکی بنیادی ضروریات کا خیال کرنا شروع کردے تو یہ ستم رسیدہ لوگ انسیّت سے انکے ممنون ہو جاتے ہیں۔ اسطرح کے لوگ کسی قسم کی تجویز کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں، انکی دنیا اتنی سکڑ چکی ہوتی ہے کہ وہ پھانسنے والے سے ہی ہمدردی کے احساس کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اپنے پھانسنے والے سے ہی اپنی شناخت بناتے ہوئے اور یہ دیکھ کر کہ راہ فرار ناپید ہے تو یہ بڑ ا آسان ہو جاتا ہے کہ جو کچھ انکے ساتھ ہو رہا ہوتا ہے اسے دل سے قبول کر لیں اور نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ ایسی اداکاری کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ جیسے وہ اپنے پھانسنے والے سے محبت کرنے لگے ہیں۔ وہ اس کوشش میں لگ جاتے ہیں کہ انکی باقی ماندہ زندگی اگرچہ وہ کتنی غیر محفوظ ہے وہ زیادہ آرام اور اطمینان سے گذر جائے۔"

مسلمانوں سے زیادہ اور کوئی اس جال میں پھنسا ہؤا نہیں۔ مسلمانوں کو پکا یقین ہے چاند دیوتا اللہ ہی واحد خدا ہے؛ اور وہ انکے ذہنوں کو پڑھ سکتا ہے اور وہ ہر بات کا ریکارڈ اپنے پاس رکھتا ہے اور اسنے ایک

ٹارچر ہاؤس بنایا ہؤا ہے جہاں وہ ان لوگوں کو سزا دیگا جومحمد پر شک کرنے کی جرآت کریں گے انکے لئے بڑا سخت اور ہمیشہ رہنے والا عذاب موجود ہے۔ اسقدر خوفناک صورتحال میں کیسے کوئی اس پر شک کریگا؟ اور شک کئے بغیر کیسے کوئی سچ جان سکتا ہے؟ انسان کی عظمت اسی صلاحیّت میں ہے کہ وہ شک کرسکتا ہے اور اس میں نہیں کہ وہ اندھی عقیدت کا مالک ہے۔

Huitzilopochtli کی طرح اللہ بھی بہت ظالم اور خون کا پیاسا ہے۔ تم اس خوفناک خدا کے مخالف نہیں ہو سکتے۔ ایزٹکز اپنے خدا سے محبت کرتے ہیں۔ انہوں نے قربان گاہ پر لاتعداد جانوں کی قربانی دی۔ اللہ کی قربان گاہ پر بھی کروڑوں جانوں کی قربانی دی گئی اور یہ گنتی جاری ہے۔

اسمیں عقل کی کوئی بات نہیں کہHuitzilopochtli ، کالی اور اللہ جیسے برے خداؤں سے محبت کی جائے۔ ان خوفناک خداؤں کے ساتھ محبت اس لئے نہیں کی جاتی کہ وہ اس کے قابل ہیں بلکہ اس لئے کہ ان سے ڈرا جاتا ہے۔ سب باتیں ایک طرف، عقلمندی تو اسی میں ہے کہ تیلاب میں رہ کر مگرمچھ سے بیر نہیں رکھا جاسکتا۔ پیچیدگی دراصل انسان کی نفسیات میں ہے۔

لیکن مگرمچھ کے برعکس دیوتا انسانی خیالات کے تراش کردہ بت ہیں۔ انکا کوئی حقیقی وجود نہیں اس کی مثال ایسے ہی ہے کسی بچے کے بستر کے نیچے جن بھوت ہوتے ہیں۔ تاہم، جب تک انکو سچ ماننے والے لوگ موجود ہیں وہ تباہی مچاتے رہینگے اور انکے نام پر بدی کا عمل جاری رہیگا۔ دیوتاؤں کے پجاری اپنے ہی تخیّلات کے قیدی ہیں۔ صرف سچ ہی انکو اس قید سے آزاد کروا سکتا ہے۔

فرقوں میں کشش رکھنے والے لوگ

کیمرون کی بیوی جینائس کا روّیہ بھی سوچ طلب ہے۔ وہ ایک کمزور خودی والی عورت تھی۔ وہ اپنے مرد کے ساتھ زندگی گذارنے کی خاطر کچھ بھی کرسکتی تھی۔ حالانکہ وہ خود بھی ستمزدہ تھی پھر بھی اسنے کیرل اور ایک اور لڑکی کو اغواء کرنے مین اپنے خاوند کی مدد کی۔ پہلی لڑکی کے قتل میں بھی وہ ملوث تھی اور کیرل کے ساتھ بدسلوکی میں بھی۔ جینائس نے کیرل کی رہائی میں مدد اس کے ساتھ رحمدلی کی بنا پر نہیں کی بلکہ اس لئے کہ وہ اس سے حسد کررہی تھی۔

جو لوگ اسلام قبول کرنے کی طرف راغب ہوتے ہیں انکی نفسیات جینائس سے مماثلت رکھتی ہے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں زیادہ تعداد انکی ہے جو جیلوں میں ہم مسکن یا ایسے نوجوان جو چاہا جانا چاہتے ہوں یا کمتر خودی کی حامل خواتین جنہیں کسے چاہت نہیں ملی ہوتی۔ جذباتی پختگی کے حامل لوگ اسلام جیسے مذھب سے کوئی رغبت نہیں رکھتے۔ ذھین لوگوں کیلئے اسلام کی حیثیت دافع کی ہے۔ کمتر ذھانت اور کمتر خودی کے حامل لوگ ہی اسلام قبول کرتے ہیں اور یا وہ جو دھوکے میں آ جاتے ہیں۔ اسلام ان لوگوں کیلئے دلچسپی کا حامل ہے جو کم عمر ہیں اور زندگی کا تجربہ نہیں رکھتے وہ جلد متاثر ہو جاتے ہیں اور آسانی سے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے کئی سارے اسلام کو چھوڑ جاتے ہیں جب انکو سمجھ آ جاتی ہے۔

مسلمان بیک وقت شکار بھی ہیں اور شکار کرنے والے بھی۔ محمد مر چکا ہے۔ اس کے پیروکار اس کے نام پر اور اسکے خدا کے نام پر کئے جانے والے جرائم اب بھی جاری ہیں۔ وہ اس نفسیاتی ضرورت کے

تحت اسلام سے چمٹے رہتے ہیں جو کیمرون اور جینائس کے درمیان تھی۔ وہ دوسروں کے ساتھ انکی بدعملی کی بھی وہی وجہ ہوتی ہےجو جینائس کی کیرل کے ساتھ تھی۔ مسلمان ساتویں صدی کے سائیکوپیتھ کے نفسیاتی طور پر یرغمالی ہیں۔ زندہ ہے یا مردہ، محمد کے جھوٹے دعوے ابھی تک لوگوں کو پھنسانے اور شکار بننےکیلئے کارآمد ہیں۔ اجتماعی طور پر مسلمان خودتکریمی کی نچلی سطح پر ہیں۔ وہ صرف اپنی ذات کی حد تک برآئی نہیں کررہے بلکہ تمام دنیا میں انسانی حقوق کی پامالی، تشدّد اور دہشتگردی میں عملی طور پر ملوّث ہیں۔

انسان کی عظمت اسکی آزادیء فکر میں ہے۔ اگر انکی یہ آزادی چھین لی جائے تو ان سے انکی انسانیّت ہی چھن جاتی ہے۔ جب کوئی ایک شیطانی خدا کی تابعداری قبول کرلیتا ہے تو وہ خود بھی ایک شیطان بن جاتا ہے۔

یہ بات صرف بنیاد پرست مسلمانوں پر ہی لاگو نہیں ہوتی بلکہ تمام مسلمان اسی صف میں شامل ہیں۔ مسلمان بحیثیت مجموعی انسانیت سے عاری ہیں۔ پاکستان، سعودی عرب، مصر اور دیگرمسلمان ممالک میں دیکھیں کیا ہو رہا ہے۔ وہ اجتماعی طور پر اپنے اندر بسنے والی اقلیتوں سے بدسلوکی کررہے ہوتے ہیں اور انکو کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ اقلیّتوں کےساتھ بدسلوکی معمول کی بات ہے۔ چند لوگ ضرور کاناپھوسی کرینگے اور "بنیاد پرستوں" کو اسکا الزام دینگے لیکن کوئی بھی اقلیّتوں کے حقوق کے تحفظ کی خاطر انگلی نہیں اٹھائے گا جو اسلامی حکومتوں اور عام پبلک کے ہاتھوں مذہبی ایذا رسانی کا سامنا کر رہے ہوتے ہیں۔ پاکستان میں لاتعداد معصوم لوگ توہین رسالت کے قوانین کی خلاف ورزی کے نتیجے میں جیلوں میں بند مختلف قسم کی

اذیتوں سے دوچار ہیں۔ ایک دفعہ کسی پر توہین رسالت کا قانون لاگو ہو جائے تو اسے خود ہی اپنی بیگناہی ثابت کرنا ہوتی ہے۔ اس عرصہ کے دوران اسکی مارپیٹ جاری رہتی ہے اور بعض اوقات اسے جان سے مار دیا جاتا ہے اور یہ سب کچھ قانون کے تحت بڑے جوش وخروش سے کیا جاتا ہے۔

توہین رسالت کے قوانین وحشیانہ ہیں۔ اسلامی اقوام وحشی اقوام کا روپ دھار چکی ہیں۔ مسلمان شیطان کی عبادت کرتے کرتے خود بھی شیطان بن چکے ہیں۔ خاموش اکثریت اس بزدلانہ جرم میں برابر کے شریک ہیں۔ کہاں ہے وہ چینخ وپکار، کہاں ہے نام نہاد میانہ رّوی کے حامل مسلمانوں کا احتجاج جو انہیں اپنی حکومتوں اور ہموطنوں کی ان مجرمانہ حرکات کے خلاف کرنا ہے جو اسلامی ممالک میں انہوں نے غیرمسلموں کے خلاف روا رکھی ہوئی ہیں؟

اسلام کا شکریہ جسکی وجہ سے اسلامی دنیا بربرّیت کا گہوارہ بن چکی ہے۔ لوگ زومبیز بن چکے ہیں۔ ان میں محبت کی کوئی رمق نہیں اور نہ ہی ان میں انسانیّت باقی بچی ہے۔ یا تو وہ انسانیت کے خلاف جرائم کے تیارکنندہ ہیں یا اپنی خاموشی کے سبب اس کی معاونت کررہے ہیں۔

ایک وقت تھا کہ یہ عظیم قومیں دنیا میں روشنی کی علمبردار تھیں ۔ انسانی تہذیبوں کا گہوارہ ۔ اور اب یہ ایک پاگل کی پیروی کررہی ہیں، ایک شیطان کی پوجا کر رہی ہیں اور ایک سراب کے پیچھے بھاگ رہی ہیں۔ ایک وقت یہ بڑے طاقتور کلچرز کے لئے کھٹولے تھے جو اب دنیا میں گندے پانی کے جوہڑوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔

مسلمانوں کواپنی اجیرن بھری زندگیوں کا احساس ہے مگر وہ اسکی وجہ نہیں جانتے۔ حقائق واضع ہیں مگر وہ انہیں دیکھنے سے انکاری

ہیں۔ ایک عادی نشیئی کی مانند وہ نشہ آور مواد میں ہی پناہ ڈھونڈھتے ہیں، جتنا ہی وہ اپنی فرقہ پرستی سے چپکتے جاتے ہیں اتنے ہی وہ تباہی سے دوچار ہو رہے ہیں ۔ وہ سمجھتے ہیں ایک ذھنی طور پر بیمار شخص انکیلئے نجات کا سبب بن جائیگا۔

نجات کا حصول علم کے ذریعے ممکن ہے نہ کہ جہالت کے ذریعے۔ نجات اس وقت نصیب ہوگی جب مسلمان ممالک faithfreedom.org جیسی ویب سائٹس اور اسطرح کی کتابیں جیسی یہ، پر سے پابندیاں اٹھا لینگے اور اسلام کی جانچ پڑتال اور بحث مباحثے کی اجازت دے دینگے۔ جہاں سچائی کو دبایا نہیں جائیگا وہاں اسلام کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اسلام کے خاتمے کے ساتھ ہی مسلم دنیا آزاد ہو جائیگی۔

****

باب نہم

لہریں اور اسکے اثرات

تاریخ کی موئثرّ ترین شخصیّت

اس کتاب کے تعارف میں میں نے ذکر کیا تھا کہ مائیکل ہارٹ نے محمد کو تاریخ کی موئثرّ ترین شخص قرار دیا ہے۔ آئزک نیوٹن، عیسی، بدّھا، کنفیوشس اور سینٹ پال بعد میں آتے ہیں۔ ہارٹ کی ترتیب کردہ اس فہرست میں یہ چیز بے معنی ہے کہ ان کی اثرانگیزی مثبت ہے یا منفی۔ اس فہرست میں ہٹلر، ماؤزے تنگ اور جوزف سٹالن جیسے ظالموں کے بھی نام ہیں، اس میں تو نکولائی میکیاؤلی بھی شامل ہے۔

مجھے مائیکل کے اس دعوے سے اختلاف نہیں ہے۔ مگر اس امر کی جانچ بہت ضروری ہے کہ دنیا پرمحمد کی اثرانگیزی مثبت عمل نہیں۔

ہٹلر کا نسل پرستی پر مبنی یہ فاشسٹ نظریہ کہ اس کی قوم دنیا میں افضل ترین ہے دراصل محمد کے اس نظریے سے کہ اسکا مذہب سب سے اعلی ہے اور اسکی حکومت کسی بھی اختلاف سے بالا تر ہے سے تحریک یافتہ ہے۔

البرٹ سپیّر جو کہ ہٹلر کے وقت میں اسلحہ اور گولابارود کا وزیر تھا اپنی یاداشتوں میں لکھتا ہے کہ ہٹلر کو اس امر کا افسوس تھا کہ مسلمان آٹھویں صدی میں فرانس سے آگے وسطی یورپ تک نہ پہنچ سکے۔

اگر عرب یہ جنگ جیت جاتے تو آج تمام دنیا محمدیوں کی ہوتی۔ کیونکہ انکا یہ عقیدہ تھا کہ انکے مذہب کو بزور تلوار تمام دنیا میں پھیلنا چاہئے اور سب اقوام کو انکے عقیدے کے تابع ہونا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو جرمن لوگ اس مذہب کے وارث ہوتے۔ اس طرح کا مذہب جرمنوں کے مزاج کے مطابق ہے۔ ہٹلر نے کہا کہ عرب فاتحین نسلی اعتبار سے گھٹیا ہونے کے باعث اپنا تسلط برقرار نہ رکھ سکے کیونکہ وہ اس ملک کے سخت موسمی حالات کا سامنا نہ کرسکے اور وہاں کے سخت جان مقامی لوگوں کو اپنے قابو میں نہ رکھ سکے۔ اگر عربوں کی بجائے جرمن دائرہ اسلام میں آئے ہوتے تو وہ سلطنت محمدیہ کے سربراہ ہوسکتے تھے۔

ہٹلر نے ان الفاظ کے ساتھ تاریخ کے بارے میں اپنے قیافے کو یہ حتمی شکل دی "آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارا مذہب غلط ہے۔ کیوں نہیں ہمارا مذہب جاپانیوں والا ہے جو باپ کے وطن کی خاطر قربان ہوجانے کو اعلی ترین چیز سمجھتے ہیں۔ محمد والا مذہب بھی ہمیں عیسائیت کی بہ نسبت زیادہ موزوں تھا۔ کیوں ہمارا مذہب عیسائیت بالکل مسکین اور پلپلا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہٹلر نے محمد کی تعریف کی اور اسلام کو دلچسپی کا حامل سمجھا۔ کیونکہ اس میں اسکو جارحیّت والے ذائقے کی کشش تھی جس کے ذریعے وہ پھیلا۔ دونوں میں ایک مشترک بات تھی یہودیوں سے نفرت۔

کارل جنگ نامی سوئٹزرلینڈ کے ایک مشہور سائیکیٹرسٹ نے 1930 کی دہائی کے آخری سالوں میں ایک انٹرویو کے دوران جرمنی میں نازیوں کے عروج کی بات کرتے ہوئے کہا، " ہم نہیں جانتے کہ ہٹلر کوئی نیا اسلام دریافت کرنے جارہا ہے، وہ پہلے ہی اس راستے پر ہے؛ وہ محمد کی طرح ہے۔ جرمنی میں پائے جانے والے جذبات اسلامی ہیں، جنگجوانہ اور اسلامک۔ ان سب کو ایک وحشی خدا کا نشہ ہے۔ تاریخ کا بھی یہی مسقبل ہو سکتا ہے۔"

اسلامی فوجیانہ عناصر ہٹلر کے الہاتی منظر کا حصہ بن گئے تھے۔ محمد کی طرح ہٹلر بھی ' جس کی لاٹھی اس کی بھینس' والے فلسفے کا قائل تھا۔ اس نے اس بات کی تبلیغ کی کہ اسکا مذہب "ماسٹر" مذہب ہے۔ کیونکہ وہ "ماسٹری کو جنم "دیگا اور جھوٹ کو راحت نہیں بخشس گا۔

کیمونزم بھی اپنے آفاقی نظریئے میں اسلام کے مقام کو تسلیم کرتا ہے۔ برٹنڈ رسّل نے 1920 میں شائع کردہ اپنی کتاب *دی پریکٹس اینڈ تھیوری آف بوریشوزم* میں لکھا ہے:

کیمونزم میں انقلاب فرانس اور عروج اسلام دونوں کے خوائص پائےجاتے ہیں...... مارکس کا خیال تھا کہ کیمونزم کا مقدّر پہلے ہی لکھ دیا گیا ہے۔ یہ اسطرح کی ذہنیّت کو جنم دیتا ہے جسطرح

کی محمد کے شروع شروع کے جانشینوں کی تھی..... مذاہب میں کیمونزم نے اسلام سے حساب چکتا کیا ناکہ عیسائیت اور بدھ ازم سے۔ عیسائیت اور بدھ ازم بنیادی طور پر شخصی مذاہب ہیں، جن میں صوفیانہ تعلیمات اور مراقبے سے رغبت کا پہلو نمایاں ہے۔ محمڈن ازم اور کیمونزم دنیاوی، معاشرتی، غیرروحانی ہیں اور انکا مقصد دنیا میں اپنی سلطنت کا قیام ہے۔

جولس مونروٹ نے اپنی 1949 کی سٹڈی، *سوشیالوجی ڈی کیمونزم* میں کیمونزم کو بیسویں صدی کا 'اسلام' کہا ہے۔ مونروٹ نے لکھا ہے کہ سوویت کیمونزم کا حتمی مقصد " انتہائی جابرانہ حکومت کا قیام جو آج تک کسی انسان کے وہم و گماں میں بھی نہ ہو؛ ایک ایسی جابرانہ حکومت جو کسی خلائی حدود کو بھی تسلیم نہ کرتی ہو(ماسوائے فی الوقت کرّہ ارض کی) نہ کوئی دنیاوی حدود(کیمونزم کے ماننے والے کیمونزم آنے کے بعد کے زمانوں کے تصور سے انکاری) کسی فرد پر انکا لامحدود کنٹرول؛ جو کوئی بھی اسے مان لے اسکو مکمل کنٹرول کرنے کی خواہش یہاں تک کہ انکی آزادی فکر بھی اتنی ہی محدود جتنی کہ انکی روزگار کمانے کی آزادی۔ یہ ایک ایسا دعوی ہے جو اسکو عقیدوں، مذاہب اور اقدار کے مدّمقابل لے آتا ہے جو کہیں زیادہ قدیم ہیں اور آزادی سے پرورش پارہی ہیں، اگر ایسا ہے تو یہ ایک جنگ ہے اور ہم یہ جنگ لڑرہے ہیں۔"

مونروٹ آگے چل کر لکھتا ہے " کیمونزم بیک وقت ایک سیکولر مذهب اور یونیورسل ریاست ہے، اسلئے یہ اسلام سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے بہ نسبت ایک یونیورسل مذہب کے جس کا اجراء ہیلینسٹک اور رومن ادوار میں یونیورسل ریاست کے قیام کی مخالفت سے ہؤا

اور جس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے انسانوں کے دلوں کو ریاست سے دور کردیا--- سوویّت روس ---- پہلی سلطنت نہیں ہے جہاں مادی اور عوامی طاقت ایک شیڈو پاورجوکہ سامراجی حدود سے باہر ہمسایہ ریاستوں کے سماجی ڈھانچے میں نقب زنی میں ملوّث ہے اس کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر چل رہی ہے۔

جون او' نائل اپنی زلزلہ برپا کرنے والی کتاب *ہولی وڑیز:اسلام اینڈ دی ڈیمائز آف کاسیکل سولائزیشن* میں اس انکشاف کا تعین کرتا ہے کہ عیسائیت میں تشدّد اور طاقت کا استعمال جیسا کہ صلیبی جنگیں اور نقادوں کی سرکوبی(Inquisition) کیلئےرومن کیتھولک کے تحت قائم کردہ ادارے جیسے عوامل اسلام کی اثر انگیزی کے تحت کلیسا میں داخل ہوئے۔

خیالات چھوت کی بیماری کی طرح ہوتے ہیں۔ ہم انسان ایک دوسرے کی سوچ کو متاثر کرتے ہیں۔ نظریات ایک سے دوسرے کو منتقل ہو جاتے ہیں۔ وہ نئی بستیوں میں اثرپذیرہو کر حالات میں ڈھل جاتے ہیں۔ آج بھی کئی مغربی ممالک میں اسلام پر تنقید کرنا ایک خطرناک فعل ہے۔ ایک ولندیزی رکن پارلیمنٹ اسلام کے خلاف بات کرنے پر اپنے ہی ملک کی عدالت میں پیشیاں بھگت رہا ہے۔ تیس سال پہلے اسطرح کی بات گمان سے بھی باہر تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نظریہ کہ اسلام پر تنقید ناقابل برداشت فعل ہے، مغرب میں بھی سرائیت کررہا ہے۔ اسلام کا مغرب میں یہ اثر او نائل کی تھیوری کو تقویّت بخشتا ہے کہ کیتھولک چرچ میں صلیبی جنگیں اور مذہب کے نقادوں کی سرکوبی اسلامی اثرونفوز کی مرہون منت ہے۔

خفیہ انجمنیں جیسا کہ شرائنرز، دی روسیکروشیّنز، دی فری میسن، دی الیؤمیناٹی اور یہاں تک کہ مافیا بھی اسلامی فرقے اسماعیلیہ کے انتظامی ڈھانچے سے تعلق رکھتی ہیں اور گیارھویں صدی میں حسن صبّاح کی قائم کردہ آرڈر آف ایسّسنز۔

تمام سنگل پارٹی طرز کی حکومتیں، فاشسّٹ حکومتیں اور انکے علاوہ باقی اقسام کی حکومتیں جو گولڈن رول کے منافی ہیں انکو اسلام نے جلا بخشی ہے۔

ابن ورّاق نے اپنے آرٹیکل جس کا عنوان اپالوجسٹس آف ٹوٹلٹیرنزم: فرام کیمونوم ٹواسلام میں بہت سے سکالروں جیسا کہ چارلس واٹسن، جی-ایچ باؤسکووٹ، برٹنڈرسّل،جولس مونروٹ، چیزلوملوسز، کارل جنگ، کارل نارتھ سید عامرارجمند، میکسائم روڈیسن اور مینفرڈ ہالپرن کا حوالہ دیا ہے جنہوں نے فاشسزم، نازی ازم اور کیمونزم کی اسلام کے ساتھ مماثلت کو نوٹ کیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا پر اسلام کا گھرا اثر ہے اور بلاشبہ آج تک پیدا ہونے والے لوگوں میں محمد سب سے زیادہ موئثر کن شخصیّت ہے۔ تاہم یہ ایک دلیل ضرور دی جاسکتی ہے کہ وہ اور اسکی تاثیر کے بغیر شاید یہ دنیا ایک بہتر حالت میں ہوتی۔

ہم کدھر کو جارہے ہیں؟

مسلمان کوشش کرتے ہیں کہ وہ ہر کام میں محمد کی نقل کریں۔ ملاںّ حضرات برس ہا برس اپنے پیغمبر کی سنت سیکھنے میں لگے رہتے ہیں، پھر وہ اہل ایمان کو سکھاتے ہیں، جو بعد میں اس پر عمل کرنے

کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ سنت کے ذریعے ہی مسلمان سیکھتے ہیں کہ محمد نے نمازیں کیسے ادا کیں، منہ کیسے دھویا، وضو کیسے کیا۔ اس نے کیسے دانت صاف کئے اور اپنے ناک اور کان۔ وہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ وہ کھانا کیسے کھاتا تھا، کھانے کے بعد کونسی انگلیاں چاٹتا تھا، کونسا کھانا اسے پسند تھا اور کونسا ناپسند، وہ سوتا کیسے تھا، کپڑے کیسے پہنتا تھا اور اسکے کپڑوں کی تراش خراش کیسی تھی اور اجزائے ترکیبی کیا تھی۔ اس کی داڑھی کتنی لمبی تھی؟ کیا وہ اپنی ازواج کے ساتھ ہمبستری کرنے سے پہلے غسل کیا کرتا تھا یا بعد میں؟ بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہوئے کونسا پاؤں پہلے اندر رکھتا تھا؟ کیا وہ پیشاپ کھڑے ہو کر کرتا تھا یا دو زانوں بیٹھ کر؟ اور رفع حاجت کے وقت اس کے منہ کا رخ کس جانب ہوتا تھا؟ دو زانوں بیٹھتے وقت کس پاؤں پر وہ اپنا زیادہ وزن ڈالتا تھا؟ کس ہاتھ سے وہ اپنے پوشیدہ اعضاء کو دھویا کرتا تھا؟ مسلمانوں کے نزدیک پاکبازی صرف اسی میں ہے کہ بالکل ایسے ہی عمل کیا جائے جیسے محمد نے کیا۔ ابن سعد محمد کے ایک ساتھی کی وساطت سے ایک حدیث بیان کرتا ہے جو یہ کہہ کر اپنی پاکی بیان کیاکرتا تھا کہ محمد کو حلوا کدّو بہت پسند تھا اور اس کے بعد سے اسکو بھی یہ سبزی بہت پسند تھی۔

مسلمانوں کے خیالات محمد کے خیالات کا عکس ہیں اور ان کے اعمال اس کے اعمال کا آئینہ۔ مسلمانوں اپنے خود کو گنوا بیٹھے ہیں اور محمد کے کلون بن چکے ہیں۔ یہ اک کھلا جھوٹ ہوگا اگر ایسا کہا جائے کہ مسلمان مختلف ال انواع لوگوں کا ایک گروپ ہے۔ یہ تمام اپنے پیغمبر کا چھوٹا ساچربہ ہیں۔ فرق صرف درجے میں ہے۔ کچھ زیادہ نقالی کرتے ہیں اور کچھ کم۔ اسی سے ان کے تشدد کا اندازہ ہوتا

ہے۔ اپنے جوہر میں ہر کوئی ایک جیسی ذہنیّت، اقدار، اور روّیوں کا حامل ہے۔ ان میں کئی بڑے اچھے لوگ بھی ہیں جو مسلمان کہلاتے ہیں۔ حقیقی مسلمان اکثر انکو ملامت سے منافق کہہ کر پکارتے ہیں۔ مسلم امہ کا ایک بڑا حصہ ان "ملائم" قسم کے مسلمانوں پر مشتمل ہے، مگر ان کی آوازیں اکثر دبا دی جاتی ہیں کیونکہ ان کے نظریات کو قرآن سے کوئی مدد نہیں ملتی۔ الفاظ کی حد تک یہ شائستہ کہلاتے ہیں مگرعملی طور پر یہ بھی بھیڑ چال میں اقلیّت میں ہونے والے جوشیلے مسلمانوں کی قطار میں ان کے پیچھے ہوتے ہیں۔ اگر امہ ایک کتا ہے اور"انتہا پسند" اس کی دم، تو دم ہی کتے کو ہلا رہی ہے۔

درحقیقت اسلام میں کوئی انتہاپسند نہیں۔ دوسرے عقیدوں کےلوگ انتہا پسند اور انقلابی ہوتے ہیں مگر اسلام میں کوئی نہیں۔ مسلمانوں کو تین گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اچھے برے اور بدصورت۔

اچھے مسلمان وہ ہیں جو حرف بہ حرف محمد کی تقلید کرتے ہیں۔ وہ دنیا سے لا تعلق ہوکر شہادتکے متمنی ہوتے ہیں۔ ہم انہیں دہشتگرد کہتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو سلافی کہلاتے ہیں۔ محمد اور اسکے ساتھیوں کے پیرو کار۔

برے مسلمان وہ ہیں جو محمد کی سنت پر پورا عمل نہیں کرتے۔ وہ کہنے کی حد تک مسلمان ہوتے ہیں۔ انکا ایمان کمزور ہوتا ہے اور انکو اسلام کا مکمل علم بھی نہیں ہوتا ۔ وہ شہادت کی بجائے اپنی دنیاوی زندگی کی بہتری میں ہی مگھن ہوتے ہیں۔ وہ اسلام سے غافل ہوتے ہیں اور اپنی اس غفلت اور عدم لگاوٹ کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان میں سے بہت سارے احساس جرم سے آگاہ ہوتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ ایکدن وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کر اچھے مسلمان بن جائیں گے اور

وہ جنت میں جائینگے اور ان تمام جزآؤں کو پا لینگے جن کا قرآن میں وعدہ کیا گیا ہے۔ برے مسلمان اچھے مسلمانوں کو برا نہیں کہتے۔ وہ انکی ایمان پروری اور قربانی کے جذبے کو سراہتے ہیں حالانکہ وہ خود اسکا الٹ ہوتے ہیں۔

اس کے بعد ذکر ہے بدصورت مسلمانوں کا۔ یہ وہ ہیں جو سچائی جانتے ہیں مگر اسکا انکار کرتے ہیں۔ وہ باقی دنیا کو دھوکا دینے میں مصروف ہوتے ہیں اور بتا رہے ہوتے ہیں کہ اسلام پر" انتہاپسندوں" (اچھے مسلمان) نے قبضہ کرلیا ہے۔ اور اگرمسلمان ایسے کام نہ کریں تو اسلام امن اور برداشت والا مذہب ہے۔ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مگر شریعت کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ یہ ہیں وہ مسلمان جو حقیقی طور پر منافق ہیں۔

سچ یہ ہے کہ تمام مسلمان، ماسوائے دہشتگردوں کے، منافق ہیں۔اگر وہ تشدد پر یقین نہیں رکھتے جس کی تبلیغ قرآن میں کی گئی ہے تو وہ کیوں اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں؟ وہ کیوں اسلام کو چھوڑ نہیں دیتے اور اس تشدد کے چکر کو ختم کیوں نہیں کر دیتے؟ وہ بیگناہ نہیں ہیں۔ وہ اپنے جہادی ہم مذہبوں کے خاموش ساتھی ہیں۔ یہ مسلمان اصلی اسلام سے بے بہرہ ہیں، لیکن یہ عدم آگہی کوئی جواز نہیں ہے۔ لیکن انکا اسلام کے ساتھ اس طرح جڑے رہنا ان لوگوں کے حوصلوں کو ایک طاقتور سہارا فراہم کرتا ہے جو اسی طرح کرنا چاہتے ہیں جیسے کہ محمد کرتا رہا اوروہ دہشت گرد بن جاتے ہیں، اور جہاد کے نام پر کافروں کو قتل کرتے ہیں۔

نتیجہ یہ ہے کہ ایک دوزخ مانند معاشرہ وجود میں آتا جا رہا ہے جس میں اصلاح کی گنجائش بہت کم ہے، اور جس میں ہر کسی کا دم گھٹ

رہا ہے، اور کسی کو علم نہیں کہ اس سے باہر کیسے نکلا جائے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ جتنا وہ مصیبتوں میں دھنستے جاتے ہیں اتنا ہی وہ اسلام کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔ اسطرح یہ ایک ایسے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں جہاں روز بروز ان کے حالات بد سے بد ترہوتے جارہے ہیں۔

اسلام کی خاطرکسی بھی اور مقصد سے زیادہ جانیں اب تک اس میں ضائع ہو چکی ہیں۔ اربوں لوگوں نے اسلام کی وجہ سے مصیبتیں اٹھائی ہیں اور مزید اٹھاتے جارہے ہیں۔ اگر ہٹلر کے پاگل پن کی وجہ سے پچاس ملین لوگ مارے گئے، تو محمد کے پاگل پن کی اپنے پیروکاروں کو کی گئی وصیّت کے سبب سینکڑوں ملین لوگ موت کی زّد میں ہیں، اور ہم ابھی تک گنتی میں مصروف ہیں۔ ہٹلر کی پہنچائی ہوئی تکلیف تو اب ماضی کی تاریخ بن چکی ہے۔ لیکن اسلام کے لگائے ہوئے زخم 1400 سالوں سے رس رہے ہیں۔ ابھی بھی ان سے خون بہہ رہا ہے اور یہ نا ختم ہونے والا سلسلہ جاری رہیگا جبتکہ اسلام کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔

اسلام کے ابتدائی شکار انتہائی بدبخت اہل ایمان تھے۔ ان کے دماغ توہمات اور لغوّیات سے بھرے پڑے ہیں، دل نفرتوں کی وجہ سے بہت سخت ہوجاتے ہیں، حیات مصیبتوں اورعقوبتوں کا جنجال ہے، اور ان کے بھیجے دوزخ کی آگ سے خوفزدہ ہوکر مفلوج ہو چکے ہیں۔ وہ دنیا میں سب سے زیادہ مسکین ہیں اور جبکہ وہ یہ سوچتے ہیں کہ دوسرے ان سے جلتے ہیں۔ مسلم معاشرے بدعملی کا شکار ہیں، ان کے ممالک آمرانہ تسلط میں ہیں، اور انکی زندگیاں لڑکھڑاتے ہوئے چل رہی ہیں۔ اب یہ ان پر منحصر ہے کہ وہ میں نہ مانوں کی ضد چھوڑ

کر اس تکلیف دہ سچ کو قبول کرلیں کہ اسلام ایک جھوٹ ہے اور انکی مصیبتوں کا سبب بھی۔

غیر مسلموں کا جرم انکا اناڑی پن ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو انتہا پسندی کی آگ کو ہوا دیتے ہیں اس امر کی تصدیق کرکے کہ اسلام ایک باضابطہ مذھب ہے۔ انہوں نے لا علمی میں کہ اسلام کی اصل حقیقت کیا ہے اور اسکا خطرہ کیا ہے اس خبیث مسلک کی بلا روک ٹوک کی تشہیر کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ اسلام کسی اور مذھب یا نظام کو جائز تصوّر ہی نہیں کرتا۔ اس کا مقصد باقی تمام نظاموں کا خاتمہ ہے، یہ تمام انسانی حقوق کو ختم کر دیتا ہے اور تمام دنیا کو جہنم میں تبدیل کر دیگا۔

مسلم مہاجرین کا سیلاب ان پر قبضے کی غرض سے مغربی ممالک کا رخ کررہا ہے۔ دوراندیشی سے محروم، بددیانت سیاستدان ان کے سامنے جھک جاتے ہیں۔ کچھ تو اتنا آگے نکل چکے ہیں کہ انہوں نے تو "توہین رسالت کے قوانین" کی بھی حمائت کرتے ہیں تاکہ اسلام پر تنقید کی پابندی ہو جائے۔

مغربی ممالک میں مسلمانوں کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کی بڑی وجہ امیگریشن اور بچوں کی اونچی شرح پیدائش ہے۔ مسلم ممالک میں مسلمانوں کی کثیر تعداد سے دنیا کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یقیناً وہ اپنے ہاں بسنے والی اقلیتوں کی زندگیوں کو ہی اجیرن بنائیں گے۔ جسطرح کی تکلیف یہ ہے، اس سے بنی نوع انسان کو کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن غیرمسلم ممالک میں مسلمان آبادی کی کثرت انتہائی خطرناک ہے۔ اگر مسلمانوں کی آبادی کا سیلاب اپنے ہی ملکوں میں ہے تو وہ غریب سے غریب تر ہوتے جائینگے۔ وہ اپنے ہی ملک میں

ایک دوسرے سے لڑ کر مزید کمزور ہو جائینگے۔ وہ خود کو ہی نقصان پہنچائینگے اور دنیا کے امن اور استحکام کیلئے کوئی خطرہ نہیں بنیں گے۔ تاہم، اگر انکومغربی ممالک میں پھیلنے کی کھلی چھٹی مل جائے تو جمہوریّت ختم ہو جائیگی جسکا مطلب ہے مغربی تہذیب کا خاتمہ۔ اگر ہم مغربی تہذیب کے خاتمہ ہونے دیں، تو عالم انسانیّت دوبارہ دورجہالت میں چلی جائیگی جہاں سے دوبارہ ابھرنے کے مواقع ختم ہو جائینگے۔ عالم انسانیّت کو درپیش سب سے بڑا خطرہ یہ ہے۔

یہ بھی دھیان میں رہے کہ مغرب میں مسلمان زیادہ "راست باز" اور جنگجو ہوتے ہیں بہ نسبت اپنے ہم وطن ہم مذہبوں کے۔ جمہوریّت انہیں زیادہ کڑوا بننے کیلئے بڑی زرخیز زمین مہیا کرتی ہے، ایسی جگہھ جسکا وہ اپنے آبائی ملک میں خواب میں بھی تصوّر نہیں کرسکتے۔ اکثر مسلم ممالک میں انتہاپسند مسلمانوں کا ٹھکانہ جیل میں ہے، جہاں کہ وہ مغربی ممالک میں آزادی سے گھومتے پھرتے ہیں۔

ہمیں ضرور یہ سوال کرنا چاہئے: کیا اسلام کی جمہوریّت اور مغربی اقدار سے کوئی سے مطابقت ہے؟ کیا ہم خود کو محفوظ تصوّر کرسکتے ہیں اگر مسلمانوں کو ہمارے بیچ بلا روک ٹوک پنپنے دیا جائے؟ کیا ملٹی کلچرل ازم کا یہ مطلب ہے کہ وہ نظریات جوملٹی کلچرل ازم، پلورل ازم اور جمہوریّت کی کھلے عام مخالفت کررہے ہوں ان کو پھیلنے کی اجازت دے دی جائے؟

ملٹیکلچرل ازم کی بنیاد اس حقیقت پر ہے کہ ہر کلچر میں کوئی نہ کوئی اچھی بات ضرور ہے جو اپنائی جا سکتی ہو۔ اس نے پہلے سے ہی یہ فرض کرلیا ہؤا ہے کہ تمام کلچر مکمل اتفاق کے ساتھ باہم ملجل کر رہ سکتے ہیں۔ تاہم اس کے مصدقہ ثبوت موجود ہیں کہ اسلام نے

الگ تھلگ مملکتیں قائم کیں جوکہ اکثر، اگر ہمیشہ نہیں، تو اپنے اردگرد کے ممالک کے ساتھ معاندانہ برتاؤ کرتی رہیں اور ان سے برسرپیکار رہیں۔ اسلام ایک کلچر نہیں ہے، اور نہ ہی اس کے اندر کوئی خاطر خواہ صلاحیّت موجود ہے کہ اسکا کسی دوسرے کلچر میں ادغام ہوسکے۔ کیا اسکا کوئی فائدہ ہے کہ فاشزم اور نازی ازم کو انصاف پر مبنی سچے نظریات سمجھ کر اس کے پھیلاؤ کی غرض سے سکولوں کالجوں کے بچوں کو اس کی تعلیم دینی شروع کر دی جائے؟ کیا ہم کو ایسی تعلیمات کوبرداشت کر لینا چاہئیے جو کھلے عام عدم برداشت کا سبق دیتیں ہوں، عدم مسابقت کا درس دیتی ہوں، نفرت کی ٹکور کرتی ہوں اور دہشتگردی کی حوصلہ افزآئی؟ عقلی اعتبار سے یہ کہاں تک درست ہے کہ ہم کسی ایسے اعتقاد کو اپنے ملک کے اندر گھسنے دیں جبکہ اس عقیدے کے بنیادی قوانین ہمارے اصولوں کا قطعی انکار کر رہے ہوں اور یہ کہھ رہے ہوں کہ انکو اپنا مطیع بناؤ اور انکا صفایا کردو؟ اسلام ایک کلچر نہیں ہے۔ یہ ایسی تعلیمات ہیں جوباقی تمام کلچروں کو اپنے اندر ذم کرنے کا متقاضی ہے۔ یہ مذاھب کی قوس قزاح کے رنگوں میں ایک اور رنگ کا اضافہ نہیں؛ یہ رات کا وہ بے فائدہ پہر ہے جو تمام رنگوں کو کھا جاتا ہے۔

اگر کسی کلچر کے بچانے کی ضرورت ہے تو وہ ہے ہیلینو کرسچین کلچر۔ یہ وہ کلچر ہے جس کو معدوم ہونے کا خطرہ لاحق ہے۔ صرف یہی ایک کلچر ہ جس نے ہمیں آگہی اور جمہوریّت دی۔ یہ ہیں ہماری جدید دنیا کی اساس۔ اس کلچر کو نہ بچایا جانا ایک سنگین غلطی ہوگی۔ اگر ہم کچھ نہیں کرتے، ہمیں ایک ایسے مستقبل کا سامنا ہے جہاں جمہوریّت اور رواداری پھیکی پڑ جائیگی اور اسلام کی قدیم فرسودا جبّلتیں انسانیّت کو اپنا مطیع بنا لیں گیں۔

تمام کلچر تخلیق کے لحاظ سے ہم پلہ نہیں ہیں۔ ایک ایسا نظریہ جو عورتوں اور اقلیّتوں کو مطیع رکھنے کی وکالت کرتا ہو اس کلچر کے برابر نہیں ہو سکتا جو لوگوں کے اندر مساوات کی بات کرتا ہو قطع نظر اس کے کس کا کیا عقیدہ ہے، عورت ہے یا مرد اور اسکا تعلق کس نسل سے ہے۔ اسلام ایک کلچر نہیں ہے۔ یہ کلچر کی صنعت تضاد ہے۔ یہ بربرّیت ہے، وحشیانہ سنگدلی ہے اور بے مروتی ہے۔ **اسلامی تہذیب ایک ایسا ضابطہ ہے جس کے اپنے اندر ہی اس کے غلط ہونے کا ثبوت موجود ہے، اور دہشت گردی ایک فضول چیز ہے۔** ہماری آزادی اور جدید تہذیب مغربی کلچر کی مرہون منت ہے۔ اب یہی کلچر ہے جو کہ حملے کی ذدّ میں ہے اور اس کی حفاظت ضروری ہے۔

ڈاکٹر پیٹر ہیمنڈ اپنی کتاب، غلامی، دہشتگردی اور اسلام: *تواریخی جڑیں اور ہم عہد خطرات* میں وضاحت سے بیان کرتا ہے کہ اسلامائزیشن کا عمل کس طرح وقوع پذیر ہوتا ہے جب کسی ملک میں مسلمانوں کی تعداد اتنی کافی ہو جائے کہ وہ ہنگامہ آرائی کرکے اپنے نام نہاد 'مذہبی حقوق' منوانے کی سعی کر سکیں۔

> جب سیاسی طور پردرست اور کلچر کے اعتبار سے رنگارنگ معاشرے اس پر رضامند ہو جائیں کہ مسلمانوں کے "مذہبی حقوق' سے متعلقہ 'معقول' مطالبے مان لئے جائیں تو وہ ان کے ساتھ دیگر لوازمات کو بھی ڈھکے چھپے انداز میں ساتھ ملا لیتے ہیں۔ یہاں ذکر ہے ایسی کاروائیوں کا(اعداد وشماربحوالہ سی آئی اے: ورلڈ فیکٹ بک 2007)۔
>
> **جبتکہ مسلمانوں کی کسی ملک میں تعداد اسکی آبادی کا تقریباً 1% ہو، انکا شمار امن پسند اقلیّتوں میں ہوتا ہے اور وہ کسی**

کیلئے کوئی خطرہ نہیں ہوتے۔ ان کے مخصوص انداز اور رنگ برنگے انوکھے پن کا ذکر بطور ایک فیچر کے مضامین میں ہو گا یا فلموں میں:

ریاستہائے متحدہ امریکہ -- 1%؛ آسٹریلیا -- 1.5%؛ کینیڈا 1.9%؛ چین-- 1 تا 2%؛ اٹلی-- 1.5%؛ ناروے-- 1.8%

اگر ان کی تعداد 2 سے لیکر 3 فیصد ہو جائے یہ دوسری اقلیتوں اور معاشرے کی ٹھکرائے ہوئے اور گلی کوچوں میں دربدر پھرنے والوں اور قیدیوں کو اپنے مذھب میں شامل کرنے کی کوششیں شروع کردیتے ہیں:

ڈنمارک-- 2%؛ جرمنی--3.7%؛ یونائٹڈ کنگڈم-- 2.7% ؛ سپین--4%؛ تھائیلینڈ--4.6%

5% ہونے پر آبادی کے تناسب سے ہٹ کر غیرمعمولی دباؤ اور اثر ڈالنے کی کوششیں کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

وہ اشیائے خوردونوش میں ہلال حرام کا اسلامی نظریہ متعارف کروانے پر دباؤ ڈالنا شروع کر دینگے اور اسطرح مسلمانوں کیلئے خوراک کی تیاری والے کاموں میں روزگار کے مواقع بڑھانے کی کوششیں کریں گے۔ وہ اس امر پر اپنے دباؤ میں اضافہ کرتے جائینگے اور مطالبہ کرینگے کہ ان کو سپرمارکیٹ چین سٹور کی شیلفوں پر نمایاں کیا جائے ۔ وگرنہ وہ کام کرنا چھوڑ دینگے۔ (ریاستہائے متحدہ امریکہ)

فرانس-- 8%؛ فلپائن -- 5%؛ سویڈن -- 5%؛ سوئٹزرلینڈ -- 4.3%؛ ہالینڈ -- 5.5% ؛ ٹرنڈیڈ اور ٹوباگو -- 5.8%

یہ مقام حاصل کرنے کے بعد وہ اس پر کام کرنا شروع کردینگے کہ حکومت پر زور ڈالا جائے کہ ان کے لئے طرز حکومت اسلامی شریعہ کے مطابق ہونی چاہئیے. اسلام کا منتہائے مقصود تمام دنیا کو مسلمان بنانا نہیں بلکہ ساری دنیا میں شرعی قوانین کا نفاذ ہے.

جب مسلمانوں کی آبادی 10 فیصد ہو جائے، وہ اپنے حالت زندگی کی شکائیت کے طور پر قانون شکنی میں اضافہ کردینگے (فرانس میں کار جلانے کا واقع). کسی غیر مسلم کا کوئی ایسا کام جو اسلام کے خلاف ہو تو ہنگامہ آرائی اور دھمکیاں (ایمسٹرڈیم. محمد کے کارٹون).

گھانا -- 10%؛ انڈیا -- 13.4%؛ اسرائیل -- 16%؛ کینیا -- 10%؛ روس -- 10-15%

20 فیصد ہو جانے پر انتہائی خفیف بات پر بلوے کرنے کا سوچنا، مسلح جہادی تنظیموں کا قیام، اکـّا دکـّا قتل اور یہودیوں اور عیسائیوں کی عبادتگاہوں کو آگ لگانا:

ایتھوپیا -- مسلم آبادی 32.8%

40 فیصد ہو جانے پر جگہ جگہ قتل عام، نہ رکنے والے دہشتگردانہ حملے اور تواتر سے جاری رہنے والی مسلح جنگ وجدّل:

بوسنیا -- 40%؛ چڈ -- 53.1%؛ لبنان -- 59.7%

60 فیصد ہونے پر آزادانہ طور پر کافروں اور دوسرے مذاھب کے لوگوں اپنے مذھب پر زبودستی لانے کی کوشش کرنا، کبھی کبھار چھوٹی مھوٹی نسل کشی، شرعی قوانین کا استعمال بطور ہتھیار اور جزیہ کی وصولی، اور کفـّار پر ٹیکس عاید کرنا.

البانیا-- 70%؛ ملائشیا -- 60.4%؛ قطر-- 77.5%؛ سوڈان --70%

70فیصد ہو جانے پر دوسرے قبائل کی صفائی اور نسل کشی:

بنگلہ دیش--83%؛ مصر--90%؛ غـّزا-- 98.7%؛ انڈونیشیا86.1%؛ ایران -- 98%؛ عراق -- 97%؛ اردن -- 92%؛ مراکش -- 98.7%؛ پاکستان -- 97%؛ فلسطین --99%؛ شام --90%؛ تاجکستان --90%؛ ترکی-- 99.8%؛ متحدہ عرب امارات--96%

100 فیصد ان کو امن 'دارالسلام'۔ اسلامی دارالامن کی کرسی پر بٹھا دیگا۔ فرض کر لیا جائیگا کہ اب سب مسلمان ہوگئے ہیں لہزا اب امن ہو گیا ہے:

افغانستان --100%؛ سعودی عرب -- 100%؛ سومالیا-- 100%؛ یمن --99.9%

ہاں البتہ ایسا نہیں ہے. اپنی خون آشامی کی تسکین کی غرض سے مسلمان مختلف وجوہات کی بنا پر آپس میں لڑنا شروع کر دینگے.

مسلمانوں کی ابادی میں اضافہ دنیا کیلئے کوئی خطرہ نہیں۔ اگر مسلمان صرف اپنی بہشتوں تک محدود رہیں تو وہاں وہ صرف ایک دوسرے ہی کو مارینگے اور غربت میں غرق ہوجائینگے۔ وہ دوسروں کیلئے کوئی خطرہ نہیں۔ امید ہے کہ انکو ایکدن ہوش آ جائیگی اور یہ اسلام کو ترک کردینگے۔ خطرناک بات وہ ہے جب یہ دوسرے غیرمسلم ممالک میں چلے جاتے ہیں اور ان سے مل جل کر رہنے سے انکار کرتے ہیں اور خواہش کرتے ہیں کہ وہاں اسلام کا غلبہ ہوجائے۔ اسلئے یہ بہت اہم ہے کہ مسلمانوں کی دوسرے ملکوں میں ہجرت کو روکا جائے اور اسلام جوکہ دوسروں کو تابع بنانے والا سیاسی نظریہ ہے اس پر پابندی لگائی جائےاور مسلمانوں کو انکے والدین کے پاس بھیج دیں جو وہاں مل جل کر نہیں رہ سکتے۔

اسلام کو نظریاتی اساس پر شکست دینا

کتاب لکھتے وقت میرے ذہن میں دو مقاصد تھے: مسلمانوں کی امداد کہ سچ جان کر اسلام سے کنارہ کش ہو جائیں، اور اس خطرےسے دنیا کو آگاہ کرنا۔ اسلام اپنے آپ کو ایک مذہب کے روپ میں پیش کرتا ہے اور مذہبی اصطلاعات کا استعمال کرتا ہے، لیکن اسکا مقصد مطیع کرنا اور حکومت کرنا ہے۔ یہ وہی مقصد ہے جو نازی ازم اور کیمونزم کا تھا۔ اسلام کی اولوالعزمی دنیاوی اور سیاسی ہے، اس کا روحانی پہلو محض دکھاوا ہے۔

اسلام کا مقابلہ کرنا اور اسکو شکست دینا لازمی ہو چکا ہے۔ نہ صرف نظریاتی طور پر بلکہ سیاسی میدان میں بھی۔ چونکہ اس کا حتمی مقصد تمام حکومتی نظاموں کو ختم کرکے اپنا عالمی ٹوٹلیٹیرین نظام نافذ کرنا

ہے، اس کو ایک سیاسی نظریہ قرار دینا چاہئے۔ سیاستدانوں کا یہ اخلاقی فریضہ ہے کہ کسی بھی نظریئے کی مخالفت کریں جو ہماری جمہوریّت کیلئے خطرہ ہوں، خواہ وہ نازی ازم ہو، فاشزم، کیمونزم یا اسلام ہو۔ اسلام کے خلاف جنگ ہر سٹیٹسمین کی اوّلین ذمہ داری ہونی چاہئیے۔ اسلام سیاست ہے۔ اسکا مقصد دوسروں پر غلبہ پانا ہے۔ ۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے معتقدوں میں جوش پیدا کر کے اس مقام پر لایا جائے کہ وہ اس کے سامراجی مقاصد کے دفاع میں جنگ کریں جن کی بنیاد دوسرے جہان میں بہشتی جزاؤں کے جھوٹے وعدے ہیں۔ اس سیاسی ایجنڈے کے بغیراسلام زندہ نہیں رہ سکتا۔

مجھے امید ہے کہ یہ کتاب اس آگہی میں گراں قدر اضافے کا سبب ضرور بنے گی کہ اسلام ایک خطرہ ہے۔ بہت سے لوگ اس خطرے سے غافل ہیں۔ وہ اس سے انکاری ہیں۔ تاہم اس خطرے کی جانکاری کے لئے کسی شخص کو جو کچھ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ وہ سنے کہ مسلمان کیا کہتے ہیں۔ جب وہ احتجاج کررہے ہوتے ہیں تو وہ غصّے میں آکر کیا نعرے لگاتے ہیں ان کو ذرا غورسے سنیں۔ ان کے پلے کارڈذ کا مطالعہ کیجیئے۔ یہ نوشہء دیوار ہیں۔ آزادی کو اس سے پہلے ایسا خطرہ درپیش نہیں تھا جیسا کہ آج ہے۔

آزادی مفت میں نہیں ملتی۔ دیارمغرب کے باسی اس نعمت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں کیونکہ ان کے آباؤاجداد نے اسلامی فوج کشی کے خلاف جنگیں کیں۔ اگرصلیبی جنگوں میں انکو شکست کا سامنا کرنا پڑتا تو آج کا یورپ بھی بالکل ایسا ہی ہوتا جیسے کہ مشرق وسطی کے تنگ دست ممالک اور باقی سارے جن کا اسلام نے ناک میں دم کیا ہؤا ہے۔

انتقام کی غرض سے آج پھر جہادی میدان میں ہیں؛ اس مرتبہ مہاجروں اور معاشی پناہ گزینوں کے بھیس میں۔ مسلمانوں کی ہجرت ایک اسلامی ٹروجن ہارس ہے۔ اگر دیار مغرب کے باسی اس خطرے کو بروقت نہ پکڑ سکے، تو خطرہ ہے کہ وہ سب کچھ ہار جائیں۔ خطرہ حقیقی ہے اور وقت ہاتھ سے نکلا جارہا ہے۔

ہمارے سامنے تین طریقے ہیں:

(اے)ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں اور ہجرت کرکے آنے والے مسلمانوں کی افرادی برتری کے دھماکے کی لپیٹ میں آجائیں۔ ایسا آئندہ چند دہائیوں میں ہی ممکن ہو جائے گا۔ مسلمان مہاجرین اوسطاً یورپیوں کی بہ نسبت چار گنا زیادہ بچے پیدا کرتے ہیں۔ یہ بچے ان کے میزبانوں کی ٹیکس کی صورت میں ادا شدہ رقم پر پلتے ہیں اس امید پر کہ انکی یہ سرمایہ کاری آخرکار اس وقت منافع دینا شروع کریگی جب یہ نوجوان مسلمان ان کیلئے پینشن کی رقم کے بندوبست میں معاون ہونگے جو انکو ملے گی جنہوں نے انکی پرورش کا بندوبست کیا۔ یہ صریحاً ایک خواب خیالی ہے۔ مسلمان کبھی بھی غیر مسلموں کو سپورٹ کرنے پر خرچ نہیں کرینگے۔ جیسے ہی وہ افرادی برتری حاصل کرلینگے، وہ اقتدار پر غالب آجائینگے، پینش پلان کو اکھاڑ پھینکیں گے اور اس کی جگہ اسلامی 'خیرات" کا نظام لاگو کردینگے اور اسکا فائدہ صرف مسلمان ہی اٹھا سکیں گے۔ غیر مسلموں کو ذمی قرار دے دیا جائیگا۔ دوسرے درجے کے شہری ۔ انکو مسلمان حاکموں یو خراج دینا پڑیگا، جیسا کہ پہلے ان ممالک میں ہوتا رہا ہے۔ اہل مغرب کو بہت ناخوشگوار حیرت کا سامنا ہوگا۔ مسلمان

مہاجرین کو اندر آنے کی اجازت دیکر وہ خود ہی اپنی کمبختی کو آواز دے رہے ہیں۔ یہ فرض کر لینا بڑی حماقت ہو گی کہ وہ جو آج دنگے فساد کررہے ہیں اور ہر دفعہ غیر مسلموں کو مار کر خوشیاں مناتے ہیں ایک دن بڑے ذمہ دار شہری بن جائیں گے اور بوڑھی عمر کو پہنچے ہوئے اپنے میزبانوں کی دیکھ بھال کرینگے۔ دوسری اور تیسری پیڑھی کے مسلمان اپنے والدین کی بہ نسبت بنیادی تبدیلیوں کے زیادہ خواہشمند ہیں۔ غیرمسلم ممالک میں مسلمان کوئی نفع کا سودا نہیں۔ ان ممالک کیلئے یہ ایک بڑا خطرہ ہیں۔

عام پائی جانے والی کوئل ایک انڈوں کی جھولی والا طفیلی پرندہ ہے۔ یہ پرندہ کسی اور پرندے کے گھونسلے میں انڈے دیتا ہے۔ اس کے دیئے ہوئے انڈوں سے جو بچے نکلتے ہیں وہ دوسرے پرندے کے چوزوں کو ماربھگاتے ہیں، اور دوسرے پرندے جو انکے اصل والدین نہیں ہوتے وہ ان قاتل بچوں کو اپنے بچوں کی طرح پالتے ہیں۔ مغربی ممالک میں آنے والے مسلم مہاجرین بھی یہی کچھ کرتے ہیں۔

(بی)دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان کے خلاف اب جنگ لڑی جائے پیشتر اس کے کہ یہ طاقتور ہو جائیں۔ پھر بھی جیت مسلمانوں کی ہوسکتی ہے، نوآبادکاری کے دور کے بعد کے اہل مغرب احساس جرم کا شکار ہیں اور اسلئیے بھی کہ ان کی مذہبی تعلیمات انکو یہ نہیں سکھاتیں اور وہ اپنے ضمیر کے قیدی ہیں۔ وہ بنا کسی تمیز کے ہر کسی کو ہلاک نہیں کرسکتے، جہاں پر کہ مسلمانوں کی ایک کان کھڑے کر دینے والی اکثریت اس طرح کی ضمیر

کی خلش سے عاری ہیں۔ مسلمان کتنی بھی تعداد میں غیرمسلموں کا خون کرسکتے ہیں، یہاں تک کہ اپنے بچوں کا بھی اور وہ بھی روشن ضمیری کے ساتھ بیسلان کو یاد کریں؟ ان کے پاس ایسا کرنے کیلئے رضائے الہی موجود ہے۔

13فروری 2007ء کو سی بی سی نے احوال جاننے کیلئے مضافاتی علاقوں میں کی گئی رائے شماری کے نتائج کی تشہیر کی۔ اس ووٹنگ کے مطابق، تمام 12 فیصد کینیڈین مسلمانوں نے کہا کہ دہشتگردی کا ضائع ہو جانے والا منصوبہ جس میں کینیڈا کے وزیرآعظم کا اغوا اور قتل اور پارلیمنٹ اور سی بی سی کو دھماکے سے اڑایا جانا بھی شامل تھا بالکل درست تھا۔ کینیڈا میں بسنے والے 7 لاکھ مسلمانوں کے 12 فیصد کا مطلب ہے 84 ہزار کینیڈین مسلمان دہشتگردی کے حق میں ہیں۔ 25 فروری 2007ء کو یو کے ٹیلیگراف نے بتایا کہ MI5 کے ڈائریکٹر جنرل، علیزہ میننگھم بٹلر نے متنبّہ کیا ہے کہ 1600 سے زیادہ "شناخت کردہ افراد" بڑی مستعدی سےدہشتگردی کی وارداتوں کی منصوبہ بندی میں ملوّث پائے گئے ہیں۔ 200 کے قریب ایسے نیٹ ورکس کی اطلاعات موجود ہیں جو کم وبیش 30 دہشتگردانہ حملوں کی منصوبہ بندی کررہے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جو برطانوی شہری اسلامی تعلیمات سے ترغیب پاکر ان منصوبوں کا حصہ بن چکے ہیں ان کی تعداد 2000 سے کہیں زیادہ ہے۔ دوسرے ممالک میں جہاں مسلمانوں کے بڑے بڑے خفیّہ اجلاس ہوتے ہیں، حالات زیادہ مختلف نہیں۔ محمد کی سنت، اور ان میں ضمیر کی عدم موجودگی ان کیلئے اپنے مخالفین پر سبقت لے جانے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ ضمیر کی اس عدم موجودگی کا احسان ہے کہ محمد اور اس کے مٹھی بھر

ساتھیوں نے بڑی کثیر آبادیوں والے قدرے زیادہ تہذیب یافتہ ممالک کو اپنا مطیع کرلیا۔ جب شائستگی اور بربریّت آپس میں ٹکراتے ہیں تو جیت بربرّیت کی ہی ہوتی ہے۔ تاریخ اس طرح کے واقعات سے بھری پڑی ہے جہاں پر بہت بڑی بڑی سلطنتیں ڈاکوؤں اور شمشیر زنوں کے ایک ٹولے کے سامنے ریزہ ریزہ ہو گئیں۔

(سی)تیسرا راستہ یہ ہے کہ اسلام کے ساتھ نظریاتی بنیادوں پر جنگ کی جائے اس سے پہلے کہ مسلمان ایسا کچھ کرلیں کہ آزادئ تقریر اور کھلے عام تنقید کی سہولت ہی ختم ہو جائے۔

آسانی اسی میں دکھائی دے رہی ہے کہ تیسرا راستہ ہی موزوں ترین ہے۔ ہماری جنگ جہالت کے خلاف ہے۔ ہم جہالت کے خلاف تلوار نہیں نکالتے۔ ہم تو روشنی کرتے ہیں۔ اسلام کے ساتھ طاقت سے جنگ کرنا تو انہی کی ٹرّف پر کھیلنے والی بات ہوگی۔ جب بات تشدّد کی آتی ہے تو اس میں تو مسلمانہں کا پلہ بھاری ہے۔ کوئی بھی شخص اسقدر خباثت سے برائی نہیں کرسکتا جتنی کہ عقیدے کی شہ پہ کی جاسکتی ہے۔ تشدّد مسلمانوں کی طاقت ہے لیکن عقل کی بات انکی کمزوری ہے۔

اگر اسلام نظریاتی اعتبار سے شکست کھا جاتا ہے، تو بہت سے مسلمان اس کے خلاف ہو جائینگے۔ دنیا میں تارکین اسلام بہترین اتحادیوں کے طور پر انکا ساتھ دے سکتے ہیں۔ ان کو اسلام کی سچّائی کا بخوبی علم ہے، انکو آزادی کی اقدار کا احساس ہے اور وہ اسکا پختہ عظم کیئے ہوئے ہیں۔

یہ جنگ ہر حال میں جیتی جانے والی جنگ ہی ہوگی۔ ہم یہ جنگ اس لئے جیت جائینگے کیونکہ ہم دشمن کو دوست بنا لینگے اور ہمارا

دشمن شیطان پر قابو پا لیگا اور آزادی کی نعمت سے مالا مال ہو جائیگا۔ خون خرابے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ گولیاں بھی نہیں چلانی پڑینگی۔ اسلام کو نیست و نابود کرکے ہم نفرتوں کے منبعے کوہی ختم کر ڈالینگے ۔

اسلام کونظریاتی طور پر شکست دینے کے لئے ہمیں کھل کر اس پر بات کرنی چاہیئے۔اسلام کھوج بین کا متحمل نہیں ہو سکتا ۔ یہ تاش کے پتوں سے بنا ہؤا ایک گھروندھا ہے جسے جھوٹ کے گوند سے جوڑا گیا ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ صلح جوئی اور انکے نازک مذہبی جذبات جو کہ ایک رستے ہوئے ناسور کی مانند ہیں انکو ٹھیس لگنے سے محفوظ رکھنا ایک عظیم غلطی ہوگی۔

ڈاکٹر ویکنن کہتا ہے: " یہ خوپرست اینٹھے خاں اکثر اپنا راستہ ۔۔۔ انکی سیاہ کاریوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور اسکے برے برتاؤ کو برداشت کر لیا جاتا ہے۔ کچھ حد تک اسلئیے کہ خود پرست بڑی ماہرانہ فنکاری سے جھوٹے بول سکتے ہیں اور باقی اسلئے کہ کوئی بھی اس تشددّ پسند کے ساتھ الجھنا پسند نہیں کرتا یہاں تک بھی کہ اس کی تشددّ پسندی محض الفاظ اورجسمانی اشاروں تک ہی محدود ہوتی ہے۔" کیا مسلمان بھی یہی کچھ نہیں کررہے؟ کیا وہ بلوے اسی مقصد کیلئے نہیں کرتے کہ تمام دنیا کو ڈرا کر رکھا جائے تاکہ اسلام پر کوئی تنقید نہ کرے۔

جمہوری اقدار کا مرکز برداشت ہے۔ ہمیں ایک دوسرے کے عقیدے کا احترام کرنا چاہئے خواہ ہم اس کے ساتھ متفق نہ بھی ہوں۔ تاہم برداشت کا یہ مطلب نہیں ہونا چاہئے کہ ہم نے اسکی منظوری دے دی ہے۔

مسلمان چاہتے ہیں کہ ہم انکے مذهب کو تسلیم کر لیں اور یہ کبھی نہیں ہونا چاہئیے۔

اسلام پر مباحثے کا آغاز تو ہو چکا ہے، لیکن سچ تک رسائی تا حال مشکل لگ رہی ہے کیونکہ پرانے اعتقادات بڑے سخت جان ہیں۔ کیرن آرمسٹرونگ، اور جون اسپوسیٹو جیسے اسلام کے حق میں حیلہ جوئی کرنے والوں نے خود پر اسلام کا ایک ہی پہلو طاری کرلیا ہے جو دھوکے پہ مبنی اسلام کا گلابی نقشہ پیش کرتا ہے۔ میڈیا کے بڑے اور نمایاں حصے کو آسان لگتا ہے کہ اسلام کے اس مثبت پہلو کو ہی اجاگر کیا جائے۔

میں ہمیشہ سے اس بات کو شک کی نظر سے دیکھتا رہا ہوں جب غیرمسلم اسلام کا دفاع کرتے ہیں۔ اس بات پر یقین کرنا بہت دشوار نظر آتا جب کوئی ایماندار شخص اگر وہ اس سے باخبر نہیں کہ وہ ایک ایسے عقیدے کا ساتھ دے رہا ہو جو نفرت، دہشت اور بدعملی پر مبنی ہو۔ مغربی ممالک کے متعدّد سیاستدان خصوصی طور پر وہ جن کا تعلق بائیں بازو سے ہے وہ اسلام کے متعلق دفاعی انداز اپنائے ہوئے ہیں۔ زیادہ امکان یہی ہے کہ انکو سعودی عرب نے خریدا ہؤا ہے۔ ایک قابل ذکر مثال امریکی کانگرس کے سابقہ رکن مارک ڈی سلجندر کی ہے۔ اس نے اپنے کیرئیر کا آغاز پرجوش مسیحی مبلغ کے طور پر کیا اور اس نے "مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان ایک پل" باندھنے کیلئے ایک کتاب لکھی جس کا عنوان تھا *اے ڈیڈلی مس انڈرسٹینڈگ* . اس کی دلیل یہ تھی کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کی مقدّس کتابوں کے اقتسابات کو جب انکی اصل زبان میں پڑھا جائے تو حیران کن طور میں ان میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ یہ انتہائی مضحکہ خیز ہے اور

اسکو ان میں سے کسی بھی زبان کا علم نہیں۔ سچائی اس وقت سامنے آئی جب 7 جولائی 2010 کوسلجندر کو اس بات کا مجرم ٹھہرایا گیا کہ وہ مسلمانوں سے رقم وصول کرکے مسلمان دہشتگردوں کی امداد کرتا تھا۔ جنوری 2008 میں اسپر فرد جرم عائد کی گئی تھی کہ وہ منی لانڈرنگ، سازش اور انصاف کی راہ میں رکاوٹ جیسے جرائم میں ملوّث تھا۔ اسلئے اس طرح کے بیوقوف اکثر اوقات اسلام کے دفاع میں کارآمد ثابت نہیں ہوتے، بسا اوقات وہ بہت بڑے غدّار ہوتے ہیں۔

ایک بہت ہی اوٹپٹانگ سا واقعہ نیویارک کے میئر مائیکل بلومبرگ کا بھی ہے۔ اس نے بڑے پرجوش انداز میں 13 منزلہ مسجد کی تعمیر کی حمایت کی جس کا محل وقوع اس مقام سے صرف دو بلاک کے فاصلے پر ہے جہاں 19 مسلمانوں نے 3000 امریکیوں کو قتل کیا تھا۔ کیسے وہ اتنا بے حسّ ہوسکتا ہے۔ اسکو اس ٹریجیڈی سے متائثرہ خاندانوں اور تمام امریکیوں کا خیال بھی نہیں آیا۔ مسٹر بلومبرگ کی اس پراجیکٹ کی پرجوش حمائیت اتنی شدید تھی کہ اس نے ملک کی انٹیلیجینس کی بھی بے عزتی کی اور کہا کہ اس مسجد کی تعمیر کا پراجیکٹ ان طاقتوں کو سرنگوں کردیگا جنہوں نے 9/11 کو امریکہ پر حملہ کیا تھا۔

یہ دلیل ابتدائی طور پر فیصل عبدالرؤف کی پیش کردہ ہے جو "قرطبہ کی حیات نو" کا امام ہے۔ تاہم رؤف نے سی این این پر سولیداد او برین کے ساتھ انٹر ویو مین اس کے برعکس بات کی، اس نے کہا میں اس مرکز کو سیکیؤرٹی خدشات کے پیش نظر کہیں اور منتقل نہیں کرسکتا کیونکہ مسلمان اس تیدیلی مقام پر تشدّد پر بھڑک اٹھیں گے، " مسلم ورلڈ میں یہ شہ سرخیاں لگا دی جائینگی کہ اسلام پر حملہ ہو گیا۔۔۔ اس

کا خطرہ رہیگا کہ مسلم دنیا کے بنیاد پرست ہماری نیشنل سیکیؤرٹی کو نقصان پہنچائینگے اور ہمارے فوجیوں کو بھی". اس نے کہا۔

رؤف نے مزید کہا " اگر ہم نے اسکو یہاں سے ہلایا تو یہ دلیل مسلمان بنیاد پرستوں کے ہاتھ آجائیگی اور وہ زیادہ سے زیادہ حملے کرنے والوں کی بھرتی کرینگے اور ہمارے ملک کے خلاف انکا تشدّد بڑھ جائیگا" رؤف نے دراصل یہ بیان کر کے تمبیع کی تھی " اگر اس معاملے کو صیح طرح سے نہ نپٹا گیا تو یہ ڈنمارک کے کارٹونوں والے مسئلے سے بھی زیادہ خطرناک ہو جائیگا اور اس کے نتیجے میں مسلم ممالک میں ڈنمارک کے سفارتخانوں پر حملوں میں تیزی آجائیگی". اس نے اس پر زور دیا، " اگر ہم نے اس معاملے کو صیح طریقے سے نہ نپٹایا تو ایک بہت بہت بہت خطرناک مسئلہ بن جائیگا۔"

یہ متضاد بیانات بیک وقت درست کیسے ہو سکتے ہیں۔ کیا مسلمان اس گراؤنڈ زیرو مسجد کی تعمیر کے حق میں ہے یہ نہیں؟ اگر مسجد کی تعمیر روک دی گئی توکیسے انکے اندر نفرت بھڑک سکتی ہے اور وہ اشتعال میں آسکتے ہیں؟ یہ بہت حیرانکن ہے کہ کیسے مسلمان دھوکے کے ساتھ اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھاتے ہیں۔

رائے شماری کے نتائج کے مطابق 71 فیصد امریکیوں نے گراوئنڈ زیرو سے صرف دو بلاک کے فاصلے پر جہاں مسلمانوں نے ہزاروں امریکیوں کو قتل کیا اسلامک سنٹر کی تعمیر کی مخالفت کی۔ تاہم، بلومبرگ جو خود کو بہت سارے امریکیوں سے زیادہ عقلمند سمجھتا ہے اس نے کہا،" ان مقبول عام خیالات کو گڑھے میں ڈالکر ہم فتح دہشتگردوں کی جھولی میں ڈالدینگے۔ اور ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہئیے۔"

یہ دعوی منطق کو جھٹلاتا ہے جبتک ہم اس کہانی کی اندرونی کہانی کو نہیں جان لیتے۔ اکتوبر 2008 میں متحدہ عرب امارات کے اخبار دی نیشنل انکشاف کیا کہ مسٹر بلومبرگ کے مشرق وسطی میں خبررسانی کی پیشہ میں ایک بہت بڑا حصہ ہے۔ دبئی میں اس کی کمپنی کا وجود ایک دہائی سے بھی زیادہ پرانا ہے۔ اور 2009 تک وہ اپے کاروبار کا حجم چارگنا کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک "اسلامک فنانس پورٹل" بھی قائم کررکھا تھا۔

میکس لیننگٹن، جو بلومبرگ کا مشرق وسطی اور جنوبی ایشیا ریجن کا سربراہ ہے اس نے کہا " خصوصی طور پر اسوقت سے جب سے مغربی سرمائے کا نظام پگھلنا شروع ہؤا ہے اسلامی سرمائے کی طرف توجّع بڑھنی شروع ہو گئی ہے۔" اس نے مزید کہا " آج کوئی بھی ایک واحد شخص نہیں جو اسلامی فنانس مارکیٹ کے بارے میں اطلاعات فراہم کرنے کا کام سرانجام دے، اس لئے بلومبرگ کا یہاں اسلامک فنانس پراڈکٹ کے قیام میں مصروف عمل ہے۔"

بلومبرگ کی کمپنی تمام دنیا میں 300000 ٹرمینلز میں خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ اور اسطرح اسکی سالانہ آمدن 5 ارب امریکی ڈالر ہے۔ اس نے کہا اس کے تمام جی سی سی میں نیوز بیورو ہیں بشمول بحرین اور کویت۔ سعودی عرب اور قطر مین اس کے دفاتر کھلنے کی تیاری ہو رہی ہے۔

کیا مذکورہ بالا انکشاف اس میگا مسجد کی تعمیر کی حمایت کے پس پردہ نیویارک کے میئر کے ناقابل توضیع خلوص کی وجہ کی وضاحت نہیں کرتا؟ یہ تو محض آئسبرگ کے اوپر دکھنے والی ایک چھوٹی سے نکڑ ہے، اس کی تہہ میں کیا کیا کچھ ہے اور بلومبرگ اور اسکے

اسلامی دوستوں کے درمیان کیا کچھ پنہاں ہے اس کو تو ابھی ہوا بھی نہیں لگی؟

اس بات کی سمجھ نہیں آرہی کہ کیوں ایک سیاستدان اپنے ہی ملک کے مفادات کے خلاف کام کررہا ہے؟ اور ایک مسجد کی تعمیر کے معاملے کو بڑے جوشیلے انداز میں سپورٹ کررہا ہے جبکہ یہ اس کے ملک کے عوام کیلئے ایک قابل نفرت اقدام ہے۔ مسلمانوں کی کسی ملک سے وفاداری نہیں۔ انکی وفاداری اسلام سے ہے جسکو وہ صرف ایک مذہب ہی نہیں سمجھتے بلکہ اسکو ایک سیاسی نظام اور نظام حکومت بھی سمجھتے ہیں۔ اسلئے جب کوئی سیاستدان معمول سے ہٹکر اسلامی مفادات کی حمایت کررہا ہو تو میرا ماتھا ضرو ٹھٹکے گا۔ اس آدھے کشکول کےپیچھےکوئی بڑا کشکول ضرور ہوگا۔ فارسی محاورے کے مطابق کچھ دال میں کالا ضرور ہے۔

اہل فارس کا ذکر کرتے ہوئے عرض ہے کہ ایرانی اور سعودی اسلامی حکومتوں کی پٹرول کی خطیر کمائی سے ہرجگہ کے سیاستدانوں اور ماہرین تعلیم کی وفاداریاں خریدی گئیں۔ یہ جوشیلے غیرمسلم مدافیعان اسلام ہمیشہ کارآمد احمق نہیں ہوتے بلکہ بہت سارے معاملات میں وہ تنخواہ دار غدّار ہوتے ہیں۔

اکثر اوقات اس بات پر ہنسی آتی ہے کہ انٹر نیٹ کی سہولت استعمال کرنے والا میڈیا جس میں مدافیعان اسلام کے مضامین پوسٹ کئے جاتے ہیں اسکے نیچے پوسٹ کئے گئے تبصروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ عام قسم کے لوگوں کو بھی اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اب لوگ سمجھدار ہو گئے ہیں مگر میڈیا اور سیاستدان ابھی تک وہی گھسا پٹا ڈھول بجا رہے ہیں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ اسلامی طاقتوں نے ہمیشہ سے دھوکے سے شکار مارا ہے۔ انہوں نے ہمیشہ جھانسا دیا کہ اسلام اور مسلمان بہت امن پسند ہیں، اسکا بعد میں پتا چلتا ہے کہ حقیقت اس کے بالکل الٹ ہے۔ اس دھوکہ دھہی اور غدّاری کی ایک مثال 635 عیسوی کا ایک واقعہ ہے جب مسلمانوں نے دمشق فتح کیا۔ حملہ آوروں نے وہاں کے بشپ کو رشوت دی جس نے رات کی تاریکی میں شہر کا دروازہ کھولدیا۔

جب ایک سیاستدان اسلام کے حق میں آواز بلند کرتا ہے اور اس بات کی تبلیغ کرتا ہے کہ اسلام "برداشت" اور "انسانی بھائی چارے" کا مذھب ہے تو وہ دراصل اس بات کو دھیان میں نہیں لا رہا ہوتا کہ اسلام میں کوئی برداشت وغیرہ نہیں ہے، اس وقت اسے اپنے پیسوں سے غرض ہوتی ہے۔ اس بات کا قوّی امکان ہے کہ اس میں کوئی نہ کوئی گھپلا ہے۔

جبکہ یہ گمراہ کن، لیکن سیاسی لحاظ سے درست آوازیں اس چیز کا دفاع کرنے کی کوشش کرتی ہیں جو دفاع کے قابل نہیں ہے، ناراض مسلمان مستقل طور پرسراسیمگی پھیلانے کیلئے تیار ہوتے ہیں، ڈراتے دھمکاتے ہیں، اور جو کوئی بھی اسلام کے خلاف چھوٹی سی بات بھی کرے اسےخفیہ سازشیں کرکے قتل کردینے سے بھی گریز نہیں کرتے اور یوں وہ اسلام کا اصل چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

اس پرمباحثہ بڑا نازک کام ہے۔ فیتھ فریڈم انٹرنیشنل (FFI) نے2001 سے ہی اس مباحثہ کو جاری رکھا ہؤا ہے اور جبکہ میں نے یہ کام 1998 میں ہی شروع کردیا تھا۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتاب اس کے پھیلاؤ میں اضافے کا سبب بنے گی۔ مکالمہ، قوّت مدرکہ اور ذھانت اسلام کو شکست دے سکتی ہے اگر اس کا موقع مل جائے۔ جھوٹ

صرف ظالمانہ جبّر اور سنسر شپ کے سائے میں ہی زندہ رہ سکتا ہے، لیکن یہ آزادانہ اور کھلی بحث کا سامنا نہیں کرسکتا۔ جھوٹ فنا ہو جاتا ہے جب سچ سے سامنا ہوجائے، جیسا کہ گرمی میں برف پگھل جاتی ہے۔

اسلام کوسیاسی شکست دینے کیلئے ہمیں عوام کی آگہی مطلوب ہے۔ عوامی آگہی سیاست دانوں کو تبدیل کرسکتی ہے اور اسی طرح حکومتی پالیسیاں بھی۔ اگر پبلک کی چینخیں زیادہ اونچی ہو جائیں، کوئی نہ کوئی ضرور آگے بڑھ کر ان کو سنے گا۔

یہ ایک جنگ ہے۔ دشمن ایک نظریہ ہے۔ ہمیں اپنی کمر کس لینی چاہئے اور دشمن سے لڑنے کیلئے تیار ہو جانا چاہئے۔ ان کی بہت بڑی تعداد کے سامنے ہمارے حوصلے پست نہیں ہونے چاہئیں، اسلام بڑی غیر مستحکم بنیادوں پر کھڑا ہے۔ اس کی بنیاد کوئی نہیں بس جھوٹ ہے۔ ہمیں اسکوختم کرنے کیلئے جو کرنا ہے وہ ہے اس جھوٹ کو بے نقاب کرنا اور یہ دھوکے اور دہشت کے پتھروں سے بنی ہوئی دیوقامت تاریخی یادگار دھڑام سے زمیں بوس ہوجائیگی۔ مسلمان آزاد ہو جائینگے اور دنیا اسلام کے اس زہر سے بچ جائیگی۔ ہمارے بچوں کا ہم پر یہ قرض ہے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم انکی دنیا کو محفوظ اور آزاد بنا دیں۔

دو ہزار سال پہلے، ایک یہودی ترکھان نے کہا تھا، " سچ تمہیں آزاد کر دیگا۔" یہ سچا پن کبھی اتنا سچ نہیں تھا جتنا کہ آج ہے۔ آئیے اسلام کے بارے میں سچ کو پھیلائیں۔ وقت آن پہنچا ہے کہ ہم سچ کا ساتھ دیں۔

اسلام کو سیاسی بنیادوں پر شکست دینا

مجھ سے اکثر سوال کیا جاتا ہے کہ اسلام کے بڑھتے ہوئے خطرے کیا مقابلہ کیسے کیا جائے۔ 2001 میں میں نے پیشگوئی کی تھی کہ اسلام ہمارے وقتوں میں ہی ختم ہو جائیگا۔ اس وقت سے اسلام پھیلا ہے کم نہیں ہؤا۔ مغربی ممالک میں مساجد کی تعمیر کی بھرمار ہے اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مسلمان ان ملکوں کی حکومتوں میں بھی گھس گیا ہے اور یہاں تک کہ وائٹ ہاؤس میں بھی۔ جس کسی کو بھی یہ شک ہے کہ باراک حسین اوباما یا تو مسلمان ہے یا انکا حمائیتی ہے جیسے اسنے اپنی خودنوشت سوانعمری میں لکھا ہے تو اسے چاہئے کہ ہوش کے ناخن لے۔

اسلام کی ترقی متوقع تھی۔ صدیوں سے نہیں تو کئی دہائیوں سے مسلمان دنیا پر قبضے کی تیاری کررہے تھے۔ غیر مسلم اس بات سے کہ وہ گھیرے میں آچکے ہیں، مسلسل تغافل کا شکار تھے۔ ان میں سے بہت سارے جنکا تعلق بائیں بازو کی جماعتوں سے ہے وہ ابھی تک اسکا انکار کررہے ہیں-9/11 کے واقعے کے بعد انکو ہوش میں آنے میں ایک دہائی گذر گئی۔ کافی لوگ تو جاگ اٹھے ہیں ماسوائے انکے جنہوں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس رکھی ہے اور اٹھنا چاہتے ہی نہیں۔

اب جبکہ عوام کا ایک بڑا حصہ یہ جان چکا ہے کہ اسلام محض مذاہب مین سے ایک مذھب نہیں بلکہ یہ تو بنی نوع انسان کی بقاء کیلئے ایک خطرہ ہے۔ اب ہم اسے روک سکتے ہیں۔ لیکن ایک مسئلہ ہے۔ اسلام ایک مذھب ہے۔ کسی مذھب پر پابندی لگانا امریکی آئین کی پہلی ترمیم کی ایک شک کے مطابق تمام انسانوں کو اپنی مرضی کا مذھب اختیار کرنے کی آزادی ہے۔

لیکن ایک راستہ موجود ہے۔ دو سرے مذاہب کے برعکس اسلام ایک کثیر جہتی مذھب ہے۔ باقی تمام مذہب کی ایک ہی سمّت ہے یا کم ازکم ایک غالب سمّت۔ آئیے ہم اسکو اسطرح کہہ لیتے ہیں کہ یہ عمودی خط ہے جو بندے کو خدا سے ملاتا ہے۔ اسلام میں چوڑائی اور گہرائی بھی ہے جو دوسرے مذاھب میں نہیں۔ یہ اس کی سیاسی اور سماجی جہتیں ہیں۔

اسلام کی سیاسی اور سماجی جہتیں اس کے شرعی قوانین سے واضع ہوتی ہیں۔ یہ انسانی رھہن سہن کے ہر زاویے کو طے کرتی ہیں، مثال کے طور پر میاں بیوی کا تعلق؛ شرعی قوانین کے مطابق اگر خاوند کو ڈر ہو کہ اس کی بیوی کوئی تڑ پھڑ کررہی ہے تو اسے اسکی پٹائی کا حق حاصل ہے۔ وہ جب چاہے اپنی بیوی کی مرضی کے بغیر اس کو طلاق دے سکتا ہے۔ بچے اسکی ملکیت ہونگے۔ وہ جتنی جی چاہے شادیاں کرسکتا ہے۔ چار بیویوں کی پابندی تو قرآنی آیات کی غلط توضیع کا نتیجہ ہے۔ بہت سارے مسلمان حکمرانوں اور اہل تشیع کے اماموں نے بھی لگ بھگ سینکڑوں کی تعداد میں شادیاں کیں۔

شرعی قوانین صرف مسلمانوں پر ہی لاگو نہیں بلکہ انکا اطلاق تو غیرمسلموں پر بھی ہوتا ہے۔ مسلم اکثریت والے ملکوں میں غیر مسلموں کی حیثیت ضمّی (پابند شدہ) کی ہے، زیرنگیں اور شرمسار۔ اس پر لازم ہے کہ وہ مسلم ریاست کو بطور ہرجانہ ادا کرے جو بعض حالات میں اسکی آمدنی کا نصف بھی ہو سکتا ہے۔ فتح خیبر میں تمام صیح سالم لوگوں کو قتل کردینے کے بعد زندہ بچ جانے والے یہودیوں سے محمد اسی حساب سے رقم وصول کرتا تھا۔

شرع کے مطابق عورتوں کے حقوق مردوں کی بہ نسبت آدھے ہیں۔ انکو ناقص العقل تسلیم کیا جاتا ہے اور عدالت میں انکی گواہی بھی آدھی تصور کی جاتی ہے۔

شرع کے تحت ہمجنس پرستی کی سزا موت ہے۔ زانیوں کی سزا سنگسار ہے خواہ اسمیں عورت زنابالجبر کا شکار ہی کیوں نہ ہوئی ہو۔ زیادتی کی شکار عورت اگرعدالت میں چار مردوں کو بطور گواہ نہ پیش کرسکے تو قرآنی آیت 24:13 کی رو سے وہ جھوٹی سمجھی جائیگی اور اسے اسی سورۃ کی آیت نمبر4 کے مطابق 80 کوڑوں کی سزا ملیگی۔ اگر اس کے نتیجے میں وہ حاملہ ہو جاتی ہے تو اسکو اس بات کا ثبوت سمجھا جائیگا کہ وہ شادی شدہ زانی عورت ہے اور اسکو اس جرم کے تحت سنگسار کردیا جائیگا۔

اسلام کا سیاسی رخ اس کا سب سے اہم پہلو ہے۔ اس کے بغیر اسلام کا وجود ہی ناپید ہو جاتا ہے۔ سب سے اہم قانون یہ ہے کہ خدا کی دھرتی کو "پاک" کیا جائے اور تمام دنیا میں اللہ کا قانون لاگو ہو جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے جو طریقہ استعمال کیا جائے وہ حملے کرنا اور دہشت پھیلانا۔ اسلام کا مقصد ہر کسی کو مسلمان کرنا نہیں بلکہ انکو شرعی قوانین کے تابع کرنا ہے۔ وہ ممالک جن میں 100 فیصد شرعی قوانین پر عمل نہیں ہوتا ان پر بھی انکا قانونی حق ہے کہ وہاں دہشتگردی کی جائے۔

شرع میں اہل کتاب کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کی اجازت اگروہ اپنے مذہب کو نجّی زندگی کی حد تک محدود رکھیں اور سرعام اسکا مظاہرہ نہ کریں۔ تاہم انکو اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کی اجازت نہیں

ماسوائے اپنے بچوں کے۔ انکو گرجے اور عبادتگاہیں بنانے کی بھی اجازت نہیں۔

ایک مسلمان محض ایک مومن ہی نہیں بلکہ وہ امّہ کا ایک حصہ ہے اور آفاقی اسلامی ریاست کا ایک نائب ہے۔ اس ریاست کا وجود اصلی غیر حقیقی ہے اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اسکو حقیقت کا جامہ پہنائے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ترک اسلام اس ورچوئل اسلامی ریاست سے غدّاری کے مترادف ہوگی اور اس کی سزا موت ہے۔ لہذا مرتد کو سزائے موت دی جائے۔

ان تین جہتوں میں ایک فرد کے پلے کچھ بھی نہیں بچتا۔ مومن کی زندگی کا ہرپہلوشرعی قوانین کے تابع ہے۔ شرع ہی یہ فیصلہ کرتی ہے کہ اس نے کیا کھانا پینا ہے اور کیا نہیں۔ اور کب اسکو کھانے کی اجازت اور کب نہیں۔ اس نے کیسا لباس پہننا ہے اور کیسا نہیں۔ اسکو اپنی داڑھی کی شیو کیسے بنانا ہے، غسل کیسے کرنا ہے، دانت کیسے صاف کرنا ہے، آباسی کیسے لینا ہے، چھینک کیسے مارنا ہے، ناک کیسے صاف کرنا ہے اور رفع حاجت کے بعد اپنے عضویات مخصوصہ کو کیسے دھونا ہے۔

جیسے مسلمان اکثر ہمیں بتاتے رہتے ہیں کہ اسلام صرف ایک مذہب ہی نہیں بلکہ ایک مکمل طرز حیات ہے۔ یہ ایک مکمل نظام ہے جو زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہے۔ یہاں تک کہ مومنوں کے خیالات بھی انکے اپنے نہیں۔ ان پرہر لحاظ سے مکمل کنٹرول ہے۔

یہ انکے تینوں پہلو ناقابل تقسیم ہیں۔ یہ اسلام تثلیث ہے۔ اس میں سے اگر ایک کو بھی خارج کردیا جائے تو اسلام کا وجود ہی برقرار نہیں رہتا۔

یہ جان لینا بہت اہم ہے۔ سن زی نامی ایک چینی بزرگ نے کہا تھا۔ تم اپنے دشمن کو جان لو تو تمہیں شکست نہیں ہوگی۔ مسلمان ہمیں جان چکے ہیں اور وہ ہمارے ممالک کےاندرگھسنے کیلئے ہمارے ہی

نظام کا استعمال کررہے ہیں تاکہ ہمیں ہمارے اندر سے ہی شکست دیں۔ بہت سارے سیاستدان، ماہرین تعلیم اور میں یہ کہنے کی جرآت کررہا ہوں، کچھ ربّی اورپادری مسلمانوں سے مراعات وصول کرتے ہیں اور اسکے عوض وہ بڑے سفاکانہ اندازمیں انکے مفادات کے تحفظ کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ وہ ہمیشہ کارآمد احمق نہیں ہوتے بلکہ بسا اوقات وہ غدّاری کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں۔

مسلمان یہ جانتے ہیں کہ وہ کیسے ہماری جمہوریت اور شہری آزادیوں کو ہمارے ہی خلاف استعمال کرسکتے ہیں۔ دوسری طرف اہل مغرب اسلام سے واقف نہیں اور مار کھا رہے ہیں۔ اس جنگ کو جیتنے کیلئے انکو اپنے دشمن کے بارے میں جان لینا بڑا ضروری ہے۔

اور اگر ہم یہ جان لیں کہ اسلامی مقدّس تثلیث یعنی مذہبی، سماجی اور سیاسی جہتیں ناقابل تقسیم ہیں اور ایک اکائی کے تین جزو ہیں، تو اسکو شکست دینا ہمارے لئے آسان ہو جائیگا۔

ہم اسلام پر بطور مذہب پابندی نہیں لگا سکتے، لیکن ہم اسے بطور ایک سیاسی نظام پابندی لگا سکتے ہیں۔ بطور ایک سیاسی نظام کے یہ ہماری جمہوریت اور دیگر قوانین کے برخلاف ہے۔

جبکہ مسلمان امریکی آئین کی پہلی ترمیم کے تحت تقریر کی آزادی کے حق کا استعمال کرکے اسلام کا پراپیگنڈا کررہے ہیں، اگر کوئی محمد کے کارٹون بنا دے تو مسلمان بلوے کرتے اور بیگناہ لوگوں کا خون بہاتے ہیں۔ جو کوئی بھی اسلام کے خلاف بات کرے یہ اسکو قتل کردینا چاہتے ہیں۔ یہ ہے ایک نکتہ جہاں یہ پہلی ترمیم کی خلاف ورزی کررہے ہیں۔

اسلام تمام انسانوں کو قانونی طور پر برابر نہیں سمجھتا۔ اسمیں عورت اور مرد کو یکساں قانونی حقوق حاصل نہیں۔ یہ مسلمانوں کہ اس حق کو بھی نہیں مانتی کہ وہ اسلم کو ترک کرسکیں۔ ان حقائق کی

بنیاد پر اسلام کو ایک خلاف قانون مذھب قرار دیکر اس پر پابندی لگائی جاسکتی ہے۔

آئیے ذرا شرعی قوانین کو نزدیک سے دیکھتے ہیں۔ ظالمانہ اور عام دی جانے والی سزائیں : اسلامی قوانین کی گھمبیر عالمی الجھنیں کے مصنف نونی درویش نے اپنے ایک آرٹیکل جس کا عنوان ہے *ضمّیوں کیلئے شرعی قوانین* میں ان میں سے کچھ پر روشنی ڈالتا ہے۔

1. جہاد جس کی تعریف یہ ہے " دین کے قیام کی غرض سے غیرمسلموں سے جنگ کرنا" ہر مسلمان اور مسلمان سربراہ مملکت (خلیفہ) کا فرض ہے۔ کوئی مسلمان خلیفہ جو جہاد سے انکار کردے وہ شریعت کی خلاف ورزی کررہا ہے، لہذا وہ حکومت کرنے کے اہل نہیں۔
2. ایک خلیفہ طاقت کا استعمال کرکے حکومت پر قبضہ کرسکتا ہے۔
3. ایک خلیفے کو اس طرح کے جرائم جیسا کہ قتل، زناکاری، لوٹمار، چوری، شرابخوری، اور چند حالتوں میں زنابالجبر سے استثناء حاصل ہے۔
4. زکواة سے حاصل شدہ رقم کا کچھ حصہ جہاد کیلئے مخصوص کرنا۔
5. حلیفہ کا حکم ہر حالت میں ماننا ضروری ہے خواہ وہ انصاف کے مطابق نہ بھی ہو۔
6. خلیفہ کیلئے لازم ہے کہ مسلمان مرد ہو اور غلام نہ ہو۔
7. مسلمانوں کیلئے لازم ہے کہ وہ خلیفہ کو سبکدوش کردیں اگراسلام کو ترک کردے۔
8. ایک مسلمان جو اسلام کو ترک کردے اسے فوراً قتل کردیا جائے۔
9. ایک مسلمان کوان وجوہات کی بنا پر کیا ہؤا قتل معاف کیا جاسکتا ہے (1) کسی مرتد کو (2) ایک زانی کو (3) کسی بڑی

گذرکاہ پر لوٹنے والے کو۔ غیرت کے نام پر قتل بھی قابل قبول ہے۔

10. اگر کوئی مسلمان کسی غیرمسلم کو قتل کردے تو اسے سزائے موت نہیں ملیگی۔
11. شریعت میں غلام رکھنے اور لونڈیاں رکھنے کو خلاف قانون قرار نہیں دیا بلکہ اس کو منظم کیا۔ ایک آقا اگر اپنے غلام کو قتل کردے تو اسے کوئی سزا نہیں ملیگی۔
12. شریعت جس طرح کی سزاؤں کا حکم دیتی ہے ان میں شامل ہیں سنگسار کرنا، سرقلم کردینا، ہاتھ پاؤں کاٹ دینا، کوڑے مارنا اور اسطرح کی معمول سے ہٹکر سخت اور ظالمانہ سزائیں خواہ جرم کی نوعیّت معمولی سے ہو جیسے کہ زنا وغیرہ۔
13. غیرمسلم مسلمانوں کے برابر نہیں ہیں اور اگر محفوظ رہنا چاہتے ہیں تو انکو شریعت کے تابع رہنا ہوگا۔ ان کو کسی مسلمان عورت سے شادی کی ممانعت ہے، جوچیزیں وہ سرعام نہیں کرسکتے ان میں شامل ہے شراب نوشی ، خنزیر خوری، اپنے صحیفوں کی تلاوت، مذہبی تہوار منانا اور جنازے وغیرہ۔ انکو نئے گرجے بنانے کی ممانعت ہوگی اور انکی بلندی مساجد کی بلندی سے زیادہ نہیں ہوگی۔ وہ کسی مسجد میں بلا اجازت داخل نہیں ہوسکتے۔ ایک غیرمسلم کو تحفظ فراہم نہیں کیا جائیگا اگر وہ کسی مسلمان عورت سے زنا کرے یا کسی مسلمان کو اسلام سے دور کرے۔
14. ایک غیرمسلم اگر جنگی ہتھیارکی فروخت ایسے لوگوں کو کرے جو انہیں مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہو تو اسے ایک جرم تصوّر کیا جائیگا۔ کوئی غیرمسلم کسی مسلمان کو برا بھلا نہیں کہہ سکتا، اور اللہ، اللہ کے رسول اور اسلام کے بارے میں بھی تحقیر آمیز الفاظ استعمال نہیں کرسکتا اور

نہ ہی وہ مسلمانوں کی کمزوریوں کو اجاگر کرسکتا ہے۔ تاہم اگر مسلمان ایسا کرنا چاہیں تو ان پر ایسی کوئی پابندی نہیں۔

15. ایک غیرمسلم کسی مسلمان کی جائیداد کا وارث نہیں ہو سکتا۔
16. بینکوں کو شریعت کے تابع ہونا لازم اور سود حرام ہے۔
17. معمولی نوعیت کے کام کرنے والے جیسا کہ خاکروب اور جمعدار وغیرہ عدالت میں گواہی دینے کے اہل نہیں ہونگے۔ طلاق ہو جانے کی صورت میں ایسی پییشہ ور عورتیں جو معیّتوں پر نوح خوانی کرتی ہوں انکو انکے بچوں کی محافظ نہیں بنایا جائیگا۔
18. ایک غیرمسلم ایک غیرمسلم اقلیّت پر حکمرانی نہیں کرسکتا۔
19. ہمجنس پرستی کی سزا موت۔
20. کسی لڑکی شادی کیلئے عمر کی کوئی قید نہیں، اسکی پیدائش کے بعد کسی وقت بھی اسکی شادی ہوسکتی ہے اور 8 یا 9 سال کی عمر میں رخصتی ہوسکتی ہے۔
21. اگر عورت بغاوت پر اتر آئے تو خاوند کی ذمہ داری نہیں کہ اسکی ضروریات پوری کرے اور اسے اجازت ہے کہ وہ اسے مارے پیٹے تاکہ وہ گھر سے نہ جاسکے۔
22. طلاق کا حق صرف مرد کو حاصل ہے اور یہ فعل انتہائی آسان ہے اسے صرف یہی کہنا ہے " میں تجھے طلاق دیتا ہوں" اور طلاق وقوع پذیر ہو جائیگی خواہ اسکی ایسا کرنے کی نیّت نہ بھی ہو۔
23. خاوند اور بیوی کے درمیان کوئی مشترکہ جائیداد نہیں جو خاوند کی موت کے بعد خودبخود بیوی کی ملکیّت ہو جائے۔
24. وراثت میں عورت کا حصہ مرد سے آدھا ہوگا۔
25. مرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ چار بیویاں رکھ لے اور اس کثیرزوجی کی بناء پر عورت اس سے طلاق نہیں لے سکتی۔

26. عورت کے جنسی اعضاء کے عوض اسے حق مہر دیا جاتا ہے۔
27. مرد کو اس چیز کی اجازت ہے کہ وہ اپنی غلام عورت سے جنسی تعلق قائم کرلے اور ان عورتوں سے بھی جو جنگوں میں انکے ہاتھ لگی ہوں، اگرغلام بنائی گئی عورت شادی شدہ ہے تو اس کی شادی فسق ہو جائیگی۔
28. عدالت میں عورت کی گواہی نصف تصوّر ہوگی۔
29. عورت اگر دوبارہ شادی کرلے تو اس سے بچوں کی نگہبانی واپس لے لی جائیگی۔
30. یہ ثابت کرنے کیلئے کہ وہ زنابالجر کا شکار ہوئی ہے اسے چار مرد بطور گواہ پیش کرنے ہونگے۔

عورت سے زنا کرنے والے مرد کو عورت کے ساتھ شادی کئیے بغیر صرف حق مہر ادا کرنے پر ہی اکتفا کرسکتا ہے۔

ایک مسلمان عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنے جسم کا انچ انچ جسکو "اوراہ" یعنی جنسی عضویات کو ڈھانپ کر رکھیں۔ اہل تشّیع میں چند طبقہ فکراس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ اپنا چہرہ ننگا رکھ سکتی ہیں۔

ایک مسلمان مرد کیلئے یہ جرم قابل معافی ہے کہ اگر وہ اپنی بیوی کو کسی غیرمرد کے ساتھ بد فعلی کرتے ہوئے دیکھ لے۔ لیکن اس کے برعکس عورت ایسا نہیں کرسکتی کیونکہ مرد کے پاس ایک راستہ ہے کہ وہ اس عورت سے شادی کرلے جس کے ساتھ وہ پکڑا گیا ہو۔

ان قوانین پر شیّعہ اور سنیّ دونوں متفق ہیں اور دونوں ممالک میں قوانین کی بنیاد یہی ہیں۔ طالبان کے دور حکومت میں افغانستان میں بھی شریعت کی مکمل عملداری تھی۔ یہ قوانین قرآن اور حدیث کے

تحت بنائے گئے ہیں۔ یہی ہیں وہ قوانین جو مسلمان مغربی ممالک پر نافذ کرنا چاہتے ہیں۔

سفید پاؤڈر کی شکل میں سائینائیڈ(ایک انتہائی مہلک زہر) کی مینوفیکچرنگ ہو رہی ہے۔ چھوٹے ریزوں کی شکل میں یہ مواد شکرسازی میں استعمال ہونے والے مواد سے مشابہت رکھتا ہے۔ لیکن یہ بہت بڑی غلطی ہوگی اگر اسکو ایک دوسرے کا متبادل سمجھا جائے۔

اسلام کا موازنہ دوسرے مذاهب کے ساتھ ان بنیادوں پر کرنا کہ ان مذاهب میں بھی ایسا ہے تو یہ انتہائی مہلک غلطی ہوگی۔ سائینائیڈ کی کیمیائی ساخت میں کاربن اور نائٹروجن کے ایٹموں کا تہرا جکڑاؤ ہوتا ہے۔ یہ عناصر اپنی انفرادی حالت میں بالکل بے ضرّر ہوتے ہیں اور جب وہ ایک دوسرے میں مدغم ہو جاتے ہیں تو وہ انتہائی مہلک زہر کی شکل احتیار کرلیتے ہیں۔

سیاست اور مذهب اپنی انفرادی حیثیّت میں بے ضرّر ہیں۔ اگر اکھٹے ہوجائیں تو ایک زہر۔ تمام مذاهب میں کٹّڑ جنونی پائے جاتے ہیں۔ اسلام تو اپنی ترکیب و ترتیب میں ہی کٹّڑ جنونیّت ہے۔

ہم اسلام کو بطور ایک عقیدے کے پابندی نہیں لگا سکتے۔ مسلمان تنظیموں، مساجد اور آئمہ حضرات اس کی ضمانت دیں کہ وہ ظالمانہ شرعی قوانین کو ترک کر دینے کی ضمانت دیں۔ اگر وہ ایسا کرنے سے انکار کریں تو اسکا مطلب ہے کہ وہ ہمارے قوانین کی خلاف ورزی کررہے ہیں اور انکی اسلامی تنظیموں کو ختم کر دیا جائے اور انکو ملک سے نکال دیا جائے۔

اگر اسلام پر بطور ایک عقیدہ پابندی نہیں لگائی جاسکتی تو اسے بطورایک تباہ کن سیاسی نظام جوکہ جمہوریّت کے منافی ہے اس پر پابندی لگائی جاسکتی ہے۔ ایسا کرتے ہوئے ہم اپنے ملکی قوانین

کی خلاف ورزی نہیں کررہے اگر ہم مسلمانوں سے کہیں کہ یا وہ انکو قبول کرلیں وگرنہ ملک چھوڑ دیں۔

شریعت سے دستبرداری اسلام سے دستبرداری کے متراد ف ہوگا۔ عیسائی بڑی آسانی کے ساتھ عقیدے اورسیاست کے درمیان خط کھینچ سکتے ہیں۔ عیسی نے واضع اعلان کیا تھا کہ اسکا سیساست سے کوئی تعلق نہیں جب اس نے یہ کہا، میری حکومت یہ دنیا نہیں (جون18:36)۔ لیکن اسلام اور سیاست ناقابل تقسیم ہے۔ محمد نے کہااسلام بیک وقت مذہب اور ریاست ہے۔ اسلام کی غائت وجود ہی دنیا پر غلبہ ہے۔ خطرہ یہاں موجود ہے۔ کیا مسلمان خود کو مذکورہ بالا قوانین کے تابع کرتے ہیں یاکہ وہ انسانیت کا حصہ بننا چاہتے ہیں؟ وہ دو آقاؤں کے تابع نہیں رہ سکتے۔ فیصلہ انکا ہے، لیکن ہمارے لئے یہ بہت اہم ہے کہ ہم اپنے اور ان کے درمیان ایک لکیر کھینچ اگر وہ جارہیّت اور دہشتگردی کو ترک نہیں کرتے۔

بہت سارے مسلمان تو یہ بھی نہیں جانتے کو شرعی قوانین کے اثرات کہاں تک جاتے ہیں۔ 1979 کے انقلاب میں ایرانیوں نے شرعی قوانین سے لاعلمی کی بہت بڑی قیمت ادا کی جب انہوں نے خمینی کی حمایت کی۔ ہم مسلمانوں کی بڑی امداد کرینگے اگر ہم مسلمانوں کو انکے مذہب کی صیح تعلیم دے دیں۔

مسلمانوں کو گمان ہےاسلام بڑا دلکش مذہب ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اگر ہم شرعی قوانین کو اجاگر کریں تو ہم ایک کثیر تعداد لوگوں کو سچائی کا راستہ دکھا سکتے ہیں اور انکے نفرت اور دھوکہ بازی کے عقیدے کو ختم کرسکتے ہیں۔

ایک دفعہ سچائی سامنے آجائے، اسلام فنا ہو جائیگا۔ لوگوں جاگ رہے ہیں۔ مسلمان اور غیرمسلم دونوں ہی اپنی نیند سے بھری آنکھوں کو مل رہے ہیں اور اس مذہب کے ظالمانہ بہروپ کے نظارے سےحواس باختہ ہو رہے ہیں۔